غدیر کی فضا میں

علی اصغر مروج خراسانی

نام کتاب :- غدیر کی فضائیں

مترجم :- سید مختار حسین کشمیری

ایڈیٹر :- سید احتشام عباس زیدی

کمپوزنگ :- حکیم / عون

ناشر :- سازمان فرہنگ و ارتباطات اسلامی (شعبہ ترجمہ و اشاعت)

سال طبع :- شوال المکرم ۱۴۱۸ھ

ISBN 964-472-107-I

فہرست

فہرست ۵
عرض ناشر ۱۱
صحیح تاریخ ۱۷
مقدمہ مؤلف ۳۱
پہلی فصل ۔ غدیر کی تاریخی اہمیت ۳۱
دوسری فصل ۔ واقعۂ غدیر ۵۱
▪ جغرافیائی لحاظ سے غدیر کا محل وقوع ۶۰
تیسری فصل ۔ غدیر پر اللہ کی خاص توجہ ۶۱
▪ ۱۔ آیت تبلیغ ۶۳
▪ فیصلہ کن قول ۷۰
▪ ۲۔ آیت اکمال ۸۰
▪ ۳۔ آیت عذاب واقع ۸۷
▪ حدیث پر ایک نظر ۹۲

چوتھی فصل ۔ غدیر پر رسول اعظمؐ کی توجہ خاص ۱۲۱

۱۔ نازل ہونے والی آیات کی تبلیغ کرنا ۱۲۳

۲۔ غدیر کے دن کو عید قرار دینا ۱۲۷

حدیث تہنیت ۱۳۳

ابتدا پر ایک نظر ۱۳۶

۳۔ حضرت امیرؑ کو تاج ولایت پہنانا ۱۳۷

۴۔ غدیر کے دن کے اعمال ۱۵۲

یوم غدیر کے روزہ کے بارے میں حدیث ۱۵۳

سند حدیث کے راوی ۱۵۵

پانچویں فصل ۔ عترت پاکؑ کی غدیر پر توجہ ۱۶۵

۱۔ عید غدیر عترت پاکؑ کی نظر میں ۱۶۷

۲۔ غدیر سے عترت پاکؑ کے استدلال اور احتجاجات ۱۹۳

امیرالمومنینؑ کے استدلالات ۱۹۳

الف: شوریٰ کے دن امیرالمومنینؑ کا استدلال ۱۹۳

ب: خلافت عثمان کے دور میں حضرت علیؑ کا استدلال ۲۰۱

ج: رحبہ کے دن حضرت امیرؑ کا مناشدہ ۲۰۷

رحبہ کے دن حضرت علیؑ کے گواہ ۲۱۱

ایک نکتہ ۲۱۸

د: جمل کے دن حضرت امیرؑ کا مناشدہ ۲۱۹

ھ: حدیث رکبان ۲۲۰

• حدیث رکبان کے گواہ ۲۲۴

• جنہیں حدیث غدیر کو مخفی کرنے کی سزا ملی ۲۲۴

• ۵۔ جنگ صفین میں حضرت امیرؑ کا مناشدہ ۲۲۴

• جناب فاطمہ زہراءؑ کا حدیث غدیر سے استدلال ۲۲۶

• امام حسن مجتبیٰؑ کا حدیث غدیر سے استدلال ۲۲۸

• امام حسینؑ کا حدیث غدیر سے استدلال ۲۲۹

چھٹی فصل۔ غدیر کے سلسلے میں مناظرے اور استدلالات ۲۲۹

• ۱۔ عبداللہ بن جعفر کا معاویہ کے خلاف استدلال ۲۳۱

• ۲۔ برد کا عمرو بن عاص کے خلاف استدلال ۲۳۴

• ۳۔ عمرو بن عاص کا معاویہ کے خلاف استدلال ۲۳۶

• ۴۔ عمار یاسر کا صفین میں عمرو عاص کے خلاف استدلال ۲۳۶

• ۵۔ بزم معاویہ میں اصبغ بن نباتہ کا استدلال ۲۳۷

• ۶۔ ایک جوان کا مسجد کوفہ میں ابوہریرہ کو قسم دینا ۲۳۸

• ۷۔ ایک شخص کا زید بن ارقم کو قسم دینا ۲۵۰

• ۸۔ ایک عراقی کا جابر انصاری کو قسم دینا ۲۵۱

• ۹۔ قیس بن سعد کا معاویہ کے خلاف استدلال ۲۵۱

• ۱۰۔ دارمیہ حجونیہ کا معاویہ کے خلاف استدلال ۲۵۳

• ۱۱۔ عمرو اودی کا علیؑ کے دشمنوں کے خلاف استدلال ۲۵۴

• ۱۲۔ اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا استدلال ۲۵۵

• ۱۳۔ خلیفہ مامون کا فقہاء کے مقابلے میں استدلال ۲۵۶

• مسعودی کا کلام ۲۶۱

ساتویں فصل ۔ اصحاب غدیر کی غدیر پر توجہ ۲۶۵

• تحمیص التمہید ۲۶۷

• صحابیوں میں سے راویان غدیر (بہ ترتیب الفباء) ۲۷۱

آٹھویں فصل ۔ تابعین کی غدیر پر توجہ ۳۰۱

• تابعین میں سے غدیر کے راوی ۳۰۳

نویں فصل ۔ مسلمین کی غدیر پر توجہ ۳۱۱

• پہلی صدی سے چودہویں صدی تک حدیث کے راوی ۳۱۳

دسویں فصل ۔ مسلمانوں کی کتابوں میں غدیر پر توجہ ۳۳۵

گیارہویں فصل ۔ حدیث غدیر پر مولفین کی توجہ ۳۹۳

بارہویں فصل ۔ حدیث غدیر کی سند ۴۰۹

• سند کے بارے میں علمائے کرام کے اظہارات ۴۱۱

تیرہویں فصل ۔ حدیث غدیر کے معنی پر ایک نظر ۴۳۷

• حدیث غدیر کے معنی ۴۴۹

• "مولیٰ" کے لغوی معنی (مَفعَل بمعنی افعل) ۴۵۷

• معنی حدیث کے بارے میں رازی کا نظریہ ۴۶۴

• شبہہ! علماء کے نزدیک ۴۷۰

• رازی کا ایک اور اعتراض ۴۷۴

• رازی کا جواب ۴۷۹

• مَفعَل بمعنی فعیل ۴۸۲

- مولیٰ کے معانی پر ایک نظر ۴۸۳
- محب و ناصر ۴۸۸
- حدیث سے جن معانی کو مراد لینا ممکن ہے ۴۹۴
- معنی حدیث کے بارے میں قرینے ۴۹۷
- معنی مولیٰ اور ولایت کو تفسیر کرنے والی حدیث ۵۲۵
- معنی حدیث کے بارے میں اقوال ۵۳۲
- معنی حدیث کے سلسلے میں توضیح واضح ۵۴۵

چودہویں فصل:- غدیر مسلمان شعراء کی نظر میں ۵۵۷
- ۱۔ حضرت امیرالمؤمنینؑ ۵۶۰
- ایک غلطی کی تصحیح ۵۶۲
- ۲۔ حسان بن ثابت ۵۶۸
- ۳۔ قیس انصاری ۵۷۵
- ۴۔ عمرو بن عاص ۵۷۸
- ۵۔ محمد حمیری ۵۸۲
- ۶۔ ابوالمستہل کمیت ۵۸۳
- ۷۔ سید حمیری ۵۸۹
- ۸۔ عبدی کوفی ۵۹۵
- ۹۔ ابوتمام طائی ۵۹۷
- ۱۰۔ دعبل خزاعی ۶۰۲
- بعض شعراء کے قصائد ۶۱۳

بلاغ مبین

بزبان نبی اعظم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم:

مومن کے نامہ اعمال کا عنوان حب علی بن ابیطالب علیہ السلام ہے[1]۔

جس کی خوشی یہ ہو کہ وہ مجھ جیسی زندگی پائے مجھ جیسی موت اس کو نصیب ہو اور اس سدا بہار باغ میں رہے جس کو میرے پروردگار نے لگایا ہے، وہ میرے بعد علی علیہ السلام کو اور ان کے بعد ان کے ولی کو اپنا ولی بنائے، اور میرے بعد ائمہ کی پیروی کرے، اس لئے کہ وہ میری عترت ہیں، میری طینت سے خلق کئے گئے ہیں اور انہیں علم و فہم عطا کیا گیا ہے، اور ویل ہے میری امت میں سے ان کی فضیلت کا انکار کرنے والوں اور ان سے رابطہ منقطع کرنے والوں کے لئے، خدا میری شفاعت ان کے نصیب نہ کرے[2]۔

۱۔ اس حدیث کو حافظ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ کی جلد ۴ ص ۴۱۰ پر نقل کیا ہے،

۲۔ اس حدیث کو حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء کی ج ۱ ص ۸۶ پر نقل کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

ہر تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنی وحدانیت و یکتائی کے انوار سے ہمارے دلوں کو منور فرمایا اور ہمارے سینوں میں اپنی اور اپنے اطاعت گذار بندوں کی محبت و دوستی کے پودے لگائے۔ اور درود و سلام ہو اس کی مخلوق میں سب سے اشرف بندے محمدؐ اور ان کے اہل بیتؑ پر، خاص کر اس ذات پر جس نے آنحضرتؐ کے چہرہ انور سے کرب و اندوہ کا غبار صاف کیا جو وصیوں کے سردار اور متقیوں کے امام علی ابن ابیطالبؑ ہیں اور ان کے تمام دشمنوں پر ہمیشہ کے لئے لعنت ہو۔

امابعد، تاریخی واقعات و حوادث کی اہمیت و عظمت کے لحاظ سے ان کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس واقعہ کے "رموز" اس کے اغراض و مقاصد اور اس کے افراد و محرکین کی عظمت و رفعت کا اندازہ لگایا جائے۔

پس جتنی اس واقعہ کے اسباب و عوامل کی منزلت عظیم ہوگی اور اس کے رموز کا مقام اعلیٰ و اشرف ہوگا، واقعہ اتنا ہی و عظمت و اہمیت کا حامل اور توجہ کے قابل ہوگا تاریخ اسلام میں واقعہ غدیر کے بارے میں یہ کہنا بلا مبالغہ ہوگا کہ وہ مسلمانوں کے سامنے

رونما ہونے والے اہم واقعات و حادثات میں سے ایک نہایت اہم واقعہ ہے اس کی اس اہمیت کا سرچشمہ اس کا موضوع اس کے رموز و افراد کا بلندو بالا مرتبہ اور اس کے اغراض و مقاصد کی پاکیزگی اور ان کا تقدس ہے، واقعہ غدیر کا موضوع؛ مسلمانوں پر ایسے شخص کو خلیفہ و حاکم مقرر کرنا ہے جو رسول اللہؐ کے بعد اسلام کی باگڈور سنبھالے اور اس کے رمز و محور رسول خداؐ ہیں جو خلیفہ اور حاکم مقرر کرنے والے ہیں اور امیرالمؤمنینؑ ہیں جن کو حاکم بنایا گیا ہے اس واقعہ کے گواہ تمام مسلمان ہیں اور اس کا محرک اور دستور دینے والا خداوند متعال ہے چونکہ اسی نے اپنے نبیؐ کو اس امر کے اعلان اور لوگوں تک اس کو پہونچانے کا حکم دیا چنانچہ ارشاد فرمایا: یا ایھاالرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔الخ، اے رسولؐ جو حکم تمہارے پروردگار کی جانب سے تمہارے پاس آچکا ہے اس کو پہونچاؤ اگر تم نے یہ حکم نہ پہونچایا تو گویا تم نے رسالت کا کوئی کام انجام نہیں دیا اور اللہ تمہیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا.

اس واقعہ کے اغراض و مقاصد: دین خدا کو لہو و لعب اور جھوٹ کا نشانہ بننے سے محفوظ رکھنا، احکام خدا کو تحریف و تعطیل سے بچانا، تمام لوگوں کی ہدایت کا انتظام کرنا اور انہیں گمراہی اور سرکشی سے دور رکھنا ہے.

اس واقعہ کی عظمت و اہمیت ہی کی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ علماء و مورخین، ادباء و محدثین نے مذہب و مشرب کے اختلاف کے باوجود اس واقعہ کو بڑے اہتمام سے پیش کیا ہے.

اس واقعہ کے ثبوت اور اس کی تصدیق میں اتنی وافر مقدار میں دلیلیں موجود ہیں کہ جن کی وجہ سے تاریخ اسلامی کا محقق، اور اس کے مقصد سے آگاہی رکھنے والا انسان. آنحضرتؐ کی وفات کے بعد رونما ہونے والے ایسے بہت سے واقعات کو شک کی نظر سے

دیکھتا ہے جن میں "غدیر خم" میں کی گئی وصیت سے انحراف کا عنوان پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ دشمنوں، اس واقعہ کے ثبوت مٹانے والوں، منحرف و گمراہ محدثوں، مؤرخوں اور درباری ملاؤں نے اس واقعے پر پردہ ڈالنے اور نصف النہار کے آفتاب سے زیادہ روشن اس حقیقت کو دھندلا بنانے اور اس میں شک پیدا کرنے کی ناپاک و ناکام کوشش کی ہے۔

لہذا حق کے متوالوں اور امیرالمومنین ؑ کی محبت، دوستی اور اخلاص کی راہ پر چلنے والوں نے اس ظالمانہ حملے کا مقابلہ کرنے اور قطعی دلیلوں اور روشن برہانوں کے ذریعے اس واقعے پر ڈالے گئے شکوک و شبہات کے پردے ہٹانے کا عزم بالجزم کیا انہی بزرگوں میں سے ایک، فقیہ المورخین، مؤرخ الفقہاء، مجاہد اکبر، محقق، علامہ آیۃ اللہ شیخ عبد الحسین امینی اعلی اللہ مقامہ ہیں جنہوں نے اپنی علمی، فنی، تاریخی، ادبی اور اخلاقی کتاب میں جو گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے اور جس کا نام "الغدیر" ہے اس بات کی کوشش کی ہے کہ کتاب و سنت اور ادب میں اس واقعہ کے سلسلہ میں جو کچھ وارد ہوا ہے بلکہ گذشتہ زمانہ سے لے کر موجودہ زمانہ تک اس پر جتنا لکھا گیا ہے سب کو یکجا کریں چنانچہ انہوں نے ایسی کتاب تصنیف کی ہے جو جامع بھی ہے اور اپنے موضوع و "باب" کے اعتبار سے بے مثل و نظیر اور وحید و فرید بھی ہے۔

چونکہ قارئین محترم کے لئے گیارہ جلدوں پر مشتمل اس کتاب کا سفر قرائت کے لحاظ سے بہت ہی دشوار گذار اور عمیق و انیق مفاہیم پر مشتمل تھا لہذا فاضل ارجمند شیخ علی اصغر مروج خراسانی دامت توفیقاتہ، نے اس ضخیم کتاب کے اہم موضوعات کو منتخب کرکے ایسے خلاصہ کی شکل میں اپنے محترم قاریوں کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو روح کتاب ہے تاکہ فرصت کو غنیمت جان کر ممکن حد تک تیزی کے ساتھ

اس سے استفادہ کیا جاسکے خداوند متعال ان کی اور اس کتاب کی تصحیح و تحقیق میں ان کا ہاتھ بٹانے والوں خاص کر برادران گرامی قدر، سید علی طباطبائی، یونس بغدادی اور حاجی کمال کاتب کی سعی جمیل کو قبول فرمائیے۔

ہماری آرزو ہے کہ اس کتاب کی تصحیح و طباعت، تقابل اور متن کی درستگی کے سلسلے میں کی گئی ہمارے ادارہ کی سعی مشکور کو علوم اسلامی اور اسلام کے تاریخی حقائق کے شیداؤں کی نظر میں توجہ کے قابل قرار پائے مولائے قدیر جل شانہ سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں قول ثابت "یعنی علیؑ کی ولایت پر دنیا و آخرت میں ثابت قدم رکھے"۔

ضرورت ایک فقیہ کے لئے بھی اسناد کی تصحیح اور مدارک فتاویٰ کی تقویم کی غرض سے انکار ناپذیر ہے اور اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ محدث بھی روایات پر وثوق پیدا کرنے کے لحاظ سے علم تاریخ کا محتاج ہے، علاوہ بر این حدیث ایسا فن ہے جو تاریخ سے جڑا ہوا ہے اس لئے کہ فن حدیث میں انبیاء کے قصے اور ان کی تعلیمات کا ذکر ملتا ہے اور تاریخ نے جو کچھ بیان کیا ہے، محدث پر واجب ہے کہ اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرے۔

مفسر کے لئے بھی تاریخ کی وادی میں قدم رکھنا ضروری ہے چونکہ اس کا سابقہ بھی ایسی آیتوں سے پڑتا ہے جن میں گذشتگان کے قصے ہیں اور حکمت و نصیحت کے طور پر ان کی باتیں درج ہیں اور کچھ ایسی آیتیں ہیں جو خاص موقعوں پر نازل ہوئی ہیں جن کی تفصیل تاریخ میں موجود ہے۔

کسی بھی علم کا متلاشی جب غور سے دیکھتا ہے تو اسے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کا تاریخ کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور وہ جب تک تاریخ کو نہ جان لے اس علم تک نہیں پہونچ سکتا پس ایسی صورت میں تاریخ عالم کی گم گشتہ، اہل فن کی مطلوب، محقق کی چاہت، دیندار کی آرزو، سیاستداں کا مقصد، ادیب کی غرض و غایت، اور سو باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ، تاریخ جامعہ بشری کا مشترکہ میدان ہے جہاں ہر ایک کو قدم رکھنا ہوتا ہے۔ اور تاریخ صحیح وہی تاریخ ہے جس کی غرض حقائق کا من و عن اپنے دامن میں محفوظ کرلینا ہے۔ کسی کے اغراض تاریخ کو کھلونا نہیں بنا سکتے اور اس میں کسی کی خواہشات و تمنیات کا لحاظ نہیں رکھا جاتا جیسا کہ تاریخ کی بہت سی کتابوں میں ہوا ہے جن میں یا تو امراء و حکام کو خوش کرنے کے لئے اور یا کسی ایک مسلک کی بنیاد مضبوط کرنے یا کسی خاص مفکر کی فکر کو تقویت دینے کی خاطر واقعات نگاری میں دھاندلی کی گئی ہے۔ یا بعض اشخاص کو بہت

اونچا کیا گیا ہے اور بعض کو پستی کے تنگ و تاریک غاروں میں ڈھکیل دیا گیا ہے واقعات نگاری کی اس روش میں اختلاف، مختلف اعصار و احوال کی وجہ سے ہے جس میں ہر پست و بلند کو یکجا کر دیا ہے۔ اور اس کا سبب مؤلفین کتب تاریخ کا یہ طرز تفکر ہے کہ تاریخ کے ہر چھوٹے بڑے واقعہ کو سپرد قلم کرنا علم میں وسعت اور شہرت میں اضافہ ہے مگر ان سے یہ غفلت ہوگئی کہ افراد کی قدر و عظمت و مراتب سے ہوئی ہے روایت سے نہیں۔ چنانچہ انہوں نے تاریخ کو خرافات سے بھر دیا اس بات کا دھیان کئے بغیر کہ ان بیہودہ و خرافات روایتوں کے راوی متعصب ہیں اور وہ مورخ نہیں بلکہ ایسے قصہ گو ہیں جو اپنی شہرت کے دائرہ کو وسیع کرنے کی خاطر جعلی اور خرافات پر مبنی اکاذیب کو نقل کرنے سے گریز نہیں کرتے اور بعد میں آنے والے انہی واقعات کو ٹھوس حقائق خیال کر کے نقل کر دیتے ہیں لیکن مورخ بصیر و خبیر جب ان کو دیکھتا ہے کہ یہ سراسر خرافات ہے تو انہیں سختی سے رد کر دیتا ہے اور وہ اس امر کی پرواہ بھی نہیں کرتا کہ اس سے تاریخ کا دامن داغدار ہو جائے گا پس ان لوگوں کو اتنا بھی شعور نہیں کہ ایسے واقعات ،مذہبی تقلید اور حرص و طمع کی پیداوار ہیں اور یہ مصیبت اصل میں تاریخ کے ترجمانوں اور کاتبوں کے ساتھ اصل فن تاریخ کا المیہ ہے، ہم اگر اس کے شواہد ذکر کرنا چاہیں تو کتاب اپنی حد سے خارج ہو جائے گی۔

یہ تھی وہ افراط و تفریط جس نے حقیقت پر پردہ ڈال دیا اور اس کو خواہشات کی قربانگاہ پر بھینٹ چڑھا دیا۔

پس محقق پر واجب ہے کہ وہ اس حقیقت کی تہہ تک پہونچنے کی کوشش کرے گروہی اور ملکی جھگڑوں سے دور رہ کر اور ذاتی حب و بغض سے پرہیز کرتے ہوئے وہ مسلمہ اصول کو اپنا نصب العین بنائے اور اسے ایک آئینہ کی شکل میں صفحہ تاریخ کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنی معرفت عطا کی، اپنے شکر کا طور طریقہ سکھایا اور اپنی ربوبیت سے علم کے ابواب ہم پر وا کیے، اپنی توحید میں اخلاص کی جانب ہماری رہنمائی کی اور اپنے "امر" کے باب میں ہمیں، نفاق، شقاق اور شک و الحاد سے محفوظ رکھا اپنے مرسلین کے سردارؐ کو بھیج کر ہم پر منت رکھی اور اپنے نبیؐ کے دو گرانقدر جانشینوں، کتاب خدا اور عترت طاہرہؑ کے ذریعے ہمیں عزت بخشی۔

صحیح تاریخ

مدوین تاریخ میں جتنا حصہ مؤرخین کا رہا ہے، تقریباً اتنا ہی دوسرے علوم و موضوعات سے تعلق رکھنے والے حضرات کا بھی رہا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کی تدوین سے ہر ایک کی غرض و غایت بھی جدا گانہ ہی ہے۔

اگر تاریخ سے مؤرخ کی غرض زمانہ کے حالات کا احاطہ اور گذشتہ نسلوں کے کوائف مرقوم کرنا ہوتی ہے تو جغرافیہ دان کی غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ سیاست کی بدولت امتوں اور قوموں میں ایک دوسرے پر غلبہ اور مخصوص خطوط پر چلنے یا ان سے ہٹ جانے سے جو حالات رونما ہوتے ہیں ان کو سپرد قلم کرے۔

اگر کوئی خطیب تاریخ کو اس نقطہ نظر سے دیکھتا ہے کہ اس میں قوموں اور نسلوں

زوال اور بعض بادشاہوں کی ہلاکت اور دوسروں کے ان کی جگہ تخت نشین ہوجانے کی عبرت انگیز داستانیں اور نصیحتیں اور ملتوں کے بُرے اعمال کا شکار ہوجانے اور بعض صالح قوموں کی کامیابی کے قصے پائے جاتے ہیں تو ....

ایک دیندار شخص اس کے صفحات کو اس لئے پلٹتا ہے کہ اس سے اعتقاد کی ٹھوس بنیادوں سے آگاہی حاصل کرے اور ان پر اپنے اعتقاد کی فلک بوس عمارت کی تعمیر کرے اور اپنے اعتقاد کو خواہشات کی بازی گری اور اہل طمع کی روش سے الگ کرے۔

اور اہل اخلاق جب اس کے اندر پائے جانے والے نیک تجربات کے دفینوں کو کریدتا ہے کہ جن کو جب کچھ لوگوں نے اپنی زینت بنایا تو وہ فلاح پاگئے اور کچھ نے ترک کیا تو محروم رہ گئے تو اس سے ایک ایسا دستور العمل ڈھونڈ نکالتا ہے جس پر گامزن ہوکر وہ فرد اور معاشرہ کو انحراف و پراگندگی سے بچا سکے۔

سیاستداں کی غرض تاریخ کے مطالعہ سے یہ ہوتی ہے کہ وہ ان راہوں اور روشوں کو معلوم کرے جن سے گذشتہ امتیں گذری ہیں اور خواہشات و آرزوؤں کے ان بھیانک اور تاریک گڈھوں کی نشاندی کرے جن میں گر کر کچھ لوگوں کی زندگیاں عبرتناک انجام کو پہونچ چکی ہیں وہ چاہتا ہے کہ ماضی کے ان حالات سے اپنی زندگی کے نشیب و فراز کو عبور کرنے کے لئے صحیح تجربات حاصل کرے اور اپنی امت کی پیشرفت اور ترقی کی راہیں ہموار کرسکے اور کوئی ادیب اگر نوادرات تاریخ کی تلاش میں نکلتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے الفاظ کی بندشیں اور معانی کی لطافتیں اور جملہ محسنات شعری جیسے اشارہ اور استعارہ وغیرہ سب کا تعلق گذشتہ امتوں کے احوال سے آگاہی کے ذریعہ ہے کہ انھوں نے کس طرح کی باریکیوں سے کام لیا ہے۔

اور اگر ہم علم رجال اور طبقات رواۃ کو بھی تاریخ میں شامل کرلیں تو علم تاریخ کی

سامنے رکھے پس اگر اس میں کوئی کمی بیشی ہو تو بے جھجک اسے ترک کردے اور اگر عیناً اس کے مطابق ہو تو اس پر اعتماد کرے اصول کے اس دائرہ میں رہتے ہوئے جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

میں ایک دن غور کر رہا تھا کہ عالم اسلام کو حقیقت کا ادراک کیوں نہیں ہوسکا اس تاریخی واقعے کی حقیقت کا ادراک کہ اگر عہد نبویؐ کے صحابہ اس پر عمل کر لیتے اور جو کچھ وصیت میں ذکر ہوا تھا وہ رسول امینؐ اور بانی اسلام کے ارادے کے بالکل مطابق نافذ ہوجاتا تو آج مسلمانوں کو یہ دن نہ دیکھنا پڑتے نہ ان میں عداوت ہوتی اور نہ نفاق و دشمنی اور مسلمانوں کے اتحاد کی مضبوط کڑی اسی طرح باقی رہتی جیسے وہ تھی اس کے حلقے ٹوٹنے اور بکھرنے سے محفوظ رہتے خلافت اسلامی طاقت و قدرت کا محور ہوتی اور ہدایت و ارشاد مسلمین کے نامور افراد راہ قدرت و اجماع میں اسے اپنی ہدایت کے بال و پر کے سائے میں لئے رہتے جیسا کہ رسول اکرمؐ نے اس کے خطوط کو معین کیا تھا ایسے میں خلافت کی باگ ڈور صرف اس کے ہاتھ میں ہوتی جو بقدر کافی استعداد و صلاحیت، علم و ارادہ قوت و شجاعت اور عزم و ثبات کا مالک ہوتا امور شریعت کی تدبیر میں اس کا ادراک صحیح ادراک ہوتا اور اس کی حکمت عملی ایسی عادلانہ اور منصفانہ ہوتی کہ جس میں دین و دنیا دونوں کی بھلائی کا راز مضمر ہوتا اس کا خلق نبوی ہوتا اس کی سیرت، سیرت مصلح، اس کی ہدایت قرآنی ہدایت ہوتی اور اس کی بابرکت زندگی، دنیا کی لذتوں اور زینتوں سے کنارہ کش ہوتی، اس کا عمل مہر و محبت اور حق و حقیقت پر مبنی ہوتا اور اس کی شمشیر ایک ایسے حکیم و دانا کی شمشیر ہوتی جو بیماری کی جڑوں سے واقف ہوتا اس کا فیصلہ ایک ایسے قاضی کا فیصلہ ہوتا جو کسی ملامت گر کی ملامت سے خائف نہیں ہوتا اس کا ہاتھ ظالم کے مقابلہ میں نہایت پر قدرت اور ضعیف کے لئے بہت پر شفقت، اور اس کا

علم ایسا ہوتا کہ وہ مسائل کو عقل و حق اور مصلحت عموی کے پیمانہ پر ناپتا اور اس کا ہر قول اور ہر عمل قربت الٰہی کا باعث اور وہ پروردگار کے کسی بھی حکم کی مخالفت سے دور ہوتا لیکن ہوا جس کو نہیں ہونا چاہیے تھا اور وہ حادثہ پیش آیا جو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا عربوں نے سنہری فرصت اور غنیمت موقع ہاتھ سے گنوادیا اور رجال مسلمین اور ان کی قوت کو زبردست جھٹکا لگا جبکہ وہ ترویج اسلام کی راہ میں جنگ و جدال کے ابتدائی مرحلہ میں تھے اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ پورے عالم پر چھا جاتے اور ہر تخت و تاج کی شان و شوکت ان کے قدموں کے نیچے ہوتی انھوں نے نصف صدی سے بھی کم عرصہ میں امن و سلامتی کی جھنڈے گاڑ دیتے اور ساری دنیا سے اپنی قدرت کا لوہا منوالیتے اور ہدایت شریعت کی بنیادوں کو بغیر خستگی و ملالت کے استوار و پائیدار کردیتے۔

پس میں نے ایک نظر غدیر کو دیکھا....

غدیر ایک ایسا دلنواز اور خوبصورت لفظ ہے جس کا اطلاق ایک ایسی گرانبہا تالیف پر ہوتا ہے جس میں اس واقعہ کا تذکرہ ہے جو سرکار دوعالمؐ کے آخری حج سے واپسی کے موقع پر رونما ہوا سرور کائناتؐ نے مسلمانوں کے جم غفیر اور عظیم الشان اجتماع کے سامنے حضرت علیؑ کے اپنے نزدیک مقام و مرتبہ کا اعلان کیا جو مقام و مرتبہ آنحضورؐ ہی کی آغوش تربیت میں رہنے سے حاصل ہوا تھا اور ان کے ان فضائل و کمالات کا ذکر جن کی وجہ سے وہ سرور کائناتؐ کے وصی و جانشین اور حضورؐ کے بعد ایسے ہادی و مرشد بنے جو لوگوں کو صراط مستقیم اور نہج حق کی رہنمائی کرتا ہے۔

پس غدیر کے اندر وہ سارے فضائل و کمالات ذکر ہوئے ہیں اور اس عظیم تالیف نے ان امور کو بے نقاب کیا ہے جن سے لوگ ناواقف تھے اگرچہ وہ کتابوں میں موجود تھے۔ غدیر نے ایسی خبریں بھی بیان کی ہیں جو بھولی بسری ہوگئی تھیں غدیر نے ان

خبروں کو ظاہر کیا کتاب خدا اور سنت نبیؐ کے ذریعے وہ نبیؐ جو اپنی مرضی سے کچھ کہتا ہی نہ تھا جب تک وحی نہ آجاتی تھی اور محدثین و مفسرین کے اقوال بیان کئے سیرت و تاریخ لکھنے والوں کا کلام نقل کیا ادیبوں کی نثر اور شاعروں کی قصیدے نقل کئے اور اس بارے میں جتنا پہلے کہا جا چکا ہے اسی پر اکتفا نہیں کی اور قرون اولی والوں نے جو کچھ لکھ دیا تھا اس پر قانع نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے مزید اضافہ کیا رجال حدیث کے حالات قلمبند کئے اور ہر موضوع و بحث کے تمام جوانب و اطراف کے بارے میں کسی ادنیٰ سی مشابہت کو بھی نظرانداز نہیں کیا۔

پس غدیر ایک ایسا ضخیم دورہ ہے جس میں مادح کی بات بھی ہے اور قادح کا بیان بھی ہے محکم بھی ہے اور متشابہ بھی ہے اور پھر جعلی جعلی حدیثیں، نازیبا اقوال، فاسد اعتقاد، نازیبا الفاظ، ناگوار حملے کہ جن سے امیر المؤمنین علیؑ اور ان کے والد شیخ ابطح حضرت ابو طالبؑ اور انکے اہل و عیال پوتوں اور نواسوں اور ذریت و عترت شیعوں اور ماننے والوں کو چاہے وہ زندہ ہوں یا مردہ، کسی بھی طرح کی تہمت باطل کا نشانہ بنایا گیا ہے ان سب کو دھجیاں بکھیری ہیں اور حضرت علیؑ اور دیگر اوصیائے کرام کے جملہ فضائل و مناقب و مزایا و کرامات کو شائستہ و دلنشین گوارا اور دلپذیر کلام میں بیان کیا ہے

اس میں بحثوں کی بھرمار ہے علم کا انبار ہے اور ایسی چیزیں بھی ہیں جو کہیں نہیں تھیں لیکن غدیر نے جب ان کو نشر کیا تو علم کو اس کا گمشدہ خزانہ مل گیا محقق کی مراد پوری ہوگئی مؤرخ کی جہالت ختم ہوئی اور مفکر کو ایسا مواد ہاتھ آگیا جس پر اس کی عقل اعتماد کر سکتی ہے اور پھر اسباب و احوال کو سامنے رکھ بہترین نتیجہ تک اس کی رہنمائی کر سکتی ہے۔

قاری الغدیر کو جب پڑھتا ہے تو اسے ایسا لگتا ہے کہ گویا اسے شجر سایہ دار مل گیا وہ

اس سے اطمینان کی راحت، قرار کی حلاوت اور ایسا پر اعتماد سکون محسوس کرتا ہے جیسا سکون دور دراز کا سفر کرنے والے مسافر کو کسی درخت کی گھنی اور ٹھنڈی چھاؤں میں نصیب ہوتا ہے اس کے سائے میں اسے ٹھہرنے سے انس و امن مقام اور اپنے ٹھکانے پر پہونچ جانے کی سی راحت نصیب ہوئی ہے۔

میں نے غدیر کا مطالعہ کیا اس کی گہرائی تک پہونچنے سے پہلے اس کا ذائقہ لیا معلوم ہوا یہ وہ پہلا چشمہ ہے جس کا پانی صاف و شفاف ہے اور اس کی صفائی بارش کے قطروں سے زیادہ ہے اس کی مہک مشک و عنبر کی مہک سے بڑھ کر ہے اور جو ہر مشروب سے زیادہ لذیذ ہے۔

اگر اس کی راہ میں بند نہ باندھے جاتے اور دیواریں نہ کھڑی کی جاتیں تو جاری و ساری رہتا اور تمام مخلوق خدا اس سے سیراب ہوتی۔

وہ غدیر کس قدر عظیم مقام ہے جس میں رسول اعظمؐ نے اپنے اصحاب سے اپنے ابن عم کے بارے میں وصیت فرمائی اس کی ہدایت پر چلنے کی تاکید کی اور اپنی پارۂ جگر فاطمہ زہراءؑ کے شوہر اور اپنے نواسوں کے والد کے نقش قدم پر چلتے رہنے کا حکم دیا۔

جب میں نے "الغدیر" کے بعض فصول و ابواب کا مطالعہ کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ میں کسی چشمے پر نہیں بلکہ بحر ذخائر کے کنارے کھڑا ہوں جس میں ہر طرف لؤلؤ و مرجان اور چمکدار موتی ہیں جی ہاں! اس میں محکم دلیل ہے صاف و واضح برہان ہے علم کا خزانہ ہے اور اس میں اتنا کچھ ہے جس کا احصاء و میری طاقت سے باہر ہے ہر چیز بزبان حال گویا ہے کہ کوئی اگر چاند پر پردہ ڈالنا چاہے اور اس کے نور کو روکنے کی کوشش کرے تو یہ اس کے بس سے باہر ہے۔

جی ہاں! میں بحر غدیر کے کنارے تھا پھر اس کی گہرائیوں میں اترا اس میں تیر تار

رہا میں نے دیکھا کہ میرے سامنے تاریخ مجسم ہے زمانہ کی قلم چل رہی ہے مؤلفین کے قلم گروش میں ہیں یکے بعد دیگرے کتابوں کی فصلیں آرہی ہیں شعروں کی محفلیں ہیں احادیث کی بزمیں ہیں اور ہر چیز مجھے یہ بتارہی ہے کہ غدیر وہ حق ہے جو ابھی تک اسی طرح تازہ ہے لوگ تو صرف لاعلمی کی باتیں کرتے ہیں ان کی غرض یا تو فتنہ پھیلانا ہے یا بادشاہوں کا قرب حاصل کرنا ہے یا وہ حق و حقیقت کے اظہار سے ڈرتے ہیں۔

اگر میں یہ کہوں تو بڑی بات نہیں کہ: کتاب غدیر ایک ایسا مجموعہ ہے جو علم و فن تاریخ و تراجم میں نادر ہے اور ادب و ادبیات کا ایسا خوش اور سحر آگیں گلستان ہے جو ہمیشہ سرسبز وشاداب ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے وہ ایک بڑا انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں مضبوط ترین دینی نظریات کی بھرمار ہے۔

اور خدا جانتا ہے کہ میں جتنی بار بھی اس کتاب کو پڑھتا ہوں مجھے اس عظیم القدرت مؤلف کی محنت و مشقت پر پہلے سے زیادہ تعجب ہوتا ہے کہ اس نے کتنا نفیس اثر چھوڑا ہے قاری جب اس کے صفحات کو مطالعہ کی غرض سے پلٹتا ہے اور ان کا مطالعہ کرتا ہے تو حیرت کے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے پہلی نظر میں تو اسے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک کتاب ہے جس میں قرآن، سنت اور ادب کی روشنی میں حدیث غدیر کے بارے میں بحث کی گئی ہے لیکن جیسے جیسے صفحات اس کی نظر سے گذرتے ہیں اور وہ اس کی فصلوں کو پڑھتا ہے تو وہ اس وقت اس کتاب کو چھوڑتا ہے کہ جب وہ علم، دین، ادب اور اخلاق کے خزانے اس میں سے سمیٹ لیتا ہے اس لئے کہ یہ کتاب صرف "غدیر" کے بارے میں ہی نہیں بلکہ ایک عظیم علمی دورہ اور شاندار تحلیل و تدقیق صحیح نتیجہ گیری اور غدیر کے جیسے دائی و ابدی دن کے بارے میں گرانقدر تحقیقات اور ان کے علاوہ بہت سے ان حقائق کے اظہار پر مبنی ہے جن کو حالات کی گرد نے لوگوں کی

نظروں سے مخفی رکھنا چاہا اور جو ہمیشہ ایسے دبیز پردوں کے پیچھے رہے جہاں انہیں آنکھیں نہیں دیکھ سکتی تھیں۔

پس "غدیر" کسی خاص موضوع کے بارے میں نہیں بلکہ اس میں امت اسلامیہ کی ہر گمشدہ میراث اور مستقبل میں اس کی عزت و وقار، اعلائے کلمۂ حق، علم قرآن کی سر بلندی اور تاریخ میں پائے جانے والے اس امت کے مفاخر و مآثر کے تذکروں کی چھان بین، اور ہر وہ چیز موجود ہے جس کا امتوں کی ترقی اور عقلوں کی تہذیب میں بڑا پاکیزہ و کردار ہے۔

حقیقت میں کتاب الغدیر ایسی ہی ہے کہ جیسی اسے اس کے مؤلف علامہ امینیؒ نے بتایا ہے "کہ یہ علمی، فنی، تاریخی اور اخلاقی کتاب ہے جو اپنے موضوع میں بالکل نئی ہے اور اپنے باب میں یکتا ہے، جس میں حدیث غدیر کے بارے میں قرآن، سنت اور ادب کی روش بحث کی گئی ہے اور اس میں اکثر رجال علم و دین و ادب کے تذکرے موجود ہیں کہ جنھوں نے ان کو سلک نظم میں پرویا ہے۔

کتاب "الغدیر" ادبی تنقید کے ترازو پر بلا شک ایک گرانقدر اور بھاری بھرکم کام ہے اور یہ ایسا دورہ ہے کہ جسے اگر ایسے ہی متعدد علماء مل کر انجام دیتے تب بھی یہ بہت بڑا کام ہوتا۔

کتاب "الغدیر" میں جستجو کی کثرت بھی ہے اور نقل کی صحت بھی ہے حسن تنقید بھی ہے اور اصالت رائے بھی، اور یہ ساری خوبیاں کسی ایک کتاب میں کم ہی دیکھنے کو ملتی ہیں اور پانچویں چیز اس میں یہ بھی اگر اضافہ کر لیں کہ اس میں حسن اور تازگی بیان بھی ہے تو وہ اس جیسی تمام کتابوں میں ایک روشن منارہ کی مانند ہے۔

کتاب غدیر ایسا اسلامی دائرۃ المعارف ہے جس میں طرح طرح کے ایسے فضائل و

معارف ہیں جو اس سے پہلے کسی کتاب میں نہیں تھے اور بے شک اس کے مؤلف علامہ اس طائفہ کے مفاخر میں سے اور علم دین کے پایۂ تخت نجف اشرف کے حسنات میں سے ایک حسنہ ہیں۔

وہ علم کا بحر ذخائر، نادرۂ روزگار، دین و دنیا میں نامور تھے جن میں خدا نے قدرت ایمان، قوت علم اور قوت بیان کو یکجا کر دیا تھا، اور ان تینوں قوتوں نے ان کو اس قدر مستحکم و مضبوط بنا دیا تھا کہ کوئی طاقت بھی ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی تھی انہوں نے ہر باطل کی دھجیاں بکھیر دیں اور ہر طرح کے گمراہ کن روایات و احادیث کا قلع و قمع کر دیا، اور خدا کی قسم یہ ایسی عظیم نعمت ہے جو صرف بڑے با فضل انسان ہی کو نصیب ہوتی ہے اور اس نعمت عظمیٰ کا حقدار اس مجاہد اکبر سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا تھا جس نے خود کو حق کی حمایت اور باطل کی بیخ کنی کے لئے وقف کر دیا تھا۔

جی ہاں! وہ ہیں نامور محقق علامہ وحید، بحاثہ کبیر، انتھک کوشش کرنے والے، صاحب فضیلت، فخر طائفہ، فقیہ مؤرخین، مؤرخ الفقہاء حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ عبد الحسین احمد امینی نجفی خدا انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل و کرم میں حصار میں رکھے!

جی ہاں! خداوند متعال نے اس ستمگری دور میں، میدان علم و تحقیق و جہاد کے اس شہسوار، جوہر فضیلت میں کامل، علم کا ہمیشہ لہراتے ہوئے پرچم منارۂ ہدایت، یعنی علامہ امینیؒ کو اپنی قدرت سے نوازا، اس نے کمر ہمت کسی ان کے ایک ہاتھ میں وہ کتاب تھی جس میں کوئی شک و شبہ نہیں اور جو متقین کے لئے ہدایت ہے انہوں نے بہانگ دھل یہ اعلان کیا آؤ اور میری اس کتاب کو پڑھو جس میں سچی دلیلیں اور مضبوط حجتیں ہیں جو صراط مستقیم، راہ راست سرچشمۂ حیات اور اوہام شکن ہے اگر چہ شبہ کے بادلوں نے ایک عرصہ سے اس امت کو اپنے منحوس سایہ میں چھپا رکھا ہے لیکن مجھے قادر بنایا گیا

ہے کہ میں ان بادلوں کو صاف کردوں۔

اراھا و ان طالت علینا سحابہ صیف عن قلیل تقشع

میں دیکھ رہا ہوں کہ بادل اگر چہ ایک عرصہ سے ہم پر چھائے ہوئے ہیں لیکن یہ عنقریب چھٹ جائیں گے.

گرد و شکوک و شبہات کی چادر اگر چہ کافی دبیز اور تہہ در تہہ ہے لیکن اس گرد کو صاف کردینا میری ذمہ داری ہے پس بیشک میری یہ کتاب ہدایت کا نشان اور رہنما چراغ ہے جو تمہیں آگاہ کرے گی کہ مرکز خلافت کہاں ہے؟ اور اس کا پرچم کس کے ہاتھ میں ہے نصوص کس کا حصار کئے ہوئے ہیں اور نور کی بارش کس پر ہوتی ہے حق کو لمس کرنے میں تمہاری مدد کرے گی اور جب میں شکوک و شبہات کی گرد کو پاک کردوں گا تو حق کے حیات بخش چہرے کو تمہارے سامنے نمایاں کردے گی.

اور اب میں اس حقیقت کو بے نقاب کرنے جارہا ہوں کہ دکھتی رگ کہاں ہے اور مکرو فریب کی چولیں کیسے ڈھیلی کی جاسکتی ہیں کتاب "غدیر" کی جلدوں سے آشنائی رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ یہ وصف اس میں موجود مطالب کے مقابلہ میں کچھ نہیں پہلی بار جب کوئی اس کلمہ کو سنتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع میں محدود ہوگی لیکن جب وہ اس بحر زخار کے کنارے پر کھڑا ہوتا ہے تو اسے اندازہ ہوجاتا ہے کہ اس میں طرح طرح کے ہیرے جواہرات اور مونگے موتی ہیں اس میں امامت کے دلائل و براہین کی بحث بھی ہے اور اس راہ کے مسافروں کی راہ میں آنے والے شکوک و شبہات کے روڑوں کو بھی صاف کیا گیا ہے ان رخنہ اندازیوں اور فتنوں کا سدّ باب بھی ہے جو امت میں تفرقہ اور انتشار کا باعث ہیں ان لوگوں کو بھی بے نقاب کیا گیا ہے جن کی نیتیں بری تھیں اور وہ منھ میں رام رام اور بغل میں چھری کے مصداق تھے. اور بکے ہوئے

قلموں نے جو باطل پر مبنی مشکوک قصے کہانیاں گڑھ کر امت کو دھوکے میں رکھا تھا ان سے بھی امت مرحومہ کو منزہ کیا گیا ہے اس کتاب میں، فقہ بھی ہے اور تفسیر بھی کلام بھی ہے اور حدیث بھی تاریخ بھی ہے اور فلسفہ بھی، جس نے شکوک و شبہات کے بہت پرانے پردوں کو چاک کیا ہے جو دشمنی کینہ، حسد اور نفاق کے ذریعہ بنا پر ایک دائمی و ابدی حقیقت پر ڈال دیے گئے تھے

محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان باتوں کو جانے اور مجھے اختلاف ڈالنے اور کینے و حسد کو ابھارنے کی خاطر نہیں بلکہ لوگوں پر یہ واضح کرنے کی خاطر کہ حق کیا ہے؟ اور شیعیان علی مرتضیٰ کون ہیں؟ اور ان کے دلوں میں نبوت کے اہل بیت اطہار کی یہ محبت کہاں سے آئی ہے؟ اور اس محبت کا منشا کیا ہے؟ اور وہ تہمتیں اور افترا پردازیاں کیا ہیں جو ان پر کی گئیں۔

مجھے یقین ہے کہ اس عصر اسلامی کے جوان اس گرانقدر سرمایے سے فائدہ اٹھائیں گے بے شک کتاب غدیر اور اس میں موجود، سنت، ادب، علم، فن، تاریخ، اخلاق، حقائق، و اقوال، ان کی معلومات میں اضافہ کے لئے کافی ہیں، ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس کتاب کو حاصل کرے تاکہ اسے یہ معلوم ہو کہ مورخین نے کہاں کوتاہی کی ہے اور حقیقت کہاں ہے؟ اس سے ہمیں یہ اندازہ ہوگا کہ اس تقصیر اور غفلت کے نتائج کی سامنے آئے اور ہمیں اقرار حقائق، اتباع اوامر، یکجہتی، وحدت عقائد و مذاہب اور اجماع رائے کا اجر و ثواب بھی ملے گا، تاکہ جس شخص کو مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی کا احساس ہے وہ اٹھ کھڑا ہو اور سب کے سب جاگ اٹھیں اور ان کی عزت و کرامت اور شان و شوکت دوبارہ لوٹ آئے اور یہ چیز خدا کے لئے بڑی نہیں

مختصر یہ کہ اس کتاب کے سلسلہ میں میرا بدلے ہمدو بیان یہ ہے کہ میں اس کا

فضل بیان کرنے سے عاجز ہوں.

اور میں اس عظیم دورہ کے خلاصہ کو ایسے موقع پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں کہ جب حدیث غدیر کو بیان ہوئے چودہ سو سال گذر چکے ہیں اس کے قائل جس کے بارے میں کہی گئی ہے دونوں پر تا قیام قیامت پاکیزہ، صلوات اور فراواں درود ہو.

اور خدا سے دعا گو ہوں کہ اس غدیر کو، اہل سنت اور شیعوں کے درمیان پاک باطنی اور محبت کا وسیلہ قرار دے، تا کہ وہ اسلامی اخوت کے رشتہ میں منسلک ہو کر اسلامی آزادی کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر بڑھیں اور اسی میں اسلام کی عزت و سر بلندی ہے اور اس سے دنیا میں اسلام کے وقار میں اضافہ ہوگا.

خدا کا شکر ہے احقاق حق اور ابطال باطل پر، اور اس کی رحمت ہو محمدؐ اور ان کی آلؑ پاک پر، خاص کر بقیۃ اللہ اور اور زمینوں میں اس کے امر کے وارث، حضرت قائمؑ پر جن کی آمد متوقع ہے اور ہم جن کے ظہور کے منتظر ہیں جو ہمارے بارہویں امام حضرت محمدؑ ابن حسنؑ ہیں، خداوند متعال ان کے ظہور پر نور میں تعجیل فرمائے اور ہمیں ان کے اعوان و انصار میں شامل فرمائے نیز سامنے ان لوگوں کی صف میں جن کی اس نے اپنی کتاب میں تعریف کی ہے اور فرمایا ہے " صفاً کانھم بنیان مرصوص" یعنی اپنی طاعت اور اپنے رسول اور ان کی آل کی اطاعت میں اور امام زمانہ کے روبرو مرتبہ شہادت سے ہمکنار کرے.

علی اصغر محمد مروج خراسانی

قم المشرفہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۂ مؤلف

تیری حمد و ثنا کرتا ہوں اے اللہ، اے وہ جو اپنی عظمت سے دلوں پر جلوہ افروز ہے اور اپنی عزت کی بنا پر نگاہوں سے مخفی ہے اور اپنی قدرت سے ہر چیز پر قادر ہے پس آنکھیں تیرے دیدار کے لئے نہیں ٹھہر سکتیں اور اوہام و خیالات تیری عظمت کی حقیقت تک نہیں پہونچ سکتے اور عقلیں تیری قدرت کی انتہا کو نہیں درک کر سکتیں.

تو ہی لائق حمد ہے اے سبحان! تو نے ہمیں بڑی نعمتوں سے ممنون فرمایا اور ان کا سلسلہ جاری رکھا اور بے شمار نعمتوں سے ہم پر فضل کیا تجھ سے جو مانگا سو تو نے دیا اور جو چاہا سو عطا کیا چنانچہ تیرا ہی ارشاد ہے "و آتاکم من کل ما سالتموہ و ان تعدوا نعمۃ للہ لا تحصوھا".

تو ہی لائق حمد ہے اے بلندیوں والے! کہ تو نے ہمیں کفر کی میل کچیل اور شرک کی آلودگی سے پاک کیا ہمارے لئے ہدایت کے راستے نمایاں کئے اور خود تک پہونچے کی راہیں واضح کیں اس طرح کہ تو نے اپنے رسولوں میں سب سے افضل، اپنے سفیروں میں

سب سے اعظم اور اپنے انبیاء میں سب سے آخری نبیؐ کو اپنی کتاب دے کر مبعوث فرمایا "لقد من للہ علی المؤمنین از بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم آیاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین" ۔

تو ہی لائق حمد ہے اے صاحب جلال ؛ اس امر پر کہ تو نے اپنی حمد کے ذریعہ اپنی نعمتیں تمام کیں اپنے نبیؐ کے دین کو اپنے رسول کے بھائی ان کی ذریت کے باپ ان کی عترت کے سردار اور ان کے بعد ان کے جانشین ، امیر المؤمنین علیؑ کے ذریعہ کامل کیا اور اس کے بارے میں قرآن اتارا اور فرمایا " الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا" ۔

تو ہی لائق حمد ہے اے عزیز تو نے ہمیں اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰؐ اور ان کی امت میں ان کے دونوں جانشینوں یعنی کتاب خدا اور عترت طاہرہ کے اتباع کی توفیق عطا فرمائی کہ جن کی اطاعت کو تو نے ہم پر فرض کیا ہے ہمیں ان کی مودت کا حکم دیا ہے اس کو خاتم النبیینؐ کی رسالت کا اجر قرار دیا ہے اس کو حسنہ سے تعبیر کیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے " و من یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا حسناً ان للہ غفور شکور " ۔

پروردگارا ! مجھے ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر نازل فرمائی ہیں اور میں ایسا عمل صالح انجام دوں جس سے تو راضی ہوجائے میری ذریت کو صالح قرار دے میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں ۔

نبی اکرمؐ کو جس دن رسالت اسلامی پر مبعوث اور احکام الٰہی کی تبلیغ پر معین کیا گیا تھا اسی دن سے آنحضورؐ نے اس عظیم ذمہ داری کو نبھانا اور بڑی محنت و جانفشانی سے احکام کو نافذ کرنا شروع کردیا تھا ۔ حضورؐ نے ہر پیغام پہونچایا اور ہر حکم و نافذ کیا

صرف آپؐ کے بعد اس امت کے رہنما کی تعیین کا کام باقی رہ گیا تھا واضح لفظوں میں عرض کروں کہ آپ نے اپنے بعد کے لئے کسی کو اپنا جانشین اور ولی امر نہیں بنایا تھا۔

اس کے لئے یہ پروگرام بنایا گیا کہ آپؐ اپنی حیات طیبہ کے آخری سال حج کے لئے تشریف لے جائیں اور خدا کے حکم سے لوگوں پر واضح کردیں کہ یہ آپ کی حیات مبارکہ کا آخری حج ہے اسی لئے اس تاریخی حج کی انجام دہی کے لئے بہت بڑی تعداد میں مسلمان مکہ میں جمع ہوگئے حضورؐ حج کی عبادت سے فارغ ہوئے اور مکہ مکرمہ سے واپسی پر پہلے سے معین شدہ تاریخ یعنی ہجری ۱۸ ذی الحجہ کو آپ نے "غدیر خم" کے مقام پر حاجیوں کے ایک جم غفیر کے سامنے نہایت ہی عظیم الشان اور بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس کے اختتام پر آپ نے علیؑ کو اپنے بعد خلافت کے عظیم الشان منصب پر فائز کیا اور سب حاجیوں سے آپ کے دست مبارک پر بیعت کرائی۔

اور یہ عظیم واقعہ "واقعہ غدیر خم" کے نام سے مشہور ہوا۔

اور یہ واقعہ چونکہ نہ وقتی تھا اور نہ کسی ایک زمانہ سے مخصوص بلکہ اس واقعہ نے رسول اسلامؐ کے بعد قیادت کے مسئلہ کو حل کیا تھا لہذا اس واقعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسولؐ کے فوراً بعد اور قیامت تک کے مسلمانوں پر اس مسئلہ کے سلسلہ میں کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

مسئلہ قیادت پیغمبرؐ کے بعد ایک ایسی فکری راہ کو معین کرتا ہے جس پر چلنا مسلمانوں کے لئے واجب ہے یہ صرف کوئی سیاسی اور اجتماعی مسئولیت نہیں بلکہ اس سے ایسے شرعی مرجع کی تعیین بھی ہوتی ہے جو ہر زمانہ اور ہر دور میں مسلمانوں کو درپیش ان احکام و قضایا سے آگاہ کرے جنہیں حضور اکرمؐ نے اپنے وصیؑ کو ودیعت کر دیا تھا تا کہ بر حسب ضرورت تدریجاً لوگوں کو ان مسائل سے آگاہ کریں اور اس واقعہ سے یہ بھی

معلوم ہوجاتا ہے کہ وہی مرجع شرعی ،سیاسی و اجتماعی طور پہ بھی مدیر و مدبر ہوگا اور یہی الہی اسلام کی صحیح روش ہے.

اسی سے پتا چلتا ہے کہ " مسئلہ غدیر " کو اس لئے نہیں چھیڑا جاتا کہ اس سے اختلافات کو ہوا دی جائے اور پرانے گڑھے ہوئے مردے اکھاڑے جائیں ، بلکہ یہ ایک خالص اور حقیقت کے عین مطابق بحث ہے اور اس الہی ذمہ داری کو واضح کرنا جس کی ادائیگی اور اس راہ پر چلنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے.

یہیں سے پیغمبر اکرمؐ کے اس ارشاد مبارک کی گہرائی اور گیرائی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ " تم لوگ علیؑ کو خلیفہ اور جانشین بنالو گے تو اس کو ایسا ہادی و رہنما پاؤ گے جو تمہیں صراط مستقیم پر لے چلے گا .

مسلمان اگر غدیر سے متمسک ہوجاتے تو وہ اختلاف انحراف ، گمراہی اور فرقہ بندی سے محفوظ رہتے اس لئے کہ غدیر پیغمبرؐ کے اس قول کا مصداق ہے " میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑ کر جارہا ہوں کہ اگر تم اس سے متمسک رہو گے تو گمراہ نہیں ہوگے ایک کتاب خدا اور دوسرے میرے اہلبیتؑ ہیں .

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب خدا اور اہلبیتؑ کے سلسلہ میں جو ذمہ داری تمام مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے وہ کسی خاص زمانہ اور خاص جگہ سے مخصوص نہیں.

یہ چیز تمام امت اسلامی کے لئے گمراہی اور اختلاف سے محفوظ رہنے کی مضبوط ترین ضمانت ہے اسلئے کہ امت اسلامی کے سر سے گمراہی اور اختلاف و اتصاف کے بادل صرف اور صرف ایک امین و عارف ، گمراہی سے محفوظ و اور احکام سے آشنا قیادت و رہبری کے سائے میں ہی چھٹ سکتے ہیں.

لہذا خداوند متعال اور اس کے نبی اکرمؐ نے اس مسئلہ پر خصوصی توجہ دی اور

ائمہ معصومینؑ، صحابہ کرام، تابعین، علماء ادباء اور تاریخ کے ہر دور میں اہل فکر میں سے ہر صنف والوں نے اس مسئلہ کو اپنے اپنے انداز میں اپنی توجہ کا مرکز قرار دیا۔

اور اس نہج پر علم و درس و تدریس کی اس صدی میں ایک ایسی شخصیت ابھر کر سامنے آئی جس کے اندر علم و تقوی مجسم تھے اور وہ شخصیت تھی فقید امت، علامہ روزگار محقق گہر بار، مجاہد کبیر، صاحب فضیلت، فخر طائفہ، فقیہ مورخین، مورخ فقہاء، آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ عبدالحسین احمد امینی نجفیؒ کی، خدا ان کی قبر منور پر اپنی رحمتیں نازل کرے اور انہیں اپنے فضل کے دائرہ میں جگہ عطا کرے انھوں نے اس "واقعہ کبریٰ" کے بارے میں چند جلدوں پر مشتمل پورا ایک دورہ لکھا جس سے ان کی غرض حقیقت کو زیادہ سے زیادہ واضح و آشکار کرنا اور امت اسلامی کی صفوں کو متحد کرنا تھی بشرطیکہ حقیقت پہچان لی جائے اور جہالتوں کے بادل چھٹ جائیں۔

یہ دورہ جس کی پہلی جلد تقریباً پچاس سال پہلے شائع ہو چکی تھی بہت مقبول واقع ہوا اور یہ ایسا امر ہے جو "الغدیر" کی ہر جلد کے شروع میں درج تقاریظ سے ہر پڑھنے والے پر بالکل واضح و آشکار ہو جاتا ہے۔

لیکن چونکہ یہ ایک طویل دورہ تھا و ایسا بحر عمیق اور ناپیدار کنار کہ جس کو سر کرنا ہر ایک کے بس میں نہیں تھا اور صرف خواص ہی اس سے مونگے موتی حاصل کر سکتے تھے لہذا نہایت مناسب معلوم ہوا کہ اس کا ایک خلاصہ لکھا جائے اور ان مقامات کو ذکر کیا جائے جن کا ذکر بشدت ضروری ہے ساتھ ہی اس کے مصادر کو بھی ذکر کر دیا جائے تاکہ اس سے وہ لوگ بھی استفادہ کر سکیں جن کے پاس طویل بحثیں پڑھنے کی فرصت نہیں تاکہ انھیں اس سلسلہ میں ضروری و مفید معلومات حاصل ہو سکیں خاص کر اس دور میں کہ جب سرعت رفتار نے انسان سے ہر طرح کی فرصت سلب کر لی ہے اور وہ حیران ہے

کس طرح اس سرعت زمانہ کے ساتھ چلے۔

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے علامہ امینیؒ کی "الغدیر" کا خلاصہ ہے جو چودہ فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل: تاریخ میں غدیر کی اہمیت ہے، اس فصل میں عظیم واقعہ کی اہمیت کا بیان ہے اور اس تاریخی واقعہ کے مورخین کے صرف نام ذکر کئے گئے ہیں نیز اس واقعہ کو کسی نہ کسی صورت میں جن محدثین، مفسرین اور متکلمین نے نقل کیا ہے ان کا ذکر بھی اس فصل میں ہے۔

دوسری فصل: "واقعہ غدیر" کے عنوان سے ہے جس میں طور خلاصہ واقعہ غدیر کو لکھا گیا ہے۔

تیسری فصل: "غدیر پر اللہ کی عنایت" کے عنوان پر مشتمل ہے اس فصل میں ہم نے اس واقعہ سے متعلق، آیات، جیسے آیۂ تبلیغ، آیۂ اکمال، اور آیۂ عذاب کا تذکرہ کیا ہے۔

چوتھی فصل: کا عنوان ہے غدیر پر پیغمبرؐ کی خاص توجہ اس میں چار موضوعات پر بحث کی گئی ہے

۱۔ اللہ نے غدیر کے دن جو آیت نازل فرمائی پیغمبرؐ کا اس کو پہنچانا۔

۲۔ پیغمبرؐ کا غدیر کے دن کو پوری امت کے لیے عید قرار دینا۔

۳۔ پیغمبرؐ کا غدیر کے دن امیر المؤمنین علیؑ کو تاج ولایت پہنانا۔

۴۔ مستحبات غدیر۔

پانچویں فصل: عترت طاہرہؑ کی غدیر پر توجہ اس فصل میں عترت طاہرہؑ کا اس دن کو عید قرار دینا اور حدیث غدیر کو دلیل بنا کر منکرین غدیر کے برخلاف احتجاج کرنا شامل

ہے۔

چھٹی فصل: احتجاج کی صورت میں غدیر پر توجہ جس میں عترت طاہرہؑ کے علاوہ، تاریخ کے ہر دور میں غدیر کے ذریعہ دوسروں کے مباحثے اور مناظرے شامل ہیں۔

ساتویں فصل: غدیر پر اصحاب رسولؐ کی توجہ اس فصل میں ایسے ۱۱۰ صحابیوں کا حروف تہجی کی ترتیب کے تحت ذکر ہے جنہوں نے اس واقعے کو نقل کیا ہے۔

آٹھویں فصل: غدیر پر تابعین کی توجہ اور اس فصل میں اس حدیث کے ۸۴ تابعین کا ذکر ہے جنہوں نے اس کو روایت کیا ہے۔

نویں فصل: غدیر علماء مسلمین کی نظر میں اس میں چودہ صدیوں کے ان علماء کا تذکرہ ہے جنہوں اس واقعہ کو نقل کیا ہے جو چودہ سو سال پہلے غدیر کے دن پیش آیا تھا۔

دسویں فصل: غدیر مسلمانوں کی کتابوں میں؛ اس فصل میں ان اہم کتابوں کا ذکر ہے جو الغدیر کی پہلی جلد میں اس حدیث کے اہم ترین مصادر کے طور پر ذکر کی گئی ہیں۔

گیارہوں فصل، غدیر پر اہل تالیف کی توجہ اس میں ایسی ۲۶ کتابوں کا تذکرہ ہے جو بطور مستقل اسی موضوع پر لکھی گئی ہیں۔

بارہویں فصل: حدیث غدیر کی سند اس فصل کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ حفاظ و اعلام کے سند کے بارے میں نظریات ۲۔ سند کے بارے میں بحث

تیرہوں فصل: معنی حدیث غدیر، جس میں آٹھ موضوع زیر بحث آئے ہیں:

۱۔ معنی حدیث غدیر ۲۔ مَفعَل بمعنی اَفعَل

۳۔ مفعل بمعنی فعیل ۴۔ معنی مولی پر ایک نظر

۵۔ معنی حدیث کی تعیین پر قرائن ۶۔ مولی اور ولایت کے بارے میں احادیث

۷۔ معنی حدیث کے بارے میں اعلام امت کے نظریات۔

۸۔ ظرف معنی حدیث کی تشریح۔

چودہویں فصل: شعراء مسلمین اور غدیر، اس فصل میں دس غدیریات شامل ہیں جن کا تعلق امیر المؤمنین علی ابیطالب، حسان بن ثابت، قیس بن سعد انصاری، عمرو بن عاص، محمد حمیری، کمیت، سید حمیری، عبدی کوفی، ابو تمام طائی اور دعبل خزاعی سے ہے۔

اس کی تمام فصلوں کو میں نے کتاب "الغدیر" سے اقتباس کیا ہے بعض کا خلاصہ لکھا ہے اور بعض کو مکمل طور پر ماخذ کے ساتھ نقل کر دیا ہے اور "الغدیر" کا حوالہ بھی دیا ہے۔

اتنا اور بتاتا چلوں کہ کتاب حاضر کسی قیمت پر بھی آپ کو کتاب "الغدیر" سے بے نیاز نہیں کرتی اس لئے کہ "الغدیر" ایک عظیم دائرۃ المعارف ہے جو دینی، علمی، تاریخی، ادبی، اخلاقی ہونے کے ساتھ ساتھ ان موضوعات میں بے انتہا معلومات کا ذخیرہ ہے اور متعدد تالیفات اور کتب کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔

کتاب "الغدیر" جیسا کہ اس کے ایک تقریظ نگار نے لکھا ہے علم، فن، تاریخ اور تراجم میں ایک نادر شاہکار ہے اور ادبیات کا سدا بہار گلستان بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ ایک عظیم دائرۃ المعارف ہے جس میں ایسے بے شمار دینی نظریات ہیں جن سے کج فکروں اور جہالت میں غرق انسانوں کو روشنی و ہدایت ملتی ہے، حق تو یہ ہے کہ اس نفیس تالیف پر بڑی بڑی کمیٹیاں بھی عاجز تھیں۔

پس ہماری یہ کتاب قاری کو اس کتاب سے بے نیاز نہیں کرتی بلکہ یہ صرف ایک رہنما ہے جس سے مدد لی جا سکتی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کا مطالعہ، تعصب کی عینک اتار کر کرے گا تا

کہ اسے حقیقت کا پتا چل سکے اور سب مسلمان اسلامی اتحاد کے اس مرکز تک پہونچ سکیں جس کے لئے اس کتاب کی فصلیں ترتیب دی گئی ہیں.

"ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیق الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب"۔

علی اصغر مروج خراسانی

یوم غدیر سنہ ۱۴۱۰ھ ق

پہلی فصل

غدیر کی تاریخی اہمیّت

غدیر کی تاریخی اہمیت

بلاشبہ ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ کسی چیز کو شرف و اہمیت اس کے مقصود کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے پس سب سے پہلی وہ چیز جس سے مقاصد و اہداف عظیم تاریخی اہمیت حاصل کرتے ہیں وہ یا دین کی اصل و اساس ہے یا وہ چیز ہے جس کو قوموں نے اپنایا ہو اور اس پر مذہب کے ستون بلند ہوتے ہوں جس کو امتوں نے اپنی روش بنایا ہو جس پر حکومتیں قائم ہوئی ہوں اور اس کا تذکرہ ہمیشہ سے چلا آرہا ہو۔

اس لئے آپ دیکھتے ہیں کہ مورخین مختلف ادیان کے مبانی و تعلیمات کو ضبط تحریر میں لانے اور ان کے بارے میں ہونے والے پروپگنڈوں جنگ و جدال کو اور ان حکومتوں اور مملکتوں کے حالات کو لکھنے میں کس قدر جانفشانی کرتے ہیں، جن کو گذرے ہوئے سالہا سال اور صدیاں بیت گئیں اس لئے کہ "سنة الله فی الذین خلوا من قبل و لن تجد لسنة الله تبدیلا" (سورۂ احزاب ۔۶۲) یہ گزرے ہوتے لوگوں کے سلسلہ میں اللہ کی سنت ہے اور خدا کی سنت میں آپ کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے اور اگر مورخ ان میں سے کوئی چیز ضبط تحریر میں نہ لائے تو اس کی کتاب میں ایسا خلا پڑ جاتا ہے جیسے کوئی چیز پر

نہیں کر سکتی اور اس کا یہ کام ایسا ہوتا ہے جس کا کوئی سر پیر نہ ہو جس کی بنا پر قاری کسی نتیجہ اور مقصد تک نہیں پہونچ سکتا ، ایسے واقعات میں واقعہ "غدیر خم" سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے چونکہ اس واقعہ اور دوسرے بہت سے محکم دلائل پر نبی اکرمؐ کی آل پاکؑ کے نقش قدم پر چلنے والوں کے دین کی بنیاد استوار ہے۔ جو ایک دو نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں ہیں اور ایسے ویسے نہیں بلکہ ان میں علم بھی ہے اور سرداری بھی، حکماء بھی ہیں اور علماء بھی، رہنما بھی ہیں اور علوم اولین و آخرین کے ماہر بھی ملوک بھی ہیں اور سیاستمدار بھی امرا بھی ہیں اور قیادت کا بیڑا اٹھانے والے بھی ادب کا قیمتی ذخیرہ بھی ہے اور فضل کثیر بھی اور ہر علم وفن کی زبردست کتابیں بھی ہیں۔

پس اگر مورخ کا تعلق ان سے ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ امت کو اس قصہ کی دعوت کے آغاز سے آگاہ کرے لیکن اگر مورخ ان میں سے نہ ہو تو وہ بڑے بڑے تاریخی واقعات کے ذیل میں اس واقعہ کا ذکر کرے گا اور اس واقعہ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرے گا اگر اس مزاج طائفی نعروں سے متاثر نہ ہو جبکہ اس واقعہ کی سند سے بھی چشم پوشی نہیں کی جا سکتی ، اس لئے کہ "غدیر" کے دن نبی اکرمؐ نے جس حدیث کے مفاد کی طرف دعوت دی تھی اس میں دو آدمیوں کا بھی کبھی آپس میں اختلاف نہیں ہوا ، اگر چہ اس کی غرض و غایت میں ذاتی اغراض و مقاصد کی بنا پر اختلاف پیدا کر دیا گیا جو چشم بصیرت رکھنے والے عالم پر مخفی نہیں۔

پس اس واقعہ کو درج ذیل ائمہ مورخین نے نقل کیا ہے۔

بلاذری متوفی ۲۷۹ھ نے "انساب الاشراف" میں

ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ نے "معارف" اور "الامامۃ والسیاسۃ" میں

طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کتاب "مفرد" میں۔

- حدیث رکبان کے گواہ ۲۲۴
- جنہیں حدیث غدیر کو مخفی کرنے کی سزا ملی ۲۲۴
- ۹۔ جنگ صفین میں حضرت امیرؑ کا مناشدہ ۲۲۴
- جناب فاطمہ زہراءؑ کا حدیث غدیر سے استدلال ۲۲۶
- امام حسن مجتبیٰؑ کا حدیث غدیر سے استدلال ۲۲۸
- امام حسینؑ کا حدیث غدیر سے استدلال ۲۲۹

چھٹی فصل ۔ غدیر کے سلسلے میں مناظرے اور استدلالات ۲۲۹

- ۱۔ عبداللہ بن جعفر کا معاویہ کے خلاف استدلال ۲۳۱
- ۲۔ برد کا عمرو بن عاص کے خلاف استدلال ۲۳۳
- ۳۔ عمرو بن عاص کا معاویہ کے خلاف استدلال ۲۳۶
- ۴۔ عمار یاسر کا صفین میں عمرو عاص کے خلاف استدلال ۲۳۶
- ۵۔ بزم معاویہ میں اصبغ بن نباتہ کا استدلال ۲۳۷
- ۶۔ ایک جوان کا مسجد کوفہ میں ابوہریرہ کو قسم دینا ۲۳۸
- ۷۔ ایک شخص کا زید بن ارقم کو قسم دینا ۲۵۰
- ۸۔ ایک عراقی کا جابر انصاری کو قسم دینا ۲۵۱
- ۹۔ قیس بن سعد کا معاویہ کے خلاف استدلال ۲۵۱
- ۱۰۔ دارمیہ حجونیہ کا معاویہ کے خلاف استدلال ۲۵۳
- ۱۱۔ عمرو اودی کا علیؑ کے دشمنوں کے خلاف استدلال ۲۵۴
- ۱۲۔ اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا استدلال ۲۵۵
- ۱۳۔ خلیفہ مامون کا فقہاء کے مقابلے میں استدلال ۲۵۶

ابن زولاق لیثی مصری متوفی ۳۸۷ھ نے اپنی تاریخ کی کتاب "تاریخ بغداد" میں

خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ نے اپنی تاریخ کی کتاب میں۔

ابن عبداللہ متوفی ۴۶۳ھ نے "استیعاب" میں

شہرستانی متوفی ۵۴۸ھ نے "ملل و نحل" میں

ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے اپنی تاریخ کی کتاب "تاریخ دمشق" میں

یاقوت حموینی متوفی ۶۲۶ھ نے "معجم ادبا" میں

ابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ نے "اسد الغابہ" میں

ابن ابی الحدید متوفی ۶۵۶ھ نے شرح نہج البلاغہ میں

ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ نے اپنی تاریخ کی کتاب "وفیات الاعیان" میں۔

یافعی متوفی ۷۶۸ھ نے "مرات الجنان" میں

ابن شیخ بلوی متوفی ۶۰۵ھ نے "الف باء" میں۔

ابن کثیر شامی متوفی ۷۷۴ھ نے "البدایہ والنہایہ" میں

ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ نے اپنے "مقدمہ تاریخ" میں

شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے "تذکرۃ الحفاظ" میں

نویری متوفی تقریباً ۸۳۳ھ نے "نہایۃ الارب فی فنون الادب" میں۔

ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے "الاصابہ" اور "تہذیب التہذیب" میں

ابن صباغ مالکی متوفی ۸۵۵ھ نے "الفصول المہمۃ" میں

المقریزی متوفی ۸۴۵ھ نے "الخطط المقریزیہ" میں

جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۰ھ نے اپنی بہت سی کتابوں میں

قرمانی دمشقی متوفی ۱۰۱۹ھ نے "اخبار الدول" میں

نور الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ نے "السیرۃ الحلبیۃ" میں

یہ ہے علم تاریخ میں اس واقعہ کی شان، جبکہ فن حدیث میں اس کی جو شان ہے وہ اس سے کسی طرح کم نہیں اس لئے کہ اپنے فن کے وسیع و عریض میدان میں ایک محدث جس طرف بھی رخ کرے اسی طرف اسے ایسی صحاح اور مسانید نظر آئیں گی جو اس پسندیدہ فعل اور شرافت و بزرگی کو امر دین کے ولی کے لئے ثابت کرتی ہیں ہر بعد کی نسل نے اس کو پہلی نسل اور اپنے اسلاف سے نقل کیا ہے، یہاں تک کہ یہ سلسلہ ان صحابہ تک پہونچتا ہے جنھوں نے اس خبر کو اپنے کانوں سے سنا ہے چنانچہ ہر طبقہ میں اس کو ایسا نور نظر آئے گا جس سے اس کی آنکھیں چکا چوند ہو جائیں گی

پس اگر محدث ایسے واقعہ سے غفلت برتے تو اس نے امت کا حق مارا اور اس کو اس احسان کی بارش سے محروم کیا کہ جس کو نبی اکرمؐ نے ایک وسیع نیکی کی شکل میں ان پر برسایا، اور ان کو حق کے راستے کی ہدایت کی.

چنانچہ درج ذیل آئمہ حدیث نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے.

شافعیوں کے امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ بہ نقل از "نہایۃ الاثیر"

حنبلیوں کے امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے اپنی دو کتابوں "مسند" اور "مناقب" میں.

ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ نے اپنی کتاب "سنن" میں.

ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے اپنی "صحیح" میں

نسائی متوفی ۳۰۳ھ نے اپنی "خصائص" میں.

ابو یعلی موصلی متوفی ۳۰۷ھ نے اپنی "مسند" میں

بغوی متوفی ۳۱۷ھ نے اپنی "سنن" میں۔

دولابی متوفی ۳۲۰ھ نے "الکنی والاسماء" میں۔

طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے "مشکل الآثار" میں۔

حاکم متوفی ۴۰۵ھ نے "مستدرک" میں۔

ابن مغازلی شافعی متوفی ۴۸۳ھ نے "مناقب" میں۔

ابن مندہ اصفہانی متوفی ۵۱۲ھ نے کئی سلسلوں سے اپنی تالیف میں

خطیب خوارزمی متوفی ۵۶۸ھ نے اپنی دو کتابوں "المناقب" اور "مقتل الامام السبط" میں۔

گنجی شافعی متوفی ۶۵۸ھ نے "کفایۃ الطالب" میں۔

محب الدین طبری متوفی ۶۹۴ھ نے "الریاض النضرۃ" اور "ذخائر العقبیٰ" میں۔

حموینی شافعی متوفی ۷۲۲ھ نے "فرائد السمطین" میں۔

ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے "مجمع الزوائد" میں۔

ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے "التلخیص" میں

جزری متوفی ۸۳۳ھ نے "اسنی المطالب" میں

ابو العباس قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ نے "المواہب اللدنیہ" میں۔

متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ نے "کنز العمال" میں۔

ہروی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ نے "المرقات فی شرح المشکات" میں۔

تاج الدین مناوی متوفی ۱۰۳۱ھ نے "کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق" اور "فیض القدیر" میں۔

شیخانی قادری متوفی گیارہویں صدی ہجری نے "الصراط السوی فی مناقب آل النبی"

میں.

احمد باکثیر مکی شافعی متوفی سنہ ۱۰۴۷ھ نے " وسیلة المآل فی مناقب الآل " میں.

ابو عبداللہ زرقانی مالکی متوفی سنہ ۱۱۲۲ھ نے "شرح المواہب" میں.

ابن حمزہ دمشقی حنفی متوفی سنہ ۱۱۲۰ھ نے اپنی کتاب "البیان والتعریف" میں.

ان کے علاوہ بھی بہت سے محدثین نے واقعہ کو نقل کیا ہے.

اور اس واقعہ کے بارے میں نازل شدہ آیہ کریمہ پر جب مفسرین کی نظر پڑی تو انہوں نے اپنے اوپر واجب سمجھا کہ اس کے شان نزول اور تفسیر سے دوسروں کو بھی فیضیاب کریں انہوں نے یہ نہیں چاہا کہ ان کا عمل بے نتیجہ اور انکی کوشش نافرجام رہے پس درج ذیل ائمہ تفسیر نے اس عظیم واقعہ کو بیان کیا ہے.

طبری متوفی سنہ ۳۱۰ھ نے اپنی تفسیر میں.

ثعلبی متوفی سنہ ۴۲۸ھ یا سنہ ۴۳۷ھ نے اپنی تفسیر میں.

واحدی متوفی سنہ ۴۶۸ھ نے اپنی تفسیر "اسباب النزول" میں

ابوالسعود متوفی سنہ ۹۸۲ھ نے اپنی تفسیر میں.

قرطبی متوفی سنہ ۶۷۱ھ نے اپنی تفسیر میں.

فخر رازی متوفی سنہ ۶۰۶ھ نے اپنی تفسیر کبیر "مفاتیح الغیب" میں.

ابن کثیر شامی متوفی سنہ ۷۷۴ھ نے اپنی تفسیر میں.

نیشابوری متوفی آٹھویں صدی ہجری نے اپنی تفسیر میں

خطیب شربینی متوفی سنہ ۹۷۷ھ نے اپنی تفسیر میں

آلوسی بغدادی متوفی سنہ ۱۲۷۰ھ نے اپنی " روح معانی " میں.

ان کے علاوہ دوسرے مفسرین نے بھی اس واقعہ کو اپنی تفسیروں کی زینت بنایا

ہے۔

متکلم علم کلام کے مسائل میں برہان قائم کرتے ہوئے جب مسئلہ امامت پر پہونچتا ہے تو لا محالہ اس کو حدیث غدیر سے متعرض ہونا پڑتا ہے یا اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے یا اپنے حریف کی دلیل نقل کرنے کے لئے چاہے اثبات ولایت کے موقع پر اس پر مناقشہ اور اعتراض ہی کیوں نہ کرے جیسے ملاحظہ فرمائیے درج ذیل متکلمین یعنی

قاضی ابو بکر باقلانی بصری متوفی ۴۰۳ھ نے تمہید میں

قاضی عبدالرحمن ایجی شافعی متوفی ۷۵۶ھ نے "مواقف" میں۔

سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ نے شرح مواقف میں۔

بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ نے "طوالع الانوار" میں

شمس الدین اصفہانی متوفی ۷۴۶ھ نے "مطالع الانظار" میں

تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ نے "شرح المقاصد" میں۔

قوشجی مولی علاء الدین متوفی ۸۷۹ھ نے "شرح التجرید" میں

اور یہ ہیں ان کے الفاظ۔ نبی اکرمؐ نے "غدیر خم" کے دن، مکہ و مدینہ کے درمیان ایک مقام بنام "جحفہ" میں لوگوں کو جمع کیا یہ اس وقت کی بات ہے، جب آپ آخری حج سے واپس آرہے تھے۔ سخت گرم دن تھا، لوگ شدت گرما کی وجہ سے اپنی ردائیں اپنے پاؤں کے نیچے رکھے ہوئے تھے آنحضرتؐ نے کجاؤوں کو جمع کیا اور اس کے اوپر رونق افروز ہوئے اور خطبہ دینے کے بعد ارشاد فرمایا! اے مسلمانو! کیا میں تمہارے نفوس پر تم سے اولیٰ نہیں ہوں؟ سب کے سب بولے یا رسول اللہ ایسا ہی ہے آپ نے ارشاد فرمایا۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اے اللہ تو اسے دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے اس کی مدد کر جو علیؑ کی مدد کرے اور

اس کو چھوڑ دے جو علیؑ کو چھوڑ دے اور ملاحظہ فرمائیے کچھ اور متکلمین کو۔

قاضی نجم محمد شافعی متوفی ۸۷۶ھ نے "بدیع المعانی" میں

جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس کی "اربعین" میں۔

مفتی شام حامد بن علی عمادی متوفی ۱۱۷۱ھ نے "الصلاۃ الفاخرۃ بالاحادیث المتواترۃ" میں۔

آلوسی بغدادی متوفی ۱۳۴۲ھ نے "نثر اللآلی" میں

اور لغوی جب "مولیٰ، خم غدیر یا ولی کے معنی بیان کرتا ہے تو حدیث غدیر کی طرف اشارہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا، جیسے ملاحظہ فرمائیے۔

ابن درید محمد بن حسن متوفی ۳۲۱ھ نے اپنی جمہرہ ج ۱ ص ۱ پر

ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ نے "نہایۃ" میں

حموی متوفی ۶۲۶ھ نے "معجم البلدان" کے "خم" میں

زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ نے "تاج العروس" ج ۱۰ ص ۳۹۹ میں

اور بنہانی متوفی چودہویں صدی ہجری کو "مجموعہ النبہانیہ" میں

توجہ:۔

اگر چہ غدیر کی تالیف کو نصف صدی سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے اور اس کے اصل منابع و مصادر سے اس میں طباعت کے اعتبار سے تجدید نظر ہوئی ہے جس کی بنا پر اس کی جلدوں اور صفحوں کی گنتی میں تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں اس کے باوجود ہم نے اس کو ترجیح دی کہ جو کچھ کتاب "الغدیر" میں ہے اسی کو نقل کریں تاکہ امانت کی رعایت ہوجائے۔

دوسری فصل

واقعۂ غدیر

واقعۂ غدیر

۱۰ھ میں رسالتمآبؐ نے حج کا ارادہ کیا لوگوں میں اعلان کر دیا گیا چنانچہ مدینے میں بڑی تعداد میں لوگ اس حج کے لئے جانے کا ارادہ سے جمع ہو گئے جس کو حجۃ الوداع، حجۃ الاسلام، حجۃ البلاغ، حجۃ الکمال اور حجۃ التمام کا نام دیا گیا ہے[۱] ہجرت کے بعد سرکار دو عالمؐ نے یہی ایک حج کیا تھا۔ ۲۴ یا ۲۵ ذی القعدۃ کو سرور انبیاءؐ نے غسل فرمایا، خوشبو لگائی اور لنگی اور ردا پہن کر پیدل روانہ ہوئے دو شنبہ کا دن تھا پیغمبرؐ کی ازواج بھی ہودجوں میں بیٹھ کر روانہ ہوئیں اور آپ کے اہل بیت بھی، تمام مہاجرین و انصار مشہور قبائل عرب اور غیر معروف افراد کے ساتھ پیغمبرؐ کی معیت میں روانہ ہوئے[۲]۔

جب پیغمبرؐ مدینہ سے نکلے ہیں تو ان دنوں مدینہ میں چیچک یا خسرہ کی بیماری پھیلی ہوئی تھی جس کی بنا پر بہت سے لوگ سرکار دو عالمؐ کے ساتھ حج کے لئے نہیں جا سکے اس کے باوجود حضورؐ کے ساتھ اتنا مجمع تھا جس کی تعداد کے بارے میں اللہ ہی جانتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کے ساتھ نوے ہزار افراد تھے، ایک قول ہے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار کا مجمع تھا یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار کی جمعیت تھی اور یہ قول بھی ہے کہ

ایک لاکھ چوبیس ہزار کا مجمع تھا اور کہا گیا ہے کہ اس سے بھی زیادہ تھے یہ وہ لوگ تھے جو حضورؐ کے ساتھ چلے تھے، حاجیوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی۔ اس لئے کہ مکہ والوں کے علاوہ کچھ لوگ یمن سے حضرت علیؑ اور ابو موسیٰ کے ساتھ آئے تھے [۱]۔

یکشنبہ کی صبح کو سرکار رحمت عالمینؐ یلسملم پہونچے وہاں سے کوچ فرمایا تو رات کا کھانا "شرف السیالہ" میں نوش فرمایا، وہاں مغرب و عشاء کی نماز پڑھی اور چل پڑے اور صبح کی نماز "عرق الظبیہ" میں ادا فرمائی اور "روحا" میں نزول اجلال فرمایا۔ "روحا" سے روانہ ہوئے تو نماز عصر "منصرف" میں پڑھی وہاں سے کوچ فرماکر مغرب و عشاء کی نماز "متعشی" میں پڑھی اور رات کا کھانا وہیں تناول فرمایا صبح کی نماز اثایہ میں پڑھی سہ شبہ کی "صبح عرج" پہونچے اور "لحی جمل" میں جو حصہ "جحفہ" کی گھاٹی ہے حجامت بنوائی اور چہار شنبہ کو "سقیا" پہونچ گئے وہاں سے چل کر صبح کے وقت "ابوا" تشریف فرما ہوئے اور نماز صبح ادا کی "ابوا" سے چلے تو جمعہ کے دن "جحفہ" میں نزول اجلال فرمایا، شنبہ کو "قدید" یکشنبہ کو "عسفان" اور وہاں سے روانہ ہوکر جب غمیم پہونچے تو پیدل چلنے والوں نے صف در صف ہوکر تھکاوٹ کی شکایت کی آنحضرتؐ نے فرمایا: آپ لوگ اتنا تیز چلیئے کہ جسے دوڑنا نہ کہا جائے سب لوگوں نے ایسا ہی کیا تو اس میں انھیں راحت محسوس ہوئی دوشنبہ کو آپ "مر ظہران" میں تھے شام کے وقت وہاں سے روانہ ہوئے "سرف" میں سورج غروب ہوگیا لیکن آپ نے نماز مغرب اس وقت پڑھی جب مکہ میں داخل ہوگئے "ثنیتین" پہونچ کر آپ نے رات بسر کی اور سہ شنبہ کے دن آپ مکہ میں داخل ہوگئے [۲]۔

مناسک حج پورے کرنے کے بعد جب آپ واپس ہوئے تو وہ سارا مجمع آپ کے ساتھ تھا۔

جب آپ اٹھارہ ذی الحجہ کو "جحفہ" میں "غدیر خم" کے مقام پر پہونچے کہ جہاں سے مدنیوں، مصریوں اور عراقیوں کے راستے الگ ہوتے ہیں تو خداوند متعال کی طرف سے جبرئیل امین یہ پیغام لے کر نازل ہوئے: "یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک"(۵) اور آپ کو حکم دیا کہ علیؑ کو لوگوں کا امام مقرر فرمائیں اور ان کو بتادیں کہ ان کی ولایت اور اطاعت سب پر فرض ہے۔

جو لوگ آگے تھے وہ "جحفہ" کے قریب پہونچ چکے تھے آگے بڑھ جانے والوں کو سرکار دو عالمؐ نے واپس بلوایا اور پیچھے سے آنے والوں کو اسی جگہ پر روکے رکھا وہاں پانچ بڑے بڑے درخت تھے لوگوں سے کہا گیا کہ ان کے نیچے کوئی پڑاؤ نہ ڈالے جب سب لوگ اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تو ان درختوں کے نیچے کی جگہ صاف کی گئی اس کے بعد نماز ظہر کے لئے اذان کہی گئی تو سرکار دو عالم ان درختوں کے نیچے تشریف لے گئے اور تمام لوگوں کو نماز پڑھائی۔

اس روز قیامت کی گرمی تھی گرمی کی شدت سے بچنے کے لئے لوگوں نے اپنی اپنی ردا کا کچھ حصہ پاؤں کے نیچے اور کچھ سر کے اوپر رکھے ہوئے تھے درخت کے اوپر کپڑا ڈال کر سرکار دوعالمؐ کے لئے سائبان بنایا گیا۔

جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو قوم کے درمیان(۶) میں اونٹوں کے پالانوں کے اوپر قیام فرما ہوئے(۷) اور بآواز بلند خطبہ کا آغاز کیا تاکہ تمام لوگ سن لیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

ہر تعریف اللہ کے لئے ہے ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اس پر ایمان لائے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اپنے نفوس کی شرارت اور اعمال کی برائی سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں وہ خدا کہ جس کو وہ بہکا دے اس کو کوئی راہ ہدایت نہیں دکھا سکتا اور جس کی

وہ ہدیت فرمادے اس کو کوئی نہیں بہکا سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اور محمدؐ اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے اما بعد۔

اے لوگو! اس لطیف خبیر نے مجھے خبر دی ہے ہر نبی اپنے پہلے والے نبی کی آدھی عمر کے برابر زندہ رہتا ہے مجھے عنقریب اپنے حبیب کی طرف سے بلاوا آنے والا ہے اور میں اس کی دعوت قبول کروں گا بیشک میں بھی مسئول ہوں اور تم لوگ بھی مسئول ہو اس سلسلے میں تم لوگ کیا کہتے ہو؟ سب نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے رسالت انجام دی، نصیحت فرمائی محنت کی اور مشقت اٹھائی ہے پس خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمادے۔

آپ نے فرمایا: کیا تم لوگ گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے جنت حق ہے دوزخ حق ہے موت حق ہے اور قیامت برپا ہوگی جس میں کوئی شک نہیں اور خدا سب کو قبروں سے اٹھائے گا؟ سب نے کہا: جی ہاں ہم گواہی دیتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے عرض کی: اے اللہ تو بھی گواہ رہنا۔

پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! کیا تم سب کے سب سن رہے ہو؟

سب نے کہا: جی حضورؐ ہم سن رہے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: میں تم سے پہلے حوض کوثر پر پہونچوں گا اور تم میرے پاس حوض کوثر پر آؤ گے جس کی وسعت صنعا[۸] اور بُصریٰ کے درمیانی حصہ کے برابر ہے اس میں ستاروں کے بقدر چاندی کے پیالے ہیں اب تم لوگ بتاؤ کہ میرے بعد ثقلین[۹] کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟ کسی نے پکارا پوچھا یا رسول اللہؐ ثقلین سے کیا مراد ہے؟

سرکار دوعالم نے فرمایا۔ ثقل اکبر، اللہ کی کتاب ہے جس کا ایک سرا خدا کے پاس اور دوسرا آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کو مضبوطی سے تھامے رہو تو گمراہ نہیں ہوپاؤ گے اور ثقل اصغر میری عترت ہے اور لطیف خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچ جائیں اور یہ بات میں نے ان کےلئے اپنی پروردگار سے مانگی ہے تم ان سے آگے نہ بڑھنا ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے اور ان سے دور نہ ہونا ورنہ اس صورت میں بھی ہلاک ہوجاؤ گے

اس کے بعد آپؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنے ہاتھوں پر اتنا بلند کیا کہ دونوں کے بغلوں کی سفیدی نمایاں ہونے لگی اور تمام لوگوں سے علیؑ کا تعارف کرایا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا" اے لوگو! مومنوں کے نفوس پر خود ان سے زیادہ کسے اختیار ہے؟سب نے عرض کی اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں"۔

سرکار دوعالم نے فرمایا۔ اللہ میرا مولا ہے اور میں مؤمنین کا مولا ہوں اور ان سے زیادہ ان کے نفوس پر اختیار رکھتا ہوں پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا اور حنبلیوں کے امام احمد کے الفاظ ہیں کہ چار مرتبہ ارشاد فرمایا اس کے بعد دعا کی " اے اللہ تو دوست رکھ اسے جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو علیؑ کو دشمن رکھے محبت رکھ اس سے جو علیؑ سے محبت رکھے اور مبغوض قرار دے اس کو جو علیؑ سے بغض رکھے مدد کر اس کی جو علیؑ کی مدد کرے اور چھوڑ دے اس کو جو علیؑ کو چھوڑے اور جدھر علیؑ مڑیں حق کو ادھر موڑ دے جو لوگ حاضر ہیں وہ غائبین کو بتادیں"۔

اس کے بعد ابھی لوگ اس جگہ سے دور نہیں ہونے پائے تھے کہ امین وحی الٰہی یہ آیت لےکر نازل ہوئے " الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت

لکم الاسلام دیناً[۱۰]

پس سرور دو عالم نے فرمایا (اللہ اکبر) دین کے اکمال، نعمتوں کے اتمام اور پروردگار عالم کے ان کی رسالت اور ان کے بعد علیؑ کی ولایت سے راضی ہونے پر تکبیر کہی تب لوگوں نے امیرالمؤمنینؑ کو مبارکباد دینا شروع کی صحابہ میں سب سے پہلے ابو بکر اور عمر نے مبارکباد دی ان کے الفاظ یہ تھے " اے ابن ابیطالب مبارک ہو مبارک ہو آپ کو آپ میرے اور تمام مؤمنین و مؤمنات کے مولا ہیں تب ابن عباس نے کہا ولایت لوگوں پر واجب ہوگئی.

حسان نے عرض کی اے رسول خدا مجھے اجازت دیجئے کہ میں علیؑ کی شان میں کچھ اشعار کہوں جنہیں آپ بھی سماعت فرمالیں.

سرکار دو عالم نے فرمایا۔ کہو، خدا تمہیں برکت دے

حسان کھڑے ہوئے اور بولے اے بزرگان قریش میں اشعار سے پہلے اس ولایت کا اقرار کرتا ہوں جس کی رسولؐ نے گواہی دے ہے اس کے بعد کہا:

یناديهم يوم الغدير نبيهم بخم واسمع بالرسول منادياً[۱۱]

یہ تھا واقعہ غدیر بطور مختصر جس کی تفصیل بعد میں آئے گی امت اسلام نے اس واقعہ کا اعتراف کیا ہے اور عالم اسلام اور روئے زمین پر اس کے علاوہ کوئی اور واقعہ غدیر نہیں اگر صرف اس دن کا نام ہی لیا جائے تب بھی اس سے یہی واقعہ سمجھ میں آتا ہے اور اگر اس کے مقام و محل کا ذکر آئے تو وہ یہی مقام ہے جو جحفہ کے قریب ہے کسی بھی محقق اور مؤرخ نے کسی اور واقعہ اور محل کی طرف حتیٰ اشارہ تک نہیں کیا ہے[۱۲].

حوالہ جات

۱۔ ہمارے خیال سے شاید "حجۃ الوداع" کو "حجۃ البلاغ" کہنے کی وجہ خداوند عالم کا یہ ارشاد " یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک...." جیسے اس حج آخر کو تمام اور حج کمال کہنے کی وجہ بھی قرآن کی آیت " الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ...." ہے۔

۲۔ طبقات ابن سعد ج۳ ص ۲۲۵، امتاع المقریزی ص ۵۱۰، ارشاد الساری ج۶ ص ۴۲۹۔

۳۔ السیرة الحلبیہ ج۳ ص ۲۸۳، سیرة احمد زینی دحلان ج ۳ ص ۳، تاریخ الخلفاء ابن جوزی جزء رابع، تذکرة خواص الامۃ ص ۱۸، دائرة المعارف فرید وجدی ج۳ ص ۵۴۲۔

۴۔ امتاع، مقریزی ص ۵۱۳ ـ ۵۱۴۔

۵۔ مائدہ ۶۸۔

۶۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۵۹ وغیرہ۔

۷۔ ثمار القلوب ص ۱۱۵ اور دوسرے منابع۔

۸۔ صنعا آجکل یمن کا مرکز اور بصریٰ دمشق کے اطراف میں ایک قصبہ ہے۔

۹۔ الثقل ت اور ق دونوں پر فتحہ جس کا معنی ہر عظیم اور نفیس شے کے ہیں۔

۱۰۔ مائدہ ۳۔

۱۱۔ اس قصیدے کے باقی ابیات چودہویں فصل میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۲۔ ڈاکٹر محمد ابراہیم نے اپنی کتاب " تعلیقات علی دیوان ابی تمام " میں اس کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے یہ واقعہ معروف جنگ کا ہے اور علامہ امینی نے اس کے بارے ایک طویل بحث کی ہے جس کو آپ "ترجمہ ابی تمام" چودہویں فصل میں پا سکتے ہیں۔

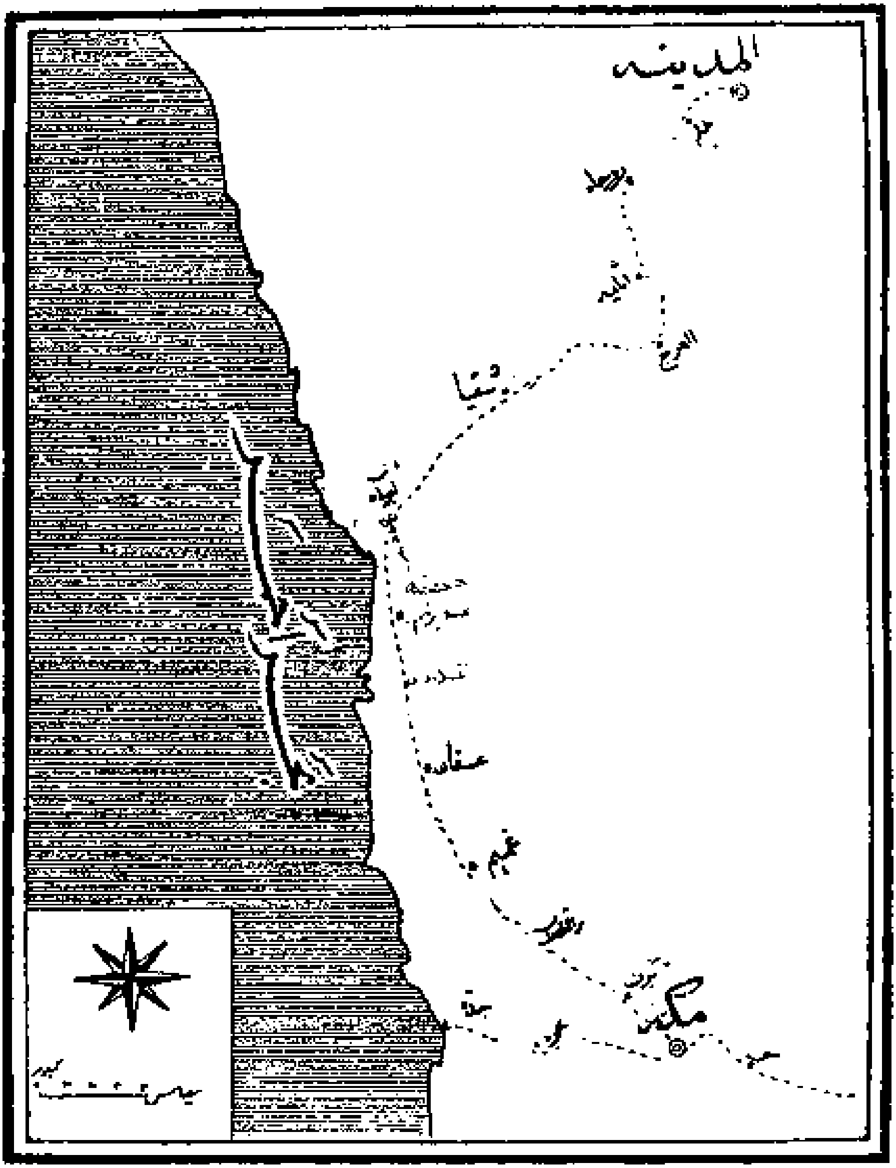
المدينة
العرج
عسفان
مكة
جدة

تیسری فصل

غدیر پر اللہ کی خاص توجہ

غدیر پر اللہ کی خاص توجہ

۱۔ آیت تبلیغ:۔

خداوند متعال خصوصی طور پر یہ چاہتا تھا کہ "حدیث غدیر" کو اتنی شہرت حاصل ہو کہ زبانوں پر اس کا چرچا ہو اور راویوں کے کلام و دہن اس کی لطافت سے اچھی طرح آشنا ہو جائیں تاکہ وہ دین کے حامی، امام مقتدیٰ صلوات اللہ علیہ کے لئے محکم حجت و دلیل قرار پائے اسی لئے خداوند متعال نے اس امر کی تبلیغ نبیؐ کی حج اکبر سے واپسی کے موقع پر جمہور کے جم غفیر میں ضروری قرار دی۔

اور پروردگار عالم نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس نے چاہا کہ وہ تروتازہ رہے روز و شب اسے کہنہ نہ بنائیں اور صدیوں کی آمد و رفت اس کی جدت پر اثر انداز نہ ہو لہذا اس کے بارے میں ایسی واضح و آشکار آیتیں نازل کیں جن کی تلاوت امت صبح و شام کرتی ہے اور خداوند متعال ہر آیت کی تلاوت کے وقت قاری کی نگاہ کو ملتفت کرتا ہے اس کے دل کو کریدتا ہے اور اس کے کانوں میں یہ آواز دیتا ہے کہ خلافت کبریٰ کے سلسلے میں پروردگار عالم نے اس پر کون سا طریقہ اختیار کرنے کو واجب قرار دیا ہے۔

ان آیات کریمہ میں ایک آیت میں خداوند متعال کا ارشاد ہے اے رسول

"تمہارے پروردگار کی طرف سے جو حکم تمہارے پاس آچکا ہے اس کو پہونچادو اگر تم نے ایسے نہ کیا تو تم نے رسالت کا کوئی کام انجام نہیں دیا اور اللہ تمہیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا"[1] یہ آیۂ مبارکہ ۱۸ ذی الحجہ ۱۰ھ کو جس سال سرکار دو عالم نے آخری حج انجام دیا، اس وقت نازل ہوئی جب نبی اعظمؐ غدیر خم کے مقام پر پہونچے دن کی پانچ ساعتیں گذر چکی تھیں کہ جبرئیل امین آپ کے پاس آئے اور عرض کی اے محمدؐ! خدائے سبحان و تعالیٰ نے سلام کے بعد ارشاد فرمایا ہے:- "یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک" فی علی "و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ" "اے رسول! علیؑ کے بارے میں خدا کی طرف سے جو پیغام آپ کے پاس آچکا ہے اسے پہونچادیجئے اگر آپ نے یہ کام نہ کیا تو گویا آپ نے رسالت کا کام انجام نہیں دیا۔

ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگ آنحضرتؐ کے ہمراہ تھے آگے والے جحفہ کے نزدیک تھے خداوند عالم نے حکم دیا کہ جو آگے بڑھ گئے ہیں انھیں واپس بلایا جائے اور جو آرہے ہیں انھیں اسی جگہ روکا جائے اور سرکار دوعالمؐ علیؑ کو لوگوں کے سامنے بلند فرمائیں اور جو حکم ان کے بارے میں نازل ہوچکا ہے اسے پہونچادیں اور جبرئیلؑ نے یہ خبر بھی دی کہ خداوند عالم انھیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس پر تمام اصحاب امامیہ کا اتفاق ہے رہ گئے اہل سنت تو ان میں سے جن کی حدیثیں ہمیں مل پائی ہیں ان کے اسماء ہم ذکر کر رہے ہیں[2]۔

۱۔ حافظ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی اسناد کے ساتھ کتاب "الولایۃ فی طرق حدیث الغدیر" اس سلسلہ میں ایک حدیث زید بن ارقم سے نقل کی ہے[3]۔

۲۔ حافظ ابن ابی حاتم ابو محمد حنظلی رازی متوفی ۳۲۷ھ نے اپنے اسناد کے ساتھ

ابو سعید خدری سے اس حدیث کو نقل کیا ہے[۴]۔

۳۔ حافظ ابو عبداللہ محاملی متوفی ۳۳۰ھ نے اپنی "امالی" میں اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباس سے حدیث نقل کی ہے[۵]۔

۴۔ حافظ ابو بکر فارسی شیرازی متوفی ۴۰۷ھ یا ۴۱۱ھ نے اپنی کتاب "ما نزل من القرآن فی امیر المومنین" بالاسناد ابن عباس سے ایک حدیث نقل کی ہے[۶]۔

۵۔ حافظ ابن مردویہ، ولادت ۳۲۳ھ وفات ۴۱۰ھ نے اپنے سلسلہ سند کے ساتھ ایک حدیث ابو سعید خدری سے اور ایک اور سلسلہ سند کے ساتھ دوسری حدیث ابن مسعود سے، تیسری حدیث سلسلہ اسناد کے ساتھ ابن عباس سے اور چوتھی حدیث زید بن علی سے نقل کی ہے[۷]۔

۶۔ ابو اسحاق ثعلبی نیشاپوری متوفی ۴۲۷ھ یا ۴۳۷ھ نے اپنی تفسیر "کشف و بیان" میں ایک حدیث امام محمد باقرؑ اور دوسری حدیث سلسلہ اسناد کے ساتھ ابن عباس سے نقل کی ہے[۸]۔

۷۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ نے اپنی تالیف "مانزل من القرآن فی علی" میں سلسلہ اسناد کے ساتھ ایک حدیث "عطیہ" سے نقل کی ہے[۹]۔

۸۔ ابو الحسن واحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ نے اپنے اسناد کے ساتھ ابو سعید خدری سے ایک حدیث نقل کی ہے[۱۰]۔

۹۔ حافظ ابو سعید مسعود بن ناصر السجستانی متوفی ۴۷۷ھ نے اپنی کتاب "الدرایۃ فی حدیث الولایۃ" میں کئی طریقوں سے ابن عباس سے حدیثیں نقل کی ہیں[۱۱]۔

۱۰۔ حافظ حاکم حسکانی ابوالقاسم متوفی ۴۹۰ھ کے بعد، نے "شواہد التنزیل لقواعد التفضیل والتاویل" میں اپنے اسناد کے ساتھ ابن عباس اور جابر انصاری سے ایک حدیث

نقل کی ہے[۱۲].

۱۱۔ حافظ ابو القاسم ابن عساکر الشافعی متوفی ۵۷۱ھ نے اپنے اسناد کے ساتھ ایک حدیث ابو سعید خدری سے نقل کی ہے[۱۳].

۱۲۔ ابو الفتح نطنزی ولادت ۴۸۰ھ نے خصائص العلویہ میں ایک حدیث اپنے اسناد کے ساتھ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے نقل کی ہے[۱۴].

۱۳۔ ابو عبداللہ فخرالدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ نے اپنی تفسیر کبیر میں اس آیۂ کریمہ کے نزول کی دسویں وجہ اسی واقعہ کو قرار دیا ہے[۱۵] اور یہ ابن عباس براء بن عازب اور محمد بن علی کا قول ہے.

۱۴۔ ابو سالم نصیبی شافعی متوفی ۶۵۲ھ نے واحدی نیشاپوری کی حدیث ابو سعید خدری سے نقل کی ہے.

۱۵۔ حافظ عزالدین رسعنی موصلی ولادت ۵۸۹ھ وفات ۶۶۱ھ نے اپنی تفسیر میں ایک حدیث ابن عباس سے روایت کی ہے.

۱۶۔ شیخ الاسلام ابو اسحاق حموینی متوفی ۷۲۲ھ نے "فرائد السمطین" اپنے مشایخ سے ان کے اسناد کے ساتھ ایک حدیث ابو ہریرہ سے نقل کی ہے.

۱۷۔ سید علی ہمدانی متوفی ۷۸۶ھ نے "مودۃ القربیٰ" میں ایک حدیث براء بن عازب سے نقل کی ہے.

۱۸۔ بدر الدین بن عینی حنفی ولادت ۷۶۲ھ وفات ۸۵۵ھ نے آیۂ کریمہ "یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الخ" کے سلسلہ میں حافظ واحدی سے وہ قول نقل کیا ہے جو بیان ہو چکا اس کے بعد مقاتل اور زمخشری سے اس آیت کے شان نزول میں کچھ اور وجہیں بھی نقل کی ہیں اور لکھتے ہیں:۔ ابو جعفر محمد بن علی بن حسینؑ نے فرمایا: اس آیت کے

معنی یہ ہیں کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے علی بن ابی طالبؑ کی فضیلت میں جو حکم نازل ہوچکا ہے اس کو پہونچادو پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضورؐ نے علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور ارشاد فرمایا۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے[۱۶]۔

۱۹۔ نور الدین ابن صباغ مالکی مکی متوفی ۸۵۵ھ نے ابو سعید کی اس حدیث عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۸۴ پر نقل کیا ہے جس کو واحدی نے اسباب نزول میں بیان کیا ہے[۱۷]۔

۲۰۔ نظام الدین قمی نیشاپوری متوفی آٹھویں صدی ہجری نے اس سلسلہ میں ابو سعید خدری سے ایک حدیث نقل کرتے ہوئے کہا ہے اور یہ ابن عباس براء بن عازب اور محمد بن علی کا قول ہے اس کے بعد اس آیہ کریمہ کے سبب نزول میں کچھ اور اقوال بیان کئے ہیں[۱۸]۔

۲۱۔ کمال الدین میبذی متوفی ۹۰۸ھ کے بعد نے اس سلسلہ میں ثعلبی کی ایک روایت نقل کی ہے[۱۹]۔

۲۲۔ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ کہتے ہیں، ابو الشیخ نے حسن سے اور عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، اور ابو الشیخ نے مجاہد سے اور ابن ابی حاتم، ابن مردوہ اور ابن عساکر نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ پر یہ آیت نازل کی گئی "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیاً مولی المؤمنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس"[۲۰] اے رسول ! تمہارے پروردگار کی طرف سے جو حکم تمہارے پاس آچکا ہے اس کو پہونچادو اور وہ حکم یہ ہے کہ علیؑ مؤمنین کے مولا ہیں اور اگر آپ نے وہ حکم نہ پہونچایا تو رسالت کا کوئی کام انجام نہیں دیا اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

۲۳۔ سید عبدالوہاب بخاری (ولادت ۸۶۹ھ وفات ۹۳۲ھ) نے اپنی تفسیر میں آیۂ کریمہ: "قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ" کے ذیل میں، ایک حدیث اس سلسلے میں براء بن عازب سے نقل کی اور اس کے بعد رقمطراز ہیں کہ اس کو ابو نعیم نے بھی روایت کیا ہے اور ثعلبی نے بھی اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔

۲۴۔ سید جمال الدین شیرازی متوفی ۱۰۰۰ھ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت غدیر خم میں نازل ہوئی۔

۲۵۔ محمد بن محبوب العالم متوفی گیارہویں صدی ہجری نے اپنی تفسیر "تفسیر شاہی" میں وہی قول نقل کیا ہے جو نظام الدین نیشاپوری کی تفسیر میں ہے۔

۲۶۔ میرزا محمد بدخشانی متوفی بارہویں صدی ہجری "مفتاح النجا" میں لکھتے ہیں کہ امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ کی شان میں اتنی آیتیں نازل ہوئی ہیں کہ سب کو نقل کرنا مشکل ہے لہذا میں نے اس کتاب میں چند آیتیں نقل کی ہیں پھر ابن مردویہ کا قول نقل کیا ہے، جیسے زرؔ نے بھی عبد اللہ بن عباس سے نقل کیا ہے پھر اپنے سلسلے سے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے اور حافظ رسعنی نے ابن عباس سے منقولہ روایت کو نقل کیا ہے۔

۲۷۔ قاضی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ پر یہ آیت: "یا ایہاالرسول بلغ ما انزل الیک الخ" غدیر خم کے دن علی بن ابی طالب کے بارے میں نازل ہوئی۔

اور ابن مردویہ نے ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خداؐ کے زمانہ میں ہم اس طرح تلاوت کیا کرتے تھے "یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیاً مولی

المومنین و ان لم تفعل فما بلغت رسالته و اللہ یعصمک من الناس" [۲۱]

۲۸۔ سید شہاب الدین آلوسی شافعی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ کہتے ہیں:۔ شیعوں کا خیال ہے [۲۲] کہ آیہ "بما انزل الیک" سے مراد علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت ہے انھوں نے اپنی اسناد کے ساتھ ابو جعفر اور ابو عبد اللہؑ سے روایت کی ہے کہ خداوند متعال نے نبی اکرمؐ پر وحی نازل کی کہ وہ علیؑ کو اپنا جانشین مقرر فرمائیں پیغمبرؐ کو خوف تھا کہ یہ بات بعض صحابہ کو گراں گذرے گی لہذا خداوند متعال نے اپنے امر کی ادائگی میں سرکار دو عالم کی ہمت بڑھانے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔

اور ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت علی کرم اللہ وجہہ کے سلسلے میں اس وقت نازل ہوئی جب خدا نے یہ حکم دیا کہ پیغمبرؐ لوگوں کو علیؑ کی ولایت کی خبر سنا دیں سرکار دو عالمؐ کو خوف تھا کہ لوگ انھیں اپنے چچا زاد بھائی کی طرفداری کا طعنہ دیں گے لہذا خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی جب نبیؐ نے غدیر خم کے میدان میں علیؑ کی ولایت کا اعلان کیا اور آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا:۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے اے اللہ دوست رکھ اسے جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو علی جو دشمن رکھے [۲۳]۔

اور جلال الدین سیوطی نے "در منثور" میں ابن حاتم سے اور ابن مردویہ و ابن عساکر نے ابو سعید خدری سے منقولہ روایت نقل کی ہے جس میں ابو سعید خدری کہتے ہیں یہ آیت غدیر خم کے دن نبیؐ پر حضرت علیؑ کے بارے میں نازل کی گئی

اور ابن مردویہ کی روایت ہے کہ ابن مسعود کہتے ہیں " ہم رسول خداؐ کے دور میں اس آیت کی تلاوت اس طرح کیا کرتے تھے " یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا ولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالته"

۲۹۔ شیخ سلیمان قندوزی حنفی متوفی ۱۲۹۳ھ ناقل ہیں: ثعلبی نے ابی صالح سے اور انہوں نے ابن عباس اور امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

حموینی نے "فرائد السمطین" میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے اور مالکی نے "فصول المہمہ" میں ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ یہ آیت غدیر خم میں علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے شیخ محی الدین نووی نے بھی یہی بیان دیا ہے۔[۲۴]

۳۰۔ شیخ محمد عبدہ مصری متوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں کہ ابن ابی حاتم ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ یہ آیت غدیر خم میں علی ابن ابیطالب کی شان میں نازل ہوئی[۲۵]۔

فیصلہ کن قول

قصہ غدیر کے سلسلہ میں نازل شدہ آیۂ کریمہ کے بارے میں یہ تھیں وہ حدیثیں اور اقوال جنہیں ہم نقل کر پائے ہیں کثیر النقل افراد نے اس کے نزول کی اور وجہیں بھی لکھی ہیں جن میں ہمارے علم کے مطابق سب سے پہلے طبری[۲۶] ہیں اور پھر طبری کے بعد آنے والے حضرات ہیں فخر رازی نے نو وجہیں بیان کی ہیں اور دسویں وجہ وہ ہے جسے ہم نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

طبری نے جو وجہیں نقل کی ہیں ان میں سے ایک ابن عباس سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد: اگر تم نے نازل شدہ آیتوں میں سے ایک آیت کو بھی کتمان کیا تو تم نے میری رسالت نہیں انجام دی یہ وجہ قصہ غدیر میں اس آیت کے نزول کے ساتھ منافات نہیں رکھتی چاہے اس قول میں جو لفظ آیت سے ہے اسے نکرۂ محضہ قرار دیں یا

نکرۂ مخصصہ اگر نکرہ مخصصہ قرار دیں تو جن احادیث اور اقوال کو ہم نے ان کی مدد سے نقل کیا ہے اس سے مراد وہی ہے جسے ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں اور اگر نکرہ محضہ قرار دیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس امور کی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے ایک لفظ مطلق کے ساتھ ان کے انجام دیئے جانے کی تاکید کی گئی ہے اس صورت میں حدیث غدیر تاکید شدہ مصادیق میں سے ایک مصداق ہوگی اور ایک وجہ قتادہ نے بیان کی ہے۔ کہ خدا لوگوں کے مقابلہ میں ان کے لئے کافی ہے اور آنحضرتؐ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا لہذا اس نے تبلیغ کا حکم دیا۔

یہ بھی ہمارے قول کے منافی نہیں ہے چونکہ اس میں صرف یہ ہے کہ خداوند عالم نے اس امر کی تبلیغ میں پیغمبرؐ کو لوگوں سے بچانے اور ان کی حمایت کرنے کا وعدہ کیا ہے جس کے بارے میں انہیں خدشہ تھا کہ امت اختلاف کرے گی اور اس امر کو ناپسند کرے گی چونکہ اس میں کوئی ممانعت نہیں کہ وہ امر نص غدیر ہو جس کی تعیین ان احادیث کی وضاحت سے ہوجاتی ہے۔

طبری نے ایک وجہ سعید بن جبیر، عبداللہ بن شفیق، محمد بن کعب قرظی اور عائشہ سے نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "واللہ یعصمک من الناس" نازل ہونے سے پہلے نبیؐ اپنے ساتھ محافظ رکھا کرتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبیؐ نے اپنا سر قبہ سے باہر نکالا اور فرمایا:۔ اے لوگو! تم واپس چلے جاؤ اس لئے کہ خدا نے میرے حفاظت کی ذمہ داری لے لی ہے۔

اس وجہ میں بھی صرف اتنا ہے کہ خداوند عالم کی جانب سے حفاظت کا وعدہ آجانے کے بعد آنحضرتؐ نے محافظوں کو ہٹادیا تھا اس امر کی وضاحت نہیں کی گئی ہے کہ آیا اس قصہ میں پیغمبرؐ لوگوں کی مبادرت سے خائف تھے یا مطلق طور پر خائف تھے۔

لہذا بعید نہیں ہے کہ وہ امر " یوم غدیر" کا مسئلہ ہو جس کی تعیین اس کتاب میں اور دوسری کتابوں میں مذکورہ روایتوں سے ہوتی ہے. طبری نے نزول آیت کی ایک وجہ "قرطبی" سے یہ بھی بیان کی ہے کہ نبیؐ کسی مقام پر اترے آپؐ کے اصحاب نے سایہ دار درخت تلاش کیا اس کے نیچے آنحضورؐ آرام فرمارہے تھے کہ ایک بدو آیا اور تلوار کھینچ کر بولا آپ کو مجھ سے کون بچانے والا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا:- اللہ بچانے والا ہے وہ بدو کا نپنے لگا اور اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی اس نے اپنا سر درخت کے تنے پر دے مارا جس سے اس کا دماغ پھٹ گیا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی " واللہ یعصمک من الناس"۔

لیکن یہ وجہ اس کے سابقہ بیان سے منافات رکھتی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے تک سرکار دو عالم کو محافظ گھیرے رہتے تھے. اور بدو کا اس حالت میں آپ تک پہونچ جانا کہ آپ سو رہے ہوں اور محافظ آپ کے قبۂ مبارک کو گھیرے ہوئے ہوں اور وہ برہنہ شمشیر لے کر پہونچ جائے بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔

علاوہ بر این اس کا لازمہ نزول آیت میں تفریق ہے اس لئے کہ اس میں صراحت ہے کہ قصہ اعرابی کے بعد خداوند متعال کا یہ قول " واللہ یعصمک من الناس" نازل ہوا ہے جب کہ اس قصہ اور ابتدائے آیت میں کوئی مسانخت نہیں ہے اور اس قسم کے واقعات میں اکیلے قرطبی کی بات مان لینا بہت مشکل ہے۔

یہ بھی محال نہیں کہ قصہ اعرابی نص غدیر اور نزول آیت کے سلسلہ میں رونما ہونے والے ایک اتفاق کی پیداوار ہو چنانچہ بظاہر ایسا معلوم ہو کہ آیت اس قصہ کی وجہ سے نازل ہوئی ہے لیکن حقیقت میں اس کے نزول کا ایک عظیم سبب ہے اور وہ ہے " امر ولایت کبریٰ" اس لئے کہ یہ حادثہ ایسا نہیں جس کے بارے میں آیتیں نازل ہوں

ایسے کتنے ہی حادثے رونما ہو گئے مگر ان کے لئے کوئی آیت نہیں اتری، اس سے قطع نظر اگر روایت صحیح بھی ہو تب بھی اس آیت اور "نص ولایت" میں جو مقارنت و مماثلت پائی جاتی ہے وہ بڑے بڑے قابلوں کو وہم میں ڈال دیتی ہے۔

طبری نے ابن جریج سے روایت کی ہے کہ نبیؐ قریش سے خائف رہتے تھے جب یہ آیت "واللہ یعصمک من الناس" نازل ہوئی تو آپ نے بڑے اطمینان سے لیٹ کر دو یا تین مرتبہ فرمایا:۔ جس کا جی چاہے مجھے چھوڑ دے۔

اب اس میں کیا مانع ہے کہ رسولؐ جس امر کی وجہ سے قریش سے خائف رہتے تھے وہ مسئلہ خلافت ہو؟ جیسا کہ ان حدیثوں نے اس کی تفصیل بیان کی ہے جن کو ہم نے ابھی ذکر کیا ہے پس یہ روایت بھی ہمارے قول کے خلاف نہیں۔

طبری نے ہی چار طریقوں سے عائشہ سے روایت کی ہے جس کا خیال ہو کہ محمدؐ نے کتاب خدا میں سے کچھ باتوں کو کتمان کیا ہے اس نے اللہ پر بہت بڑا الزام لگایا ہے جب کہ ارشاد ہے "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک ...."۔

عائشہ اپنے اس قول سے آیت کریمہ کا شان نزول نہیں بیان فرما رہی ہیں بلکہ وہ اس آیۂ کریمہ کو دلیل بنا کر پیش کر رہی ہیں کہ نبیؐ نے جان کی بازی لگا کر تبلیغ کی ہے اور قرآن مجید کی ہر آیت کو پہونچایا ہے یہ وہ چیز ہے جس میں شک نہیں کیا جا سکتا اور ہم یہ بات نزول آیت سے پہلے بھی کہتے تھے اور اب بھی کہہ رہے ہیں۔

اور رازی نے جو دس وجہیں جمع کی ہیں [۲۰] اور واقعہ غدیر کو دسویں وجہ بتایا ہے اعرابی کے قصہ کو جو تفسیر طبری میں مذکورہ ہے آٹھویں وجہ قرار دیا ہے اور قریش سے بالاضافہ یہود و نصاریٰ خائف ہونے کو نویں وجہ قرار دیا ہے تو ان کی بات کی حقیقت آپ جان ہی چکے ہیں کہ یہ ایسے مراسیل ہیں جن کو کوئی سند نہیں اور نہ ہی کسی قائل کا اتا پتا

معلوم ہے اسی لئے "تفسیر نظام الدین نیشاپوری" میں سب کو ضعیف قرار دیا گیا ہے اور جس وجہ میں ولایت کی صراحت ہے اس کو پہلی وجہ بتایا گیا ہے اور اسے ابن عباس، براء بن عازب، ابو سعید خدری اور محمد بن علی علیہم السلام کی طرف نسبت دی گئی ہے۔

طبری جو ان امور میں سب پر مقدم اور سب سے زیادہ آگاہ ہیں انھوں نے ان وجوہ کا ذکر نہیں کیا اور اگر چہ اس نے "حدیث ولایت" کا ذکر بھی نہیں کیا لیکن اس کے بارے میں اس نے ایک پوری کتاب لکھی ہے جس میں ستر سے کچھ زیادہ سلسلوں سے روایت کی ہے چنانچہ اس کتاب میں اس کا اور جس کی طرف اس نے نسبت دی ہے ان کا ذکر بعد میں آئے گا اس کتاب میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ آیت قصہ غدیر کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔

خود رازی نے، طبری کی روایت پر اضافہ کی جو نویں وجہ بیان کی ہے اور وہ یہود و نصاریٰ سے خائف ہونا ہے صرف اسی کو معتبر جانا ہے عنقریب آپ کو حقیقت حال کا پتہ چل جائے گا کہ یہ وجہ قابل اعتماد نہیں اور نہ ان معتبر احادیث کا مقابلہ کر سکتی ہے کہ جن کو ہم ان بڑے علماء نے روایت کیا ہے جن کو پہلے ذکر کر چکے ہیں جیسے طبری، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابن عساکر، ابی نعیم، ابی اسحاق ثعلبی، واحدی، سجستانی، حسکانی، نطنزی، اور رسعنی وغیرہ کہ جنھوں نے بے شمار طریقوں سے ان احادیث کو بیان کیا ہے اب اس حدیث کے بارے میں آپ کا خیال ہے جس کو یہ آئمہ معتبر سمجھتے ہوں۔

علاوہ برایں سیاق آیت اور سبب نزول میں ہم آہنگی نہ ہونے کی وجہ سے رازی نے جو ایک سے زیادہ خود ساختہ وجہیں بیان کی ہیں وہ سب کی سب حدیث ولایت کے مقابلہ میں رکاوٹ پیدا کرنے، اسے کمزور بنانے اور لوگوں کو اس کی تصدیق سے منحرف کرنے کے لئے تفسیر بالرائے یا حجیت سے عاری استحسان سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں

اور خداوند عالم نہیں چاہتا کہ اس کا نور خاموش ہو۔

ساری وجہیں شمار کرنے کے بعد رازی لکھتے ہیں غدیر کے بارے میں روایتیں اگر چہ زیادہ ہیں مگر پھر بھی اس کو اس پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے کہ خدا نے نبیؐ کو یہود ونصاریٰ کے مکر و فریب سے محفوظ فرمایا اور آپ کو حکم دیا کہ یہودیوں اور نصرانیوں کی پرواہ کئے بغیر تبلیغ کرتے رہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت سے پہلے اور اس کے بعد چونکہ بہت سی آیات میں یہود ونصاریٰ کا تذکرہ ہے لہذا درمیان میں ایسی آیت رکھنا جو اپنے ما قبل وما بعد والی آیتوں سے اجنبی ہو ممنوع ہے۔

لیکن آپ نے دیکھا ہے کہ سیاق آیات سے ہماہنگی کا بہانہ بناکر اس وجہ کو ترجیح دینا ، رازی کا اپنا استنباط ہے جس کی تائید میں اس نے کوئی روایت نہیں پیش کی حالانکہ جب ہم جانتے ہیں کہ قرآن مجید میں آیات کی ترتیب زیادہ تر نزول نہیں ہے تو صحیح روایت کے مقابلہ میں سیاق کی رعایت کرنا ہمارے لیے ضروری نہیں اور جب آپ یہ دیکھیں گے کہ قرآن مجید کی سوروں کی ترتیب وہ نہیں ہے کہ جس سے وہ نازل ہوئے ہیں اور مکی آیات مدنی سوروں اور مدنی آیات مکی سوروں میں ہیں تو آپ ہماری بات کو ماننے پر مزید مجبور ہوجائیں گے۔

سیوطی ایک فصل قائم کر کے لکھتے ہیں " اجماع اور روایات مترادفہ موجود ہیں کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں اجماع کو بہت سارے افراد نے نقل کیا ہے جیسے زرکشی نے " برہان " میں اور ابو جعفر بن زبیر نے اپنی "مناسبات" میں جس کی عبارت یہ ہے :۔ سوروں میں آیات کو نبیؐ کی بتائی ہوئی ترتیب سے رکھا گیا ہے اور اس امر میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں اس کے بعد اس نے اس مضمون کی روایتیں نقل کی ہیں کہ نبیؐ اس ترتیب کے ساتھ اپنے اصحاب کو قرآن سکھاتے تھے جو

ہمارے مصاحف میں اس وقت موجود ہے اور یہ ترتیب جبرئیل آپ کو ہر آیت کے نزول کے وقت بتادیتے تھے کہ فلاں آیت کو فلاں آیت کے بعد لکھا جائے وغیرہ وغیرہ

اس کے علاوہ تاریخی حالات اس امر کے متقاضی ہیں کہ یہود و نصاریٰ سے سرکار دو عالم بعثت کے ابتدائی دنوں یا زیادہ سے زیادہ ہجرت کے کچھ عرصہ بعد تک ڈرتے رہے ہوں گے نہ کہ اپنی حیات مبارک کے آخری ایام میں کہ جب وہ دنیا کی بڑی بڑی حکومتوں کو ڈراتے تھے اور تمام امتیں ان سے لرزہ بر اندام رہتی تھیں آپ خیبر فتح کر چکے تھے اور بنی قریظہ اور بنی نضیر کی شان و شوکت کو خاک میں ملادیا تھا تمام چہرے آپ کے سامنے خاضع اور تمام گردنیں طوعاً وکرہاً آپ کے سامنے جھک گئی تھیں اور اس زمانے میں جب آپ نے آخری حج کے فرائض پورے کیئے کہ جس میں یہ آیت نازل ہوئی جیسا کہ گذشتہ احادیث سے آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے۔

اور قرطبی ہمارے سامنے یہ اعلان کررہے ہیں کہ یہ بات اجماعی ہے کہ سورۂ مائدہ مدنی ہے[۲۸] اس کے بعد نقاش سے نقل کرتے ہیں کہ سورۂ مائدہ ۶ھ میں صلح حدیبیہ والے سال نازل ہوئی لیکن اس کے ساتھ ہی " ابن عربی" سے نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث جعل ہے جس پر عقیدہ رکھنا مسلمان کے لئے جائز نہیں... یہاں تک کہنے کے بعد کہتے ہیں اس سورہ کا کچھ حصہ حجۃ الوداع میں نازل ہوا ہے اور کچھ عام الفتح میں اور وہ خداوند متعال کا یہ قول ہے "لا یجرمنکم شنئان قوم". ہجرت کے بعد جو کچھ بھی نازل ہوا وہ مدنی ہے چاہے مدینہ میں نازل ہوا ہو یا کسی سفر میں مکی صرف اس کو کہا جاتا ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوا ہے[۲۹]۔

"خازن" لکھتے ہیں :- سورۂ مائدہ مدینہ میں نازل ہوا ہے لیکن اس کی "آیت الیوم اکملت لکم دینکم" حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں نازل ہوئی ہے[۳۰] قرطبی

اور خازن نے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ "سورۂ مائدہ" نزول کے اعتبار سے قرآن مجید کا آخری سورہ ہے اور سیوطی نے محمد بن کعب سے ابی عبید کے سلسلے سے روایت کی ہے سورہ مائدہ حجۃ الوداع میں مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوا[۴۱]۔

اور ابن ضریس کی "فضائل قرآن" میں محمد بن عبد اللہ بن ابی جعفر رازی سے اور انہوں نے عمرو بن ہارون سے اور انہوں نے عثمان بن عطاء خراسانی سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ قرآن میں سب سے پہلے سورۂ اقراء نازل ہوا، اس کے بعد سورہ ن، پھر یاایھا المزمل، اس کے بعد شمار کرتے کرتے لکھا ہے کہ پھر الفتح پھر مائدہ اور اس کے بعد برائت نازل ہوا اور سورہ برائت کو اس نے سورۂ مائدہ کے بعد نازل ہونے والا آخری سورہ قرار دیا ہے[۴۲]۔

اور ابن کثیر نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ سب سے آخر میں سورۂ مائدہ اور سورۂ فتح یعنی سورۂ نصر نازل ہوا، اور احمد حاکم اور نسائی کے ذریعہ عائشہ سے روایت کی ہے کہ سورہ مائدہ سب سے آخر میں نازل ہوا[۴۳]۔

ان سب باتوں سے قرطبی نے جو روایت کی ہے[۴۴] اور اس کو سیوطی نے ابن مردویہ[۴۵] اور طبرانی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے اس کی قیمت کا آپ پ کو اندازہ ہوگیا ہوگا اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابو طالب ہر روز بنی ہاشم کے کچھ افراد کو نبیؐ کی حفاظت پر مامور کیا کرتے تھے جب آیۃ "واللہ یعصمک من الناس" نازل ہوئی تو ابو طالب نے حفاظت کی خاطر کچھ حضرات کو آپؐ کے ساتھ بھیجنا چاہا تو آنحضورؐ نے فرمایا: اے چچا! خداوند عالم نے مجھے جن و انس سے محفوظ کر دیا ہے۔ یہ روایت متقاضی ہے کہ یہ آیت کی ہے" حالانکہ گذشتہ احادیث ابھی ابھی ذکر شدہ اجماع اور مفسرین کے واضح اقوال کے

مقابلے میں یہ روایت نہایت کمزور اور ضعیف ہے۔

اس ذیل میں کچھ اور باتیں

قرطبی، خداوند متعال کی آیہ کریمہ "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک" کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ نبیؐ اور ان کی امت کے اہل علم کےلئے خدائے سبحان کی طرف سے تادیب ہے ۔ وہ کسی بھی امر شریعت کو کتمان نہ کریں اور خداوند متعال کو اپنے نبیؐ کے بارے میں معلوم ہے کہ وحی کو کتمان نہیں کرتے (۴۶)۔

اور صحیح مسلم میں، مسروق کے ذریعہ عائشہ کا قول نقل ہے۔ عائشہ نے فرمایا: کہ جو شخص آپ سے یہ کہے کہ محمدؐ نے (کچھ مقدار میں) وحی کو مخفی رکھا تو اس نے تکذیب کی چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک" اور خداوند متعال رافضیوں کا ستیاناس کرے چونکہ وہ کہتے ہیں کہ نبیؐ نے وحی میں سے کچھ چیزوں کو چھپا لیا تھا جن کی لوگوں کو ضرورت تھی اور قسطلانی نے تو قیامت ہی کردی ۔ اس کا کہنا ہے کہ: شیعہ کہتے ہیں انھوں نے کچھ باتیں تقیہ کی رو سے مخفی کرلی تھیں (۴۷)۔

کاش یہ دونوں حضرات شیعوں پر اس بہتان کے ماخذ کی طرف اشارہ ہی کردیتے کہ ان کے کس عالم نے یہ بات کہی ہے یا کس کتاب میں ہے یا کس فرقہ کا یہ عقیدہ ہے۔ جی ہاں! انہیں کوئی ماخذ نہیں مل سکا بلکہ انھوں نے یہ گمان کرلیا تھا کہ وہ کسی فرقہ پر جو الزام بھی لگادیں گے ان کی تصدیق کی جائے گی یا ان کے خیال میں شیعوں کے پاس ایسی تالیفیں ہی نہیں ہوں گی جن میں ان کے عقائد کا تذکرہ ہو اور ان پر لگائے گئے ہر الزام کی تحقیق کے لئے ان کو معیار بنایا جائے ۔ یا ان کی آئندہ نسلیں ایسے رجال علم نہیں پیدا کریں گی جو مناقشہ میں مفسرین کو ناکوں چنے چبوا دیں گے ایسے ہی خیالات

دل میں بسائے ہوئے شیعوں کی شہرت کو بٹہ لگانے کے لئے ان کی بھی رال ٹپک پڑی جیسی ان کے غیروں کی ٹپکی تھی اور انھوں نے شیعوں کے خلاف جھوٹ کا ایک پلندہ تیار کرلیا تاکہ ان کے خلاف جذبات کو بھڑکایا جائے اور تمام فرقہ ان سے الگ ہوجائیں اور ان کے بارے میں وہی اول فول بکنے لگیں جو ایسے پرانے فرقوں کے بارے میں بکتے ہیں جن کا کوئی دفاع کرنے والا نہیں۔

شیعوں نے صاحب رسالت کی ذات مقدس پر یہ الزام لگانے کی کبھی بھی جرائت نہیں کی کہ انھوں نے بعض واجب امور کی تبلیغ نہیں کی البتہ ہر امر کی تبلیغ کا ایک وقت معین ہوتا ہے چنانچہ وقت سے پہلے تو وحی نے بھی آکر یہ نہیں کہا کہ آپ علی الاعلان تبلیغ کا مظاہرہ شروع کردیں۔

خدایا! اگر یہ دو اشخاص آیۂ کریمہ کے سلسلہ میں اپنے اصحاب کے گھٹیا اقوال اور فخر الدین رازی کی دس وجوہ میں غور و فکر سے کام لیتے تو جس چیز کا انھوں نے شیعوں پر الزام لگایا ہے اس کا قائل انھیں اپنے اصحاب میں ہی مل جاتے چنانچہ ان میں سے بعض کہتے ہیں یہ آیت جہاد کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس لئے کہ نبیؐ منافقین کو جہاد پر آمادہ کرنے سے صرف نظر کرتے تھے۔

بعض کا کہنا ہے۔ آیت اس وقت نازل ہوئی کہ جب نبیؐ نے بت پرستوں کے خداؤں کو برا نہیں کہا۔

ایک اور صاحب کہتے ہیں:۔ پیغمبرؐ نے آیۂ تطہیر کو اپنی ازواج سے مخفی رکھا ان وجوہ کی بنا پر آیت کا نزول گویا اس بات کی خبر دینے کےلئے ہے کہ نبیؐ کی طرف جو کچھ بھیجا گیا آپؐ نے اسے نہیں پہونچایا حالانکہ وہ نبی عظمتؐ و قداست اس سے بہت بعید ہے۔

بیشک یہ متقین کے لئے یاد دہانی ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تم سے کچھ تکذیب کرنے والے ہیں[۲۸]۔

۲۔ آیت اکمال

غدیر کےدن حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہونے والی آیات میں سے ایک آیت خداوند متعال کا یہ ارشاد ہے " الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا"[۲۹] تمام امامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جب نبیؐ نے علیؑ کی ولایت کا اعلان کھلے لفظوں میں غدیر کے دن کر دیا اور اس پر نص صریح پیش کردی تو یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی جس کو تمام صحابہ نے جانا، پورے عرب نے سمجھا اور جس کے پاس اس کی خبر آئی اس نے اس کے ذریعہ احتجاج کیا اور اس پر اہل سنت کے بہت سے علمائے تفسیر، ائمہ حدیث اور حفاظ آثار نے امامیہ سے اتفاق کیا۔

اور یہی وہ چیز ہے کہ اعتبار جس کا حامی اور تفسیر رازی میں نقل شدہ قول[۳۰] اس کی تاکید ہے کہ نبیؐ پر جب یہ آیت نازل ہوچکی تو اس کے بعد آنحضور صرف اکیاسی یا بیاسی دن زندہ رہے ابوالسعود نے اپنی تفسیر میں اس کو معین کیا ہے[۳۱]۔

مورخین اہل سنت کا بیان ہے کہ آنحضورؐ کی وفات بارہ ربیع الاول کو ہوئی اس طرح غدیر اور وفات کے دو دن نکالنے کے بعد گویا بیاسی دنوں پر ایک دن کا اضافہ غلطی سے نظر انداز کیا گیا ہے

بہر حال عرفہ کے دن نزول آیت کے بنسبت جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ میں ہے یہ بات حقیقت سے زیادہ قریب ہے چونکہ اس صورت میں دن زیادہ ہوتے ہیں۔ مزید بر آں اس کی تائید بہت سی احادیث سے ہوتی ہے جن کو ماننے بغیر کوئی چارہ نہیں

چنانچہ ملاحظہ فرمائیے[۴۲]

۱۔ حافظ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے کتاب ولایت میں اپنی اسناد کے ساتھ زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ مذکورہ آیت غدیر خم کے دن امیر المومنین علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی[۴۳]

۲۔ حافظ ابن مردویہ اصفہانی متوفی ۴۱۰ھ نے ابی ہارون کے ذریعہ اس سلسلے میں ایک حدیث ابی سعید خدری سے نقل کی ہے پھر اس کو ابوہریرہ سے روایت کیا ہے[۴۴].

۳۔ حافظ ابو نعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ نے اپنی کتاب "ما نزل من القرآن فی علی" میں ایک حدیث ابو سعید خدری سے روایت کی ہے.

۴۔ حافظ ابو بکر خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ نے "تاریخ بغداد" میں بالاسناد ایک حدیث ابوہریرہ سے نقل کی ہے[۴۵].

۵۔ حافظ ابو سعید سجستانی متوفی ۴۷۷ھ نے "کتاب الولایۃ" میں ایک حدیث ابو سعید خدری سے بالاسناد نقل کی ہے.

۶۔ ابو الحسن ابن مغازلی شافعی متوفی ۴۸۳ھ نے اپنی "مناقب" میں ایک حدیث اپنی اسناد کے ساتھ ابوہریرہ سے روایت کی ہے[۴۶].

۷۔ حافظ ابو القاسم حاکم حسکانی متوفی ۴۹۰ھ کے بعد نے اپنی اسناد کے ساتھ ایک حدیث ابو سعید خدری سے نقل کی ہے.

۸۔ حافظ ابو القاسم ابن عساکر شافعی دمشقی متوفی ۵۷۱ھ نے ابن مردویہ کے سلسلہ سے ایک حدیث ابو سعید اور ابو ہریرہ سے نقل کی ہے.

۹۔ اخطب الخطباء خوارزمی متوفی ۵۶۸ھ نے اپنی اسناد کے ساتھ ایک حدیث ابو سعید خدری[۴۷] اور دوسرے اسناد کے ساتھ ایک اور حدیث ابوہریرہ سے نقل

کی ہے[۴۸]۔

۱۰۔ ابوالفتح نطنزی ولادت ۴۸۰ھ نے اپنی کتاب " الخصائص العلویہ " میں ایک حدیث ابو سعید خدری سے اور دوسری حدیث ابو سعید اور جابر انصاری سے نقل کی ہے اور "الخصائص" میں اپنی اسناد کے ساتھ امام محمد باقرؑ اور امام محمد جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ دونوں نے فرمایا: یہ آیت یعنی آیت تبلیغ غدیر کے دن نازل ہوئی اور آیہ "الیوم اکملت لکم دینکم" بھی اسی روز نازل ہوئی۔

اس کا کہنا ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کیا یعنی اس کا محافظ مقرر کرنے کے ذریعہ، اور اپنی نعمتوں کی تم پر تکمیل کی یعنی اپنی ولایت کے ذریعہ، اور تمہاری لئے دین اسلام سے راضی ہوا یعنی میرے حکم کے آگے سر جھکانے کے ذریعے اور اس نے اپنی اسناد کے ساتھ خصائص میں ایک حدیث، غدیر کے روز کے بارے میں ابوہریرہ سے بھی نقل کی ہے جس میں آیت کا نزول غدیر کے دن بتایا گیا ہے۔

۱۱۔ ابو حامد سعد الدین صالحانی نے اپنی اسناد کے ساتھ مجاہد سے ایک حدیث نقل کی ہے[۴۹]۔

۱۲۔ ابو مظفر سبط ابن جوزی حنفی بغدادی متوفی (۶۵۴) نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے جس کو خطیب بغدادی نے حافظ دار قطنی کے سلسلہ سے نقل کیا ہے[۵۰]۔

۱۳۔ شیخ الاسلام حموینی حنفی متوفی (۷۲۲) نے فرائد السمطین "باب ثانی عشر" میں ایک حدیث اپنے سلسلہ سے ابی سعید خدری سے اور دوسرے سلسلہ سے دوسری حدیث انہیں سے نقل کی ہے اس کے بعد کہتے ہیں:۔ یہ ایسی حدیث ہے جس کے کئی سلسلے سعید بن مالک خدری انصاری پر منتہی ہوتے ہیں۔

۱۴۔ عماد الدین ابن کثیر قرشی دمشقی شافعی متوفی (۷۷۴ھ) نے ابن مردویہ کے سلسلے سے ابو سعید خدری اور ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں نے کہا ہے کہ آیت غدیر کے دن علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی [۵۱] اس نے ایک حدیث ابوہریرہ سے روایت کی ہے [۵۲] وہاں اس نے کچھ بیان کیا ہے جس کا ذکر "روزۂ غدیر" کے باب میں آئے گا۔

۱۵۔ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی (۹۱۱) لکھتے ہیں کہ :۔ ابن مردویہ اور ابن عساکر نے باسند ضعیف ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ غدیر کے دن جب رسول اللہؐ حضرت علیؑ کو منصوب کر کے ان کی ولایت کا اعلان فرما چکے تو جبرئیل امین آیۂ "الیوم اکملت لکم دینکم" لے کر نازل ہوئے

اور ابن مردویہ خطیب اور ابن عساکر نے ضعیف سند کے ساتھ ابوہریرہ سے روایت کی ہے [۵۳] جب غدیر خم یعنی اٹھارہ ذی الحجہ کا دن آیا تو نبیؐ نے ارشاد فرمایا "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ" تب خداوند متعال نے آیۂ "الیوم اکملت لکم دینکم" نازل فرمائی اس نے سفر میں نازل ہونے والی آیتیں شمار کراتے وقت کہا ہے : ان میں سے ایک آیۂ "الیوم اکملت دینکم" بھی ہے۔ عمر سے ایک صحیح روایت میں منقول ہے کہ یہ آیت حجۃ الوداع کے سال روز عرفہ جمعہ کی رات میں نازل ہوئی جس کے بہت سے طرق ہیں لیکن ابن مردویہ نے ابی سعید خدری سے نقل کیا ہے کہ آیت غدیر خم کے دن نازل ہوئی اور اسی طرح کی ایک حدیث ابو ہریرہ سے بھی روایت کی ہے جس میں یہ ہے کہ وہ حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر اٹھارہ ذی الحجہ کا دن تھا.... لیکن یہ دونوں صحیح نہیں [۵۴]۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ عدم صحت سے مراد اگر "اسناد" میں کوئی اعتراض ہے تو عرض یہ ہے کہ اساتذہ فن کے نزدیک ابوہریرہ کی روایتیں صحیح السند ہیں جن کے رجال کے ثقہ

ہونے کی صراحت کی گئی ہے اور "روز غدیر" کے بیان کے موقع پر ہم تفصیل سے اس پر روشنی ڈالیں گے۔

حدیث ابو سعید کے کئی طرق ہیں جیسا کہ حموینی کا قول جو "فرائد" میں ہے وہ بیان ہوچکا ہے. جبکہ روایت ابو سعید اور ابو ہریرہ سے ہی مختص نہیں ہے جبکہ آپ کو معلوم ہے کہ اس کو جابر بن عبداللہ مفسر تابعی مجاہد کی، اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام نے بھی نقل کیا ہے اور علماء نے بھی اپنے سلسلہ ہائے اسناد کو ان دونوں اماموں تک پہونچایا ہے۔

جیسا کہ اس کی روایت علماء اور حفاظ حدیث نے ابن مردویہ سے ہی نہیں بلکہ آپ سیوطی سے "درالمنثور" میں خطیب اور ابن عساکر کی روایت ملاحظہ فرماچکے ہیں۔

ایک جماعت اور بھی ہے جس نے اپنی اسناد کے ساتھ اس روایت کو لکھا ہے جیسے حاکم نیشاپوری حافظ بیہقی، حافظ ابن ابی شیبہ، حافظ دارقطنی حافظ دیلمی اور حافظ حداد وغیرہ اور ان سب نے اس روایت میں کوئی نکتہ نہیں نکالا [۵۵] اور اگر عدم صحت سے مراد یہ ہے کہ وہ روایت عرفہ کے دن اس آیت کے نازل ہونے کو بتانے والی روایت سے ٹکرارہی ہے تو اس صورت میں اس کا ایک طرف کے قطعی حکم کو باطل قرار دینا بے ٹکا پن ہوگا اور فرض کیجئے کہ اس کی نظر میں دوسری صورت ترجیح رکھتی ہو تب بھی اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ صورت قطعی طور پر باطل ہو جیسا کہ دو حدیثوں کے تعارض کی صورت میں ایسا ہی ہوتا ہے خاص کر جبکہ دونوں صورتوں کا اس طرح اکٹھا کرنا ممکن ہے کہ آیت دو مرتبہ نازل ہوتی ہے جیسا کہ سبط ابن جوزی نے احتمال دیا ہے بالکل دوسری بہت سی آیتوں کی طرح جو ایک سے زیادہ مرتبہ نازل ہوئی ہیں جن میں ایک بسم اللہ ہے جو ایک بار مکہ میں اور دوسری بار مدینہ میں نازل ہوئی۔

اس کے علاوہ جس روایت میں اس آیت کا نزول غدیر کے دن بتایا گیا ہے اس کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن کو ہم پہلے ہی رازی اور ابی سعود وغیرہ سے نقل کر چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ نبیؐ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صرف اکیاسی یا بیاسی دن زندہ رہے سیوطی نے اپنی اس ہٹ دھری میں ابن کثیر کی پیروی کی ہے چونکہ اس نے اپنے سلسلے سے حدیث نقل کرنے کے بعد کہا ہے: یہ حدیث نہ اس کے لائق ہے اور نہ اس کے قابل[۵۶] پس جو ابتدا کرے وہ زیادہ ظالم ہوتا ہے۔

۱۱۔ میرزا محمد بدخشی نے "مفتاح النجا" میں ابن مردویہ کی روایت کو نقل کیا ہے ان سب کے بعد باعث تعجب آلوسی کا قول ہے جن کا کہنا ہے: شیعوں نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے جب نبیؐ نے علی کرم اللہ وجھہ کے لئے فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جب آیت نازل ہوچکی تو نبیؐ نے فرمایا: "میں دین کے اکمال، نعمتوں کے اتمام اور میری رسالت اور میرے بعد علیؑ کی ولایت سے راضی ہونے پر اس کی بڑائی اور کبریائی بیان کرتا ہوں" مخفی نہ رہے کہ یہ شیعوں کی جعل کردہ روایات میں سے ہے اور ابتدائی امر میں خبر کی رکاکت اس چیز پر گواہ ہے[۵۷]۔

اور ہم یہ احتمال بھی نہیں دے سکتے کہ آلوسی طرق حدیث اور راویوں سے اس قدر ناواقف تھے کہ اس خانہ خراب جہالت نے انھیں اس روایت کو صرف شیعوں کی نسبت دینے پر برانگیختہ کیا بلکہ کچھ اور عوامل و اسباب ہیں جنھوں نے انھیں اس واضح حقیقت کے سامنے جھوٹا بیان دینے اور شور و غل مچانے پر آمادہ کیا ہے انھوں نے یہ گمان بھی نہیں کیا ہوگا کہ ان کے بعد کچھ ایسے لوگ بھی آسکتے ہیں جو اہل سنت کی کتب و روایات دیکھنے کے بعد ان کا محاسبہ کریں گے کیا کوئی ہے ان سے پوچھنے والا کہ انھوں نے

اس روایت کو شیعوں سے کیوں مخصوص کیا ہے؟ جب کہ شیعوں کے علاوہ جن ائمہ تاریخ و حدیث اور اہل تفسیر نے اس روایت کو نقل کیا ہے ان کو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

انھوں نے کہاں سے اس حدیث کی سند کو صرف ابو سعید میں منحصر کیا ہے ؟ جبکہ ابو ہریرہ، جابر بن عبد اللہ، مجاہد اور امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے اس روایت کی سند پہلے بیان ہو چکی ہے۔

حدیث میں جس رکاکت کی بو آلوسی کے مشام میں پہونچی ہے اور جس کو اس نے شیعوں کے مفتریات پر گواہ بنایا ہے وہ کہاں ہے؟

آیا وہ رکاکت اس کے الفاظ میں ہے ؟ ہرگز نہیں۔ اگر آپ تمام احادیث کے مقابلے میں اس کا جائزہ لیں گے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ وہ تعقید، ضعف اسلوب، تکلف بیان، اور ترکیب میں تنافر سے خالی ہے اور خالص عربی زبان میں ہے آیا وہ رکاکت اس کے معنی میں ہے ؟ اس کے معنی میں ایسی کوئی بات نہیں۔ ہاں اگر آلوسی یہ دعویٰ کریں کہ امیرالمؤمنینؑ کی فضیلت میں جو روایتیں ہیں یا جو فضائل ان کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں وہ سب رکیک ہیں اس لئے کہ وہ ان کی فضیلت میں ہیں اور یہ ایسی بات ہے جس کا قائل ہلاکت کے گڑھے سے نجات نہیں پا سکتا۔

کاش مجھے معلوم ہوتا کہ شیعہ اگر صحیح روایتیں نقل کرتے ہیں اور سنیوں کی روایتیں ان کی حمایت کرتی ہیں تو کس گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں ؟ اس کے باوجود وہ ناصبی ہوا میں تیر مارتا ہے اور دشمنی اور عناد میں دیوانہ ہوکر کہتا ہے کہ " شیعوں نے روایت کی ہے..... اور مخفی نہ رہے کہ یہ ان کے مفتریات میں سے ہے"۔

میں اگر چاہوں تو اس کی ضخیم کتاب جن رکیک حدیثوں سے بھری ہے ان کو الگ کرکے بتا سکتا ہوں تاکہ انصاف پسند ناقد رکیک و غیر رکیک میں تمیز پیدا کر سکے لیکن میں

اس سے چشم پوشی کرتا ہوں

کلا انہا تذکرہ فمن شاء ذکرہ و ما یذکرون الا ان یشاء اللہ [58] ۔

۳۔ آیت عذاب واقع

"نص غدیر" کے بعد نازل ہونے والی آیتوں میں ایک آیت سورۂ معارج میں خداوند متعال کا یہ قول ہے " سال سائل بعذاب واقع للکافرین لیس لہ دافع من اللہ ذی المعارج" [59] ۔

شیعہ اس پر یقین رکھتے ہیں اور اہل سنت کے بھی گرانقدر علماء کی کتب تفسیر و حدیث میں اس کا تذکرہ موجود ہے ان علماء کے اسماء ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ حافظ ابو عبید ہروی (متوفی ۲۲۳ یا ۲۲۴ مکہ میں) نے اپنی تفسیر غرائب القرآن میں اس کے بارے میں ایک حدیث نقل کی ہے۔

۲۔ ابو بکر نقاش موصلی بغدادی متوفی ۳۵۱ھ نے اپنی تفسیر شفاء الصدور میں ابو عبید کی مذکورہ حدیث کو نقل کیا ہے۔

۳۔ ابو اسحاق ثعلبی نیشاپوری متوفی ۴۲۷ یا ۴۳۷ ھ اپنی تفسیر الکشف و البیان میں لکھتے ہیں " سفیان بن عیینہ سے خداوند متعال کے اس قول سال سائل بعذاب واقع کے بارے میں پوچھا گیا کہ یہ کس کے بارے میں ہے؟ تو اس نے سائل سے کہا [60] کہ تم نے وہ مسئلہ پوچھا ہے جو اس سے پہلے کسی نے نہیں پوچھا مجھ سے میرے باپ نے اور ان سے امام جعفر صادقؑ اور انھوں نے اپنے آباء سے نقل کیا ہے رسول اللہؐ جب غدیر خم میں پہونچے تو آپ نے لوگوں کو اکٹھا کر کے علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور ارشاد فرمایا " من کنت مولاہ فعلی مولاہ " یہ بات پھیل کر اور شہروں تک پہونچی حرث بن نعمان فہری

کو پتہ چلا تو وہ اپنے ناقہ پر بیٹھ کر چل پڑا چلتے چلتے ابطح پہونچا اپنے ناقہ سے اتر کر اسے بٹھا یا اور بولا اے محمد! آپ نے ہمیں اللہ کے بارے میں حکم دیا کہ ہم گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم نے اسے قبول کیا اپ نے حکم دیا ہم پانچ وقت نماز پڑھیں ہم نے اسے تسلیم کیا آپ نے ہمیں زکات دینے کا حکم دیا ہم نے مان لیا آپ نے ہمیں ایک ماہ کے روزے رکھنے کا حکم دیا ہم نے مان لیا آپ نے ہمیں حج کا حکم دیا ہم نے اسے قبول کیا آپ اس پر بھی راضی نہیں ہوئے یہاں تک کہ اپنے چچا زاد بھائی کے دونوں شانوں کو پکڑکر اسے ہم پر فضیلت عطا کی اور ارشاد فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" آیا یہ آپ کی طرف سے ہے یا خداوند متعال کی طرف سے ہے؟ ارشاد ہوا اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

یہ سن کر حرث بن نعمان یہ کہتاہوا اپنی سواری کی طرف چلا اے اللہ جو بات محمدؐ کہہ رہے ہیں اگر یہ سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہمیں دردناک عذاب میں مبتلا کر ، اتنا کہہ کر وہ واپس مڑا اور ابھی اپنی سواری تک بھی نہیں پونچا تھا کہ خداوند متعال نے آسمان سے ایک پتھر پھینکا جو اس کی کھوپڑی پر پڑا اور مقعد سے خارج ہوگیا اور وہ شخص وہیں ڈھیر ہوگیا تب یہ آیتیں نازل ہوئیں "سئل سائل بعذاب واقع الخ"۔

۴۔ حاکم ابو القاسم حسکانی متوفی ۴۹۰ھ کے بعد نے ایک حدیث اپنی کتاب "دعاۃ الهداۃ الی اداء حق الولاۃ" اپنی اسناد کے ساتھ حذیفہ بن الیمان [۳] سے نقل کی ہے اور دوسری اسناد کے ساتھ ایک حدیث امام جعفر صادقؑ اور ان کے آباء سے نقل کی ہے۔

۵۔ ابو بکر۔یحییٰ قرطبی متوفی ۵۶۷ھ نے اپنی "تفسیر" میں سورۂ معارج میں ایک حدیث اس بارے میں بیان کی ہے۔

۶۔ شمس الدین ابو مظفر سبط ابن جوزی حنفی متوفی ۶۵۴ھ نے ایک حدیث اپنی "تفسیر" میں ابو اسحاق ثعلبی سے نقل کی ہے[۲]۔

۷۔ شیخ ابراھیم بن عبد اللہ یمنی و صابی شافعی نے اپنی کتاب "الاکتفاء" میں اس سلسلہ میں ثعلبی کی حدیث نقل کی ہے۔

۸۔ شیخ الاسلام حموینی متوفی ۷۲۲ھ نے فرائد السمطین میں اپنے اسناد کے ساتھ باب ثالث عشر میں اس بارے میں ثعلبی کی حدیث نقل کی ہے

۹۔ شیخ محمد زرندی حنفی متوفی ۷۵۰ھ کے بعد نے اس حدیث کو اپنی دو کتابوں معارج الاصول اور درر السمطین میں نقل کیا ہے۔

۱۰۔ شہاب الدین احمد دولت آبادی متوفی ۸۴۹ھ نے اپنی کتاب ہدایۃ السعداء کے "جلوۂ ثانیہ" کی ہدایت ثامنہ میں ایک حدیث اس بارے میں نقل کی ہے۔

۱۱۔ نور الدین ابن صباغ مالکی مکی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں لکھا ہے[۳]۔

۱۲۔ سید نور الدین حسنی سمہودی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے اس کو جواہر العقدین میں لکھا ہے۔

۱۳۔ ابو السعود عمادی متوفی ۹۸۲ھ نے اس کے بارے میں ایک حدیث نقل کی ہے[۴]۔

۱۴۔ شمس الدین شربینی قاہری شافعی متوفی ۹۷۷ھ اپنی تفسیر[۵] میں لکھتے ہیں:

اس شخص میں اختلاف ہے ابن عباس نے لکھا ہے کہ وہ عفر بن حرث ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ حرث بن نعمان ہے جب اسے نبیؐ کا یہ فرمان معلوم ہوا " من کنت مولاہ فعلی مولاہ " تو وہ اپنے ناقہ پر سوار ہو کر چل پڑا یہاں تک ابطح پہنچا وہاں اس نے اپنا ناقہ

بٹھایا اور بولا اے محمد ! آپ نے ہمیں اللہ کی طرف سے یہ حکم دیا کہ ہم یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں ہم نے آپ کی یہ بات مان لی، آپ نے فرمایا ہم پانچ وقت نماز پڑھیں اور اپنے اموال کی زکات دیں ہم نے آپ کا یہ حکم بھی مان لیا آپ نے فرمایا ہم ہر سال ماہ رمضان میں روزے رکھیں ہم نے آپ کی بات تسلیم کی آپ نے حج کا دستور دیا ہم نے بروئے چشم مانا پھر بھی آپ راضی نہیں ہوئے یہاں تک کہ اپنے چچا زاد بھائی کو ہم پر فضیلت عطا کردی آیا یہ آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟

یہ سننا تھا کہ نبیؐ نے فرمایا: اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے

جواب سن کر حرث یہ کہتا ہوا واپس مڑا "اے اللہ اگر محمدؐ کی بات حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہمیں دردناک عذاب میں مبتلا کر!

پس خدا کی قسم وہ اپنے ناقہ تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ خدا نے آسمان سے ایک پتھر نازل کیا جو اس کے سر پر پڑا اور مقعد سے خارج ہوگیا اور اسے مار ڈالا تب یہ آیت نازل ہوئی سال سائل الخ۔

۱۵۔ سید جمال الدین شیرازی متوفی ۱۰۰۰ھ نے اپنی کتاب "الاربعین فی مناقب امیر المؤمنین" میں تیرہویں حدیث اسی سلسلہ میں امام جعفر صادقؑ اور ان کے آباء سے نقل کی ہے۔

۱۶۔ شیخ زین الدین مناوی شافعی متوفی ۱۰۳۱ھ نے اس کو "حدیث الولایۃ" کی شرح میں ذکر کیا ہے[۲۸]۔

۱۷۔ سید ابن عیدروس حسینی یمنی متوفی ۱۰۴۱ھ نے اس کو اپنی کتاب "العقد

الدنیوی والسرا لمصطفوی" میں ذکر کیا ہے۔

۱۸۔ شیخ احمد بن باکثیر مکی شافعی متوفی سنہ ۱۰۴۷ھ نے اس کو اپنی کتاب "وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل" میں نقل کیا ہے۔

۱۹۔ شیخ عبد الرحیم صفوری شافعی نے حدیث قرطبی نقل کی ہے[۲۰]۔

۲۰۔ شیخ برہان الدین علی حلبی شافعی متوفی سنہ ۱۰۴۴ھ نے "سیرت حلبیہ" ج ۳ ص ۳۰۲ میں لکھا ہے۔ جب پیغمبر اکرمؐ کا یہ ارشاد "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" تمام شہروں اور ملکوں میں پہنچا تو حرث بن نعمان فہری کو بھی پتہ چلا وہ مدینہ آیا باب مسجد کے پاس اپنے ناقہ کو بٹھا کر مسجد میں داخل ہوا نبیؐ اصحاب کے حلقہ میں تشریف فرما تھے وہ آیا اور آنحضورؐ کے سامنے دو زانو بیٹھا اور عرض کی (اے محمد......)

۲۱۔ سید محمود بن محمد قادری مدنی نے اپنی تالیف "صراط السوی فی مناقب النبی" میں لکھا ہے کہ نبیؐ کا یہ قول "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کئی بار بیان ہو چکا ہے کہتے ہیں کہ جب حارث بن نعمان مسلمان تھا جب اس نے یہ حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" سنی تو اس کو نبیؐ کی نبوت میں شک ہوا اور بولا اے اللہ! اگر محمد جو کچھ کہتے ہیں یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہمیں دردناک عذاب میں مبتلا فرما، یہ کہہ کر وہ اپنی سواری کی طرف چلا ابھی تین قدم بھی نہیں چلا ہوگا کہ خداوند متعال نے آسمان سے ایک پتھر برسایا جو اس کی کھوپڑی سے داخل ہوا اور مقعد سے نکل گیا جس سے اس کی موت ہو گئی تب خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی "سئل سائل بعذاب واقع"۔

۲۲۔ شمس الدین حنفی شافعی متوفی سنہ ۱۱۸۱ھ نبی اکرمؐ کے اس قول "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب کچھ صحابہ کو اس کا پتہ چلا تو وہ پھٹ پڑے اور بولے کہ کیا رسول اللہؐ کے لئے یہ کافی نہیں تھا کہ ہم کلمہ گو ہیں نماز قائم

کرتے ہیں اور زکات دیتے ہیں یہاں تک کہ آپ نے ابو طالب کے بیٹے کو ہم پر فضیلت عطا کردی آیا یہ آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے ؟

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے بس یہ علیؑ کے عظیم فضائل کی دلیل ہے[۶۸]۔

۲۳۔ شیخ محمد صدر العالم سبط شیخ ابی الرضا نے اپنی "کتاب معارج العلی فی مناقب المرتضی" میں اس بارے میں ایک حدیث نقل کی ہے۔

۲۴۔ شیخ محمد محبوب العالم نے اپنی مشہور تفسیر، تفسیر شاہی میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

۲۵۔ ابو عبد اللہ زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ[۶۹]۔

۲۶۔ شیخ احمد بن عبدالقادر حفظی شافعی نے اس کو اپنی کتاب "ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواھر اللآل" میں ذکر کیا ہے۔

۲۷۔ سید محمد اسماعیل یمانی متوفی ۱۱۸۲ھ نے اپنی کتاب "الروضۃ الندیۃ فی شرح التحفۃ العلویہ" میں ذکر کیا ہے۔

۲۸۔ سید مومن شبلنجی شافعی مدنی نے اسے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے[۷۰]۔

۲۹۔ استاذ شیخ محمد عبدہ مصری متوفی ۱۳۲۳ھ نے ثعلبی کے حوالے سے[۷۱] ذکر کر کے مختصر طور پر ابن تیمیہ کا اس پر اعتراض نقل کیا ہے جس کے بطلان اور فساد سے عنقریب آپ آگاہ ہوجائیں گے

"وان تکذبوا فقد کذب ام من قبلکم و ما علی الرسول الا البلاغ المبین"[۷۲]۔

حدیث میں ایک نظر

آیۂ کریمہ کے نزول کے سلسلے میں حدیث و تفسیر کی ہماہنگی اور یکسوئی آپ ملاحظہ

فرما چکے اور حدیث کے اثبات میں نصوص و اسانید کی مطابقت اور ان کے قابل قبول ہونے کو بھی آپ نے دیکھ لیا۔

متقدمین و متاخرین میں کوئی شخص ہمیں ایسا نہیں ملا جس نے اس پر اعتراض کیا ہو یا اس کے نقل خیانت کی ہو بلکہ جب انھوں نے دیکھا کہ اس کے رجال ثقہ ہیں تو اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، صرف ابن تیمیہ [۳۰] نے حدیث کے ابطال میں کچھ وجہیں ذکر کی ہیں جس سے اس کی بد طینتی کا اندازہ ہو جاتا ہے چنانچہ مسلمانوں کے کسی بھی فرقہ کے ساتھ بحث و گفتگو میں اس کی سرشت یہی ہے اور وہ اس میں ممتاز ہے ہم یہاں مختصر طور پر ان وجوہ کو ذکر کر کے ان کا جواب پیش کیے دیتے ہیں۔

پہلی وجہ

"واقعہ غدیر" سرکار دو عالمؐ کی حجۃ الوداع سے واپسی پر رونما ہوا۔ اور تمام لوگوں کا اس پر اجماع و اتفاق ہے حدیث میں ہے جب اس واقعہ کی خبر ہر شہر و دیار میں پہنچی تو حارث جو ابطح میں تھا جو مکہ میں ہے وہ آیا حالات کا تقاضا یہ ہے کہ یہ قصہ مدینہ میں پیش آیا ہوا گا پس جس نے روایت جعل کی ہے وہ قصہ غدیر کی تاریخ سے ناواقف تھا۔

جواب

پہلی بات تو یہ ہے کہ حلبی کی "سیرت" سبط ابن جوزی کی "تذکرۃ" اور شیخ محمد صدر العالم کی معارج العلی میں جو روایت پہلے ذکر ہو چکی ہے اس میں سائل کا مسجد میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونا مذکور ہے اگر اس سے مراد مسجد مدینہ ہو اور حلبی نے صراحت کی ہے کہ یہ واقعہ مدینہ میں ہوا لیکن ابن تیمیہ سے یہ سب کچھ ڈھکا چھپا رہا اور وہ پورے یقین کے ساتھ روایت کو جھٹلانے پر آمادہ ہو گیا۔

دوسری بات یہ کہ اس شخص کی حقیقت لغویہ سے چشم پوشی اور اس اندھے تعصب نے اس کے اور روایت کے سامنے تاریکی کے پردے حائل کردیئے اور اس کو اس جہالت کے بھنور میں لاڈو با چنانچہ اس نے یہ گمان کرلیا کہ ابطح مکہ کے اطراف میں کسی جگہ کا نام ہے اگر وہ حدیث لغت، سیرت اور ادب کی کتابیں دیکھتا تو اسے ان کتابوں کے لکھنے والوں کی یہ صراحت معلوم ہوجاتی کہ ابطح ہراس مسیل اور مجری کو کہتے ہیں جس میں چوڑی چوڑی کنکریاں پائی جاتی ہوں اور ان کے اس قول سے بھی آگاہی ہوجاتی جس میں انہوں نے اس کے بعض مصادق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان میں سے مکہ کا بطحاء (یعنی کنکریوں دار مسیل و مجریٰ) بھی ہے اور اسے یہ معلوم ہوجاتا کہ ابطح ہراس سیل و مجریٰ کو کہتے ہیں جس میں ایسی کنکریاں پائی جاتی ہوں شہروں اور جنگلوں کے اطراف واکناف میں کوئی پتھر ہی نہیں کہ وہاں ایسے کنکریوں والے مقامات ہوں۔

بخاری [۲۴] اور مسلم [۲۵] نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ۔ رسول اللہؐ نے ذوالحلیفہ کے "بطحاء" میں اپنا اونٹ بٹھایا اور وہاں نماز پڑھی اور صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ۔ رسول اللہؐ رات کے آخری حصہ میں آرام کی خاطر ذوالحلیفہ میں آئے تو آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ بطحاء مبارکہ میں ہیں [۲۶] اور "امتاع مقریزی" وغیرہ میں ہے کہ نبیؐ جب مکہ سے واپس لوٹے تو ابطح میں رات کا آخری حصہ گزارنے کے بعد مدینہ میں داخل ہوئے رات کے آخری حصہ میں جب آپ ایک وادی میں تھے تو آپ سے عرض کی گئی کہ "آپ بطحاء مبارکہ میں ہیں"

اور صحیح بخاری میں ابن عمر سے روایت ہے، رسول اللہؐ عمرہ کرکے ذوالحلیفہ میں اترا کرتے تھے۔ اور حج کے بعد اس جگہ پر گھنے درخت کے نیچے اترتے تھے کہ جہاں ذو الحلیفہ میں مسجد ہے اور جب کسی جنگ سے لوٹتے تھے جو اس راستہ میں ہوتی تھی یا حج و

عمرہ سے واپس آتے تھے تو وادی کے نشیب میں قیام کیا کرتے تھے اور جب وہاں سے نکلتے تھے تو وادی کے مشرقی کنارے پر بطحاء میں اپنی سواری بٹھایا کرتے تھے اور رات کے آخری حصہ میں صبح تک وہیں آرام فرمایا کرتے تھے[۷۷]۔

اور سمہودی نے ابن شبہ اور بزاز کے سلسلے سے عائشہ سے روایت کی ہے کہ عائشہ کے بقول نبیؐ نے فرمایا: "بطحان علی ترعة ترع الجنة"[۷۸]۔

اور ان تمام احادیث سے بڑھ کر وہ قول ہے جو "حدیث غدیر" میں حذیفہ بن اسید اور عامر بن لیلی کے سلسلہ سے وارد ہوا ہے ان دونوں کا بیان ہے: رسول اللہؐ جب آخری حج بجالاچکے اور اس کے علاوہ آنحضرتؐ نے کوئی حج نہیں کیا تو مکہ سے چل کر جب جحفہ پہنچے تو بطحاء میں جو گھنے درخت تھے ان سے آپ نے لوگوں کو دور رہنے کا حکم دیا، اور جب سب لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں پر بیٹھ گئے تو آپ نے درختوں کے نیچے کی جگہ صاف کروائی جب وہ جگہ صاف ہوچکی تو ظہر کی اذان کہی گئی اور آپ نے ان درختوں کے نیچے لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کی وہ غدیر خم کا دن تھا جب آپ نماز پڑھ چکے تو ارشاد فرمایا: ایھا الناس .... الخ[۷۹]۔

کتب لغت اور سیر بلدان

معجم البلدان میں ہے: لغت میں بطحاء اس مسیل اور مجری کو کہتے ہیں جس میں چوڑی چوڑی کنکریاں ہوں اس کی جمع ابلطح اور بطاح خلاف قاعدہ ہے اور جب اجماع اہل لغت کے مطابق یہ بات صحیح ہے کہ بطحاء کنکریوں والی زمین کو کہتے ہیں تو اس طرح کی زمین جہاں بھی ہوگی وہ بطحاء ہوگی اُبطاح، ضمہ کے ساتھ، بنی یربوع کی رہائش گاہ ہے اور ایک قول یہ ہے بطاح دیار بنی اسد میں ایک پانی کا نام ہے[۸۰]۔

صاحب معجم البلدان کا یہ بھی کہنا ہے: بطحاء اصل میں اس وسیع و عریض مسیل و مجری کو کہتے ہیں جس میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں ہوں۔

نضر کہتے ہیں: ابطح اور بطحاء نرم و پست زمین اور وادی کے نشیبی حصہ کو کہتے ہیں یہ وہ نرم ریتلی زمین ہوتی ہے جس میں کبھی سیلاب جاری ہوتے ہوں کہتے ہیں کہ ہر وادی کی ریتلی زمین آگئے اور بطحاء بھی اس کے مانند ہے یعنی وہ زمین جس میں نرم کنکریا اور ریت ہو اس کی جمع "ابطح" ہے۔

کچھ لوگوں نے کہا ہے: بطحاء ہر وسیع جگہ کو کہتے ہیں اس کے بارے میں عمرؓ کا قول یہ ہے "بطحوا المسجد" یعنی اس میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں بچھاؤ اور یہ "ذی قار" کے نزدیک ایک مقام ہے، بطحاء "مکہ" اور ابطح بہت وسیع جگہ ہے (یا اس میں "الف" الف ممدودہ ہے مترجم) اور یہی صورت بطحاء ذوالحلیفہ کی بھی ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، نبیؐ ایک جنگ کے لئے روانہ ہوئے تو آپ نے نقب بنی دینار کا راستہ اختیار کیا بطحاء ابن ازھر میں ایک درخت کے نیچے آپ نے پڑاؤ ڈالا جسے "ذات الساق" کہتے ہیں وہاں آپ نے نماز پڑھی جہاں آپؐ کے نام کی مسجد ہے اور بطحاء مغرب میں "تلمسان" کے قریب ایک شہر بھی ہے۔

بُطحان، (ضمہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ مروی ہے) مدینہ میں ایک وادی ہے جو مدینہ کی تین وادیوں، عقیق، بطحان اور قناۃ میں سے ایک ہے، اور ابو زیاد کا قول ہے کہ بطحان "ضباب" کے پانیوں کو کہتے ہیں [۸۱]۔

صاحب معجم البلدان نے یہ بھی لکھا ہے: بَطیحہ، فتحہ اور اس کے بعد کسرہ کے ساتھ ہے اور اس کی جمع "بطائح" ہے۔ بطیحہ اور بطحاء ایک ہی ہیں (یا واحد ہے) سیلاب جب زمین میں پھیل جائے تو کہتے ہیں "تبطح السیل" اسی وجہ سے بطائح کو واسط کہا گیا ہے۔

اور ابن منظور اور زبیدی کہتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے " بطحاء وادی کو کہتے ہیں جس کی مٹی نرم ہو اور اس میں سیلاب جاری ہوتے ہوں " (۴۰).

ابن اثیر کا کہنا ہے : کسی وادی میں بطحاء یا ابطح اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پر سیلاب آتا ہو جس کی وجہ سے وہاں نرم کنکریاں پائی جاتی ہوں.

ابو عمر کا قول ہے : کسی جگہ کو ابطح اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں پانی پھیل جاتا ہے یعنی دائیں بائیں پھیلتا ہے. جمع " اباطح " اور " بطاح " ہے.

صحاح میں ہے " تبطح السیل " یعنی سیلاب بطحاء میں پھیل گیا ہے.

حدیث میں ہے کہ " عمر پہلا وہ شخص ہے جس نے مسجد میں کنکریاں بچھوائیں ، اور کہا کہ وادی مبارک کی کنکریاں مسجد میں بچھاؤ. " تبطیح مسجد " یعنی مسجد میں کنکریاں بچھانا اور فرش کو ہموار کرنا.

اور ابن زبیر کی حدیث میں ہے " فھاب بالناس الی بطحۃ لی تسویتہ " اس نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس کو ہموار کریں " وانبطح الوادی فی ھذاالمکان و استبطح " یعنی اس جگہ وادی کشادہ اور وسیع ہو جاتی ہے اور شہر کے " بطحان " کی طرف نسبت دے کر کہا جاتا ہے " بطحانیون " (۴۱).

اور یعقوبی نے لکھا ہے اور واسط سے ہوتا ہوا " بطائح " میں گرتا ہے اس لئے کہ وہاں اطراف کے متعدد دریاؤں کا پانی جمع ہوتا ہے اور وہاں سے خشک دجلہ میں گرتا ہے پھر بصرہ کی طرف روانہ ہوتا ہے.... اور یوم البطحاء ایام عرب میں سے ہے جو " بطحاء ذی قار " کی طرف منسوب ہونے کے اعتبار سے معروف ہے جس میں کسریٰ اور بکر بن وائل کے درمیان شدید جنگ ہوئی تھی (۴۲).

اور اس سلسلے میں کثیر تعداد میں شعری شواہد بھی پائے جاتے ہیں جن کی بات عربی

زبان میں مستند مانی جاتی ہے ہم ان کا ذکر کر کے بات کو طول نہیں دینا چاہتے [۸۵]

دوسری وجہ

تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ سورہ معارج مکی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایہ آیت " واقعہ غدیر " سے دس یا دس سے زیادہ برس پہلے نازل ہوئی۔

جواب

اجماع اس امر پر ہے کہ مجموعی طور پر یہ سورہ مکہ میں نازل ہوا ہے اس پر اجماع نہیں کہ اس کی ساری آیتیں مکہ میں نازل ہوئی ہیں پس ممکن ہے کہ یہ آیت خاص طور سے مدنی ہو جیسا کہ دوسرے سوروں میں بھی ایسا ہوا ہے۔

اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ سورہ کے مکی یا مدنی ہونے کا مطلب بطور یقین یہ ہے کہ اس کی ابتدائی آیتیں مکی یا مدنی ہوں یا وہ آیت ایسی ہو جس سے سورہ کا نام رکھا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ یہ ترتیب توقیفی ہے نزولی نہیں ہے ممکن ہے کہ یہ آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی ہو لیکن اس کو پہلے سے نازل شدہ آیتوں پر مقدم کر دیا گیا ہو چاہے ہمیں اس کی حکمت کا پتہ نہ ہو جیسا کہ اکثر موارد میں قرآن مجید میں جو ترتیب رکھی گئی ہے اس کی حکمت ہم پر واضح نہیں جس کی بہت سی مثالیں ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱۔ سورہ عنکبوت مکی ہے لیکن اس کے شروع کی دس آیتیں مکی نہیں جیسا کہ طبری [۸۶]، قرطبی [۸۷] اور شربینی [۸۸] کی روایت ہے۔

۲۔ سورہ کہف جو اصل میں مکی ہے لیکن اس کے شروع کی سات آیتیں اور یہ آیت "واصبر نفسک الخ" مدنی ہیں جیسا کہ تفسیر قرطبی [۸۹] اور اتقان السیوطی [۹۰] میں ہے۔

۳۔ سورہ ھود مکی ہے مگر اس کی آیۃ " واقم الصلاۃ طرفی النہار الخ" جیسا کہ تفسیر

زبان میں مستند مانی جاتی ہے ہم ان کا ذکر کرکے بات کو طول نہیں دینا چاہتے [۸۵]

دوسری وجہ

تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ سورہ معارج مکی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیت " واقعہ غدیر " سے دس یا دس سے زیادہ برس پہلے نازل ہوئی۔

جواب

اجماع اس امر پر ہے کہ مجموعی طور پر یہ سورہ مکہ میں نازل ہوا ہے اس پر اجماع نہیں کہ اس کی ساری آیتیں مکہ میں نازل ہوئی ہیں پس ممکن ہے کہ یہ آیت خاص طور سے مدنی ہو جیسا کہ دوسرے سوروں میں بھی ایسا ہوا ہے۔

اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ سورہ کے مکی یا مدنی ہونے کا مطلب بطور یقین یہ ہے کہ اس کی ابتدائی آیتیں مکی یا مدنی ہوں یا وہ آیت ایسی ہو جس سے سورہ کا نام رکھا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ یہ ترتیب توقیفی ہے نزولی نہیں ہے ممکن ہے کہ یہ آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی ہو لیکن اس کو پہلے سے نازل شدہ آیتوں پر مقدم کر دیا گیا ہو چاہے ہمیں اس کی حکمت کا پتہ نہ ہو جیسا کہ اکثر موارد میں قرآن مجید میں جو ترتیب رکھی گئی ہے اس کی حکمت ہم پر واضح نہیں جس کی بہت سی مثالیں ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱۔ سورہ عنکبوت مکی ہے لیکن اس کے شروع کی دس آیتیں مکی نہیں جیسا کہ طبری [۸۶]، قرطبی [۸۷] اور شربینی [۸۸] کی روایت ہے۔

۲۔ سورہ کہف جو اصل میں مکی ہے لیکن اس کے شروع کی سات آیتیں اور یہ آیت " واصبر نفسک الخ " مدنی ہیں جیسا کہ تفسیر قرطبی [۸۹] اور اتقان السیوطی [۹۰] میں ہے۔

۳۔ سورہ ھود مکی ہے مگر اس کی آیۃ " واقم الصلاۃ طرفی النھار الخ " جیسا کہ تفسیر

قرطبی[۹۱] میں ہے اور آیۃ " فلعلک تارک بعض ما یوحیٰ الیک " جیسا کہ سراج منیر[۹۲] میں ہے مکی نہیں ہے۔

۴۔ سورہ مریم مکی ہے مگر اس کی آیت سجدہ اور یہ آیت " و ان منکم الا واردھا الخ " جیسا کہ اتقان سیوطی[۹۳] میں ہے مکی نہیں ہے۔

۵۔ سورہ رعد مکی ہے مگر اس کی آخری بعض آیتیں یا اس کے برعکس اور یہ آیت " ولا یزال الذین کفروا الخ " جیسا کہ قرطبی[۹۴]، رازی[۹۵] اور شربینی[۹۶] نے تصریح کی مکی نہیں ہیں۔

۶۔ سورہ ابراہیم مکی ہے مگر " الم تر الی الذین الخ " اور اس کے بعد والی آیت جیسا کہ قرطبی[۹۷] اور شربینی[۹۸] نے صراحت کی ہے۔

۷۔ سورہ اسراء مکی ہے مگر آیۃ " و ان کادوا لیستفزونک من الارض " سے آیۃ " و اجعل لی من لدنک سلطاناً نصیراً " تک جیسا کہ تفسیر قرطبی[۹۹] رازی[۱۰۰] اور سراج منیر[۱۰۱] میں ہے مکی نہیں ہے۔

۸۔ سورہ حج مکی ہے لیکن اس کی آیۃ " ومن الناس من یعبد و اللہ علی حرف الخ " جیسا کہ تفسیر قرطبی[۱۰۲] رازی[۱۰۳] اور سراج منیر[۱۰۴] میں ہے مکی نہیں۔

۹۔ سورہ فرقان مکی ہے لیکن آیۃ " والذین لا یدعون مع اللہ الٰہ آخر " جیسا کہ تفسیر قرطبی[۱۰۵] اور سراج منیر[۱۰۶] میں ہے مکی نہیں۔

۱۰۔ سورۂ نمل مکی ہے مگر اس کی آیۃ " وان عاقبتم فعاقبوا " سے لیکر آخر سورۂ تک مکی نہیں، چنانچہ قرطبی[۱۰۷] اور شربینی[۱۰۸] نے اپنی تفسیروں میں اس کی صراحت کی ہے

۱۱۔ سورۂ قصص مکی ہے مگر آیۃ " الذین آتیناھم الکتاب من قبلہ " مکی نہیں اور ایک قول ضعیف یہ ہے " ان الذی فرض علیک القرآن " آیت کے آخر تک مکی نہیں جیسا کہ

تفسیر قرطبی[109] اور رازی[110] میں ہے.

۱۲۔ سورہ مدثر مکی ہے مگر ایک قول ضعیف یہ ہے کہ اس کی آخری ایک آیت مکی نہیں[111].

۱۳۔ سورۂ قمر مکی ہے مگر شربینی[112] کا کہنا ہے " سیھزم الجمع و یولون الدبر " مکی نہیں.

۱۴۔ سورہ واقعہ مکی ہے مگر سراج منیر[113] میں ہے کہ اس کی چار آیتیں مکی نہیں

۱۵۔ سورہ مطففین مکی ہے مگر طبری[114] نے روایت کی ہے کہ اس کی پہلی آیت کہ جس سے سورہ کا نام نکالا گیا ہے مکی نہیں.

۱۶۔ سورۂ لیل مکی ہے مگر اس کی پہلی آیت کہ جس سے سورہ کا نام ہے مکی نہیں[115]

۱۷۔ سورہ یونس مکی ہے مگر اس کی " ان کنت فی شک " دو یا تین آیتیں یا آیۂ و " منھم من یومن بہ " ، جیسا کہ تفسیر رازی[116] ، اتقان سیوطی[117] اور تفسیر شربینی[118] میں ہے مکی نہیں.

جیسا کہ بہت سے سورے مدنی ہیں مگر ان میں مکی آیتیں بھی ہیں جن میں سے ایک سورۂ مجادلہ ہے جو دراصل مدنی ہے لیکن اس کی پہلی دس آیتیں کہ جن میں سورے کا نام بھی ہے مدنی نہیں ہیں[119].

۱۔ سورہ بلد ہے جو مدنی ہے مگر اس کی پہلی آیت سے لے کر کہ جس کی وجہ سے سورہ کا نام بلد پڑا ہے چوتھی آیت کے آخر تک ، مدنی نہیں ہیں[120].

ان کے علاوہ بھی کچھ سورے جن کو طوالت کے خوف سے ہم ذکر نہیں کر رہے ہیں.

اس کے علاوہ ایک آیت کا دو مرتبہ نازل ہونا بھی جائز ہے جیسا کہ بہت سی آیتوں

کے بارے میں علماء نے صراحت کی ہے کہ وہ یا موعظہ و نصیحت کی غرض سے یا ان کی اہمیت کی خاطر یا دوسری جگہ ضرورت کی بنا پر دو مرتبہ نازل ہوئی ہیں جیسے "بسم اللہ"، سورۂ روم کی پہلی آیت، آیت روح آیۂ "ماکان للنبی و الذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین"، آیۂ "و ان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ" سورۂ نحل کے آخر تک، "آیۂ "من کان عدواً للہ" آخر تک، آیۂ "اقم الصلاۃ طرفی النہار"، آیۂ "الیس اللہ بکاف عبدہ" اور سورہ فاتحہ، جو ایک بار مکہ میں نازل ہوئی کہ جب نماز واجب کی گئی اور دوسری مرتبہ مدینہ میں نازل کی گئی کہ جب قبلہ کو تبدیل کیا گیا اور دو مرتبہ نازل ہونے کی وجہ سے اس کو مثانی کہتے ہیں[۱۰۱]

تیسری وجہ

آیۂ کریمہ "و اذ قالوا اللھمّ ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃً من السماء۔" سبب کا اتفاق ہے کہ غدیر کے دن سے دو سال پہلے بدر کے بعد نازل ہوئی تھی

جواب

گویا اس شخص کا گمان ہے کہ جس نے یہ ہماہنگ حدیثیں روایت کی ہیں اس کی نظر میں حارث بن نعمان کافر کے وہ کلمات جو سابق میں نازل شدہ آیت کی شکل میں ہیں اور جن کو اس نے دعا کے قالب میں ڈھال کر پیش کیا ہے آیت کی شکل میں اسی روز نازل ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان روایات کو پڑھنے والا اس کے اس جھوٹے خیال سے اچھی طرح آگاہ ہوجائے گا۔

یا اس کی نظر میں گویا سابق میں نازل شدہ ان آیات کو کسی اور کا اپنی زبان سے ادا کرنا ممنوع ہے۔ آیا روایت میں اس کے علاوہ بھی کچھ ہے کہ اس شخص مرتد یعنی "

حارث یا جابر " نے یہ کلمات ادا کئے ہیں لیکن آیا وہی ان کے نزول کا وقت بھی ہے اس میں ایسا کچھ نہیں اس آیت کا نزول بدر میں ہے یا احد میں بہر حال اس شخص نے اس آیت کے الفاظ میں اپنے کفر کا اظہار کیا ہے جیسا کہ اس کے پہلے بھی کفار نے اپنے الحاد کا اظہار کیا تھا مگر ابن تیمیہ تو وجوہ کا انبار لگا کر ثابت شدہ حق کو باطل کرنا چاہتے ہیں.

چوتھی وجہ

یہ آیت مشرکوں نے مکہ میں جو کچھ کہا تھا اس کی وجہ سے نازل ہوئی اور اس وقت ان پر عذاب نازل نہ ہونے کی وجہ ان کے درمیان نبیؐ کا وجود تھا چونکہ خداوند متعال کا ارشاد ہے " و ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم و ما کان اللہ معذبھم و ھم یستغفرون " جب تک آپ ان کے درمیان ہوں گے یا وہ استغفار کرتے رہیں گے خدا ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا.

جواب

مکہ میں مشرکین اور یہاں اس شخص پر عذاب نازل نہ ہونے میں کوئی ربط نہیں اس لئے کہ مولائے حکیم کے افعال حکمت کے تحت مختلف ہوا کرتے ہیں. چونکہ اس کو معلوم تھا کہ کچھ عرصہ کے بعد ان میں سے بعض لوگ ایمان لے آئیں گے یا ان کی "صلبوں" میں مسلمان موجود ہیں پس اگر وہ عذاب نازل کرکے ان کو ہلاک کر دیتا تو رسول کی بعثت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا اور جب خدا نے دیکھا کہ یہ شخص جو ایسی بکواس کرنے کی وجہ سے دین ہدایت سے پچھلے پاؤں پلٹ گیا ہے اس کے اندر وہ خصوصیت نہیں ہے اور اس کی صلب سے کوئی مومن بھی دنیا میں آنے والا نہیں جیسا کہ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو پہچنوایا تھا " و لا یلدوا الا فاجراً کفاراً" کہ یہ صرف فاجر و کافر ہی پیدا کرے گی تو خدا نے اس پر وہ عذاب کرکے جس کی اس نے تمنا کی تھی اس کی طرف

سے ابھرنے والے فساد کی جڑیں ہی کاٹ دیں اور بڑا فرق ہے ان لوگوں میں کہ جن کے ساتھ نرم سلوک روا رکھا گیا اس امید میں کہ وہ ہدایت پاجائیں گے اور ان سے اور ان کی نسلوں سے امت مرحومہ وجود میں آئے گی جب کہ یہ بھی معلوم تھا کہ جس کے اندر یہ دو خصوصیتیں نہیں ہوں گی وہ آئندہ خونریز جنگوں میں موت کا شکار ہوجائے گا یا اس پر عذاب نازل ہوجائے گا اور اسے گمراہی و بے ہودگی پھیلانے کا موقع نہیں ملے گا اور اس شخص میں جس کو شدت عذاب نے لقمۂ اجل بنادیا چونکہ معلوم تھا کہ اس کی زندگی فتنوں کا ماخذ اور کفر و الحاد کا منبع قرار پائے گی نہ اس سے ہدایت کی امید ہے اور نہ اس کی نسل سے ہی کوئی فائدہ پہنچنے والا ہے۔

اور نبی اکرمؐ کا وجود مبارک رحمت ہے جس کی وجہ سے امت سے عذاب ٹلتا ہے لیکن رحمت اسی وقت کامل و مکمل ہوگی جب وہ انسان کے سامنے وسیع و عریض سیدھے راستے پر چلنے کی راہ میں جو موانع ہیں ان کو دور کرے تاکہ جس امر خلافت کو نبی اعظمؐ نے مستحکم و مضبوط بنادیا ہے اس میں کوئی اختلاف پیدا نہ ہو یہی وجہ ہے کہ خداوند عالم نے اس خبیث کو نیست و نابود کردیا چنانچہ نبی اکرمؐ بھی مختلف جنگوں اور لڑائیوں میں اپنی شمشیر براں سے فتنے کی جڑ کو کاٹ دیتے تھے اور جس شخص کو دیکھتے تھے کہ یہ سرکش ہے اور اس کے ایمان لانے کی کوئی اُمید نہیں ہوتی تھی اس کو بددعا دیتے تھے اور حضرتؐ کی بد دعا بارگاہ رب العزت کے باب اجابت سے ٹکرا کر اپنا اثر دکھاتی تھی۔

"مسلم" نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن مسعود سے روایت کی ہے قریش نے جب رسول اللہؐ کی سخت نافرمانی کی اور اسلام قبول کرنے سے سستی کا مظاہرہ کرنے لگے تو آپ نے عرض کی "اے اللہ! ان کے مقابلہ میں میری سات برسوں سے مدد فرما جس طرح یوسف کی سات برسوں سے مدد کی تھی چنانچہ وہ لوگ قحط کا شکار ہوگئے اور مردار کھانے

تک نوبت آگئی یہاں تک کہ بھوک کی وجہ سے ان کو ہر طرف دھواں ہی نظر آتا تھا، آیۂ کریمہ "یوم تاتی السماء بدخان مبین"[۴۲] کا اسی طرف اشارہ ہے۔ تفسیر رازی میں ہے کہ مکہ میں جب قوم نے نبیؐ کو جھٹلایا تو آپ نے ان کے خلاف بد دعا کرتے ہوئے عرض کی اے اللہ! انھیں ایسے قحط میں مبتلا کر جیسا قحط یوسف کے زمانہ میں آیا تھا چنانچہ بارش بند ہوگئی زمین خشک ہوگئی اور قریش کو اتنی شدت کے ساتھ قحط اور بھوک نے اپنی لپیٹ میں لیا کہ وہ ہڈیاں اور مردار کھانے پر مجبور ہوگئے کوئی شخص جب آسمان کی طرف دیکھتا تھا تو مارے بھوک کے اسے دھواں ہی نظر آتا تھا یہ ابن عباس مقاتل اور مجاہد کا قول ہے جسے فراء اور زجاج نے اختیار کیا ہے اور یہی ابن مسعود کا قول بھی ہے[۴۳]۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ابو زمعۃ الاسود ابن عبدالمطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ اور ان کے دوست نبیؐ کی طرف آنکھ سے اشارے کیا کرتے تھے رسول اللہؐ نے اس کے خلاف بد دعا کی کہ وہ اندھا ہوا اور اس کی اولاد اس کے غم میں روئے چنانچہ وہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھا تھا کہ جبرئیل نے اس کے چہرے اور اس کی آنکھوں پر رخت کے پتوں اور کانٹوں سے اتنا مارا کہ وہ اندھا ہوگیا۔

اس نے کہا۔ رسول اللہ نے مالک بن طلالہ بن عمرو بن غبشان کے لئے بددعا کی تو جبرئیل نے اس کے سر کی جانب اشارہ کیا

جس کی بنا پر اس میں "پاک" بھر گئی اور اس کی موت ہوگئی[۴۴]۔

اور ابن حجر نے طبرانی اور بیہقی کے ذریعہ دلائل میں اور سیوطی نے حاکم سے روایت کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے[۴۵] اور بیہقی اور طبرانی سے اور انھوں نے عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا حاکم بن ابی العاص نبیؐ کے ایک طرف بیٹھا تھا جب آپ تکلم فرماتے تھے تو وہ آپ کو منہ چڑھایا کرتا تھا

حضورؐ نے فرمایا: "کن کذلک" تو ایسا ہی ہو جا چنانچہ اس کے بعد زندگی بھر اس کو منھ ٹیڑھا ہی رہا اسی کے مانند ایک اور حدیث دوسرے طریقے سے بھی اس نے نقل کی ہے۔

اور بیہقی کے[۳۶] کے طریقے سے اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک شخص کو کہیں روانہ کیا تو اس نے آنحضرت کو جھٹلایا آپ نے اس کے لئے بد دعا کی تو اسے مردہ پایا گیا اس حالت میں کہ اس کا پیٹ پھٹا ہوا تھا اور زمین نے بھی اس کو قبول نہیں کیا[۳۷]۔

ان سب روایات سے پتہ چلتا ہے کہ مذکورہ دو آیتوں میں حضورؐ کی موجودگی میں فی الجملہ عذاب کی نفی کی گئی ہے نہ بالجملہ اور یہی وہ چیز ہے کہ جس کی مصلحت عامہ اور حکمت بھی متقاضی ہیں اس لئے کہ ضرورت پڑنے پر "عضو فاسد" کو کاٹنا لازمی ہو جاتا ہے تاکہ بیماری بدن میں سرایت نہ کرے لیکن اگر پورا بدن بیمار ہو اور اس کی بیماری پھیلنے کا خوف نہ ہو تو اس کا علاج کیا جاتا ہے تاکہ وہ صحت یاب ہو جائے۔

خداوند عالم نے قریش کے دین سے پھر جانے کی صورت میں ان پر صاعقۂ عاد و ثمود نازل کرنے کی دھمکی دی تھی اور فرمایا "فان اعرضوا فقل انذرتکم مثل صاعقة عاد و ثمود" اور چونکہ حکم کا مناط و معیار سب کا دین سے پھر جانا تھا اسی وجہ سے ان پر صاعقہ کا عذاب نازل نہیں ہوا چونکہ ان میں مومنین موجود تھے اگر سب کے سب گمراہی پر باقی رہتے تو جس عذاب کی دھمکی دی گئی تھی وہ ان پر نازل ہو کر رہتا۔

اگر رسول اللہؐ کا وجود مبارک ہر طرح کے عذاب سے مانع ہوتا تو نہ عذاب کی دھمکی صحیح تھی اور نہ ان لوگوں کو بددعا لگتی جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور نہ ہی کسی جنگ میں کوئی آپ کے نیزے کی نوک سے موت کے گھاٹ اترتا اس لئے کہ یہ سب عذاب کی قسمیں ہیں خدا ہمیں ان سے محفوظ رکھے۔

پانچویں وجہ

اگر یہ بات صحیح ہو تو وہ اس کو "اصحاب فیل" کے معجزہ کی طرح ایک معجزہ ہونا چاہئے اور ایسی چیز کو ہر آدمی چاہتا ہے کہ نقل کرے لیکن جب ہم نے ارباب مسانید ناقلین فضائل اور تفسیر و سیرت کے میدان میں کمیت قلم کی جولانیاں دکھانے والوں کو دیکھا کہ انھوں نے اس کو سرے سے نظر انداز کردیا ہے اور صرف یہی ایک غیر مقبول سند ہے جس کے ذریعہ اس کو نقل کیا جاتا ہے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ جھوٹ اور باطل ہے۔

جواب

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اس چھوٹے سے جزئی واقعہ کا اس سے مقایسہ و موازنہ نہیں کیا جاسکتا کہ جس سے عالم وقایع میں کوئی اتنا بڑا خلا واقع نہیں ہوتا جس کی پرواہ کی جائے اس کے علاوہ اس امر کے پیچھے ان کے کچھ اغراض و مقاصد ہیں جن کی بنا پر وہ اس واقعہ کو بالکل اس طرح فراموشی کے پردوں کے پیچھے چھپانا چاہتے ہیں جس طرح انھوں نے واقعہ غدیر کو چھپانے کی کوشش کی اور اس کو باطل اور بے اثر بنانے کے لئے قدر چلائے کہ بعید نہیں تھا کہ وہ اپنی نرم گفتاری جھوٹے پروپگنڈے اور جھوٹی حدیثوں کے ذریعہ اپنی آرزو کی تکمیل میں کامیاب ہوجاتے لیکن خدا کب چاہتا ہے کہ اس کا نور خاموش ہو۔

اس واقعہ کا "اصحاب فیل" کے اس عظیم واقعہ سے مقایسہ نہیں کیا جاسکتا کہ جس کا شمار سرکار دو عالم کے کفر شکن معجزات میں ہوتا ہے اور اس میں ایک بڑی قوم کی ہلاکت کی داستان ہے جس کو پوری دنیا نے مشاہدہ کیا اور سب سے ترقی یافتہ امت اس کے مذہبی مقدسات کے بچ جانے اور اس گھر کے محفوظ رہ جانے کا راز مضمر ہے۔ جو

تمام قوموں کی جائے طواف اور حاجیوں کا مقصد ہے جس کے بارے میں لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ہر طرح کی خیرو برکت اس میں ہے جو گھر اس زمانہ میں آوازۂ ربوبی کے بلند ہونے کا سب سے بڑا مظہر تھا.

اس واقعہ کا اس کے ساتھ اس طرح کا مقایسہ کرنا کہ اس کے نقل کئے جانے کے اسباب و علل فراواں تھے سراسر کھلی ہٹ دھری ہے.

یہ بات بالکل واضح ہے کہ پہلے واقعہ کے نقل کئے جانے کے اسباب و عوامل اتنے نہیں تھے جتنے دوسرے کے تھے چنانچہ یہ فرق آپ کو نبیؑ کے معجزوں میں بھی صاف طور پر نظر آئے گا بعض معجزہ ایسے ہیں جن کو صرف اخبارات نے نقل کیا ہے جب کہ بعض متواتر حدیثوں سے نقل ہوئے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور کسی سند کی بھی ضرورت نہیں اس کی وجہ صرف معجزات کی عظمت اور ان کے ساتھ مربوط دوسرے مسائل کے موارد کا مختلف ہونا ہے.

رہ گیا ابن تیمیہ کا یہ دعویٰ کہ اس واقعہ کو طبقات مصنفین نے نظر انداز کیا ہے تو یہ اس کی ایک اور ہٹ دھری ہے چونکہ ہم پہلے ہی ان صاحبان علم کاتبان تفسیر، حافظان حدیث اور مورخین تاریخ کو گنوا چکے ہیں کہ جن کے فضائل سے کتابیں بھری پڑی ہیں اور بہت سے علماء نے ان کے نقش قدم کو اپنایا ہے.

اور آخر میں ہمیں یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ ابن تیمیہ نے جو اس واقعہ کی سند کو غیر مقبول قرار دیا ہے تو اس کا اشارہ کس شخص کی طرف ہے اس لئے کہ اس کی سند پیغمبر اکرمؐ کے عظیم صحابی، حذیفہ بن الیمان کی طرف اور سفیان بن عیینہ کی طرف ہے جن کی امامت، علم، تفسیر، حدیث اور روایت میں ثقہ ہونے کے اعتبار سے مشہور ہے منتہی ہوتی ہے رہ گیا ان دونوں کا سلسلہ سند تو اس کو حافظین، مفسرین، محدثین اور اس علم

کے ماہرین اچھی طرح جانتے ہیں اور انہوں نے اس کو قابل ذکر اور اعتماد پایا ہے اور بغیر ناک بھوں چڑھائے قرآن مجید کی آیت کی اس کے ذریعہ تفسیر کی ہے اور یہ لوگ ایسے نہیں تھے جو اپنی مرضی سے کتاب حکیم کی تفسیر کر ڈالتے۔

جی ہاں! یہ تھی گذشتہ علماء کی روش اس سند کے ساتھ لیکن ابن تیمیہ نے سند کو ناپسند کیا ہے متن میں مناقشہ کیا ہے اس لئے کہ یہ دونوں اس کی بد خصلتی کے ساتھ میل نہیں کھاتیں۔

چھٹی وجہ

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ "حارث مذکور" مسلمان تھا چونکہ اسلام کے پانچ اصولوں کو مانتا تھا اور یہ چیز تو بدیہی ہے کہ عہد نبویؐ میں کسی مسلمان پر عذاب نازل نہیں ہوا۔

جواب

حدیث سے جس طرح حارث کا مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہے اسی طرح اس کا مرتد ہونا بھی ثابت ہوجاتا ہے اس لئے کہ اس نے نبیؐ کے قول کو جھٹلایا اور آنحضرتؐ نے جو خدا کی طرف سے خبر دی تھی اس میں شک کیا اور اس پر عذاب مسلمان ہونے کی حالت میں نازل نہیں ہوا بلکہ کافر اور مرتد ہوجانے کے بعد نازل ہوا چونکہ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ حدیث (غدیر) سننے کے بعد اس نے نبیؐ کی نبوت میں شک کیا تھا[۲۸]۔

علاوہ بر این مسلمانوں نے جب صاحب رسالتؐ کی شان میں گستاخی کی تو ان پر بھی عذاب نازل ہوا جیسا کہ چوتھی وجہ کے جواب میں عرض کی جاچکا ہے۔

مسلم نے اپنی صحیح میں سلمۃ بن اکوع سے روایت کی ہے کہ "نبیؐ کے حضور میں ایک شخص نے بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا آنحضرتؐ نے فرمایا، داہنے ہاتھ سے کھاؤ اس نے

جواب دیا میں داہنے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم کبھی نہیں کھا پاؤ گے کہتے ہیں کہ وہ اس کے بعد کبھی بھی داہنا ہاتھ اپنے منھ تک نہیں لے جا سکا"

اور صحیح بخاری میں ہے " نبیؐ ایک اعرابی (بدو) کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے حضورؐ جب کسی مریض کی مزاج پرسی کے لئے جاتے تھے تو فرمایا کرتے تھے " لا باس طھور " یعنی اس بیماری سے اس کو پاکیزگی حاصل ہوگی چنانچہ حسب معمول آنحضرتؐ نے یہ فقرہ ارشاد فرمایا تو وہ بولا آپ نے فرمایا: "طھور" یعنی اسے پاکیزگی حاصل ہوگی" کلا بل ھی حمی تفور " ہرگز نہیں یہ بخار ہے جس کی گرمی سے یہ بوڑھا جل رہا ہے اور اس کے مارے ہوئے قبروں تک ہی پہنچتے ہیں نبیؐ نے فرمایا: " فنعم اذا" یعنی اگر ایسا ہے تو بہت اچھا ہے چنانچہ دوسرے روز شام سے پہلے وہ فوت ہو چکا تھا[۲۹]

اور " ماوردی " اپنی " اعلام نبوۃ" میں لکھتے ہیں " نبیؐ نے نماز کی حالت میں بال نوچنے سے منع فرمایا اس کے بعد آپ نے ایک شخص کو نماز میں بال نوچتے دیکھا تو فرمایا " قبح اللہ شعرک " خدا تمہارے بالوں کا ستیاناس کرے" چنانچہ اس جگہ سے اس کے بال بالکل جھڑ گئے[۳۰]

ساتویں وجہ

حارث بن نعمان صحابہ میں غیر معروف ہیں نہ ابن عبد البرّ نے استیعاب میں ان کا ذکر کیا ہے اور نہ ابن مندۃ، ابو نعیم اصبہانی اور ابو موسیٰ نے صحابہ کے ناموں کے بارے میں اپنی تالیفوں میں اس کا ذکر کیا ہے پس ہمارے نزدیک اس کا کوئی وجود ہی نہیں۔

جواب

صحابہ کے ناموں کے سلسلہ میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں تمام صحابیوں کے

نام ذکر نہیں کئے گئے ہیں بلکہ ہر لکھنے والے نے اتنے ہی صحابیوں کے اسماء ذکر کئے ہیں جتنوں کا انہیں سراغ مل پایا ہے جو رہ گئے ہیں ان کو بعد کے مولفین نے کتابوں کی نامعلوم وادیوں سے تلاش کر کے لکھا ہے.

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ ناموں والی کتاب جو ہم نے دیکھی وہ ہے ابن حجر عسقلانی کی "الاصابة بتمییز الصحابہ" لیکن اس کے باوجود اپنی کتاب کے آغاز میں کہتے ہیں: دینی علوم میں سب سے برتر حدیث نبوی کا علم ہے اور اس کی معرفت کا بہترین ذریعہ رسول اللہ کے اصحاب کو بعد میں آنے والوں سے ممیز کرنا ہے بہت سے حفاظ حدیث نے اس بارے میں اپنی اپنی معلومات کے مطابق کتابیں لکھی ہیں.

سب سے پہلا شخص جس نے اس سلسلہ میں کتاب لکھی تھی ابو عبد اللہ بخاری ہے جس نے اس بارے میں ایک الگ کتاب لکھی ہے اور اس سے ابو القاسم بغوی وغیرہ نے روایت کی ہے اور صحابہ اور ان کے بعد آنے والوں کے ناموں کو اس کے طبقہ مشایخ نے جیسے خلیفہ بن خیاط اور محمد بن سعد اور کچھ اس کے معاصرین جیسے یعقوب بن سفیان اور ابو بکر بن ابی خیثمہ نے جمع کیا ہے.

اور ان کے بعد کی ایک جماعت جیسے ابو القاسم بغوی، ابو بکر بن ابی داؤد اور عبدان نے اور ان سے پہلے بہت کم افراد جیسے مطین نے اس سلسلہ میں کتابیں تصنیف کی ہیں اس کے بعد یہ کام علی بن سکن ابو حفص بن شاہین ابو منصور الماوردی ابو حاتم بن حبان اور طبرانی نے معجم کبیر میں انجام دیا ہے.

پھر ابو عبد اللہ بن مندۃ اور ابو نعیم نے ان کے بعد ابو عمر بن عبد البرّ نے اور ان نے اپنی کتاب کا نام " استیعاب " رکھا یہ گمان کرتے ہوئے کہ اس سے پہلے والوں کی کتابوں میں جو کچھ تھا سب اس نے سمیٹ لیا ہے مگر اس کے باوجود اس سے بہت کچھ

چھوٹ گیا اس پر ابوبکر بن فتحون نے مکمل حاشیہ لگایا اور کچھ اور لوگوں نے اپنی عمدہ تصنیفات میں اس پر حاشیئے لگائے اور ابو موسیٰ مدینی نے علی بن مندہ کی کتاب پر مفصل حاشیہ لگایا۔

اور اپنے افراد کے زمانہ میں متعدد دوسرے حضرات نے بھی اس سلسلہ میں کتابیں لکھی ہیں جن کا شمار کرنا مشکل ہے پھر ساتوں صدی کے شروع میں عزالدین ابن اثیر نے ایک مفصل کتاب لکھا جس کا نام اسد الغابہ رکھا اور گذشتہ بہت سی تصانیف کو اس میں جمع کردیا لیکن اس نے بھی اسلاف ہی کی روش اپنائی اور صحابیوں کے ساتھ غیر صحابیوں کو مخلوط کردیا اور ان کتابوں میں جو اکثر کوتاہیاں تھیں ان پر بھی توجہ نہیں کی۔ پھر حافظ ابو عبد اللہ ذھبی نے ان کی کتاب میں جو صحابیوں کے نام تھے ان کو الگ کر کے ان پر کچھ اور صحابیوں کا اضافہ کیا اور جن کا نام غلطی سے لکھا گیا تھا یا جن کا صحابی ہونا صحیح نہیں تھا ان کا پتہ لگا لیا لیکن وہ مکمل احاطہ نہیں کرپائے میں نے بہت سے ایسے صحابیوں کو تلاش کیا ہے جن کا نام نہ ان کی کتاب میں ہے اور نہ اس کتاب کی اصل میں ہے اگر چہ ان دونوں نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔

چنانچہ میں نے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے جس میں صحابہ کو غیر صحابہ سے الگ کیا ہے۔

لیکن اس ساری تگ و دو کے باوجود ابی زرعہ کی روایت میں صحابیوں کی جو تعداد بتائی گئی ہے اس کے مقابلے میں ہم ان کے عشر عشیر ناموں کا بھی پتہ نہیں لگا پائے ہیں ابو زرعہ کہتے ہیں نبیؐ کی وفات کے وقت ایک لاکھ سے زیادہ مرد و عورت ایسے تھے جنہوں نے حضورؐ کو دیکھا تھا یا ان کی آواز سنی تھی اور دیکھ کر یا حضرت سے سن کر روایت نقل کی تھی ابن فتحون استیعاب کے حاشیہ میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ تو ابو زرعہ نے اس شخص کے سوال کا جواب دیا تھا جس نے خاص طور سے راویوں کی

تعداد پوچھی تھی اب غیر راوی کتنے رہے ہوں گے!

اس کے باوجود استیعاب میں جن حضرات کا نام یا کنیت کے ساتھ ذکر ہے ان کی تعداد ساڑھے تین ہزار ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کارنامے کے باوجود اس نے تقریباً اتنے ہی اور نام ذکر کئے ہیں میں کہتا ہوں کہ میں نے حافظ ذھبی کی تحریر پڑھی ہے جو اس کی کتاب کی پشت پر ہے وہ کہتے ہیں شاید کل ملا کر آٹھ ہزار ہیں اگر زیادہ نہ ہوں تو کم بھی نہیں ہوں گے اس کی ایک اور تحریر میں نے پڑھی ہے کہ اسد الغابہ میں پوری تعداد سات ہزار پانچ سو چوّن ہے اور قول ابی زرعہ کی تائید صحیحین کی دو روایتوں سے ہوتی ہے ایک روایت کعب بن مالک سے ہے جو قصۂ تبوک کے بارے میں ہے کہ تبوک میں لوگوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ جس کو ایک بڑے دیوان میں بھی نہیں لکھا جا سکتا تھا اور دوسری روایت ثوری کی ہے جس کو خطیب نے اپنی سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے کہ عثمان کے بر خلاف جو لوگ علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ لگ بھگ بارہ ہزار سے زیادہ تھے اور ان سب نے نبیؐ اپنی وفات کے وقت راضی تھے نووی کہتا ہے: یہ نبیؐ کی وفات کے بارہ سال بعد کا واقعہ ہے جب کہ خلافت ابو بکر کے دور میں جنگوں اور فتوحات میں اتنے لوگ کام آگئے تھے کہ جن کے اسماء ذکر نہیں کئے گئے اس کے بعد عمر کے دور خلافت میں، فتوحات اور طاعون عام اور عمواس (۱۱۲) کی وجہ سے اتنے لوگ لقمہ اجل بنے کہ جن کی تعداد بے حد و حساب ہے ان کے اسماء مخفی رہ جانے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر بدّو تھے اور زیادہ تر "حجۃ الوداع" میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے (خدا بہتر جانتا ہے)۔

اور "واقعہ غدیر" کے ذیل میں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہؐ کے ساتھ ایک لاکھ یا اس سے زیادہ کا مجمع تھا۔

پس ان کتب میں اتنے جم غفیر کا احاطہ کرنے کی گنجائش کہاں ہے ؟ اور علماء کی یہ رسم بھی نہیں ہے کہ وہ اتنے سارے لوگوں کی پوری سوانح حیات لکھتے پھریں اس لئے کہ اس زمانہ میں قوم کے اکثر افراد پہاڑوں کی چوٹیوں کے پیچھے وادیوں کے نشیب میں جنگلوں اور بیابونوں میں رہتے تھے جنگل اور پہاڑ ان کا وطن ہوتے تھے شہروں اور آبادیوں میں صرف بوقت ضرورت ہی جایا کرتے تھے اور ضرورت کی وجہ سے جتنے دنوں انکو رکنا پڑتا تھا اتنے ہی دنوں میں صحابی و راوی بن جاتے تھے . اس وقت کوئی ایسا دفتر نہیں تھا کہ جس میں آنے جانے والوں کے حالات اور اسماء لکھے جاتے .

پس کسی بھی جستجوگر کے لئے اتنی بڑی امت کے حالات کا احصاء کرنا ممکن نہیں مصنفین نے صرف ان حضرات کے نام لکھے ہیں جن کا ذکر روایتوں میں زیادہ آیا ہے یا جو لوگ واقعات کے لحاظ سے اہمیت کے حامل تھے .

ان سب باتوں کے بعد اگر کوئی کسی شخص کے وجود کا انکار اس بنا پر کرے کہ اس کو کتابوں میں اس کا نام نہ ملا ہو تو وہ شخص انصاف پسندی کے راستے سے منحرف اور بحث کے اصول سے بے بہرہ ہے جب کہ یہ احتمال بھی بعید نہیں کہ صحابہ کے نام لکھنے والوں نے آخر عمر میں مرتد ہوجانے کی بنا پر اس کا نام ہی نہ لکھا ہو

"ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم و لا ھدی و لا کتاب منیر". (۳۳)

حوالہ جات

۱۔ مآخذ ۹۷.

۲۔ الغدیر ج ۱ ص ۲۱۴ تا ۲۲۳.

۳۔ ضیاء العالمین شریف فتونی کی.

۴۔ ما نزل فی امیر المؤمنین میں ابن عباس کی اسناد سے ملاحظہ ہو.

۵۔ در المنثور ج ۲ ص ۲۹۸ اور فتح القدیر ج ۲ ص ۵۷.

۶۔ اس کو وصابی شافعی نے "الاکتفاء" اور متقی ہندی نے کنزل العمال ج ۶ ص ص ۱۵۳ پر نقل کیا ہے.

۷۔ پہلی دو حدیثوں کو ان سے سیوطی نے در المنثور ج ۲ ص ۲۹۸، شوکانی نے فتح القدیر، اربلی نے کشف الغمہ ص ۹۴ میں زر اور ابن مسعود نے نقل کیا ہے اور دوسری دو حدیثوں کو ان سے اربلی نے کشف الغمہ ص ۹۴ پر نقل کیا ہے.

۸۔ دو حدیثوں کو ابن بطریق نے "عمدہ" ص ۴۹ ابن طاؤوس نے طرائف میں اربلی نے کشف الغمہ میں نقل کیا ہے اور طبرسی نے مجمع البیان ج ۲ ص ۲۲۳ پر دوسری دو حدیثوں کو ان کی تفسیر کشف و بیان سے نقل کیا ہے ابن شہر آشوب نے پہلی دو حدیثوں کو مناقب ج ۱ ص ۵۲۶ میں نقل کیا ہے.

۹۔ خصائص نسائی ص ۲۹.

۱۰۔ اسباب النزول ص ۱۵۰.

۱۱۔ طرائف.

۱۲۔ مجمع البیان ج ۲ ص ۲۲۳.

۱۳۔ در منثور ج ۲ ص ۲۹۸، فتح القدیر ج ۲ ص ۵۷.

۱۴۔ ضیاء العالمین.

۱۵۔ اس کے بارے میں آئندہ گفتگو ہوگی.

۱۶۔ عمدۃ القاری فی شرح البخاری ج ۸ ص ۵۸۴.

۱۷۔ فصول المہمہ ص ۲۷.

۱۸۔ تفسیر نیشاپوری ج ۶ ص ۱۷۰.

۱۹۔ شرح دیوان امیر المؤمنین ص ۴۱۵۔

۲۰۔ تفسیر در المنثور ج ۲ ص ۲۹۸۔

۲۱۔ فتح القدیر ج ۳ ص ۵۷۔

۲۲۔ اس نے جو یہ کہا ہے کہ شیعوں کا خیال ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ اس کی روایت صرف شیعوں نے کہا ہے اس لئے کہ اس نے بعد میں سنیوں کے روایت کرنے کا اعتراف بھی کیا ہے اور کچھ روایتیں نقل بھی کی ہیں بلکہ یہ لہجہ اس نے اس لئے اختیار کیا ہے کہ آیت کریمہ سے امیر المؤمنین کی خلافت استفادہ ہوتی ہے ہم نے اس کی دلالت کی بحث بعد پر موکول کر رکھی ہے فی الحال ہم کسی حجت کا جواب نہیں دے رہے ہیں بلکہ اس کا آخری فیصلہ اس کے مقام پر آئے گا انشاء اللہ

۲۳۔ تفسیر روح المعانی ج ۲ ص ۳۴۸۔

۲۴۔ ینابیع المودۃ ۱۲۰۔

۲۵۔ تفسیر المنار ج ۶ ص ۴۶۳۔

۲۶۔ تفسیر طبری ج ۶ ص ۹۸۔

۲۷۔ ملاحظہ کیجئے تفسیر رازی ج ۳ ص ۴۳۵۔

۲۸۔ الاتقان ج ۱ ص ۲۳۔

۲۹۔ تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۳۰۔

۳۰۔ تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۳۸۔

۳۱۔ اتقان السیوطی ج ۱ ص ۲۰۔

۳۲۔ اتقان السیوطی ج ۱ ص ۱۸، فضائل قرآن سے۔

۳۳۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۔

۳۴۔ تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲۴۳۔

۳۵۔ لباب النقول ص ۱۱۷۔

۳۶۔ تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲۴۲۔

۳۷۔ فتح الباری ج ۷ ص ۱۰۱۔

۳۸۔ الحاقہ ۳۸۔ ۳۹۔

۳۹۔ مائدہ ۳

۴۰۔ تفسیر رازی ج ۳ ص ۵۲۹.

۴۱۔ حاشیہ تفسیر رازی ج ۳ ص ۵۲۳.

۴۲۔ الغدیر ج ۱ ص ۲۳۰۔ ۲۳۷.

۴۳۔ ضیاء العالمین.

۴۴۔ ان دونوں حدیثوں کو ابن کثیر نے اپنی تفسیر ج ۲ ص ۱۴ اور بدخشی نے مفتاح النجاہ میں قطیفی نے الفرقۃ الناجیہ میں اربلی نے کشف الغمہ میں ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے.

۴۵۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۹۰.

۴۶۔ العمدۃ ص ۵۲.

۴۷۔ مناقب ص ۸۰.

۴۸۔ مناقب ص ۹۳.

۴۹۔ توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل (شہاب الدین احمد).

۵۰۔ تذکرۃ الخواص ۱۸.

۵۱۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۴.

۵۲۔ البدایہ والنھایہ ج ۵ ص ۲۱۰.

۵۳۔ عنقریب آپ کو روزہ غدیر کی بحث میں اس حدیث کا صحیح ہونا معلوم ہوجائے گا اس نے بلاوجہ اسے ضعیف جتایا ہے حالانکہ حدیث واضح ہے اس کی سند کے تمام رجال ثقہ ہیں.

۵۴۔ اتقان السیوطی ج ۱ ص ۳۱.

۵۵۔ الغدیر ج ۱ ص ۲۳۰ تا ۲۳۷.

۵۶۔ در المنثور ج ۲ ص ۱۴.

۵۷۔ تفسیر روح المعانی ج ۲ ص ۲۴۹

۵۸۔ مدثر ۵۲۔ ۵۰.

۵۹۔ معارج ۱۔ ۳

۶۰۔ تفسیر فرات بن ابراہیم کوفی کی ایک روایت اور کراجکی کی کنز الفوائد میں ہے کہ سائل کا نام

حسین بن محمد الخارقی تھا۔

۶۱۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

۶۲۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۹۔

۶۳۔ الفصول المہمۃ ص ۲۶۔

۶۴۔ تفسیر ابی السعود ج ۸ ص ۲۹۲۔

۶۵۔ سراج المنیر ج ۴ ص ۳۶۴۔

۶۶۔ فیض القدیر فی شرح الجامع الصغیر ج۶ ص ۲۸۸۔

۶۷۔ نزھۃ المجالس ج ۲ ص ۲۴۲۔

۶۸۔ شرح الجامع الصغیر للسیوطی ج ۲ ص ۳۸۷۔

۶۹۔ اس روایت کو شرح المواہب اللدنیۃ ج ۷ ص ۱۴ پر نقل کیا ہے۔

۷۰۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ص ۸۷۔

۷۱۔ تفسیر المنار ج ۶ ص ۴۶۳۔

۷۲۔ العنکبوت ۱۸۔

۷۳۔ ضروریات کا انکار ابن تیمیہ کی عادت اور مسلمانوں پر کیچڑ اچھالنے انھیں کافر و گمراہ قرار دینے میں بہت جری ہے یہی وجہ ہے کہ جب سے اس کی بے تکی باتیں شروع ہوئی ہیں اسی وقت سے علمائے اہل سنت نے آڑے ہاتھوں لیا ہے آپ کے لئے اس کے سلسلے میں " البدر الطالع ج ۲ ص ۲۶۰ پر شوکانی کا قول کافی ہے۔ محمد بن بخاری حنفی متوفی ۸۴۱ھ نے صراحت کی ہے کہ ابن تیمیہ بد عتی اور کافر ہے اس کے بعد اپنی مجلس میں کھلے عام کہتا تھا کہ اگر کوئی ابن تیمیہ کے لئے شیخ الاسلام کا لقب بھی استعمال کرے تب بھی اس کا کفر ہی ظاہر ہے۔

۷۴۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۱۔

۷۵۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۸۴۔

۷۶۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۸۴۔

۷۷۔ صحیح بخاری ج۱ ص ۱۷۵۔

۷۸۔ وفاء الوفاء ج ۲ ص ۲۴۔

۷۹۔ اس روایت کو ابو الفتوح اسعد بن ابی الفضائل عجلی نے "موجز" میں حموینی نے فرائد السمطین میں ابن صباغ مالکی کی نے فصول المہمہ ص ۲۵ پر، شیخ احمد ابو الفضل ابن محمد باکثیر کی شافعی نے وسیلۃ المآل فی مناقب الآل میں اور سمہودی نے حافظ ابن عقدہ اور ابو موسیٰ اور ابو الفتوح سے نقل کیا ہے۔

۸۰۔ معجم البلدان ج ۲ ص ۲۱۳۔

۸۱۔ معجم البلدان ج ۲ ص ۲۱۵۔

۸۲۔ لسان العرب ج ۳ ص ۲۳۹، تاج العروس ج ۲ ص ۴۴۔

۸۳۔ ان سب کے صحاح، قاموس، نھایہ، صراح اور طراز وغیرہ جیسی لغت کی کتابوں میں شواہد موجود ہیں۔

۸۴۔ کتاب البلدان ص ۸۴۔

۸۵۔ جس کو ان کے بارے میں آگاہی درکار ہو وہ الغدیر ج ۱ ص ۲۵۳ کے بعد ملاحظہ فرمائے۔

۸۶۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۸۶۔

۸۷۔ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۳۲۳۔

۸۸۔ السراج المنیر ج ۳ ص ۲۱۱۔

۸۹۔ تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۳۲۶۔

۹۰۔ اتقان السیوطی ج ۱ ص ۹۱۔

۹۱۔ تفسیر قرطبی ج ۹ ص ۱۔

۹۲۔ السراج المنیر ج ۲ ص ۳۰۔

۹۳۔ اتقان السیوطی ج ۱ ص ۱۹۔

۹۴۔ تفسیر قرطبی ج ۹ ص ۲۷۸۔

۹۵۔ تفسیر رازی ج ۲ ص ۲۸۵۔

۹۶۔ السراج المنیر ج ۲ ص ۱۳۷۔

۹۷۔ قرطبی ج ۹ ص ۳۳۸۔

۹۸۔ السراج المنیر ج ۲ ص ۱۵۹۔

۹۹۔ تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۲۰۳.
۱۰۰۔ تفسیر رازی ج ۹ ص ۵۳.
۱۰۱۔ السراج المنیر ج ۲ ص ۲۹۱.
۱۰۲۔ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱.
۱۰۳۔ رازی ج ۶ ص ۹۴.
۱۰۴۔ السراج المنیر ج ۲ ص ۵۱۱.
۱۰۵۔ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱.
۱۰۶۔ السراج المنیر ج ۲ ص ۴۱۷.
۱۰۷۔ تفسیر قرطبی ج ۱۵ ص ۹۵.
۱۰۸۔ سراج منیر ج ۲ ص ۲۰۵.
۱۰۹۔ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۲۳۷.
۱۱۰۔ تفسیر رازی ج ۲ ص ۵۸۵.
۱۱۱۔ تفسیر خازن ج ۲ ص ۳۳۳.
۱۱۲۔ السراج المنیر ج ۴ ص ۱۳۹.
۱۱۳۔ گزشتہ مصدر ج ۴ ص ۱۷۱.
۱۱۴۔ تفسیر طبری ج ۳۰ ص ۵۷.
۱۱۵۔ اتقان سیوطی ج ۱ ص ۱۷.
۱۱۶۔ تفسیر رازی ج ۳ ص ۷۴۳.
۱۱۷۔ اتقان سیوطی ج ۱ ص ۱۵.
۱۱۸۔ السراج المنیر ج ۲ ص ۲.
۱۱۹۔ تفسیر ابی السعود حاشیہ تفسیر رازی ج ۸ ص ۱۴۸، السراج المنیر ج ۴ ص ۲۱۰.
۱۲۰۔ اتقان السیوطی ج ۱ ص ۱۷.
۱۲۱۔ گزشتہ مصدر ج ۱ ص ۴۰، تاریخ خمیس ج ۱ ص ۱۱.
۱۲۲۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۸ اور اس کو بخاری نے اپنی صحیح ج ۲ ص ۳۲۵ پر نقل کیا ہے۔

۳۳۔ تفسیر رازی ج ۷ ص ۳۶۷.

۳۴۔ الکامل ج ۲ ص ۲۷.

۳۵۔ الاصابہ ج ۱ ص ۳۳۵.

۳۶۔ الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۷۹.

۳۷۔ علامہ امینیؒ نے اس سلسلے میں اور حدیثیں بھی نقل کی ہیں جس کو تفصیل درکار ہو وہ الغدیر ج ۱ ص ۲۵۹ کے بعد ملاحظہ فرمائے.

۳۸۔ ملاحظہ فرمائیے صراط السوی ص ۲۲.

۳۹۔ صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۲۷.

۴۰۔ اعلام النبوۃ ص ۸۱.

۴۱۔ بیت المقدس کے راستہ میں "رملہ" سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک دیہات ہے جہاں سے ۱۸ھ میں طاعون کی ابتدا ہوئی اور پھر پورے ملک شام میں پھیل گئی جس کی وجہ سے کثیر تعداد میں صحابی لقمۂ اجل بن گئے.

۴۲۔ لقمان ۲۰.

چوتھی فصل

غدیر پر رسول اعظمؐ کی توجہ خاص

غدیر پر رسول اعظمؐ کی خاص توجہ

۱۔ رسول اعظمؐ کا غدیر کے دن نازل ہونے والی آیتوں کی تبلیغ کرنا

اس سے پہلے ہم تفصیل کے ساتھ خداوند متعال کی غدیر پر خاص توجہ اس کی طرف سے غدیر کو شہرت دینے اور نبیؐ کی حج اکبر سے واپسی کے موقع پر اس جم غفیر میں امر تبلیغ کی انجام دہی کو لازمی قرار دینے کے بارے میں عرض کرچکے ہیں اور یہ کہ خداوند متعال نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس سلسلہ میں مزید آیتیں نازل فرمائیں تاکہ ہر صبح و شام ان کی تلاوت کی جائے اور مسلمان ہر آن اس واقعہ سے باخبر رہیں اور رشد و ہدایت کے اس مرجع کو پہچانیں کہ جس سے دین کے احکام سیکھنا ان پر واجب ہے۔

نبی اعظمؐ کو بھی غدیر کا اتنا ہی خیال تھا چونکہ اس سال حج کے لئے بہت ساری قوموں اور قبیلوں نے کوچ کیا تھا اور وہ گروہ گروہ کی صورت میں جوق در جوق آنحضورؐ کے ساتھ ملحق ہورہے تھے حضورؐ جانتے تھے کہ اس سفر کے اختتام پر انہیں ایک عظیم خبر کو لوگوں تک پہونچانا ہے جس پر دین کی عمارت استوار ہوگی اور اس عمارت کے ستون اور پائے بلند ہوں گے اور جس کی وجہ سے آپ کی امت تمام امتوں کی سردار بنے گی اور مشرق و مغرب کے درمیان اسی کی حکومت چلے گی بشرطیکہ وہ اپنی صلاح کے

بارے میں غور کرے اور اپنی ہدایت کے راستے کو دیکھ لے [۱] لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا.

پیغمبرؐ تبلیغ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ مختلف شہروں سے لوگوں کے گروہ گروہ.. آپ کے گرد جمع تھے جو آگے جا چکے تھے آپ نے انہیں پیچھے بلایا اور جو آرہے تھے انہیں اسی جگہ ٹھرایا گیا اور سب کے کانوں تک یہ بات پہونچائی [۲] اور حاضرین کو حکم دیا کہ وہ یہ بات غائبین تک پہونچادیں. تاکہ یہ سب "حدیث غدیر" کے راوی بن جائیں جن کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی.

حافظ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی اسناد کے ساتھ کتاب "الولایۃ فی طرق حدیث الغدیر" میں زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر جب نبیؐ "غدیر خم" کے مقام پر پہونچے تو وہ دن چڑھنے کا وقت تھا اور شدید گرمی تھی آپ کے حکم سے درختوں کے نیچے کی جگہ صاف کی گئی نماز جماعت کا اعلان کیا گیا ہم سب جمع ہوئے تو آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ [۲] کے بعد ارشاد فرمایا "خداوند متعال نے مجھ پر یہ آیت نازل کی ہے "جو حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے آچکا ہے اسے پہونچادو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو رسالت کا کوئی کام انجام نہ دیا اور اللہ تمہیں لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا [۳] جبرئیل پروردگار کی جانب سے یہ دستور لائے ہیں کہ میں اس مقام پر ٹھر کر ہر سیاہ و سفید کو یہ بتادوں کہ علی بن ابیطالبؑ میرے بھائی اور میرے بعد میرے وصی جانشین اور امام ہیں میں نے جبرئیل سے کہا کہ خداوند متعال سے میرے لئے "عافیت" کی ضمانت لیں چونکہ مجھے معلوم ہے کہ پرہیز گار بہت کم ہیں اور اذیت پہونچانے والے زیادہ ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جو علیؑ کے ساتھ زیادہ رہنے اور ان پر بھرپور توجہ دینے کی وجہ سے میری ملامت کرتے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے مجھے "

اُذن " تک کہہ دیا؟..... چنانچہ خداوند متعال نے ارشاد فرمایا: "و منہم الذین یوذون النبی و یقولون ھو اذن ، قل اذن خیر لکم" [۲۷] ان میں کچھ لوگ نبیؐ کو اذیت پہونچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اُذن (کان کے کچے)... ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ تمہارے لئے اذن خیر ہیں اگر میں چاہتا کہ ان کے نام اور نشانیاں بتاؤں تو بتا سکتا تھا لیکن میں نے ان کی پردہ پوشی کی خاطر ان سے چشم پوشی کی پس خداوند متعال علیؑ کے بارے میں جو پیغام آیا ہے اس کو پہونچائے بغیر راضی نہیں۔

پس اے لوگو! اس پیغام کو سن لو بیشک اللہ نے علیؑ کو تمہارے اوپر ولی اور امام مقرر فرمایا ہے اور ہر ایک پر ان کی اطاعت و فرمانبرداری واجب کی ہے ان کا حکم جاری اور قول نافذ ہے ان کے مخالف پر لعنت اور جو تصدیق کرے اس پر رحمت ہے سن لو اور اطاعت کرو۔

پس بیشک اللہ سبحانہ و تعالیٰ تم لوگوں کا مولا اور علیؑ امام ہیں اس کے بعد امامت ان کی سلب سے میرے بیٹوں میں قیامت تک رہے گی حلال وہی ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حلال کیا ہے اور حرام وہ ہے جس کو اللہ اس کا رسولؐ اور یہ (ائمہ) حرام کردیں کوئی علم ایسا نہیں جس کو خدا نے میرے اندر نہ رکھا ہو اور میں نے اس کو علیؑ تک منتقل نہ کیا ہو پس اس سے گمراہ نہ ہونا اور نہ اس سے منھ موڑنا، وہی ہے جو حق کی ہدایت کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے جو اس کا انکار کرے خدا ہرگز اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا اور نہ اسے دامن مغفرت میں جگہ دے گا خدا پر حتمی ہے کہ وہ ایسا کرے اور ایسے شخص کو ہمیشہ کے لئے سخت عذاب میں مبتلا رکھے جب تک رزق کا نزول اور مخلوق کی بقا کا سلسلہ جاری ہے وہ میرے بعد سب لوگوں سے افضل ہیں جو ان کی مخالفت کرے وہ ملعون ہے اور میرا یہ قول جبرئیل کے ذریعہ اللہ کی طرف سے ہے

" فلتنظر نفس ما قدمت لغد " ہر انسان دیکھ لے گا کہ اس نے آگے کیا بھیجا ہے۔

محکم قرآن کو سمجھو اور متشابہ کی پیروی نہ کرو تمہارے لئے قرآن کی تفسیر صرف وہ کرے گا جس کا ہاتھ میں پکڑنے والا ہوں اور اسے بلند کر کے تمہارے سامنے اعلان کرنے والا ہوں " ان من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ " کہ بلاشبہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے اور اس کی یہ موالات اللہ کی طرف سے ہے جس کو اس نے مجھ پر نازل کیا ہے۔

آگاہ ہو جاؤ! میں نے ادا کر دیا۔

آگاہ ہو جاؤ! میں نے پہونچا دیا۔

آگاہ ہو جاؤ! میں نے سنا دیا۔

آگاہ ہو جاؤ! میں نے واضح کر دیا۔

علیؑ کے علاوہ کوئی بھی میرے بعد مومنین کا امیر نہیں۔ پھر آپ نے حضرت علیؑ کو آسمان کی طرف اتنا بلند کیا کہ مولا کے پاؤں پیغمبرؐ کے گھٹنوں تک پہونچ گئے اور فرمایا: اے لوگو! یہ میرا بھائی، میرا وصی، میرے علم کا وارث اور جس کا مجھ پر اور میرے پروردگار کی کتاب کی تفسیر پر ایمان ہے اس کے لئے میرے بعد میرا جانشین ہے۔

اے اللہ! دوست رکھ اسے جو اس کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو اس کو دشمن رکھے اور لعنت بھیج اس پر جو اس کا انکار کرے اور غضب نازل فرما اس پر جو اس کے حق کا منکر ہو۔

اے اللہ! بیشک علیؑ کی خلافت کے اعلان کے بعد تو نے یہ آیت نازل فرمائی "الیوم اکملت لکم دینکم "[1] آج میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا۔ علیؑ کی امامت کے ذریعہ۔ پس جو لوگ علیؑ اور ان کی صلب سے پیدا ہونے والے میرے

فرزندوں کو قیامت تک امام نہ مانیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال اکارت کر دیئے گئے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

ابلیس نے حضرت آدمؑ کو صفی اللہ ہونے کے باوجود، حسد کی بنا پر جنت سے نکلوا دیا پس تم حسد سے بچو، ورنہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور تمہارے قدم لڑکھڑا جائیں گے سورۂ والعصر (۱) علیؑ ہی کی شان میں نازل ہوا ہے۔

اے لوگو! اللہ اس کے رسولؐ اور اس نور پر ایمان لاؤ جو رسولؐ کے ساتھ نازل ہوا قبل اس کے کہ تمہارے چہرے بگاڑ دیے جائیں یا انہیں پیٹھ کی طرف موڑ دیا جائے یا تم پر ہم ایسی لعنت کریں جیسے اصحاب سبت پر لعنت کی تھی اللہ کا نور مجھ میں ہے پھر علیؑ کی نسل میں امام مہدیؑ تک۔

اے لوگو! عنقریب ایسے امام پیدا ہوں گے جو تمہیں دوزخ کی طرف بلائیں گے لیکن قیامت کے دن ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی اللہ اور میں، دونوں ان سے بیزار ہیں وہ اور ان کے حامی و ناصر اور پیرو کار دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے عنقریب یہ لوگ خلافت کو غصب کر کے اپنی ملکیت بنالیں گے اس وقت اے گروہ جن و انس تم پر آفت آئے گی اور تم پر آگ کے شعلے اور .... برسائے جائیں گے اور تمہاری فریاد نہیں سنی جائے گی تا آخر حدیث (۲)۔

۲۔ رسولؐ کا غدیر کے دن کو اپنی امت کے لئے "عید" قرار دینا

ایک چیز جس سے حدیث غدیر کو شہرت و دوام اور اس کے معنی کو تحقق وجود و ثبوت کے لحاظ سے عروج حاصل ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس روز کو عید قرار دیا گیا ہے جس میں جشن منایا جاتا ہے رات عبادت اور خضوع و خشوع میں گذاری جاتی ہے

مومنین خمس و زکات اور دیگر شرعی رقوم کا حساب کرتے ہیں ناداروں کی کمک کرتے ہیں اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال کے لئے نئی نئی اشیاء خریدتے اور نئے نئے لباس سے خود کو آراستہ کرتے ہیں۔

پس جب دینداروں کی ایک بڑی تعداد اس جشن و سرور کی کیفیت میں ہو تو فطری طور پر انسان اس واقعہ کے اسباب ڈھونڈتا ہے اس کے راویوں کو تلاش کرتا ہے یا وہ واقعہ جس کی یہ خصوصیات ہوں انسان کو اس کے راویوں اور شاعروں کے بارے میں آگاہی دیتا ہے اور یہ آگاہی اس کے لئے اور نئی نسلوں کے لئے ہر سال تازہ ہوتی ہے جس سے اس کے اسناد کی کڑی سے کڑی مل جاتی ہے تمام سلسلے محفوظ ہو جاتے ہیں اس واقعہ کے متن پڑھے جاتے ہیں اور اس سلسلہ میں خبریں دہرائی جاتی ہیں۔

اس سلسلہ میں حقیقت کے متلاشی انسان کے لئے دو چیزیں جاذب نظر ہیں:

پہلی چیز: یہ عید صرف شیعوں سے مخصوص نہیں اگر چہ شیعوں کو اس سے ایک خاص لگاؤ ہے بلکہ مسلمانوں کے دوسرے فرقے بھی اس دن کو عید کے طور پر منانے میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔

چنانچہ بیرونی نے " الآثار الباقیہ عن القرون الخالیة "[۸] میں اس کو مسلمانوں کی عیدوں میں شمار کیا ہے۔

اور ابن طلحہ شافعی کی " مطالب السئول "[۹] میں ہے غدیر کے دن اس نے امیر المومنین کا اپنے اشعار میں ذکر کیا ہے یہ دن خوشی اور عید کا دن ہے اس لئے کہ اسی موقع پر رسول اللہ نے ان کو اس عظیم منزلت پر فائز کیا اور ان کو ایسے شرف سے مشرف فرمایا جو کسی اور کے لئے نہیں۔ یہ بھی لکھا ہے کہ لفظ "مولا" جس معنی میں رسول اللہ کے لئے ہے حضور نے اسی معنی میں علی کو مولا بنایا ہے اور یہ وہ بلند مرتبہ

عظیم منزلت عالی درجہ اور رفیع مقام ہے جو صرف علیؑ سے مخصوص ہے کسی اور سے نہیں، اسی لئے وہ دن آپ کے چاہنے والوں کے لئے عید اور خوشی کا دن قرار دیا گیا ہے۔

کلمہ "اولیاء" سے یہ پتا چلتا ہے کہ اس دن کو عید کے طور پر منانے میں تمام مسلمان شریک ہیں چاہے "اولیائہ" کی ضمیر نبیؐ کی طرف پلٹے یا وصیؑ کی طرف پہلی صورت میں تو بالکل واضح ہے رہ گئی دوسری صورت تو تمام مسلمان امیر المومنین علیؑ سے محبت کرتے ہیں کچھ تو رسولؐ کے بلا فصل خلیفہ کے طور پر اور کچھ چوتھا خلیفہ مان کر محبت کرتے ہیں مسلمانوں میں کوئی ایسا نہیں جو ان سے دشمنی رکھتا ہو چند گنے چنے خوارج کو چھوڑ کر کہ جو دین حنیف سے خارج ہو گئے ہیں۔

تاریخ کی کتابوں سے ہمیں اس عید کے بارے میں مشرق و مغرب میں امت اسلامیہ کے اتفاق اور مصریوں مغولوں اور عراقیوں کی گذشتہ صدیوں میں اس عید کے لوازمات پر خاص توجہ کا پتہ چلتا ہے اس روز ان کے ہاں جماعت کی نمازیں دعائیں تقریریں اور محفلیں ہوتی تھیں جس کی تفصیل کتب معاجم میں موجود ہے۔

ابن خلکان کی الوفیات میں کئی جگہ پر ملتا ہے کہ اس دن کو عید قرار دینے پر سب کا اتفاق ہے چنانچہ مستعلی بن مستنصر کے حالات میں لکھا ہے کہ غدیر خم کی عید کے دن اس کی بیعت کی گئی اور وہ اٹھارہ ذی الحجہ ۴۸۷ھ کا دن تھا[۱۰]۔

مستنصر باللہ عبیدی کے سوانح میں ملتا ہے کہ اس کی وفات ۴۸۷ھ میں جب ذی الحجہ کی بارہ راتیں باقی رہ گئیں تھیں شب پنجشنبہ میں ہوئی۔

وہی شب "عید غدیر" کی شب تھی یعنی ذی الحجہ کی اٹھارہویں رات اور وہ غدیر خُم ہے (خ کے اوپر ضمہ اور م کے اوپر تشدید ہے) میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اس رات کے بارے میں پوچھا کرتے تھے کہ ذی الحجہ کی وہ رات کب آئے گی یہ جگہ مکہ و مدینہ

کے درمیان میں ہے جس میں پانی کا ایک چشمہ ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہاں زمین ولدل ہے۔

جس سال نبیؐ آخری حج کر کے مکہ سے واپس چلے اور اس مقام پر پہونچے اور علیؑ کو اپنا بھائی بنایا اور فرمایا: علیؑ مجھ سے ایسے ہی ہیں جیسے ہارونؑ موسیٰؑ سے تھے۔ اے اللہ! دوست رکھ اسے جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو علیؑ کو دشمن رکھے مدد کر اس کی جو علیؑ کی مدد کرے اور چھوڑ دے اس کو جو علیؑ کو چھوڑ دے۔

شیعوں کو اس سے بڑا لگاؤ ہے حازمی رقمطراز ہے، غدیر مکہ اور مدینہ کے درمیان جحفہ کے نزدیک ایک وادی ہے جہاں نبیؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا تھا یہ جگہ گرمی کی شدت اور ناہمواری کے اعتبار سے مشہور ہے[۱]۔

وہی چیز جس کے بارے میں ابن خلکان کہتا ہے کہ شیعوں کا اس سے گہرا تعلق ہے اس کے بارے میں مسعودی، حدیث غدیر کا ذکر کرنے کے بعد کہتا ہے: علی رضی اللہ عنہ کی اولاد اور ان کے شیعہ اس دن کی بہت تعظیم کرتے ہیں[۲]۔

اسی طرح ثعلبی بھی شب غدیر کو امت کے نزدیک مشہور و مبارک راتوں میں شمار کرتے ہوئے لکھتا ہے یہی وہ رات ہے جس کی صبح کو رسول اللہؐ نے غدیر خم میں اونٹوں کے کجاوں پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں اے اللہ جو علیؑ کو دوست رکھے تو اسے دوست رکھ اور جو علیؑ کو دشمن رکھے تو اسے دشمن رکھ جو علیؑ کی مدد کرے تو اس کی مدد فرما اور جو علیؑ کو چھوڑ دے تو اسے چھوڑ دے شیعہ اس رات کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور اسے عبادت میں بسر کرتے ہیں[۳]۔

اور ان کے اعتقاد کے مطابق یہی نص ہے جو علیؑ کی خلافت بلا فصل کے بارے

میں ہے جو غدیر کے دن نازل ہوئی اس عقیدہ میں وہ اگر چہ اوروں سے الگ ہیں لیکن ابتدا سے ہی اسی امت کا ایک حصہ شمار ہوتے رہے ہیں کہ جس کے نزدیک شب غدیر مشہور نسبت والی راتوں میں سے ہے اور اس نسبت کی شہرت صرف اس عظیم امر کے اعتقاد اور اس کی صبح کی آشکار فضیلت کی وجہ سے ہے جس کو خدا نے یوم مشہود یا عید مبارک قرار دیا ہے۔

اسی اعتقاد کی وجہ سے غدیر کے روز و شب کی حسن و بہجت سے تشبیہ دی جاتی ہے صاحب دیار مصری تمیم بن معز متوفی ۳۷۴ھ اپنے ایک قصیدہ میں کہتا ہے

تروح علینا باحداقها حسان حکتهن من نشرته

نواعم لا یستطعن النهوض اذا قمن من ثقل اردافهنه

حسن کحسن لیالی الغدیر و جئن ببهجة ایامهنه

روز غدیر کے "عید" ہونے کی ایک دلیل شیخین، امہات مومنین، اور دوسرے صحابہ کا سرکار دو عالم کے حکم سے علیؑ کی خدمت میں مبارک باد عرض کرنا ہے جس کی تفصیل آپ انشاء اللہ ملاحظہ فرمائیں گے اور تہنیت صرف عید اور خوشیوں کے مواقع کے لئے مخصوص ہے۔

دوسرا امر

یہ عید دور قدیم یعنی نبی اکرمؐ کے زمانہ سے چلی آرہی ہے اس کی ابتداء حجۃ الوداع کے بعد غدیر کے دن ہوئی۔ جب نبی اکرمؐ اپنی خلافت کبریٰ کے مرکز سے ظاہر ہوتے اور اہل اسلام پر دینی و دنیاوی اعتبار سے ان کے مرکز خلافت کی شان و شوکت نمایاں ہوئی۔ آپ نے دین کے امور کی حد بندی فرمائی اس روز اسلام کا دلدادہ ہر شخص خوش و خرم

حدیث تہنیت

امام محمد بن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث اپنی کتاب "کتاب الولایۃ" میں زید بن ارقم سے نقل کی ہے جس کا زیادہ حصہ پہلے بیان ہو چکا ہے اس کے آخر میں ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا: اے لوگو! اقرار کرو کہ ہم اس بات پر دل سے آپ کے ساتھ عہد کرتے ہیں زبانوں سے میثاق باندھتے ہیں اور ہاتھوں سے بیعت کرتے ہیں کہ ہم اس عہد کو اپنی نسلوں تک منتقل کریں گے اور اس کا بدل نہیں ڈھونڈیں گے آپ بھی ہم پر گواہ ہیں اور خدا بھی گواہی کے لئے کافی ہے جو کچھ میں نے کہا ہے وہ تم سب کہو اور علیؑ کو امیر المؤمنین کہہ کر سلام کرو اور کہو اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس امر پر ہماری ہدایت فرمائی اور اگر وہ ہماری ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے اس لئے کہ خدا ہر آواز اور ہر نفس کی خیانت کو جانتا ہے بس اس کے بعد جو عہد شکنی کرے گا وہ خود نقصان میں رہے گا اور جو اللہ سے کئے گئے عہد کو پورا کرے گا تو عنقریب خدا اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا وہ بات کہو جس سے اللہ تم سے راضی ہو اور اگر تم انکار کرو گے تو خداوند قدوس تم سے بے نیاز ہے۔

زید بن ارقم کہتے ہیں یہ سننے کے بعد لوگ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے: ہاں! ہم نے سنا اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کی دل سے اطاعت کی۔ اور سب سے پہلے نبیؐ اور حضرت علیؑ کے دست مبارک پر بیعت کرنے والوں میں ابو بکر، عمر، عثمان اور طلحہ و زبیر تھے ان کے بعد مہاجرین و انصار اور دوسرے لوگوں نے بیعت کی یہاں تک کہ حضرتؐ نے ظہر و عصر کی نمازیں ایک ساتھ ادا کیں بیعت کا سلسلہ جاری رہا اور مغرب و عشاء کی نمازیں بھی ایک ہی وقت میں پڑھی گئیں اور اسی طرح تین دن تک بیعت ہوتی

رہی۔

اور اس حدیث کو احمد بن محمد طبری نے جو خلیل کے نام سے مشہور ہیں اپنی کتاب "مناقب علی بن ابی طالب" میں جو ۱۲۱۳ھ میں قاہرہ میں تالیف کی گئی تھی اپنے استاد محمد بن ابی بکر بن عبدالرحمان کے طریقہ سے نقل کیا ہے جس میں ملتا ہے۔

"پس لوگ یہ کہتے ہوئے آپ کی بیعت کے لئے چلے" ہم نے سن لیا اور خدا و رسولؐ نے جو ہمیں حکم دیا ہے ہم اس کی اپنے دلوں، اپنی جانوں اور زبانوں اور تمام اعضاء و جوارح کے ساتھ اطاعت کرتے ہیں پھر سب لوگ پوری تحویت کے ساتھ اپنے ہاتھ بڑھا کر رسول اللہؐ اور علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے سب سے پہلے ابو بکر، عمر اور طلحہ و زبیر نے رسول اللہؐ اور حضرت علیؑ کی بیعت کی پھر مہاجرین نے اور ان کے بعد طبقات و مدارج کے لحاظ سے دوسرے لوگوں نے بیعت کی یہاں تک کہ ظہر و عصر کی نمازیں اور پھر مغرب و عشاء کی نماز ایک ہی وقت میں پڑھی گئی اور بیعت کا سلسلہ تین دن تک جاری رہا ایک گروہ کے بعد دوسرا گروہ جب بیعت کرتا تھا تو رسول اللہؐ فرماتے تھے " الحمد لله الذی فضلنا علی جمیع العالمین " اس خدا کا شکر ہے جس ہمیں تمام عالمین پر فضیلت دی اس دن سے بیعت سنت اور رسم بن گئی چنانچہ ایسے لوگوں نے بھی بیعت لی جو اس کے حق دار اور اہل نہیں تھے۔

اور کتاب "النشر و الطی" میں ہے: پس لوگ یہ کہتے ہوئے بڑھے ہاں! ہاں! ہم نے سن لیا اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کی دل و جان سے اطاعت کی اور اپنے دلوں سے اس پر ایمان لائے ہیں اس کے بعد لوگوں نے رسول اللہ اور علیؑ کے ہاتھوں پر بیعت کی یہاں تک کہ ظہر و عصر کی نمازیں ایک ساتھ پڑھی گئیں پھر دن کے باقی حصہ میں بھی بیعت ہوتی رہی اور مغرب و عشاء کی نمازیں بھی ایک ہی وقت میں پڑھی گئیں ہر

جماعت جب رسول اللہؐ کی بیعت کے لئے آتی تھی تو حضور (بارگاہ رب العزت میں) عرض کرتے تھے " الحمد للہ الذی فضلنا علی العالمین " اس خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں عالمین پر فضیلت عطا کی۔

اور مولوی ولی اللہ لکھنوی حدیث غدیر کے ذیل میں " مرآۃ المومنین " میں لکھتے اس کے بعد عمر نے حضرت سے ملاقات کی اور عرض پرداز ہوئے " مبارک ہو آپ کو اے فرزند ابو طالب آپ میرے اور تمام مؤمن و مومنہ کے مولا ہو گئے اور ہر صحابی امیر المؤمنین سے ملاقات کے موقع پر آپ کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتا تھا اور مؤرخ ابن خاوند شاہ متوفی ۹۰۳ھ (۱۴) نے حدیث غدیر کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے جس کا ترجمہ یوں ہے : پھر رسول اللہؐ اپنے مخصوص خیمہ میں تشریف فرما ہوئے اور امیر المومنین علیؑ کو حکم دیا کہ وہ دوسرے خیمہ میں تشریف فرما ہوں اور تمام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ دوسرے خیمہ میں جا کر علیؑ کی خدمت میں مبارکباد عرض کریں، جب لوگ عرض تہنیت سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ نے امہات مومنین کو حکم دیا کہ وہ اس خیمہ میں جائیں اور مبارکباد عرض کریں پس انہوں نے حکم کی تعمیل کی صحابیوں میں سے مبارکباد عرض کرنے والوں میں عمر بن خطاب بھی شامل تھے جن کے الفاظ یہ ہیں " مبارک ہو آپ کو اے فرزند ابو طالب ! آپ میرے اور تمام مؤمنین و مؤمنات کے مولا ہو گئے "(۱۵)۔

مورخ غیاث الدین متوفی ۹۴۲ھ نے حبیب السیر(۱۶) میں یوں لکھا ہے: اس کے بعد نبیؐ کے حکم سے امیر المؤمنینؑ اپنے مخصوص خیمہ میں تشریف فرما ہوئے لوگ آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے اور آپ کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے تھے جن میں عمر بن خطاب بھی تھے انکے الفاظ یہ ہیں "مبارک ہو! مبارک ہو! اے ابو طالب کے

فرزند! آپ میرے اور تمام مؤمنین و مؤمنات کے مولا ہوگئے پھر نبیؐ نے امہات مومنین کو حکم دیا کہ وہ علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر مبارکباد پیش کریں[17]۔

خاص کر شیخین کے مبارکباد عرض کرنے کے واقعہ کو اتنے مفسرین، محدثین اور مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ جن کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ان میں کچھ نے اس کو مسلم قرار دیا ہے اور بعض نے صحیح اسناد کے ساتھ موثق افراد سے نقل کیا ہے کہ جن کا سلسلہ بہت سے صحابیوں پر منتہی ہوتا ہے جیسے ابن عباس، ابی ہریرہ، براء بن عازب اور زید بن ارقم[18] ان میں بعض افراد کے اسماء ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حافظ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے اپنی اسناد کے ساتھ اس کو "مصنف" میں براء بن عازب سے نقل کیا ہے۔

۲۔ حنبلیوں کے امام، احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے اپنی مسند میں عفان سے انھوں نے حماد بن سلمہ سے انھوں نے علی بن زید سے انھوں نے عدی بن ثابت سے اور انھوں نے براء بن عازب سے نقل کیا ہے براء کہتے ہیں: ہم ایک سفر میں رسول اللہؐ کے ہمراہ تھے غدیر خم میں پہونچے تو نماز جماعت کے لئے پکارا گیا رسول اللہؐ کے لئے ایک درخت کے نیچے جگہ صاف کی گئی آپ نے ظہر کی نماز ادا فرمائی اور علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا، "من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اللھم وال من والاہ الخ" جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں اے اللہ! تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے اس کے بعد عمر نے حضرت امیر سے ملاقات کی اور عرض کیا: مبارک ہو آپ کو اے ابو طالب کے فرزند! آپ ہر مؤمن اور مومنہ کے مولا بن گئے[19]۔

۳۔ حافظ ابو عباس شیبانی نسوی متوفی ۳۰۳ھ نے اس واقعہ کو اپنی سند کے ساتھ

براء سے نقل کیا ہے۔

۴۔ حافظ ابو یعلی موصلی متوفی ۳۰۷ھ نے اس کو اپنی مسند میں اپنی سند کے ساتھ براء سے نقل کیا ہے۔

۵۔ حافظ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے حدیث غدیر نقل کرنے کے بعد لکھا ہے پس عمر نے آپ سے ملاقات کی اور کہا مبارک ہو آپ کو اے ابو طالب کے فرزند! آپ میرے اور ہر مومن اور مومنہ کے مولا ہوگئے اور یہ براء بن عازب، ابن عباس اور محمد بن علی کا قول ہے۔[10]

۶۔ حافظ احمد بن عقدہ کوفی متوفی ۳۳۳ھ نے "کتاب الولایۃ" میں اپنی سند کے ساتھ سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں مگر ڈرتا ہوں وہ بولے جو دل چاہے پوچھو اس لئے کہ میں تمہارا چچا ہوں انہوں نے کہا کہ میں غدیر کے دن آپ کے درمیان رسول اللہؐ کے قیام کے بارے میں پوچھتا ہوں اس نے جواب دیا ہاں! دن چڑھے سرکار دو عالم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور علی ابن ابیطالب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ" جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں اے اللہ! اس کو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اس کو دشمن رکھ جو علیؑ سے دشمنی کرے کہتے ہیں پس ابو بکر و عمر نے کہا: اے ابو طالب کے فرزند! آپ ہر مومن و مومنہ کے مولا ہوگئے۔

۷۔ حافظ ابو عبداللہ مرزبانی بغدادی متوفی ۳۸۴ھ نے اس کو اپنی کتاب "سرقات الشعر" میں ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے۔

۸۔ حافظ علی بن عمر دار قطنی بغدادی متوفی ۳۸۵ھ نے اس کو اپنی سند کے ساتھ

لکھا ہے ابن حجر نے ان سے روایت کی ہے [۲۱] اور اس کو انہوں نے اپنی اسناد کے ساتھ ابو ہریرہ سے بھی نقل کیا ہے پھر ان سے خطیب بغدادی نے روایت کی ہے [۲۲]۔

۹۔ حافظ ابو عبداللہ بن بطہ حنبلی متوفی ۳۸۷ھ نے اپنی کتاب "الابانۃ" میں اس حدیث کو اپنے سلسلہ سند کے ساتھ براء بن عازب سے نقل کیا ہے۔

۱۰۔ قاضی ابو بکر باقلانی بغدادی متوفی ۴۰۳ھ نے اسے اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے [۲۳]۔

۱۱۔ حافظ ابو سعید خرکوشی نیشاپوری متوفی ۴۰۷ھ نے اپنی کتاب "شرح المصطفیٰ" میں اپنی سند کے ساتھ احمد بن حنبل کے الفاظ میں نقل کیا ہے اور دوسری اسناد کے ساتھ ابو سعید خدری سے روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں پھر نبیؐ نے فرمایا: مجھے مبارکبا دو، مجھے مبارکباد دو، اس لئے کہ اللہ نے مجھے نبوت سے مخصوص فرمایا اور میرے اہلبیتؑ کو امامت سے؛ پس عمر بن خطاب نے امیر المومنینؑ سے ملاقات کی اور کہا "طوبیٰ لک یا ابا الحسن" مبارک ہو آپ کو اے ابو الحسن! آپ میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا ہوگئے۔

۱۲۔ حافظ ابن مردویہ اصبہانی متوفی ۴۱۶ھ نے اس حدیث کو اپنی تفسیر میں ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے۔

۱۳۔ ابو اسحاق ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ نے اپنی تفسیر "الکشف و البیان" میں اپنی سند کے ساتھ براء بن عازب سے نقل کیا ہے۔

۱۴۔ حافظ ابن سمان رازی متوفی ۴۴۵ھ نے اس کو اپنے سلسلہ سند کے ساتھ براء بن عازب سے نقل کیا ہے اور ان سے محب الدین طبری [۲۴] اور شنقیطی [۲۵] نے نقل کیا ہے۔

۱۵۔ حافظ ابو بکر بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے اس کو بغیر سلسلۂ سند کے براء بن عازب سے نقل کیا ہے[۲۶]۔

۱۶۔ حافظ ابو بکر خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ نے اس کو دو صحیح سندوں کے ساتھ ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے[۲۷]۔

۱۷۔ فقیہ ابو الحسن بن مغازلی متوفی ۴۸۳ھ نے اس کو کتاب "مناقب" میں اپنی سند کے ساتھ ابو ہریرہ سے اور دوسری اسناد کے ساتھ ایک حدیث میں انس سے یوں نقل کیا ہے: پس آپ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر انھیں منبر پر بلند کیا اور فرمایا اے اللہ یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں آگاہ ہو جاؤ کہ میرے نزدیک اس کی وہی منزلت ہے جو موسیٰ کے نزدیک ہارون کی تھی جان لو! کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے راوی کہتا ہے پس علی اپنی مراد پا کر واپس پلٹے عمر بن خطاب آپ کے پیچھے ہو لئے اور کہا مبارک مبارک ہو اے ابو الحسن! آپ میرے اور ہر مسلمان کے مولا ہو گئے۔

۱۸۔ ابو محمد احمد عاصمی نے اس کو اپنی تالیف زین الفتیٰ میں اپنی سند کے ساتھ براء بن عازب اور دوسری سند کے ساتھ سعد بن وقاص سے نقل کیا ہے۔

۱۹۔ حافظ ابو سعد سمعانی متوفی ۵۶۲ھ نے اس کو اپنی کتاب "فضائل الصحابہ" میں اسناد کے ساتھ براء بن عازب سے احمد بن حنبل کے الفاظ میں نقل کیا ہے۔

۲۰۔ حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی متوفی ۵۰۵ھ نے اپنی تالیف میں لکھا ہے: تمام فرقوں کے علماء متفق علیہ طور پر پیغمبرؐ کے غدیر خم کے میدان میں دیے گئے خطبہ میں موجود متن حدیث پر سب کے اتفاق کے ساتھ اجماع کیا ہے نبیؐ نے فرمایا: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے تو عمر نے نے کہا مبارک ہو مبارک ہو! آپ کو اے ابو الحسن! آپ میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے[۲۸]۔

۲۱۔ ابو الفتح اشعری شہرستانی متوفی ۵۴۸ھ ملل و نحل میں لکھتے ہیں اسلام کے کمال اور نظم و نسق کی بہتری کے سلسلہ میں ایک کارنامہ اس وقت انجام پایا جب خداوند متعال کی طرف سے یہ پیغام آیا: "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغتہ رسالتہ" اے رسولؐ جو حکم اللہ کی جانب سے آپ کے پاس آچکا ہے اسے پہونچا دیجئے اگر آپ نے وہ حکم نہ پہونچایا تو رسالت کا کوئی کام انجام نہ دیا، چنانچہ سرکار دو عالم جب غدیر خم میں تشریف فرما ہوئے تو حکم دیا کہ درختوں کے نیچے کی جگہ صاف کی جائے وہ جگہ صاف کی گئی نماز جماعت کا اعلان ہوا اس کے بعد آپؐ نے فرمایا۔ درحالیکہ آپ اونٹوں کے کجاووں پر قیام فرماتھے " من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ وانصر من نصرہ و اخذل من خذلہ " جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اے اللہ! تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو علی کو دشمن رکھے مدد فرما اس کی جو علی کی مدد کرے اور چھوڑ دے اس کو جو علیؑ کو چھوڑ دے اور جدھر وہ رخ کریں حق کو ادھر موڑ دے بتاؤ! کیا میں نے پیغام پہونچادیا! تین بار آنحضرت نے فرمایا امامیہ کا دعویٰ کہ یہ نص صریح ہے پس ہماری نظر میں جس کے نبی مولا تھے اور جس معنی میں بھی تھے اس معنی میں علیؑ بھی اس کے مولا ہیں اور صحابہ نے بھی " تولیت " کے وہی معنی سمجھے ہیں جو ہم نے سمجھے ہیں یہاں تک عمر جب علیؑ کے سامنے ہوئے تو بولے، "طوبیٰ لک یا علی اصبحت مولا کل مومن و مومنۃ" [۲۹] مبارک ہو یا علی!! آپ ہر مومن و مومنہ کے مولا ہوگئے۔

۲۲۔ اخطب الخطباء خوارزمی حنفی متوفی ۵۶۸ھ نے اس کو اپنے ایک طریقہ سے براء بن عازب سے اور دوسرے طریقہ سے ابوہریرہ سے نقل کیا ہے [۳۰]۔

۲۳۔ ابو الفرج ابن جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ نے اس کو اپنی " مناقب " میں احمد

بن حنبل کے طریقہ سے اسناد کے ساتھ براء بن عازب سے "مسند" میں موجود انہیں کے الفاظ میں نقل کیا ہے۔

۲۴۔ فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ نے اس کو اپنی تفسیر کبیر میں نقل کیا ہے[۳۱]۔

۲۵۔ ابو السعادات مجد الدین ابن اثیر شیبانی متوفی ۶۰۶ھ مولا کے معانی بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں اور انہیں میں سے ایک یہ حدیث ہے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے یہاں تک کہ لکھتے ہیں اور عمر کا قول حضرت علیؑ سے "اصبحت مولا کل مومن"[۳۲] آپ ہر مومن کے مولا ہوگئے۔

۲۶۔ ابو الفتح محمد بن علی نطنزی نے اپنی کتاب "الخصائص العلویہ" میں اس کو اپنی اسناد کے ساتھ ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے۔

۲۷۔ عز الدین ابو الحسن ابن اثیر شیبانی متوفی ۶۳۰ھ اپنی اسناد کے ساتھ براء بن عازب سے نقل پرداز ہیں پس عمر بن خطاب نے کہا: یا ابن ابی طالب اصبحت الیوم ولی کل مومن[۳۳] اے فرزند ابو طالب آج آپ ہر مومن کے ولی ہوگئے۔

۲۸۔ حافظ ابو عبد اللہ گنجی شافعی متوفی ۶۵۸ھ نے اپنی اسناد کے ساتھ سعد بن ابی وقاص سے انہی الفاظ میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے جن میں حافظ احمد بن عقدہ کوفی نے نقل کیا ہے اور ان کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں[۳۴]۔

۲۹۔ شمس الدین ابو مظفر سبط ابن جوزی حنفی متوفی ۶۵۴ھ نے اس کو فضائل احمد بن حنبل سے اپنی اسناد کے ساتھ براء بن عازب سے نقل کیا ہے[۳۵]۔

۳۰۔ عمر بن محمد الملاّ نے اس کو "وسیلۃ المتعبدین" میں براء سے احمد بن حنبل کے الفاظ میں روایت کیا ہے۔

۳۱۔ حافظ ابو جعفر محب الدین طبری شافعی متوفی ۶۹۴ھ نے احمد بن حنبل کے طریقہ سے براء اور زید بن ارقم[۳۶] سے نقل کیا ہے اور احمد کے طریقہ سے براء بن عازب کے الفاظ میں اس روایت کو نقل کیا ہے[۳۷]۔

۳۲۔ شیخ الاسلام حموینی متوفی ۷۲۲ھ نے اس کو اپنے سلسلہ سند کے ساتھ ابو ہریرہ سے اور اپنے سلسلوں سے براء بن عازب سے نقل کیا ہے[۳۸]۔

۳۳۔ نظام الدین قمی نیشاپوری نے اس کو اپنی تفسیر "السائر الدائر" میں ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے[۳۹]۔

۳۴۔ ولی الدین خطیب نے اس کو "مشکات المصابیح" مولفہ ۷۳۷ھ کے ص ۵۵۷ پر احمد کے طریقہ سے براء بن عازب اور زید بن ارقم سے نقل کیا ہے۔

۳۵۔ جمال الدین زرندی مدنی (متوفی ۷۵۰ھ سے کچھ زیادہ) نے اس کو اپنی کتاب "درر السمطین" میں حافظ ابو بکر بیہقی کے طریقہ سے اپنی سند کے ساتھ براء بن عازب سے نقل کیا ہے۔

۳۶۔ ابو الفداء ابن کثیر شامی شافعی متوفی ۷۷۴ھ نے اس کو احمد بن حنبل کے الفاظ میں براء بن عازب سے حافظ ابی یعلی موصلی اور حافظ حسن بن سفیان کے طریقہ سے اور براء بن عازب سے ابن جریر کے سلسلہ سے نقل کیا ہے اور موسیٰ بن عثمان حضرمی کی حدیث کو ابو اسحاق کے وسیلہ سے براء بن عازب اور زید بن ارقم[۴۰] سے روایت کیا ہے اور اس کو ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے[۴۱]۔

۳۷۔ تقی الدین مقریزی مصری متوفی ۸۴۵ھ نے اس کو احمد کے طریقہ سے براء بن عازب سے ذکر کیا ہے[۴۲]۔

۳۸۔ نور الدین ابن صباغ مالکی مکی متوفی ۸۵۵ھ نے اس کو احمد اور حافظ بیہقی کے

سلسلہ سے براء بن عازب سے نقل کیا ہے (۴۳).

۲۹۔ قاضی نجم الدین اذرعی شافعی متوفی ۸۷۶ھ نے اس کو بدیع المعانی میں ذکر کیا ہے (۴۴).

۳۰۔ کمال الدین میبذی نے براء بن عازب او زید بن ارقم سے منقول احمد کی حدیث کو امیر المؤمنین کی طرف منسوب دیوان کی شرح میں اس کو ذکر کیا ہے (۴۵).

۳۱۔ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس کو "جمع الجوامع" میں حافظ ابن شیبہ سے نقل کر کے روایت کیا ہے (۴۶).

۳۲۔ نور الدین سمہودی مدنی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے اس کو براء او زید سے احمد کے طریقہ سے نقل کرتے ہوئے روایت کیا ہے (۴۷).

۳۳۔ ابو العباس شہاب الدین قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ نے مولا کے معنی اور قول عمر یعنی "اصبحت مولا کل مومن" کے بارے میں کہا ہے کہ اس سے مراد ہے ہر مومن کے ولی (۴۸).

۳۴۔ سید عبد الوہاب حسینی بخاری متوفی ۹۳۲ھ نے اس کو آیۃ کریمہ "قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا لمودۃ فی القربیٰ" (۴۹) کی تفسیر کرتے وقت براء بن عازب سے نقل کیا ہے اس کے بعد کہتے ہیں اس کو ابو نعیم نے بھی رویات کیا ہے اور ثعالبی نے بھی اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

۳۵۔ ابن حجر عسقلانی ھیثمی متوفی ۹۷۴ھ اس حدیث کے معنی کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں کہ وہ اولیٰ ہیں لیکن یہ نہیں مانتے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اولیٰ بالامامت ہیں۔ بلکہ وہ اتباع اور قرب کے اعتبار سے اولیٰ ہیں یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں اور یہی معنی ابو بکر اور عمر کی سمجھ میں بھی آئے تھے (۵۰).

چنانچہ جب ان دونوں نے اس حدیث کو سنا تو امیر المؤمنین ؑ سے عرض کی "امسیت یابن ابیطالب ؛ مولیٰ کل مومن و مومنة " فرزند ابو طالب ! آپ ہر مومن اور مومنہ کے مولا ہوگئے اس کو دار قطنی نے نقل کیا ہے [۵۱]۔

۴۶۔ سید علی بن شہاب الدین ہمدانی نے اس کو " مودۃ القربیٰ " میں براء سے نقل کیا ہے۔

۴۷۔ سید محمود شیخانی قادری مدنی نے اس کو اپنی کتاب الصراط السوی فی مناقب آل النبی میں ابی یعلی اور حسن بن سفیان سے اور انھوں نے اس کو اپنی اپنی سند میں براء بن عازب سے نقل کیا ہے اس کے بعد حافظ ذہبی کا قول نقل کیا ہے یہ حدیث "حسن" ہے اور جس کو ہم نے ذکر کیا ہے اس پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے۔

۴۸۔ شمس الدین مناوی شافعی متوفی ۱۰۳۱ھ رقمطراز ہیں جب ابو بکر و عمر نے حدیث ولایت سنی تو سعد بن ابی وقاص سے دار قطنی کی روایت ہے کہ وہ کہنے لگے "امسیت یابن ابی طالب مولیٰ کل مومن و مومنة " [۵۲] اے فرزند ابو طالب آپ ہر مومن اور مومنہ کے مولا ہوگئے۔

۴۹۔ شیخ احمد باکثیر مکی شافعی متوفی ۱۰۴۷ھ نے اس کو وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل میں براء بن عازب کے الفاظ میں نقل کیا ہے۔

۵۰۔ ابو عبد اللہ زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ نے دار قطنی کے ذریعہ سعد سے اس کی روایت کی ہے [۵۳]۔

۵۱۔ حسام الدین بن محمد بایزید السھارنپوری نے اس کو " مرافض الروافض " میں براء بن عازب اور زید بن ارقم سے نقل کیا ہے۔

۵۲۔ میرزا محمد بن معتمد خان بدخشانی حارثی جن کی وفات ۱۱۲۶ھ کے بعد ہوئی

انھوں نے اس کو اپنی دو کتابوں " مفتاح النجا فی مناقب آل العبا اور نزل الابرار بما صح فی مناقب آل بیت الاطہار " میں براء بن عازب سے احمد کے طریقہ سے نقل کیا ہے۔

۵۳۔ شیخ محمد صدر العالم نے اس کو معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ میں احمد کے طریقہ سے براء بن عازب اور زید سے نقل کیا ہے۔

۵۴۔ ابو ولی اللہ احمد عمری دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ نے اس کو " قرۃ العینین " میں براء بن عازب اور زید بن ارقم سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کو احمد نے بھی ذکر کیا ہے۔

۵۵۔ سید محمد صنعانی متوفی ۱۱۸۲ھ نے اسکو " الروضۃ الندیۃ شرح التحفۃ العلویہ " میں محب الدین طبری سے اس روایت کو نقل کیا ہے جس کو اس نے احمد کے سلسلہ سے براء سے ذکر کیا ہے۔

۵۶۔ مولوی محمد مبین لکھنوی نے اس کو " وسیلۃ النجاۃ " میں براء اور زید سے نقل کیا ہے۔

۵۷۔ مولوی ولی اللہ لکھنوی نے اس کو " مرآۃ المومنین فی مناقب اھل بیت سید المرسلین " میں احمد کے الفاظ میں نقل کیا ہے۔

۵۸۔ محمد محبوب عالم نے اس کو اپنی " تفسیر شاہی " میں تفسیر نیشاپوری سے ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے۔

۵۹۔ سید احمد زینی دحلان مکی شافعی متوفی ۱۳۰۴ھ لکھتے ہیں عمرؓ علی بن ابیطالبؑ اور اہل بیت رسول اللہؐ سے محبت کرتے تھے اور اس سلسلہ میں ان سے بہت کچھ نقل ہوا ہے منجملہ یہ کہ جب نبیؐ نے فرمایا : " من کنت مولاہ فعلی مولاہ " جس کا میں مولا ہوں

اس کا علی مولا ہے. تو ابو بکر و عمرؓ بولے " امسیت یابن ابیطالب مولی کل مومن و مومنۃ "[۵۴] اے ابو طالب کے فرزند، آپ ہر مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے.

۱۰۔ شیخ محمد حبیب اللہ شنقیطی مدنی مالکی نے اس کو ابن سمان کے طریقہ سے براء بن عازب سے اور احمد کے طریقہ سے زید بن ارقم سے مذکورہ الفاظ میں نقل کیا ہے[۵۵].

ابتدا پر ایک نظر

یہ تہنیت جو معدن نبوت کے حکم کے ساتھ تھی اور بیعت کہ جس کا ذکر ہو چکا ہے اس کے لئے ہاتھ بڑھانا کہ جس کے سلسلہ میں پیغمبرؐ نے خوشی کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا " الحمد لله الذی فضلنا علی جمیع العالمین " اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں تمام عالمین پر فضیلت عطا کی " اس کے علاوہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ اس روز آیہ کریمہ کا نزول کہ جس میں دین کے اکمال نعمتوں کے اختتام اور اس روز جو واقعہ رونما ہوا اس سے خدا کی رضایت کا اعلان ہے اور جب طارق بن شہاب اہل کتاب نے جو عمر کی مجلس میں موجود تھا اس آیت کو پہچانا اور جانا تو کہا اگر یہ آیت[۵۶] ہمارے بارے میں نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو عید قرار دے دیتے[۵۷] اور حاضرین میں سے کسی نے بھی اس کی بات کو ناپسند نہیں کیا بلکہ عمر سے کچھ ایسا دیکھنے میں آیا جس سے اس شخص کے کلام کی تصدیق ہوتی ہے.

یہ سب اس وقت ہوا جب آیت تبلیغ نازل ہو گئی اور اس میں امت کے کچھ تند مزاج عام لوگوں سے خوف زدہ ہو کر اس نص صریح کی تبلیغ میں تاخیر کرنے پر ایک طرح کی تہدید کی جا چکی تھی.

ان سب باتوں کی وجہ سے لا محالہ اس دن کو ایک خصوصیت، عظمت و رفعت

حاصل ہوتی ہے جو خستی مرتبت سرکار دو عالم ائمہ ھدیٰ اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے مومنین کے لئے مسرت و شادمانی کا باعث ہے۔

اور اس دن کو عید کے طور پر منانے سے ہماری مراد یہی ہے اور اس کی خبر رسول اللہؐ پہلے ہی اس روایت میں دے چکے ہیں جس کو فرات بن ابراہیم کوفی نے تیسری صدی میں محمد بن ظہیر سے انہوں نے عبد اللہ بن فضل ہاشمی سے انہوں نے امام صادقؑ سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انہوں نے اپنے آباء سے نقل کی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا "غدیر خم کا دن میری امت کی سب سے بڑی عید ہے اور اسی دن خداوند متعال نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے بھائی علی بن ابیطالب کو اپنی امت کا رہبر مقرر کروں تاکہ وہ میرے بعد ان سے ہدایت حاصل کریں اسی روز خدا نے دین کو مکمل فرمایا اپنی امت پر نعمتیں تمام کیں اور ان کے لئے دین اسلام سے راضی ہوا۔

حضرت کے بارے میں ایک حدیث میں یہ نقل کیا گیا ہے جس کو حافظ ابو سعید خرکوشی نیشاپوری متوفی ۴۰۷ھ نے اپنی تالیف "شرف المطفیٰ" میں اپنی سند کے ساتھ ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے ھنئونی ھنئونی ، ان اللہ تعالی خصنی بالنبوۃ و خص اھل بیتی بالامامۃ مجھے مبارکباد دو مجھے مبارکباد دو اس لئے کہ اللہ تعالی نے مجھے نبوت اور میرے اہل بیت کو امامت سے مخصوص فرمایا ہے۔

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ و الیوم الآخرۃ و ذکر اللہ کثیرا"[۵۸]۔

رسول اعظمؐ کا غدیر کے دن امیر المومنینؑ کو تاج پہنانا

جب اسلامی مملکت کی خلافت کبری کے مالک کی تعیین ہوگئی اور عہد نبوی کی

وراثت و ولایت ان کو مل چکی تو سزاوار تھا کہ بادشاہوں اور امیروں کی رسم کے مطابق ان کو تاج پہنایا جاتا۔

چونکہ سونے کی کلغی والے تاج جن پر جواہرات جڑے ہوئے ہوتے تھے وہ ایرانی بادشاہوں سے مخصوص تھے اور عربوں میں ان کے بجائے صرف عمامے ہوتے تھے جنہیں صرف اعیان و اشراف ہی پہنتے تھے اسی بناء پر رسول اللہؐ سے یہ قول نقل ہوا ہے العمائم تیجان العرب عمامے عربوں کے تاج ہیں اور کو فضائل اور دیلمی نے نقل کیا ہے سیوطی نے اس کو صحیح بتایا ہے[۵۹] اور ابن اثیر نے اس کو نہایہ میں جگہ دی ہے۔

اور مرتضی حنفی زبیدی نے لکھا ہے تاج کلغی، چاندی اور عمامے کو کہتے ہیں اور عمامہ کو بربنائے تاج کہتے ہیں اس کی جمع تیجان اور اتواج ہے عرب عماموں کو تاج سے تعبیر کرتے ہیں اور حدیث میں ہے "العمائم تیجان العرب" عمامے عربوں کے تاج ہیں تیجان تاج کی جمع ہے جس کو بادشاہوں کی خاطر سونے اور جواہرات سے بنایا جاتا ہے اس کی مراد یہ ہے کہ عمامے بادشاہوں کے تاج کے مانند ہوتے ہیں اس لئے کہ اکثر بادیہ نشین کھلے سر رہتے تھے یا کچھ ان میں سے ٹوپیاں پہنتے تھے عمامہ ان میں بہت کم تھے "اکالیل" یعنی کلغی والی ٹوپیاں ملوک عجم کے تاج ہیں اور "توجہ" یعنی اس کو عمامے پہنایا اور سردار بنایا[۶۰]۔

اور جب کسی کو سردار بناتے تھے تو مجازاً کہتے تھے عُمِّمَ یعنی اس کو سردار بنایا گیا اس لئے کہ عمامے عربوں کے تاج ہیں عجم میں تاج ہے تو عرب میں اس کے مقابلے میں عمامے ہے عرب جس کسی کو سردار بناتے تھے تو اسے سرخ عمامہ پہناتے تھے۔ عجم اپنے بادشاہوں کو تاج پہناتے تھے تو انھیں متوج کہتے تھے۔

شبلنجی نے القاب رسول اللہؐ میں سے ایک لقب "صاحب تاج" کو شمار کیا ہے اس

کے بعد کہا ہے اس سے مراد عمامہ ہے اس لئے کہ عمامے عربوں کے تاج ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے[41]۔

اس بنیاد پر رسول اللہؐ نے امیر المومنینؑ کو ایک خاص طرح کا عمامہ پہنایا جس سے عظمت و جلال نمایاں تھا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے اپنا عمامہ "سحاب" کو اس عظیم مجمع میں بطور تاج امیر المومنین کے سر پر رکھا اور اس میں اشارہ ہے کہ جو اس تاج کو پہن لے وہ پیغمبر کی طرف سے مبلغ اور ان کا قائم مقام ہونے کے ساتھ اسی منصب سرداری کا حامل ہے جو سرکار دو عالم کا منصب تھا۔

حافظ عبد اللہ بن ابی شیبہ، ابوداؤد طیالسی، ابن منیع بغوی اور ابو بکر بیہقی نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا: غدیر خم کے دن رسول اللہؐ نے مجھے عمامہ پہنایا اور ایک سرے کو پشت کی طرف ڈھیلا چھوڑ دیا دوسرے الفاظ میں ہے اس کے ایک سرے کو میرے کاندھے پر ڈال دیا۔ اس کے بعد فرمایا: خدا نے بدر و حنین کے دن جن فرشتوں کو میری نصرت کے لئے بھیجا تھا وہ یہی عمامہ پہنے ہوئے تھے اس کے بعد فرمایا: عمامہ کفر اور ایمان کے درمیان حائل ہے اور اس روایت کو سیوطی کے سلسلہ سے سید احمد قشاشی[42] نے "السمط المجید" میں "اعلام اربعہ" سے نقل کیا ہے۔

اور کنز العمال میں دیلمی نے عبد اللہ بن شخیر کی سند سے انہوں نے عبد الرحمان بن عدی بحرانی سے انہوں نے اپنے بھائی عبد الاعلیٰ بن عدی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے علی بن ابیطالب کو بلایا انہیں عمامہ پہنایا اور اس کے ایک سرے کو ان کی پشت کی طرف کھلا چھوڑ دیا[43]۔

حافظ دیلمی نے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ نے حضرت علیؑ کو عمامہ سحاب[44] پہنایا تو فرمایا: اے علی، عمامے عربوں کے تاج ہیں اور ابن شاذان اپنی

"مشیخہ" میں حضرت علیؑ سے نقل کرتے ہیں کہ نبیؐ نے اپنے دست مبارک سے آپ کو عمامہ پہنایا اس کے ایک سرے کو پیچھے اور دوسرے کو آگے کی طرف کھلا چھوڑ دیا اس کے بعد نبیؐ نے فرمایا: پیچھے مڑو، پیچھے مڑو، آپ پیچھے مڑے پھر فرمایا آگے مڑو، آپ آگے مڑے اس کے بعد آپ نے اصحاب کو مخاطب قرار دیکر فرمایا: ھکذا تکون تیجان الملائکۃ، فرشتوں کے تاج اسی طرح کے ہوتے ہیں۔

اور حافظ ابو نعیم نے "معرفۃ الصحابہ" میں اور محب الدین طبری[۲۵] نے عبد الاعلی بن عدی نہروانی سے روایت کی ہے: رسول اللہؐ نے غدیر کے دن علیؑ کو بلاکر عمامہ پہنایا اور اس کا ایک سرا آپ نے پیچھے کی طرف کھلا چھوڑ دیا اس کو علامہ زرقانی نے بھی ذکر کیا ہے[۲۶]۔

اور شیخ الاسلام حموینی نے احمد بن منیع کے طریقہ سے، ایسی سند کے ساتھ جس میں کچھ نامور حافظ ہیں ابی راشد کی روایت حضرت علیؑ سے نقل کی ہے کہ حضرت علی کے قول پیغمبرؐ نے فرمایا: خداوند متعال بدر و احد کے دن ایسے ملائکہ کے ذریعہ میری نصرت فرمائی جو یہی عمامے پہنے ہوئے تھے اور عمامہ، مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان حائل ہے یہ بات آپ نے اس وقت حضرت علیؑ سے کہی جب غدیر خم کے دن آپ کو عمامہ پہنایا جس کے ایک سرے کو کاندھے پر ڈال دیا[۲۷] ایک اور سند کے ساتھ حافظ ابی سعید الشاشی (متوفی ۳۳۵ھ) کے سلسلہ سے انہوں نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا عمامہ "سحاب" پہنایا اور اس کے ایک سرے کو سامنے کی طرف اور دوسرے کو پیچھے کی طرف کھلا چھوڑ دیا اس کے بعد فرمایا: آگے مڑو، علیؑ آگے مڑے، پھر فرمایا پیچھے مڑو، آپ پیچھے مڑے تب حضور نے فرمایا: فرشتے اسی صورت میں میرے پاس آتے ہیں۔

اور انہی الفاظ میں اس روایت کو جمال الدین زرندی حنفی نے "نظم درر السمطین"

میں جمال الدین شیرازی نے اپنی " اربعین " میں اور شہاب الدین احمد نے " توضیح الدلائل " میں نقل کیا ہے انہوں نے اضافہ کیا ہے کہ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا۔

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ وانصر من نصرہ و اخذل من خذلہ " جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا اے اللہ! دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو علی کو دشمن رکھے مدد کر اس کی جو علی کی مدد کرے اور چھوڑ دے اس کو جو علی کو چھوڑ دے۔

اور حموینی نے ایک اور سند کے ساتھ، حافظ ابی عبدالرحمن بن عائشہ کے سلسلہ سے حضرت علیؑ سے ایک روایت نقل کی ہے آپ نے فرمایا: رسول اللہؐ نے غدیر خم کے دن مجھے ایک عمامہ پہنایا جس کے ایک سرے کو میرے کاندھے پر چھوڑ دیا اور فرمایا اللہ نے بدر و حنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو یہ عمامہ پہنے ہوئے تھے اور انہی الفاظ میں اس روایت کو ابن صباغ مالکی [۴۸] اور حافظ زرندی نے نظم درر السمطین میں اور سید محمود قادری نے " الصراط السوی " میں نقل کیا ہے۔

ابو الحسن ملطی [۴۹] رافضیوں کے اس قول علی فی السحاب کے بارے میں کہتے ہیں یہ نبیؐ نے اس وقت حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا جب وہ آنحضورؐ کا ایک عمامہ پہنے ہوئے تشریف لائے جس کا نام حضور نے " سحاب " رکھا تھا اس وقت حضرت نے فرمایا " قد اقبل علی فی السحاب " علیؑ سحاب میں آئے ہیں یعنی اس عمامے میں جس کو سحاب کہا جاتا ہے لیکن رافضیوں نے اس کی تاویل کچھ اور کی ہے [۵۰]۔

غزالی کہتے ہیں حضرت کا ایک عمامہ تھا جس کا نام سحاب تھا وہ آپ نے حضرت علیؑ کو عطا فرمایا پس کبھی کبھی علی وہ عمامہ پہن کر حضور کے پاس آتے تھے تو حضور فرماتے تھے " اتاکم علی فی السحاب " علی تمہارے پاس سحاب میں آئے ہیں [۵۱]۔

اور حلبی لکھتے ہیں حضرتؐ کا ایک عمامہ تھا جس کا نام سحاب تھا اسے آپ نے حضرت علیؑ کو پہنایا پس جب وہ عمامہ پہن کر حاضر خدمت ہوتے تھے تو حضورؐ فرماتے تھے "اتاکم علی فی السحاب" علی تمہارے پاس سحاب میں آتے ہیں یعنی اس عمامہ میں جیسے حضورؐ نے انہیں عطا فرمایا تھا(۶۹)۔

علامہ اپنی "الغدیر" میں ان سب اقوال کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں یہ ہیں معنی اس قول کے جس کی نسبت شیعوں پر الزام لگایا جاتا ہے "ان علیاً فی السحاب" شیعوں میں سے کسی نے بھی اس کی ہرگز ابتدا سے آج تک کوئی تاویل نہیں کی جیسا کہ ملطی کا گمان ہے بلکہ دوسرے لوگوں نے اس کی تاویل کر کے ہم پر بہتان باندھا ہے اللہ ان کا حساب کرے گا۔

پس تاجگذاری کا یہ دن اسلام میں سب سے مبارک دن اور امیر المومنینؑ کے ماننے والوں کے لئے سب سے بڑی عید ہے جس طرح کہ حضرت کے دشمنوں یعنی ناصبیوں کے دلوں میں بغض اور کینہ توزی کی آگ میں اضافہ ہوتا ہے

"وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ مستبشرۃ و وجوہ یومئذ علیہا غبرۃ ترھقہا قترۃ"(۷۰)۔

۴۔ غدیر کے دن کے اعمال جو موجب قرب الٰہی ہیں۔

چونکہ یہ دن وہ ہے جب اللہ نے دین کو مکمل کیا اپنے بندوں پر نعمتوں کی انتہا کی اس لئے کہ وہ ہمارے مولا امیر المومنین کے ان کا امام ہونے سے راضی ہیں اور انہیں ہدایت کا نشان قرار دیا جن کا کام امت کو نیکی کے راستے اور صراط مستقیم پر چلانا اور ہلاکت و گمراہی کے ہولناک گڑھوں میں گرنے سے بچانا ہے پس روز بعثت کے بعد کہ

جس میں ظاہری و باطنی نعمتوں کی بارش برسائی گئی اور رحمت واسعہ شامل حال ہوئی روز غدیر سے بڑا کوئی دن نہیں جو اسی مقدس اصل کی فرع ہے اور اسی دعوت مقدس کی تصدیق و تسدید ہے لہذا ہر دیندار پر فرض ہے کہ وہ ان تمام نعمتوں کا شکر کے ہر انداز میں شکر ادا کرے اور خدا کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے ان مسنون اعمال کے ذریعہ جن سے وہ خدا کے قریب ہوسکتا ہے جیسے نماز روزہ نیکی، صلہ رحم، اطعام طعام، اور وقت اور معاشرہ کے لحاظ سے محفلیں منعقد کرنا وغیرہ چنانچہ ان میں سے چند اعمال حدیث میں وارد ہیں جن میں سے ایک روزہ ہے

یوم غدیر کے روزے کے بارے میں حدیث

حافظ ابو بکر خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ نے عبد اللہ بن علی بن محمد بن بشران سے، انہوں نے حافظ علی بن عمر دار قطنی سے انہوں نے ابی نصر جشون خلال سے انہوں نے علی بن سعید رملی سے انہوں نے حمزہ بن ربیعہ سے انہوں نے عبد اللہ بن شوذب سے انہوں نے مطر وراق سے انہوں نے شہر بن حوشب سے انہوں نے ابو ہریرہ سے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "من صام یوم ثمان عشر ذی الحجة کتب اللہ له صیام ستین شهراً" جو شخص اٹھارہ ذی الحجہ کو روزہ رکھے خداوند متعال اسے ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب عطا فرمائے گا یہی غدیر خم کا وہ دن ہے جب نبی اعظمؐ نے علی بن ابیطالبؑ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: "الست ولی المؤمنین" کیا میں مومنوں کا ولی نہیں ہوں؟ سب نے کہا "بلی یا رسول اللہ" ہاں اے خدا کے رسول! تب آپؐ نے فرمایا، "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے یہ سن کر عمر بن خطاب بولے مبارک ہو! مبارک ہو! اے فرزند ابو طالب آپ میرے اور ہر مسلمان کے مولا ہوگئے

اس وقت خداوند متعال نے یہ آیت نازل فرمائی۔ "الیوم اکملت لکم دینکم" آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کردیا، "و من صام یوم سبعة و عشرین من رجب کتب له صیام ستین شهرا" جو شخص ستائیس رجب کے دن روزہ رکھے خداوند متعال اس کو ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب عطا فرمائے گا یہ وہ دن ہے کہ جب جبرئیل پہلی مرتبہ پیغام رسالت لے کر سرکار دو عالم کے پاس آئے"[۴۴]۔

اس حدیث کو انہوں نے ایک اور سند کے ساتھ علی بن سعید رملی سے نقل کیا ہے عاصمی نے "زین الفتی" میں نقل کیا ہے کہ ہمیں محمد بن ابی زکریا نے خبردی انہیں ابو اسماعیل بن محمد فقیہ نے خبردی انہیں ابو محمد یحیٰ بن محمد علوی حسینی نے خبردی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابراہیم بن محمد عامی نے خبردی ان کو حبشون بن موسی بغدادی نے خبردی انہیں علی بن سعید شامی نے خبردی ان سے ضمرۃ نے ابن شوذب سے نقل کیا اس کے بعد سند اور متن وہی ہے جو پہلی حدیث میں ہے لیکن بعثت کے دن کے روزے کا ذکر نہیں۔

اور ابن مغازلی شافعی نے اس کو اپنی کتاب "مناقب" میں ابی بکر احمد بن محمد بن طاوان سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابو الحسین احمد بن حسین بن سماک نے خبر دی ان کو ابو محمد جعفر بن محمد بن نصیر خلدی نے خبر دی ان کو علی بن سعید رملی نے خبر دی اس کے بعد سند اور متن وہی ہے۔

اور سبط ابن جوزی[۴۵] اور خطیب خوارزمی[۴۶] نے اس کو حافظ بیہقی کے طریقہ سے حافظ حاکم نیشاپوری ابن بیع صاحب "مستدرک" سے انہوں نے ابی یعلی زبیری سے انہوں نے ابی جعفر احمد بن عبد اللہ بزاز سے اور انہوں نے علی بن سعید رملی سے نقل کیا ہے۔

اور شیخ الاسلام حموینی[۷۷] نے اس کو حافظ بیہقی کے طریقہ سے نقل کیا ہے.

سند حدیث کے "رجال" (راوی)

۱۔ ابو ہریرہ: جمہور نے اس کی عدالت اور وثاقت پر اجماع واتفاق کیا ہے لہذا اس کے بارے میں ہمیں بات بڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں.

۲۔ شہر بن حوشب اشعری: حافظ ابو نعیم نے ان کا شمار اولیاء میں کیا ہے اور ان کے حالات میں ایک کتاب لکھی ہے[۷۸] ذھبی نے اپنی کتاب "میزان" میں. بخاری کی اس کے سلسلہ میں تعریف و توصیف نقل کی ہے اور احمد بن عبد اللہ عجلی، یحیی، ابن شیبہ واحمد اور نسوی سے ان کی وثاقت نقل کی ہے اور حافظ ابن عساکر نے ان کے حالات لکھے ہیں اور کہا ہے[۷۹] کہ امام احمد سے ان کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ان کی حدیث کا کیا کہنے! اور ان کو ثقہ بتایا اور ان کی تعریف کی، مرہ کا کہنا ہے کہ ان میں کوئی خرابی نہیں عجلی کا بیان ہے وہ شامی تابعی، اور ثقہ ہیں۔یحیی بن معین نے ان کی وثاقت کا اعلان کیا ہے یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں وہ ثقہ ہیں اگر چہ بعض نے ان پر انگلی اٹھائی ہے.

ابن حجر[۸۰] نے ان کے حالات لکھے ہیں اور "احمد" سے ان کی وثاقت حسن حدیث اور تعریف نقل کی ہے. بخاری سے ان کی قوت امر اور حسن حدیث کو نقل کیا ہے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ وہ ثقہ اور حافظ ہیں عجلی، یعقوب اور نسوی سے ان کی وثاقت نقل کی ہے اور ابی جعفر طبری سے نقل کیا ہے وکہ وہ فقیہ قاری اور عالم تھے.

کچھ لوگوں نے ان کو ضعیف بھی بتایا ہے چنانچہ ابو الحسن قطان کہتے ہیں نہیں سنا گیا کہ ان کی حدیث حجت ہے جب کہ. بخاری مسلم، اور دوسرے ارباب صحاح جیسے ترمذی، ابو داؤد نسائی اور ابن ماجہ نے ان سے روایتیں نقل کی ہیں.

۳۳۔ مطر بن طہمان وراق ابو رجا خراسانی: علی کے غلام تھے بصرہ میں سکونت اختیار کی اور انس سے ملاقات کی تھی حافظ ابو نعیم نے انہیں اولیاء میں شمار کیا ہے اور الگ طور پر ان کے حالات زندگی قلمبند کئے ہیں (۸۱) اور ابو عیسی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے فقہ اور زہد میں مطر جیسا کوئی اور نہیں دیکھا ابن حجر (۸۲) نے ان کے حالات لکھے ہیں اور ابو نعیم کا مذکورہ قول نقل کیا ہے ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے عجلی سے ان کی صداقت اور ان کا بے لوث ہونا منقول ہے اور بزاز سے منقول ہے ان میں کوئی مشکل نہیں انہوں نے اَنس کو دیکھا ہے اور کسی نے ان کی نقل شدہ حدیث رد نہیں کی ۱۲۵ھ میں وفات پائی ایک قول ہے کہ ۱۲۹ھ میں فوت ہوئے ایک قول ہے کہ ۱۴۰ھ میں منصور کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ بخاری مسلم اور دوسرے تمام ارباب صحاح نے ان سے روایتیں نقل کی ہیں۔

۳۴۔ ابو عبد الرحمن بن شوذب: حافظ ابو نعیم نے اولیاء (۸۳) میں ان کا شمار کیا ہے اور کثیر بن ولید سے ان کا قول مروی ہے "کہ جب میں ابن شوذب کو دیکھتا تھا تو مجھے فرشتے یاد آجاتے تھے جزری نے احمد اور ابن معین سے ان کا ثقہ ہونا نقل کیا ہے (۸۴) اور ابن حجر کی تہذیب میں جو کچھ مرقوم ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے حدیث سنی اور اس کو لکھا اور ان کا شمار ثقات میں ہوتا ہے سفیان ثوری کہتے ہیں وہ ہمارے ثقہ مشائخ میں سے تھے (۸۵) اور ابن خلفون نے نقل کیا ہے کہ ابن نمیر وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے اور ابی طالب عجلی، ابن عمار، ابن معین اور نسائی سے نقل ہوا ہے کہ وہ ثقہ ہیں ولادت ۸۶ھ میں ہوئی اور ۱۴۴ھ یا ۱۵۶ھ یا ۱۵۷ھ میں وفات پائی مسلم کے علاوہ دوسرے ائمہ ستہ نے ان سے روایت کی ہے اور حاکم نے مستدرک میں اور ذہبی نے "تلخیص" میں ان کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

۵۔ حمزۃ بن ربیعۃ قرشی ابو عبداللہ دمشقی متوفی ۱۸۲ھ یا ۲۰۰ھ یا ۲۰۲ھ حافظ ابن عساکر [۸۶] نے ان کے حالات رقم کئے ہیں اور احمد سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ خبر مجھ تک پہونچی ہے کہ وہ شیخ صالح تھے اور جب ان سے پوچھا گیا تو بولے وہ ثقہ، امین، رجل صالح اور ملیح الحدیث ہیں ابن معین سے ان کی وثاقت منقول ہے اور ابن سعد سے نقل ہے وہ ثقہ امین، خیر تھے اور ان سے کوئی افضل نہیں تھا اور ابن یونس سے منقول ہے وہ اپنے زمانہ کے فقیہ تھے جزری [۸۷] نے احمد، نسائی، ابن معین، اور ابن سعد سے ان کی وثاقت نقل کی ہے اور تہذیب ابن حجر میں خلاصہ احمد سے مرقوم ہے وہ ثقات میں تھے امین تھے شام میں ان کے جیسا کوئی اور نہیں تھا ابن معین نسائی، ابن حبان، اور عجلی سے نقل ہے کہ وہ ثقہ تھے ابی حاتم سے نقل ہے کہ صالح تھے اور ابن سعد اور ابن یونس کا قول تو نقل ہو چکا ہے مسلم کے علاوہ دوسرے ائمہ صحاح نے ان کے ذریعہ حدیثیں نقل کی ہیں اور حاکم نے مستدرک اور ذہبی نے تلخیص میں ان کی حدیثوں کو صحیح قرار دیا ہے

۶۔ ابو نصر علی بن سعید ابی حملۃ رملی متوفی ۲۱۶ھ جیسا کہ بخاری نے ان کی تاریخ وفات لکھی ہے ذہبی [۸۸] نے ان کو موثق بتاتے ہوئے لکھا ہے: ہم نے ان میں کوئی خرابی نہیں پائی اور میری نظر سے نہیں گزرا کہ کسی نے ان کے بارے میں کچھ کہا ہو وہ نیک شخص ہیں صحاح ستہ لکھنے والوں نے ان سے کوئی حدیث نقل نہیں کی حالانکہ وہ ثقہ ہیں اور علی بن سعید کے عنوان سے ذہبی ان کے حالات لکھتے ہیں اور کہا ہے کہ وہ اپنے امر میں ایسے پختہ ہیں کہ گویا وہ سچے ہیں اور ابن حجر نے ان کے ثقہ ہونے والا قول اختیار کیا ہے [۸۹] اور ذہبی پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے اگر وہ ثقہ ہیں اور کسی نے ان کے خلاف کچھ نہیں کہا تو آپ نے ان کو " ضعفاء " میں کیوں ذکر کیا ہے؟

۷۔ ابو نصر حبشون بن موسیٰ بن ایوب خلال متوفی ۳۳۱ھ خطیب بغدادی [۹۰] نے

ان کے حالات لکھے ہیں اور کہا ہے: وہ ثقہ تھے بصرہ میں رہتے تھے اور دار قطنی سے نقل کیا ہے کہ وہ سچے ہیں۔

۸۔ حافظ علی بن عمر ابو الحسن بغدادی متوفی ۳۸۵ھ جو صاحب "سنن" اور "دار قطنی" کے نام سے مشہور تھے خطیب بغدادی [۹۱] نے ان کے حالات لکھے ہیں اور کہا ہے وہ اپنے زمانہ کے وحید و فرید اور امام وقت تھے علم علل حدیث اور اسماء رجال و روات کی ان پر انتہا ہوگئی جب کہ ان کی امانت، صداقت، فقہ، عدالت اعتقاد کی صحت اور شہادت کی مقبولیت اور مذہب کی سلامتی میں کوئی شبہ نہیں اور علم حدیث کے علاوہ بھی کئی علوم میں مہارت رکھتے تھے اور ابی طیب طاہر بن عبد اللہ طبری سے منقول ہے کہ: دار قطنی حدیث میں امیر المومنین تھے بغداد میں جو حافظ بھی آتا تھا وہ جاکر ان کو سلام کرتا تھا اور حفظ حدیث اور علم دین علو مرتبت میں ان کے تقدم کو تسلیم کرتا تھا اس کے بعد تفصیل سے ان کے حالات لکھے ہیں اور ان کی تعریف کی ہے۔

ابن خلکان [۹۲] نے ان کے حالات لکھے ہیں اور ان کی تعریف کی ہے ذہبی [۹۳] کا قول ہے: حاکم نے کہا ہے کہ دار قطنی حفظ، فہم اور ورع میں یکتائے روزگار تھے اور قاریوں اور نحویوں کے امام تھے ۳۶۷ھ میں تقریباً چار ماہ میں نے بغداد میں قیام کیا ہماری متعدد ملاقاتیں ہوئیں میں نے انھیں جیسا سنا تھا اس سے بڑھ کر پایا چنانچہ میں نے اس نے علل اور شیوخ کے بارے میں سوالات کیے ان کی متعدد تصنیفات ہیں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا میں گواہی دیتا ہوں کہ روئے زمین پر ان کے بعد ایسا شخص دیکھا نہیں گیا بہت سی کتب معاجم میں ان کی تعریفیں لکھی ہیں جن کے ذکر سے ہم بات کو طول نہیں دینا چاہتے۔

اس حدیث کی سند کے بارے میں طویل بحث کرنے کی وجہ صحت کے اعتبار سے

اس کی قدر و منزلت ہے اور یہ کہ اس کے جملہ رجال ثقہ ہیں اور ان کی وثاقت اس قدر واضح ہے کہ جرح و تعدیل کرنے والا کوئی شخص بھی ان سے چشم پوشی نہیں کر سکتا چنانچہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کتب رجال میں بطور احسن ان کے اوصاف حمیدہ بیان کئے گئے ہیں۔

علاوہ برایں اس میں جو یہ ہے کہ آیۂ "الیوم اکملت لکم دینکم" غدیر خم کے دن نازل ہوئی اس کی ان تمام احادیث سے تائید ہوتی ہے جن کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں جن کے راویوں میں طبری ابن مردویہ، ابی نعیم، خطیب، سجستانی، ابن عساکر، حسکانی اور ان جیسے دیگر ائمہ اور حفاظ ہیں[۹۴]۔

جب یہ چیز واضح ہو گئی تو اب ہمارے ساتھ آئیے ہم آپ کو ابن کثیر[۹۵] سے ملواتے ہیں کہ وہ اس حدیث کے بارے میں کیا کہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ یہ حدیث "منکر" بلکہ "جھوٹ" ہے اس لئے کہ روایت ہے کہ یہ آیت حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن نازل ہوئی اگر آپ تعجب کرتے ہیں تو تعجب کی بات یہ ہے کہ دو متعارض حدیثوں میں جو صحت کے اعتبار سے بالکل برابر ہوں ایک کو قطعی طور پر منکر قرار دے دیا جائے مجھے نہیں معلوم کہ ہماری حدیث کے مقابلہ پر جو حدیث ہے اس کے پلڑے میں کون سی ایسی چیز ہے کہ اس کی صحت کو تسلیم کیا جائے اور ہماری حدیث کے پلڑے میں کیا چیز کم ہے کہ اس کی صحت کا انکار کیا جائے؟ آیا ابن کثیر کے اس زعم ناقص کا کوئی جواز ہے؟ مگر یہ کہ وہ قرآن کریم کو اس نباء عظیم سے دور رکھنا چاہتے ہوں اگر ایسا نہیں تو پھر وہ سبط ابن جوزی کی طرح کہہ سکتے تھے کہ ممکن ہے کہ آیت دو مرتبہ[۹۶] نازل ہوئی ہو جیسا کہ "بسم اللہ" اور دیگر آیات جن کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں[۹۷]۔

ابن کثیر کو ایک اور شبہ بھی ہے جس کی وجہ سے اس نے حدیث کا انکار

کیا ہے[۹۸] اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ " صوم غدیر" ساٹھ مہینوں کے برابر ہے تو اس کا مطلب ہے کہ مستحب، واجب سے افضل ہے اس لئے کہ ماہ رمضان کے روزے کے بارے میں جتنی حدیثیں وارد ہوئی ہیں ان سب کے مجموعے سے معلوم ہوتا ہے کہ دس مہینوں کے برابر ہے اور یہ چیز ناپسندیدہ اور باطل ہے۔

اس شبہ کے دو جواب دیئے جا سکتے ہیں ایک نقضی اور دوسرا حلی:

نقضی جواب

اس طرح کی اور بھی بہت سی روایتیں ہیں جن میں دوسرے روزوں کا ثواب رمضان سے زیادہ ہے چند روایتیں نقل کئے دیے رہے ہیں[۹۹]۔

۱۔ ایک حدیث ہے "من صام رمضان ثم اتبعہ بست من شوال فکانما صام الدھر"[۱۰۰] جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور ان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے پورے دہر کے روزے رکھے۔

۲۔ ایک حدیث ہے "من صام ستۃ ایام بعد الفطر کان تمام السنۃ"[۱۰۱]۔ جو شخص عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھے اس نے گویا پورے سال کے روزے رکھے۔

۳۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہؐ ایام بیض یعنی ہر ماہ کی تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے کا حکم دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ایک زمانہ کے روزے کے مانند ہے[۱۰۲]۔

۴۔ دنیا کے تمام دنوں سے زیادہ خداوند متعال کو ذی الحجہ کے دس دنوں میں اپنی عبادت زیادہ پسند ہے اس میں ایک دن ہے جس کا روزہ سال کے برابر ہے اور ایک رات ہے جو شب قدر کے برابر ہے[۱۰۳]۔

۵۔ ہر ماہ تین دن کے روزے دہر کے روزے اور افطار کے برابر ہیں [۱۰۴]۔

۶۔ عرفہ کے دن کا روزہ ہزار دنوں کے روزوں کے برابر ہے [۱۰۵]۔

۷۔ ابوہریرہ اور سلمان نے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ ماہ رجب میں ایک دن اور ایک رات ایسی ہے کہ جو شخص اس دن کو روزہ اور رات کو قیام میں بسر کرے تو اس کے لئے سو سال روزہ رکھنے اور قیام کرنے والے کا اجر ہے۔ اور وہ ۲۷ رجب المرجب ہے [۱۰۶]۔

حلی جواب:

ہمارے پاس کوئی ایسا مسلّم قاعدہ اور قانون نہیں کہ جس کی بناپر واجبات کے ثواب کا مستحبات کے ثواب سے زیادہ ہونا لازمی ہو بلکہ نقضی جواب میں بیان شدہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بر عکس نہ صرف ممکن ہے بلکہ ایسا ہوا ہے اور روزے کے علاوہ دوسرے مستحبی اعمال کے بارے میں وارد شدہ احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

اس لئے کہ ثواب کا تعلق حقائق اعمال اور ان کے طبیعی مقتضیات سے ہے مصلحت کے تحت ان پر طاری ہونے والے عوارض جیسے وجوب و استحباب سے نہیں پس مختلف ماہیتوں میں مستحب کی طبیعت یا اس سے مربوط قرائن کی بنا پر مستحب کا ثواب واجب سے زیادہ ہونا محال نہیں ہے اس مقام پر یہ کہنا بہتر ہوگا کہ کسی عمل کا ثواب بھی اتنا ہی ہے کہ جتنا وہ عمل انسان کے نفس میں موثر ہو اور اس کے ایمان کی گواہی دے چنانچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ واجبات کو ادائیگی اور محرمات کے ترک کی شکل میں مقرر شدہ اعمال کے علاوہ اگر کوئی شخص مستحبات کو بجالائے اور مکروہات سے پرہیز کرے تو اس سے مولا کی محبت اور اطاعت و فرمانبرداری میں اس کے عزم بالجزم اور یقین کامل کا

پتہ چلتا ہے اور اس سے ایمان کمال کے مرحلہ تک پہونچتا ہے اور جب تک اپنے مولا سے کرتا رہے گا اسے مولا کا قرب حاصل ہوتا رہے گا جیسا کہ بخاری[۱۰۷] کی ابوہریرہ سے منقول حدیث میں وارد ہوا ہے وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: خداوند متعال کا ارشاد ہے میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب تلاش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کروں تو میں اس کا کان ہوجاتا ہوں کہ جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ بنتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کا ہاتھ قرار پاتا ہوں جس سے وہ چیزوں کو گرفت میں لیتا ہے اور اس کا وہ پاؤں ہوجاتا ہوں کہ جس سے وہ چلتا ہے[۱۰۸]۔

بلکہ اگر یہ کہا جانا بھی ممکن ہے کہ قانون عدل کے اعتبار سے انجام واجب اور ترک حرام کا اجر، انسان کو دی گئی حیات، عقل، عافیت، زندگی کی ضروریات عمل کی صلاحیت اور آخرت میں دوزخ سے نجات سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے اس لئے کہ انسان کی تمام نیکیاں صرف ان نعمتوں کے مقابلہ میں ہی نہایت حقیر ہیں یہ تو خداوند متعال کا فضل و کرم ہے کہ وہ اجر بھی عطا کرتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم کی متعدد آیتیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ اس آیۂ کریمہ میں ارشاد ہورہا ہے "ان المتقین فی مقام امین فی جنات و عیون یلبسون من سندس و استبرق متقابلین کذلک و زوجناهم بحور عین یدعون فیها بکل فاکهة آمنین لا یذوقون فیها الموت الا الموتة الاولیٰ و وقاهم عذاب الجحیم فضلاً من ربک ذلک هو الفوز العظیم[۱۰۹]۔

بیشک وہ صاحبان تقویٰ محفوظ مقام پر ہوں گے باغات اور چشموں کے درمیان وہ ریشم کی باریک اور موٹی پوشاک پہنے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے ایسا

ہی ہوگا اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کے جوڑے لگادیں گے وہ وہاں ہر قوم کے میوے سکون سے طلب کریں گے اور وہاں پہلی موت کے کسی موت کا مزہ نہیں چکھنا ہوگا اور خدا انہیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے گا یہ سب آپ کے پروردگار کا فضل وکرم ہے اور یہی انسان کے لئے سب سے بڑی کامیابی ہے۔

یہ تمام نعمتیں اور اجر و ثواب خداوند متعال صرف خداوند متعال کا فضل و احسان ہے۔

فخر رازی کہتے ہیں ہمارے اصحاب نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ خداوند متعال کی طرف سے ثواب اس کا فضل و احسان ہے انسان کا حق نہیں اس لئے کہ جہاں خداوند متعال نے متقین کو دیئے جانے والے ثواب کی قسمیں بیان کی ہیں وہاں ارشاد فرمایا ہے کہ ہر طرح کا ثواب جو انسان کو ملتا ہے یہ اللہ کا فضل و احسان ہے اس کے بعد خداوند متعال نے ارشاد فرمایا "ذلک ھو الفوز العظیم" یہ بہت بڑی کامیابی ہے ہمارے اصحاب نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ فضل خداوندی اعلیٰ درجہ کا ثواب ہے اس لئے کہ خداوند متعال نے اس کو اللہ کا فضل بتایا ہے اور پھر اپنے فضل کو بہت بڑی کامیابی قرار دیا ہے جس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب کوئی عظیم بادشاہ کسی شخص کو اس کی مزدوری دیتا ہے اور کسی اور شخص کو خلعت عطا کرتا ہے تو اس خلعت کی شان اجرت سے بالاتر ہے۔[۱۱۰]

اور ابن کثیر اس آیۂ کریمہ کے بارے میں لکھتے ہیں ایک صحیح حدیث میں رسول اللہؐ سے ثبوت کے ساتھ منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "اعملوا و سددوا و قاربوا و اعلموا انّ احداً لن یدخلہ عملہ الجنۃ" عمل کرو پابندی سے عمل کرو اور خدا کا قرب حاصل کرو اور جان لو کہ کسی کے اعمال ہرگز اسے جنت میں نہیں لے جائیں گے لوگوں

نے عرض کیا اے خدا کے رسولؐ کیا آپ کو بھی آپ کے اعمال جنت میں نہیں لے جائیں گے فرمایا: ہاں، مجھے بھی میرے اعمال جنت میں نہیں لے جائیں گے مگر یہ کہ خدا کی رحمت اور اس کا اسوہ کی فضل میرے شامل حال ہو جائے"[۱۱۱]

اور یہی نتیجہ آپ اس صحیح حدیث سے اخذ کر سکتے ہیں جس کو بخاری نے سرکار دو عالم سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: "حق اللہ علی العباد ان یعبدوہ و لا یشرکوا بہ شیئاً و حق العباد علی اللہ ان لا یعذب من لا یشرک بہ شیئاً" اللہ کا اپنے بندوں پر حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا اپنے اللہ پر حق یہ ہے کہ وہ اس شخص کو عذاب میں مبتلا نہ کرے جو کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے[۱۱۲]۔

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ بندوں کا اپنے خدا پر یہ حق صرف عقل سلیم کی روشنی میں ثابت ہے لیکن اس سے زیادہ وہ نعمتیں کہ جن کے بارے میں نبی بھی خاموش ہیں وہ صرف خداوند متعال کا فضل و احسان ہے۔

حکومتی امور میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ حکومت اپنے ملازموں کو ان کے فرائض کی ادائیگی اور عدم خیانت کے عوض میں صرف تنخواہ اور رتبہ سے نوازتی ہے اور اگر کسی کا مرتبہ بڑھایا جاتا ہے یا تنخواہ میں اضافہ کیا جاتا ہے تو اس کی وجہ اس کا فرائض کی ادائیگی سے بڑھ کر کام کرنا ہے اور اس سلسلہ میں کوئی حکومتوں پر تنقید نہیں کرتا کچھ ایسا ہی معاملہ مولا اور بندوں کے درمیان ہے اور یہ وہ چیز ہے جو ہر انسان کے ضمیر میں موجود ہے یہ اور بات ہے کہ خداوند متعال اپنے فرائض پورے کرنے والوں کو اپنے دائمی فضل کی وجہ سے اجر جزیل عطا فرماتا رہتا ہے۔

یہاں پر امام زین العابدینؑ کے ان پاکیزہ کلمات کو نقل کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنہیں

ایک دعا میں آپ ؑ نے شکر کی ادائیگی سے عجز کے اعتراف میں بر گاہ رب العزت میں اپنے صحیفہ کی زینت بنایا ہے۔

اے اللہ ! کوئی شخص بھی تیرے شکر کی انتہا کو نہیں پہنچ پاتا کہ تیرا اس پر مزید احسان ہوجاتا ہے جس کا شکر ادا کرنا اس پر لازم ہوجاتا ہے اور کوئی شخص بھی چاہے جتنی کوشش کرے مگر تیری طاعت کے مقام تک نہیں پہونچ پاتا اس لئے کہ جتنا تیرا اس پر حق ہے وہ اس کی ادائیگی سے قاصر ہے بس تیرا سب سے زیادہ شکر گزار (بندہ بھی) تیرے شکر سے عاجز ہے اور تیرا سب سے زیادہ عبادتگزار تیری طاعت سے قاصر ہے کسی کے لئے تجھ پر واجب نہیں کہ تو اسے مستحق ہونے کی بنا پر بخشے اور اس کے طلب کرنے کی بنا پر اس سے راضی ہو پس جس کو تو بخشتا ہے تو وہ تیرا احسان ہے اور جس سے تو راضی ہوتا ہے تو وہ تیرا فضل ہے اگر تیرا معمولی شکر بھی ادا کیا جائے تو اس کی قدر کرتا ہے اور مختصر سی اطاعت بھی کی جائے تو اس کا ثواب عطا کرتا ہے یہاں تک کہ تیرے بندوں کی جانب سے شکر کی ادائیگی کہ جس پر تو نے ان کے لئے ثواب کو واجب قرار دیا ہے اور ان کے لئے اجر کو بڑھایا ہے......

....بلکہ اے معبود ! قبل اس کے کہ وہ تیری عبادت پر قادر ہوں تو ان کے امر کا مالک تھا اور ان کے تیری طاعت کی راہ میں قدم رکھنے سے پہلے ہی تو نے ان کے لئے ثواب تیار کرلیا تھا اس لئے کہ تیری سنت ، فضل و کرم ، تیری عادت احسان اور تیری روش عفوو درگزر ہے۔ پس تیری پاکی کا کیا کہنے ! کہ تیرا کرم ہر فرمانبردار اور نافرمان کے ساتھ معاملہ کرنے میں واضح و آشکار ہے اطاعت کرنے والے کی ان چیزوں پر قدر کرتا ہے جو تو نے اسے عطا کی ہیں اور گنہگار کو ان امور میں مہلت دیتا ہے حالانکہ تو اس کو سزا دینے میں عجلت سے کام لے سکتا ہے اگر اطاعت گزار سے ان چیزوں کا عوض لینا

چاہیے جو تو نے اسے دی ہیں تو وہ تیرا ثواب کھو بیٹھے اور تیری نعمتیں اس سے دور ہوجائیں لیکن تو اپنے کرم سے فنا ہونے والی کم مدت کے عوض اسے دائمی اور طویل مدت تک جزا دیتا ہے۔

اس کے علاوہ تو اس رزق کا بدلہ نہیں لیتا کہ جس کے ذریعہ وہ تیری طاعت کرنے کی قوت حاصل کرتا ہے اور ان اعضاء و جوارح کے سلسلہ میں بھی اس سے مناقشہ نہیں جن کا استعمال اس کے لیے تیری مغفرت کا سبب بنتا ہے اگر تو ایسا کرنے لگے تو اس کی ساری کد و کوشش تیری مختصر سی نعمتوں اور معمولی احسانات کا بدلہ قرار پائے اور وہ باقی تمام نعمتوں کے سلسلہ میں تیرا مرہون کرم رہ جائے تو وہ کب تیرے ثواب کا مستحق قرار پا سکتا ہے۔

اور غدیر کے دن ایک نماز پڑھی جاتی ہے جس کے بارے میں ابو نصر عیاشی اور صابونی مصری نے جداگانہ طور پر کتاب لکھی ہے جس میں اس نماز اور اس دن کی دعاؤں کو اس سلسلہ میں لکھی گئی کتابوں میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ احمد نے اپنی مسند ج ۱ ص ۱۰۸ پر زید بن یثیع سے ایک روایت، جس کو انہوں نے حضرت علیؑ سے اور حضرت علیؑ نے نبیؐ سے نقل کیا ہے، اگر تم لوگ علیؑ کو اپنا امیر بنالو اگر چہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایسا نہیں کرو گے تو تم انہیں ایسا ہادی اور رہنما پاؤ گے کہ جو تمہیں صراط مستقیم پر چلائے گا۔

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ ج ۱ ص ۴۷ پر اپنی اسناد کے ساتھ حذیفہ سے ایک حدیث نقل کی ہے (جس کے شروع میں تحریف کر دی گئی ہے اور اس پر اضافہ کیا گیا ہے) نبیؐ نے فرمایا، اگر تم لوگ

خلافت کی باگ ڈور علیؑ کے سپرد کردو تو تم انھیں ایسا ہادی و رہنما پاؤ گے جو تمہیں سیدھے راستہ پر لے کر چلے گا۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ اگر تم علیؑ کو خلیفہ بناؤ گے اگر چہ تم ہرگز ایسا نہیں کرو گے تو وہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائیں گے اور تم انھیں ہادی و راہنما پاؤ گے۔

"حلیہ" ج ۱ ص ۶۴ پر حذیفہ سے ابو نعیم کی ایک روایت میں ہے۔ حذیفہ کا بیان ہے کہ لوگوں نے کہا، یا رسول اللہؐ! کیا آپ علیؑ کو خلیفہ نہیں بنائیں گے؟ تو فرمایا، اگر تم لوگ علیؑ کو اپنا ولی بنا لو تو تم انہیں ہادی و رہنما پاؤ گے جو تمہیں صراط مستقیم پر لے کر چلیں گے۔

اور دوسرے لفظوں میں ہے اگر تم علیؑ کو اپنا امیر بنالو اگر چہ تم ایسا نہیں کرو گے تو تم انہیں اپنا ہادی و رہنما پاؤ گے جو تمہیں صراط مستقیم پر لے کر چلیں گے۔

اور کنزالعمال ج ۶ ص ۱۶۰ پر ابو نعیم کی "فضائل صحابہ" سے اور حلیہ ج ۱ ص ۶۴ پر منقول ہے اگر تم علیؑ کو خلیفہ بنا لو جب کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایسا نہیں کرو گے تو تم انہیں ہادی و رہنما پاؤ گے جو تمہیں روشن راستے پر لے کر چلیں گے۔

حافظ گنجی شافعی نے "کفایہ" ص ۶۷ پر یہی الفاظ اور ابو نعیم کے پہلے والے الفاظ نقل کئے ہیں۔

طبرانی سے کنز ج ۶ ص ۱۶۰ پر اور حاکم کی مستدرک میں ہے۔ اگر تم خلافت علیؑ کے سپرد کردو تو وہ ایسے ہادی و رہنما ہیں جو تمہیں صراط مستقیم پر قائم رکھیں گے۔

اور خطیب خوارزمی نے مناقب ص ۶۸ پر عبد اللہ بن مسعود سے "مسند" کے ساتھ روایت کی ہے وہ کہتے ہیں میں رسول اللہؐ کے ہمراہ تھا حضرت صحراء کی طرف نکلے اور گہری گہری سانسیں لیں میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ آپ گہری گہری سانسیں کیوں لے رہے ہیں؟ فرمایا، اے ابن مسعود! مجھے اپنی موت کی خبر دی گئی ہے میں نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ! آپ اپنا جانشین مقرر کر دیجئے۔ فرمایا، کس کو؟ میں نے عرض کی ابو بکر کو، حضرت خاموش رہے چنانچہ آپ نے پھر گہری سانس لی میں نے عرض کی حضور آپ زور زور سے سانس کیوں لے رہے ہیں فرمایا مجھے اپنی موت کی خبر دی گئی ہے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! آپ اپنا جانشین بنادیجئے فرمایا کس کو؟ میں نے عرض کی عمر بن خطاب کو، حضرت خاموش ہوگئے پھر زور زور سے سانس لی تو میں نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ آپ کا حال مبارک کیسا ہے فرمایا: مجھے اپنی موت کی خبر دی گئی ہے میں نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ! آپ اپنا

خلیفہ معین فرمائیے۔ فرمایا: کس کو؟ میں نے عرض کی علی بن ابیطالبؑ کو! حضرت نے ایک آہ کھینچی اور فرمایا: تم ہرگز اس پر عمل نہیں کرو گے خدا کی قسم! اگر تم ایسا کرلو تو وہ تمہیں جنت میں داخل کرے گا۔

اور ابن کثیر نے بدایہ ج ۷ ص ۳۶۰ میں حاکم ابی عبد اللہ نیشاپوری سے انہوں نے ابی عبداللہ محمد بن علی آدمی سے انہوں نے اسحاق صنعانی سے انہوں نے عبد الرزاق سے انہوں نے اپنے باپ سے اس نے ابن مینا سے اور اس نے عبد اللہ ابن مسعود سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

۵۔ نسائی نے حدیث غدیر کے ایک سلسلہ میں زید ابن ارقم سے خصائص ص ۲۱ میں نقل کیا ہے جس میں ابو طفیل بھی ہے وہ کہتے ہیں میں نے اسی حدیث کو رسول اللہؐ سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ "دوحات" میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس نے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہو اور کانوں سے نہ سنا ہو اور ذہبی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ ابن کثیر شامی کی تاریخ ج ۵ ص ۲۰۸ میں ہے۔

اور مناقب خوارزمی ص ۹۴ میں ایک حدیث غدیر میں ہے۔ رسول اللہؐ بلند آواز سے پکار رہے تھے۔

اور ابن جوزی نے مناقب میں لکھا ہے رسول اللہؐ کے ساتھ صحابہ، اعراب، اور مکہ و مدینہ کے رہنے والوں میں سے ایک لاکھ بیس ہزار افراد تھے یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت کے ساتھ حج کیا اور اس خطبہ کو سنا۔

۱۔ اس کتاب کی دوسری فصل میں واقعہ غدیر ملاحظہ فرمائیے۔

۲۔ المائدہ ۶۷۔

۳۔ توبہ ۱۱۔

۴۔ المائدہ ۳۔

۵۔ الدر المنثور ج ۲ ص ۲۹۳ میں ابن مردویہ کے طریقہ سے ابن عباس سے منقول ہے کہ خداوند کا قول، الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات، علیؑ اور سلمان فارسی کے بارے میں نازل ہوا ہے۔

۶۔ الغدیر ج ۱ ص ۲۱۳۔۲۱۶۔ منقول از ضیاء العالمین علامہ ابو الحسن شریف فتونی۔

۸۔ الآثار الباقیہ ص ۳۳۴۔

۹۔ مطالب السئول ص ۵۳۔

۱۰۔ وفیات الاعیان ج ۱ ص ۶۰۔

۱۱۔ وفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۲۳۔

۱۲۔ التنبیہ و الاشراف ص ۲۲۱۔

۱۳۔ ثمار القلوب ص ۵۱۱۔

۱۴۔ عبد الرحمان دہلوی نقل کرتے ہیں اور دوسروں نے ان پر اعتماد کیا ہے۔

۱۵۔ روضۃ الصفا ج ۱ ق ۲ ص ۱۷۳۔

۱۶۔ کشف الظنون ج ۱ ص ۲۱۹ پر ہے کہ یہ بہت مفید اور معتبر کتاب ہے اور حسام الدین نے رافضی الرافض میں اس کو معتبر قرار دیا ہے اور ابو الحسنات حنفی نے "الفوائد البھیہ" میں اس پر اعتماد کیا ہے اور ص ۸۶، ۸۷، ۹۰، ۹۱، اور دوسرے صفحات پر اس سے نقل کیا ہے۔

۱۷۔ حبیب السیر ج ۱ ق ۳ ص ۱۴۴۔

۱۸۔ جسے الفاظ اور رجال اسناد کے بارے میں آگاہی درکار ہو وہ غدیر کے ج ۱ ص ۲۷۳ تک ملاحظہ فرمائے۔

۱۹۔ مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۱۔

۲۰۔ تفسیر طبری ج ۳ ص ۴۲۸۔

۲۱۔ صواعق محرقہ ص ۲۶۔

۲۲۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۹۰۔

۲۳۔ التمہید فی اصول الدین ص ۱۷۱۔

۲۴۔ الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۶۹۔

۲۵۔ حیات علی بن ابیطالب ص ۲۸۔

۲۶۔ یہ روایت ابن صباغ مالکی کی کی۔ فصول المہمہ ص ۲۵ اور جمال الدین زرندی حنفی نے سند کے ساتھ اس سے اس کو ابوہریرہ سے نقل کیا خوارزمی نے اس سے ابوہریرہ سے اور براء سے اپنی مناقب ص ۹۴ میں اس کو نقل کیا ہے۔

۲۷۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۹۰۔

۲۸۔ سر العالمین ص ۹۔

۳۰۔ ملل و نحل مطبوع با حاشیہ فصل ابن حزم ج ۱ ص ۲۲۰۔

۳۰۔ مناقب خوارزمی ص ۹۴۔

۳۱۔ تفسیر فخر رازی ج ۳ ص ۶۳۶ اور دوسری چھاپ میں ۴۴۳۔

۳۲۔ نھایہ ج ۴ ص ۲۴۶۔

۳۳۔ اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۸

۳۴۔ کفایۃ الطالب ص ۱۴۔

۳۵۔ اس کو انھوں نے اپنے تذکرہ ص ۱۸ پر نقل کیا ہے۔

۳۶۔ الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۶۹۔

۳۷۔ ذخائر العقبیٰ ص ۶۷۔

۳۸۔ فرائد السمطین باب ثالث عشر۔

۳۹۔ تفسیر نیشاپوری ج ۶ ص ۱۷۰۔

۴۰۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۵ ص ۲۰۹۔

۴۱۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۵ ص ۲۱۴

۴۲۔ الخطط المقریزیہ ج ۲ ص ۲۲۳۔

۴۳۔ الفصول المہمۃ ص ۲۵۔

۴۴۔ بدیع المعانی ص ۷۵۔

۴۵۔ شرح دیوان امیر المومنین ؑ ص ۲۰۹۔

۴۶۔ کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۷۔

۴۷۔ وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ج ۲ ص ۱۷۳۔

۴۸۔ المواھب اللدنیہ ج ۲ ص ۱۳۔

۴۹۔ شوریٰ ۲۳۔

۵۰۔ عنقریب ہم آپ کو بتائیں گے کہ مولیٰ کے معنی کیا ہیں اور یہ کہ وہاں موجود لوگ وہی سمجھے تھے جو امامیہ کی رائے ہے۔

۵۱۔ الصواعق المحرقۃ ص ۲۶۔

۵۲ ۔ فیض القدیر ج ۶ ص ۲۱۸ ۔

۵۳ ۔ شرح المواہب ج ۷ ص ۱۳ ۔

۵۴ ۔ الفتوحات الاسلامیہ ج ۲ ص ۳۰۶ ۔

۵۵ ۔ کفایۃ الطالب فی حیاۃ علی ابن ابیطالبؑ ص ۲۸ ۔

۵۶ ۔ یعنی الیوم اکملت لکم الخ ۔

۵۷ ۔ اس کو پانچ اماموں ، مالک ، مسلم ، بخاری ، ترمذی اور نسائی نے جیسا کہ تفسیر الوصول ج ۱ ص ۱۲۲ پر ہے نقل کیا ہے طحاوی نے مشکل الآثار ج ۳ ص ۱۹۶ پر ذکر کیا ہے طبری نے اپنی تفسیر ج ۶ ص ۴۶ پر اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر ج ۲ ص ۱۳ میں احمد اور بخاری سے نقل کیا ہے ایک اور جماعت نے بھی اس کی روایت کی ہے ۔

۵۸ ۔ احزاب ۲۱ ۔

۵۹ ۔ الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۵۵ ۔

۶۰ ۔ تاج العروس ج ۲ ص ۷ ، تاج العروس ج ۸ ص ۳۱۰ ۔

۶۱ ۔ نور الابصار ص ۲۵ ۔

۶۲ ۔ متوفی ۱۱۱۱ھ محبی نے خلاصۃ الاثر میں اس کے حالات لکھے ہیں ج ۱ ص ۳۴۳ سے ۳۴۶ تک اور اس کی تعریف کی ہے ۔

۶۳ ۔ کنزالعمال ج ۸ ص ۶۰ ۔

۶۴ ۔ نہایۃ ابن اثیر ج ۲ ص ۱۴۰ پر نقل کیا ہے کہ نبیؐ کے عمامہ کا نام سحاب تھا ۔

۶۵ ۔ الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۱۷ ۔

۶۶ ۔ شرح المواہب ج ۵ ص ۱۰ ۔

۶۷ ۔ فرائد السمطین باب ثانی عشر ۔

۶۸ ۔ الفصول المہمۃ ص ۲۷ ۔

۶۹ ۔ محمد بن احمد بن عبد الرحمن ملطیؒ شافعی متوفی ۳۷۷ھ ۔

۷۰ ۔ التنبیہ و الرد ص ۲۶ ۔

۷۱ ۔ جیسا کہ بحر ذخار ج ۱ ص ۲۱۵ پر ہے ۔

۷۲ ۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۳۶۹ ۔

۷۳ ۔ عبس ۳۸ ۔ ۴۱ ۔

۷۴ ۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۹۰ ۔

۷۵ ۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۸ ۔

۷۶ ۔ مناقب خوارزمی ص ۹۴ ۔

۷۷ ۔ فرائد السمطین باب ۱۳ ۔

۷۸ ۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۵۹ ۔ ۶۷ ۔

۷۹ ۔ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۳۳ ۔

۸۰ ۔ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۳۴۰ ۔

۸۱ ۔ حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۷۵ ۔

۸۲ ۔ تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۹۷ ۔

۸۳ ۔ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۹ ۔ ۱۳۵ ۔

۸۴ ۔ الخلاصۃ ص ۱۷۰ ۔

۸۵ ۔ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۵۵ ۔

۸۶ ۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۲ ۔

۸۷ ۔ الخلاصۃ ص ۱۵۰ ۔

۸۸ ۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۲۳ ۔

۸۹ ۔ لسان المیزان ج ۳ ص ۲۲۷ ۔

۹۰ ۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۸۹ ۔ ۲۹۱ ۔

۹۱ ۔ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۴ ۔ ۳۰ ۔

۹۲ ۔ وفیات الاعیان ج ۱ ص ۳۵۹ ۔

۹۳ ۔ التذکرۃ ج ۳ ص ۱۹۹ ۔ ۲۰۳ ۔

۹۴ ۔ تیسری فصل ملاحظہ کیجئے ۔

۹۵ ۔ اس قول میں اس نے ذہبی کی پیروی کی ہے جیسا کہ اس کی تاریخ ج ۵ ص ۲۱۳ سے ظاہر ہے۔

۹۶ ۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۸ ۔

۹۷ ۔ تیسری فصل میں دوسری وجہ کے جواب کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیے

۹۸ ۔ تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۱۳ ۔

۹۹ ۔ نزھۃ المجالس ج ۱ ص ۱۵۱، ۱۵۸، ۱۷۶، ۱۷۹ ۔

۱۰۰ ۔ مسلم نے اپنی صحیح ج ۱ ص ۳۲۲ میں کئی طریقوں سے اس کو نقل کیا ہے ابوداؤد نے اپنی سنن ج ۱ ص ۳۸۱ میں، ابن ماجہ نے اپنی سنن ج ۱ ص ۵۲۳، داری نے اپنی سنن ج ۲ ص ۲۱ احمد نے اپنی مسند ج ۵ ص ۳۱۷ اور ۳۱۹ اور ابن دیبع نے تیسیر الوصول ج ۲ ص ۳۲۹ میں ترمذی اور مسلم سے نقل کرتے ہوئے نقل کیا ہے ۔

۱۰۱۔ اس کو ابن ماجہ نے اپنی سنن ج ۱ ص ۵۲۳، داری نے اپنی سنن ج ۲ ص ۲۱، ۱۰ احمد نے اپنی مسند ج ۲ ص ۳۰۸، ۳۴۴، ۳۴۴، اور ج ۵ ص ۲۸۰ نسائی اور ابن حبان نے اپنی اپنی سنن میں نقل کیا ہے اور سیوطی نے جامع الصغیر ج ۲ ص ۷۹ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے ۔

۱۰۲ ۔ اس کو ابن ماجہ نے اپنی سنن ج ۱ ص ۵۲۲ اور داری نے اپنی سنن ج ۲ ص ۱۹ میں نقل کیا ہے ۔

۱۰۳ ۔ اس کو ابن ماجہ نے اپنی سنن ج ۱ ص ۵۲۷ اور غزالی نے احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۲۷ میں نقل کیا ہے اس میں یہ ہے کہ جو شخص کسی محترم مہینہ کے تین دن جمعرات، جمعہ اور شنبہ کو روزہ رکھے خداوند متعال ہر دن کے بدلے اسے نو سو سال کی عبادت کا ثواب عطا فرمائے گا ۔

۱۰۴ ۔ اس کو احمد نے اپنی مسند ج ۵ ص ۳۴ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے سیوطی نے جامع الصغیر ج ۲ ص ۸۷ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے نسائی اور ابو یعلی نے اپنی مسند سے نقل کیا ہے بیہقی نے جریر سے یہ عبارت نقل کی ہے صیام ثلاثۃ ایام من کل شھر صیام الدھر ۔ جیسا کہ جامع الصغیر ج ۲ ص ۸۷ پر ہے اور ترمذی اور نسائی نے نقل کیا ہے جیسا کہ تیسیر الوصول ج ۲ ص ۳۳۰ پر ہے کہ من صام من کل شھر ثلاثۃ ایام فذلک صیام الدھر اور خداوند متعال نے اپنی کتاب میں اس کی تصدیق فرمایا ہے من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا یعنی ایک دن کے بدلے دس دن مسلم نے اپنی صحیح ج ۱ ص ۳۱۹

اور ۲۲۱ میں تقریباً انہی الفاظ میں اس کو بیان کیا ہے نسائی نے جریر کی یہ حدیث نقل کی ہے صیام ثلاثہ ایام من کل شھر کصیام الدھر ثلاث ایام البیض اس کو حافظ منذری نے ترغیب و ترھیب ج ۲ ص ۳۳ میں نقل کیا ہے اور ابن حجر نے سبل السلام ج ۲ ص ۲۳۳ پر نقل کیا ہے اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے .

۱۰۵ ۔ اس کو ابن حبان نے عائشہ سے نقل کیا ہے جیسا کہ جامع الصغیر ج ۲ ص ۸۷ پر ہے اور طبرانی نے اوسط میں اور بیھقی نے نقل کیا ہے جیسا کہ ترغیب و ترھیب ج۲ ص ۲۷ اور ۳۱ پر ہے .

۱۰۶ ۔ شیخ عبد القادر جیلانی نے اس کو غنیۃ الطالبین میں نقل کیا ہے جیسا کہ صفوری کی نزھۃ المجالس ج ۱ ص ۱۵۳ پر ہے اور علامہ امینی نے ان احادیث اور ان مصادر اور دوسرے مصادر سے کچھ اور حدیثوں کو الغدیر کی پہلی جلد میں ص ۴۰۲ کے بعد نقل کیا ہے

۱۰۷ ۔ صحیح بخاری ج ۹ ص ۲۱۳ .

۱۰۸ ۔ بیھقی نے اس کو الاسماء والصفات ص ۲۱۶ اور ذھبی نے اپنی میزان ج ۱ ص ۲۰۶ پر نقل کیا ہے .

۱۰۹ ۔ دخان آیہ ۵۱ تا ۵۸

۱۱۰ ۔ تفسیر رازی ج ۷ ص ۲۵۹ .

۱۱۱ ۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۷ .

۱۱۲ ۔ صحیح بخاری ج ۴ ص ۲۴۳ .

پانچویں فصل

عترت پاکؑ کی غدیر پر توجہ

عترت پاک کی غدیر پر توجہ

ا۔ عید غدیر عترت پاک کی نظر میں

اسلام میں غدیر کی عید کے بارے میں قدرے گفتگو اس سے پہلے ہو چکی ہے جس میں یہ بھی عرض ہو چکا ہے کہ یہ عید صرف شیعوں سے مخصوص نہیں اگر چہ ان کا اس سے خاص تعلق ہے اور یہ عید بہت پرانی ہے جس کا سلسلہ دور نبوی سے ملتا ہے۔

امام جعفر صادقؑ کی اپنے آبائے طاہرین کے وسیلہ سے پیغمبر اکرمؐ سے منقول ایک سند وار حدیث کے مطابق، سرکار دو عالم نے اس عید کا اعلان کیا اور فرمایا: "یوم غدیر خم افضل اعیاد امتی الخ" غدیر خم کا دن میری امت کے لئے سب سے بڑی عید ہے یہ وہی دن ہے کہ جس میں خداوند متعال نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے بھائی علی بن ابیطالبؑ کو اپنی امت کا امام بناؤں جن سے میرے بعد وہ ہدایت حاصل کریں یہ وہ دن ہے کہ جس میں اللہ نے دین کو مکمل کیا میری امت پر نعمتوں کو مرحلۂ اتمام تک پہنچایا اور اسلام کے ان کا دین ہونے سے راضی ہوا[1] جیسا کہ ایک حدیث میں سند ابو سعید خدری سے سرکار دو عالم کا ارشاد مبارک نقل ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "هنئونی، هنئونی ان الله تعالی خصنی بالنبوة و خص اهل بیتی بالامامة[2] مجھے مبارک باد دو، مجھے مبارک باد دو، کہ اللہ

تعالیٰ نے مجھے نبوت اور میرے اہل بیت کو امامت کے شرف سے مخصوص فرمایا ہے۔

خود علی بن ابیطالبؑ نے بھی نبی اعظمؐ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس دن کو عید قرار دیا چنانچہ روایت میں ہے کہ امیرالمومنینؑ کی زندگی میں جمعہ اور غدیر ایک ہی دن واقعہ ہوئے تو جب پانچ گھڑی دن گزر گیا تو آپؑ منبر پر رونق افروز ہوئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی جو اس سے پہلے نہیں سنی گئی تھی اور اس انداز میں پروردگار متعال کی ثنا میں رطب اللسان ہوئے کہ جو بے مثل تھا چنانچہ اس حمد و ثنا کا جو حصہ محفوظ رہ گیا وہ پیش خدمت ہے۔

" سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنی حمد کو بغیر کسی حمد کرنے والے کی احتیاج کے اپنی ربوبیت کے اعتراف کا ذریعہ اپنی رحمت میں اضافہ کا سبب اور اپنے فضل کے طالب کے لئے روشن راستہ قرار دیا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے " خدا نے اس کو پہلے ہی تمام امتوں سے اپنے علم کے مطابق منتخب فرمالیا تھا اور ان کے بارے میں امر و نہی کرتے ہوئے تمام نبیوں سے ان کو برگزیدہ بنادیا تھا اس کے بعد مقام عمل میں ان کو اپنے مقام پر رکھا اس لئے کہ خدا ایسی ذات ہے جس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں نہ افکار اس کی سرحدوں میں قدم رکھ سکتے ہیں اور نہ اسرار کی وادیوں میں خیال کے گھوڑے دوڑانے والے اس کی کوئی تصویر بنا سکتے ہیں۔

اس ملک جبار کے سوا کوئی معبود نہیں اس نے ان کی نبوت کے اعتراف کو اپنی لاہوتیت کے اعتراف سے مقرون کیا اور ان کو ایسی بزرگی کے ساتھ مخصوص فرمایا کہ جس تک اس کی مخلوق میں سے کسی کی رسائی نہیں ہو سکی چنانچہ وہ اپنے خاصہ اور خلت کے سبب اسی کے اہل تھے اس لئے کہ جس میں تغیر کا شائبہ ہو وہ مختص نہیں ہوتا اور جس

تک گمان کی پہنچ ہو جائے وہ دائمی و سرمدی نہیں ہو سکتا۔

اور ہمیں ان پر درود بھیجنے کا حکم دیا جو ان کی کرامت و بزرگی میں اضافہ ہے اور دعا کرنے والے کی دعا قبولیت کا ذریعہ ہے پس اللہ نے ان پر درود بھیجا اور اتنا زیادہ شرف، کرامت اور عظمت سے نوازا کہ نہ جس کی کوئی انتہا ہے اور نہ ہمیشہ کے لئے اس کا سلسلہ کبھی منقطع ہونے والا ہے۔

اور اپنے نبیؐ کے بعد خداوند متعال نے اپنی مخلوق سے کچھ بندوں کو اپنے لئے مختص فرمایا جن کو اس نے خود بلندی عطا کی اور اپنے خاص رتبہ تک سرفراز فرمایا اور انھیں اپنی جانب حقیقی دعوت دینے والے اور اس کی طرف رہنمائی کرنے والے بندے قرار دیا جو ہر صدی اور ہر زمانہ میں آتے رہتے ہیں جن کو ابتدا میں اس نے انوار کی صورت میں ایجاد کیا انھیں اپنی حمد کے ساتھ گویا فرمایا اور اپنی تمجید کے شکر کی تعلیم عطا کی اور اس کی مملکت ربوبیت اور سلطنت عبودیت کا اعتراف کرنے والوں کے لئے حجتیں بنایا اور اپنے حسب منشا اپنے کچھ امور کا والی قرار دیا انھیں اپنی مشیت کے ترجمان اور اپنے ارادہ کی زبانیں بنایا وہ ایسے بندے ہیں جو بات کرنے میں پہل نہیں کرتے اور اس کے ہر حکم پر عمل کرتے ہیں اور وہ تو ان کے سامنے اور پیچھے کی ہر چیز کو جانتا ہے اس کے ہاں کوئی شفاعت نہیں کرے گا مگر وہ جس سے وہ راضی ہو اور وہ اس کے خوف سے ہراساں اور ترساں ہوں وہ اس کے احکام کا حکم دیتے رہتے ہیں اور اسی کی سنتوں کو اپناتے ہیں اس کی حدود پر قائم ہیں اور اس کے عائد کردہ فرائض کو ادا کرتے ہیں۔

اس نے اپنی مخلوق کو گھٹا ٹوپ تاریکی اور اندھی جہالت میں نہیں چھوڑا بلکہ انھیں ایسی عقلوں سے نوازا جو ان کے شواہد کے ساتھ ممزوج اور ان کی ہیکلوں میں منتشر ہیں اور ان عقلوں کو ان کے نفوس میں متحقق فرمایا اور حواس کو عقل کا تابع بنایا اس حواس

کو آنکھوں ، کانوں ، فکروں اور دلوں میں رکھا ان عقلوں کے ذریعہ ان کو اپنی حجت سے وابستہ اور ملزوم قرار دیا اور ان کے ذریعے ان کی رہنما حجت انھیں دکھائی اور وہ عقلیں جن چیزوں کو دیکھتی ہیں اپنی قدرت کاملہ کے ذریعہ انسان کے اندر قوت گویائی پیدا کرکے ان چیزوں کے تذکرہ کو انسان کی زبان پر جاری کیا

اور اسی خطبہ میں فرمایا :

اے گروہ مومنین : خداوند متعال نے آج کے دن میں دو بڑی اور عظیم عیدوں کو یکجا فرمایا ہے جن میں سے ایک کے بغیر دوسری کوئی معنی نہیں رکھتی تاکہ وہ تمہارے لئے اپنی صنعت کے حسن و جمال کو کامل کرے تمہیں نیکی کے راستے سے آگاہ فرمائے اپنے نور ہدایت سے روشنی پانے والوں کے نقش قدم پر چلائے اپنے مقصد کا سالک بنانے اور تمہیں اپنی گوارا نعمتوں سے مالامال کردے .

پس اس نے جمعہ کو مجتمع ہونے کا وقت قرار دیا اور اس کی طرف دعوت دی تاکہ وہ انسان کے گذشتہ گناہوں کو پاک کردے اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک جو برائیاں سرزد ہوتی ہیں انھیں دھو ڈالے مومنین کو تذکر دے ، متقین کی خشیت کو بیان کرے اور اہل طاعت کو اس دن کے اعمال کا دوسرے دنوں کے مقابلہ میں کئی گنا ثواب عطا کرے اور یہ ثواب صرف اسی وقت کامل ہوگا جب اس کے اوامر کی اطاعت کی جائے نواہی سے باز رہا جائے اور جن باتوں کی طرف اس نے دعوت دی ہے اور ان پر اکسایا ہے ان میں خدا کی طاعت و فرمانبرداری کرے .

پس وہ اپنی وحدانیت کے اقرار کو تب تک نہیں مانتا جب تک نبی کی نبوت کا اعتراف نہ کیا جائے اور دین کو اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک جس کی ولایت قبول کرنے کا اس نے حکم دیا ہے اس کو قبول نہ کیا جائے اور اس کی طاعت و بندگی

کے اسباب اس وقت تک مسخر نہیں ہوتے جب تک اس کے اور اس کے مقرر کردہ اہل ولایت کے طریقے اور اسوے کو نہ اپنایا جائے۔

اور " یوم دوح " میں اس نے اپنے نبیؐ پر وہ آیت نازل فرمائی جس کے ذریعہ اس نے اپنی خالص اور برگزیدہ بندوں کے سلسلہ میں اپنا ارادہ بیان کیا اور پیغمبرؐ کو اس کی تبلیغ کا اور منافقوں اور کچے دلوں سے راہ و رسم رکھنے سے باز رہنے کا حکم دیا اپنے نبیؐ کو ان کے شر سے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری لی چنانچہ مومن و منافق دونوں نے اس چیز کو درک کیا پس سننے والے نے سنا اور جس کو حق پر ثابت و استوار رہنا تھا وہ رہا جب کہ منافق کی جہالت اور مارق کی جھوٹی محبت میں اضافہ ہوا دانت چبائے گئے اور ہاتھوں کو کاٹا گیا۔ بولنے والا بولا اور ہانکنے والے نے ہانک لگائی مارق اپنی مارقیت پر اڑ گیا ایک طائفہ نے زبان سے تو مانا مگر دل سے ایمان نہیں لایا جبکہ دوسرے طائفہ نے زبان سے بھی اقرار کیا اور دل سے بھی تصدیق کی۔

اور خداوند متعال نے اپنے دین کو کامل کیا اور نبیؐ اور مومنین و تابعین کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی اور تم میں سے بعض نے اس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور بعض تک اس کی خبر پہنچی ہے چنانچہ جو صابر تھے ان پر اللہ کی حجت پوری ہوگئی اور خدا نے فرعون، قارون، ہامان اور ان کے جنود کو ان کی بلند پروازی اور ان کے کرتوتوں کی بنا پر ہلاکت میں مبتلا کیا۔

پروردگار عالم ان کے شہروں میں ان کا پیچھا کر کے ان کے آثار اور ان کا نام و نشان مٹا دے گا اور عنقریب ان کو حسرت و ندامت کا سامنا کرنا ہوگا خدا انھیں ان سے ملحق فرمائے گا جنھوں نے خلافت کی طرف اپنے ہاتھ بڑھائے اور اپنی گردنیں اونچی کر کے اس کی طرف بڑھے خدا نے انھیں اپنے دین کا امین بنایا انھوں نے اسے بدل دیا اپنا حکم ان

کے حوالے کیا انھوں نے اس کو تبدیل کر دیا اور عنقریب اللہ کے دشمن کے برخلاف اس کی نصرت آئے گی اور اللہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کی بھی خبر رکھتا ہے۔

یہ جو کچھ آپ نے سنا ہے یہی آپ کے لئے کافی ہے پس جس چیز کی طرف اللہ نے آپ کو بلایا ہے اور اس کو اختیار کرنے پر اکسایا ہے اس کے بارے میں غور کرو خدا تم پر رحم کرے اس کی شریعت کو اپناؤ اس کے راستہ کو اختیار کرو مختلف راستوں کو چھوڑ دو ورنہ تم بھٹک جاؤ گے۔

بیشک یہ بڑا عظیم دن ہے۔

جس میں گشائش نصیب ہوئی مدارج بلند ہوئے اور حجتیں واضح ہوئیں۔

یہ توضیح اور مقام ولایت کی تشریح کا دن ہے۔

یہ دین کے اکمال کا دن ہے۔

یہ عہد معہود کا دن ہے۔

یہ شاہد و مشہود کا دن ہے۔

یہ نفاق و کفر کی گرہیں کھولے جانے کا دن ہے۔

یہ حقائق ایمان کے بیان کرنے کا دن ہے۔

یہ شیطان کے دھتکارنے کا دن ہے۔

یہ وہ فیصلہ کا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

یہ "ملاء اعلی" کا دن ہے جس سے تم روگردانی کرتے ہو۔

یہ ارشاد کا دن ہے۔

یہ بندوں کی محنت کا دن ہے۔

یہ وہ دن ہے جس میں دلوں کے مخفی بھید اور چھپے ہوئے راز سامنے آگئے۔

یہ خاص لوگوں کے لئے نصوص کا دن ہے۔

حضرت تا دیر، یہ دن، یہ دن فرماتے رہے یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا پس خدا پر نگاہ رکھو اور اس سے ڈرو مکر سے بچو اور اللہ کو دھوکہ مت دو اور خدا کی توحید اور جن کی اطاعت کا اس نے حکم دیا ہے ان کی اطاعت کے ذریعہ اللہ کے قریب ہوجاؤ اور یہ لوگ جو خود گمراہ ہیں اور گمراہ کرنے والے ہیں ان کا اتباع کرکے نیکی کے راستے سے مت بھٹکو خداوند متعال ایک گروہ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے جس کی اس نے اپنی کتاب میں مذمت کی ہے، ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی انہوں نے ہمیں گمراہ کردیا پروردگارا! ان کو دوہرے عذاب میں مبتلا کر اور ان کی گردن میں بڑی لعنت کا طوق پہنا [۲] اور ارشاد رب العزت ہے جب یہ لوگ دوزخ میں آپس میں جھگڑا کریں گے تو کمزور لوگ بڑوں سے کہیں گے ہم تو تمہارے تابع تھے اب کیا تم ہمیں کچھ عذاب سے بچا سکتے ہو تو وہ کہیں گے اگر خدا ہماری رہنمائی کرتا تو ہم تمھوری رہنمائی کردیتے [۳]۔

کیا تم جانتے ہو کہ استکبار کیا ہے؟ استکبار جن کی طاعت کا حکم دیا گیا ہے ان کی طاعت کو ترک کرنا اور جن کی پیروی کی دعوت دی گئی ہے ان سے خود کو اونچا سمجھنا قرآن مجید نے اس بارے بہت کچھ کہا ہے اگر تم اس میں غور کرو تو وہ تمہیں روکے گا اور نصیحت کرے گا۔

اور اے مؤمنو! جان لو کہ خداوند عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے۔ خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح ڈٹ کر جہاد کرتے ہیں گویا وہ شیشہ پلائی ہوئی دیواریں ہیں [۵] کیا تم جانتے ہو کہ سبیل اللہ کیا ہے اور اس کی سبیل کون ہے اور اللہ کا راستہ کون ہے؟

میں ہوں اللہ کا وہ راستہ کہ جو اس پر نہیں چلے گا ہلاک ہوجائے گا۔

میں ہوں اس کا وہ سبیل جسے اس نے اپنے نبیؐ کے بعد منصوب کیا ہے۔
میں قسیم دوزخ اور جنت ہوں۔
میں فجار و ابرار کے لئے خداوند عزو جل کی حجت ہوں۔

پس غفلت کی نیند سے جاگ اٹھو موت آنے سے پہلے عمل کی طرف بڑھو اپنے پروردگار کی جانب تیزی سے بڑھو قبل اس کے ایک دیوار قائم کردی جائے جس کی اندر رحمت اور باہر عذاب ہو اس وقت تم پکاروگے تو تمہاری آواز نہیں سنی جائے گی تم چیخ و پکار کروگے مگر اس پر کوئی توجہ نہیں دے گا اور اس سے پہلے کہ تم فریاد کرو اور تمہاری فریاد نہ سنی جائے پس تم وقت ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے طاعت کی طرف قدم بڑھاؤ اس لئے کہ لذتوں کے محل چکنا چور کردینے والی تمہاری طرف بڑھ رہی ہے پس نہ نجات کا کوئی ٹھکانہ ہوگا اور نہ بچنے کی کوئی سبیل۔

یہ مجمع چھٹ جانے کے بعد اپنے عیال پر دل کھول کر خرچ کرو اپنے بھائیوں کے ساتھ نیکی کرو اور خداوند متعال کا اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرو متحد ہوجاؤ اللہ تمہارے اتحاد کو برقرار رکھے تم ایک دوسرے سے نیکی کرو خدا تمہارے درمیان الفت پیدا کرے اور خدا کی نعمتوں کو اس عہد میں ثواب کی شکل میں ایک دوسرے کو ہدیہ کرو کہ جو اس سے پہلے اور بعد کی عہدوں کے ثواب سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے اور اس عید میں نیکی مال میں اضافہ کرتی ہے اور عمر کو بڑھاتی ہے اور اس میں ایک دوسرے پر مہربانی خدا کی رحمت و عطوفت کی متقاضی ہوتی ہے اور اپنے عیال اور بھائیوں پر خدا کے فضل سے جو کچھ تمہیں نصیب ہوا ہے اس میں سے اپنی سخاوت اور قدرت کے مطابق بخشش کرو خوش و خرم رہو اور اپنی ملاقاتوں میں خوشی اور مسرت کا مظاہرہ کرو اور تمہارے اوپر خدا کی عطاؤں کے سلسلے میں اس کا شکر ہے تم سے جو لوگ امید وابستہ کئے ہوئے ہیں

انہیں زیادہ سے زیادہ عطا کرو اپنے کھانے پینے میں ضعیفوں اور ناداروں کے ساتھ اپنی قدرت و حیثیت کے مطابق مساوات سے کام لو اس عید میں ایک درھم کی جزا ایک لاکھ درھم ہے اور اللہ کے پاس اس سے زیادہ ہے۔

اور اس دن کے روزے کو بھی اللہ نے مستحب قرار دیا ہے اور اس کے بدلے میں عظیم جزا قرار دی ہے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں پہل کرے اور رغبت کے ساتھ اس سے حسن سلوک کرے اس کا اجر ایسا ہے کہ جیسے کسی نے روزہ رکھا ہو اور رات عبادت میں بسر کی ہو اور جو اس کی شب میں کسی ایک مومن کو افطار کرائے گویا اس نے ایک بڑے مجمع کو افطار کرائی ہے۔

اس کے بعد حضرت ؑ نے فرمایا: جب تم ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کرو تو سلام کرنے کے بعد مصافحہ کرو اور اس دن کی نعمت کی مبارکباد دو جو موجود ہیں وہ یہ بات ان لوگوں کو بتائیں جو موجود نہیں اور جو دیکھ رہے ہیں وہ دور والوں کو بتائیں مال دار فقیر اور قوی ضعیف کو عید کی مبارکباد دینے جائے مجھے اس کا حکم رسول اللہؐ نے دیا ہے۔

اور ائمہ معصومین ؑ نبی اعظم ؐ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے غدیر کے دن عید مناتے تھے چنانچہ انہوں نے تمام مسلمانوں کو اس کا حکم دیا اس دن کے فضائل بتائے اور اس میں عمل نیک کے ثواب سے آگاہ کیا۔

چنانچہ "فرات بن ابراھیم کوفی" کی "تفسیر" میں سورۂ مائدہ میں جعفر بن محمد ازدی نے محمد بن حسین صائغ سے اس نے حسن بن علی صیرفی سے اس نے محمد بزاز سے اس نے فرات بن احنف سے اور اس نے امام جعفر صادق ؑ سے نقل کیا ہے: میں نے (یعنی فرات بن احنف نے) حضرت سے پوچھا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں آیا مسلمانوں کے عید الفطر، عید اضحیٰ، یوم جمعہ، اور یوم عرفہ سے افضل بھی کوئی عید ہے؟ تو امام ؑ نے مجھ سے

فرمایا: ہاں! اللہ کے نزدیک منزلت کے اعتبار سے ان عیدوں سے افضل اعظم اور اشرف اس دن کی عید ہے جس میں خداوند متعال نے دین کو کامل فرمایا اور اپنے نبی محمد مصطفیٰ پر یہ آیت نازل فرمائی " الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا "[۶]۔

امامؑ نے مجھ سے فرمایا: انبیائے بنی اسرائیل جب اپنے بعد کسی کو وصی یا امام مقرر کرنا چاہتے تھے تو جس روز وہ ایسا کرتے تھے اس دن کو عید قرار دیتے تھے چنانچہ یہ بھی وہ دن ہے کہ جس میں رسول اللہؐ نے علیؑ کو امام مقرر فرمایا اس دن آیتیں نازل ہوئیں دین کو مکمل کیا گیا اور مؤمنین پر نعمتوں کی تکمیل کی گئی۔

راوی کہتا ہے میں نے پوچھا کہ وہ سال کا کونسا دن ہے؟

تو امام نے فرمایا: دن آگے پیچھے ہوتے رہتے ہیں لہذا وہ ہفتہ بھی ہوسکتا ہے پیر بھی، منگل بھی یا آخر ہفتہ تک کوئی دن بھی ہوسکتا ہے[۷]۔

راوی کہتا ہے: میں نے پوچھا کہ اس روز ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

فرمایا: وہ عبادت، نماز شکر و حمد الٰہی اور اس بات پر مسرت و شادمانی کے اظہار کا دن ہے کہ خداوند متعال نے تم پر ہماری ولایت کے ذریعہ منت رکھی پس میں تمہارے لئے یہ چاہتا ہوں کہ تم اس دن روزہ رکھو۔

اور "کافی"[۸] میں ثقۃ الاسلام کلینی نے علی بن ابراہیم سے انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے انہوں نے اپنے دادا حسن بن راشد سے اور انہوں نے امام جعفر صادقؑ سے روایت نقل کی ہے حسن کہتے ہیں کہ میں نے امامؑ کی خدمت عرض کی: میں آپ پر قربان ہوجاؤں کیا دو عیدوں کے علاوہ بھی مسلمانوں کی کوئی عید ہے؟ فرمایا: ہاں! اے حسن! اور وہ ان دونوں سے اعظم اور اشرف ہے۔

میں نے پوچھا، وہ کونسا دن ہے؟

فرمایا، وہ دن کہ جس میں علیؑ کو لوگوں کا امام مقرر کیا گیا۔

میں نے پوچھا، میں آپ پر قربان ہو جاؤں اس روز ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

فرمایا، اے حسن، روزہ رکھو، محمد و آل محمد پر کثرت سے درود بھیجو، اور جنھوں نے ان پر ظلم کیا ہے ان سے برائت و نفرت کا اظہار کرو، اس لئے کہ انبیائے کرامؑ جس روز کسی کو اپنا وصی بناتے تھے تو اپنے اوصیا کو حکم دیتے تھے کہ اس روز عید منائیں۔

راوی کہتا ہے، میں نے عرض کی، جو اس دن روزہ رکھے اس کی جزا کیا ہے؟

فرمایا، ساٹھ مہینوں کے روزے[۹]۔

"کافی"[۱۰] میں ہی کلینی نے سہل بن زیاد سے انھوں نے عبد الرحمن بن سالم سے اور انھوں نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادقؑ سے دریافت کیا کہ آیا روز جمعہ عید فطر اور عید قربان کے علاوہ بھی مسلمانوں کی کوئی عید ہے؟

فرمایا، ہاں، اور اس کی عظمت ان سے زیادہ ہے۔

میں نے عرض کی میں آپ پر قربان، وہ کونسی عید ہے؟

فرمایا، وہ دن ہے کہ جس میں رسول اللہؐ نے امیر المؤمنینؑ کو امام معین فرمایا، اور ارشاد فرمایا: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

میں نے پوچھا، وہ کونسا دن ہے؟

فرمایا، تمہیں دن سے کیا غرض ہے دن تو بدلتے رہتے ہیں البتہ وہ "ذی الحجہ" کی "اٹھارہ" تاریخ ہے۔

میں نے عرض کیا، ہمیں اس روز کیا کرنا چاہئے۔

فرمایا: روزہ رکھو، عبادت کرو، خدا کو یاد کرو اور محمد و آل محمدؐ کا ذکر کرو اس لئے کہ سرکار عالم نے امیرالمؤمنینؑ سے فرمایا تھا کہ اس روز عید منائیں اور گذشتہ انبیا کا بھی یہی طریقہ رہا ہے وہ اپنے اوصیا سے وصیت کرتے تھے کہ وہ اس روز عید منائیں۔

انہوں نے اپنی سند کے ساتھ حسین بن حسن حسینی سے، انہوں نے محمد بن موسی ہمدانی سے انہوں نے علی بن حسان واسطی سے اور انہوں نے علی بن حسین عبدی سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا غدیر کا روزہ خدا کے نزدیک ، سو مبرور مقبول حج اور سو عمرہ کے برابر ہے اور وہ خدا کی سب سے بڑی عید ہے۔

اور "خصال"[۱۱] میں شیخ صدوق سے ان کی سند کے ساتھ مفضل بن عمر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کی کتنی عیدیں ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: چار عیدیں ہیں۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کی دو عیدیں اور ایک جمعہ کے بارے میں تو ہمیں معلوم ہے۔

انہوں نے مجھ سے فرمایا ان سے زیادہ با عظمت و شرافت ذی الحجہ کی اٹھارہویں تاریخ ہے یہ وہ دن ہے جس میں رسول اللہؐ نے امیرالمؤمنینؑ کو لوگوں کا امام معین فرمایا۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کی اس روز ہمارے اوپر کون سے اعمال واجب ہیں؟

فرمایا: تم پر واجب[۲] ہے کہ خدا کا شکر اور اس کی حمد و ثنا کے طور پر اس دن روزہ رکھو حالانکہ خداوند متعال اس امر کا اہل ہے کہ ہر آن اس کا شکر ادا کیا جائے انبیا بھی جس روز کسی کو اپنا وصی بناتے تھے اس روز روزہ رکھنے اور عید منانے کا حکم دیتے تھے۔

"مصباح"[۳] میں شیخ طوسی نے داؤد رقی کے ذریعہ ابی ہارون ؛ عمار بن حریز

عبدی سے نقل کیا ہے ان کا بیان ہے کہ میں اٹھارہ ذی الحجہ کے دن امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت روزے سے ہیں پس حضرت نے مجھ سے فرمایا:

یہ عظیم دن ہے کہ خدا نے جس کے احترام کو مومنین کے لئے عظیم قرار دیا ہے اس میں خدا نے مومنین کے لئے دین کو کامل فرمایا، ان پر نعمتوں کا خاتمہ کیا اور ان سے جو عہد و میثاق لیا تھا اس کی تجدید کی.

حضرت کی خدمت میں عرض کیا گیا: اس دن کے روزے کا کیا ثواب ہے؟

فرمایا: یہ عید، خوشی و شادمانی، اور سرور و مسرت اور خدا کے شکر کے طور پر روزہ رکھنے کا دن ہے اور ان دن کا روزہ حرمت والے ساٹھ مہینوں کے برابر ہے.

اور عبد اللہ بن جعفر حمیری نے ہارون بن مسلم سے انہوں نے ابوالحسن لیثی سے اور انہوں نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اپنے کچھ دوستوں اور شیعوں سے جو حضرت کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تھے فرمایا: کیا تم لوگ اس دن کو جانتے ہو کہ جس میں خدا نے اسلام کو مستحکم کیا دین کے منارہ کو ظاہر فرمایا اور اس دن کو ہمارے لئے اور ہمارے دوستوں اور شیعوں کے لئے عید قرار دیا.

انہوں نے عرض کی، اللہ، اس کو رسولؐ اور فرزند رسولؐ بہتر جانتے ہیں، آیا وہ عید فطر کا دن ہے؟

فرمایا: نہیں.

عرض پرداز ہوئے. آیا وہ عید اضحیٰ کا دن ہے؟

فرمایا، نہیں. البتہ یہ دونوں دن بھی بہت مبارک اور جلیل القدر ہیں لیکن دین کے منارہ کا دن ان دونوں سے زیادہ مبارک اور جلیل القدر ہے اور وہ اٹھارہ ذی الحجہ کا دن

ہے اور رسول اللہؐ جب آخری حج سے واپس لوٹے اور غدیر خم کے مقام پر پہنچے.... تا آخر حدیث۔

حدیث حمیری میں غدیر کے دن نماز شکر کے بعد لکھا ہے: آپ سجدوں میں یہ دعا پڑھیں "اللھم انا نفرج وجوھنا فی یوم عیدنا الذی شرفتنا فیه بولایة مولانا امیر المومنین علی بن ابیطالب صلی اللہ علیه"۔

فیاض بن محمد بن عمر طوسی نے ۲۵۹ھ کہ جب ان کی عمر نوے سال کی تھی کہا ہے کہ ایک روز وہ غدیر کے دن امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت کے پاس ان کے خواص کی ایک جماعت موجود تھی جن کو انہوں نے افطار کے لئے روک رکھا تھا حضرت نے ان کے گھر کھانا، گیہوں، لباس، یہاں تک کہ انگوٹھیاں اور جوتے تک بھیجے اور ان کی اور اپنے اطرافیوں کی حالت بدل ڈالی اور ان کو نئے آلات سے نوازا کہ جو اس دن سے پہلے حضرت نہیں دیتے تھے اور ساتھ ہی حضرت اس دن کی فضیلت بھی بتاتے جاتے تھے اور "مختصر بصائر الدرجات" میں سند کے ساتھ محمد بن علاء ہمدانی واسطی اور یحیی بن جریج بغدادی سے ایک حدیث میں نقل کیا ہے کہ ہم سب نے امام حسن عسکری کے صحابی، احمد بن اسحاق قمی کے گھر کا قصد کیا جن کی وفات ۲۶۰ھ میں شہر قم میں ہوئی ہم نے ان کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک عراقی لڑکی گھر سے بر آمد ہوئی ہم نے ان کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ عید منانے میں مشغول ہیں اس لئے کہ آج عید کا دن ہے تب ہم نے کہا سبحان اللہ شیعوں کی عیدیں چار ہیں عید الضحیٰ، عید فطر، عید غدیر اور عید جمعہ تا آخر حدیث۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا!

یہاں تک کی بحث و تحقیق سے آپ کو اس عید کی حقیقت اور اس کے تمام امت

سے متعلق ہونے اور دور نبوی ؐ سے متصل ہونے کے بارے میں علم ہوا اس کے بعد ایک وصی سے دوسرے وصی تک اس کا سلسلہ متصل ہوتا رہا اور ائمہ دین اس کا اعلان کرتے رہے اور امنائے وحی، جیسے امام جعفر صادق ؑ اور امام علی رضا ؑ اپنے جد بزرگوار امیر المؤمنین ؑ کے بعد اس کے ذکر کو استحکام بخشتے رہے جب ان دونوں اماموں کی شہادت ہوگئی تو پھر یہ عید نہیں منائی گئی البتہ ان دونوں اماموں کی حدیثیں تفسیر "فرات" اور "کافی" میں روایت کی گئی ہیں یہ دونوں کتابیں تیسری صدی کی تالیف ہیں اور یہی حدیثیں غدیر کی عید کے سلسلے میں شیعوں کے ماخذ و مدارک ہیں۔

جب آپ کو یہ معلوم ہوچکا تو آئیے اب آپ کو نویری اور مقریزی سے ملاتے ہیں کہ وہ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اس عید کو معزالدولہ علی بن بویہ نے ۳۵۲ھ میں ایجاد کیا تھا۔ نویری، اسلامی عیدوں کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ایک عید ہے جس کو شیعوں نے ایجاد کیا ہے اور اس کا نام "عید غدیر" رکھا ہے اس دن ان کے عید منانے کی وجہ یہ ہے کہ غدیر خم کے دن نبی اعظم نے علی بن ابیطالب ؑ کے ساتھ مواخات قائم کی تھی۔

غدیر وہ مقام ہے جہاں ایک چشمہ جاری ہے اس کے اطراف میں گھنی جھاڑیاں ہیں اور غدیر اور چشمہ کے درمیان نبی ؐ کی مسجد ہے اور وہ دن جس میں انہوں نے اس عید کو ایجاد کیا وہ ذی الحجہ کی اٹھارہ تاریخ ہے اس لئے کہ ۱۰ھ میں اسی تاریخ میں مواخات قائم ہوئی تھی اور وہ آخری حج تھا وہ اس رات کو نمازیں گزارتے ہیں اور اس کی صبح کو زوال سے پہلے سے دو رکعت نماز پڑھتے ہیں۔ وہ اس روز نئے نئے لباس پہنتے غلام آزاد کرتے دوسروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں اور جانور ذبح کرتے ہیں سب پہلے اس کو معزالدولہ ابو الحسن علی بن بویہ نے ایجاد کیا تھا جس کا ذکر ہم ان کی اخبار میں

۳۵۲ھ کے ذیل میں کریں گے

خلاصہ جب شیعوں نے اس کو اپنی عید بنالیا تو اہل سنت نے بھی شیعوں کی عید کی طرح ۳۸۹ھ میں ایک دن کو خوشی کا دن قرار دیا اور اس کو شیعوں کی عید کے آٹھ دن بعد رکھا اور دعویٰ کیا کہ یہ وہ دن ہے جس میں رسول اللہؐ اور ابو بکر نماز میں داخل ہوئے تھے وہ اس روز زینت کرتے پنڈال لگاتے اور آتش بازی کرتے ہیں (۴)۔

مقریزی کا قول ہے کہ: عید غدیر شرعی عید نہیں تھی اور نہ ہی ائمہ سلف نے اس دن عید منائی سب سے پہلے عراق میں معزالدولہ علی بن بویہ نے اس کو منوایا اس عید کو اس نے ۳۵۲ھ میں ایجاد کیا اور اس دن سے شیعہ اس کو عید کے طور پر مناتے ہیں (۵)۔

اب ایسے شخص کے بارے میں کیا کہوں جو شیعوں کی تاریخ لکھنے بیٹھا ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہے یا اس کو حقیقت کا تو علم تھا مگر لکھتے وقت بھول گیا یا کسی ایسے امر کی وجہ سے اس نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا جس کے بارے میں اس نے رات میں مشورہ کیا یا اس نے جو کچھ کہا ہے لاعلمی کی بنا پر کہا ہے یا اسے یہی پرواہ نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے!!!

کیا مسعودی کہ جس کی وفات ۳۴۶ھ میں ہوئی نے یہ نہیں لکھا کہ اولاد علیؑ اور ان کے شیعہ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں (۶)۔

کیا کلینیؒ کہ جن کی وفات ۳۲۹ھ میں ہوئی تھی انہوں نے کافی میں حدیث غدیر کو نقل نہیں کیا ہے؟ اور ان سے پہلے فرات بن ابراہیم کوفی، جنہوں نے اس حدیث کی روایت اور تفسیر کی ہے جو ہمارے پاس موجود ہے وہ ثقۃ الاسلام کلینی کے استاد نہیں ہیں؟

یہ تمام کتابیں نویری اور مقریزی نے جس تاریخ کا ذکر کیا ہے یعنی ۳۵۲ھ اس سے پہلے لکھی گئی ہیں کیا فیاض بن محمد بن عمر طوسی نے اس کی خبر ۲۵۹ھ میں نہیں دی تھی؟ کہ اس نے امام رضاؑ کو کہ جن کی شہادت ۲۰۳ھ میں ہوئی دیکھا کہ وہ اس روز عید منارہے ہیں اور اس دن کی فضیلت اور قدامت کا تذکرہ کر رہے ہیں اور اس کی روایت انہوں نے اپنے آبائے کرام کے ذریعہ امیر المؤمنینؑ سے کی ہے۔

اور امام جعفر صادقؑ جن کی شہادت ۱۴۸ھ میں ہوئی انہوں نے اپنے اصحاب کو یہ سب کچھ بتادیا تھا اور انھیں خبر دی تھی کہ تمام انبیاء کی یہ سنت رہی ہے کہ جس دن وہ کسی کو وصی بناتے تھے اس دن کو عید قرار دیتے تھے جیسا کہ امرا اور بادشاہوں کا بھی یہی دستور رہا ہے کہ وہ اپنی تاجگذاری کے دن جشن عید مناتے رہے ہیں۔

اور ائمہ دینؑ ماضی میں اپنے اپنے دور میں اپنے شیعوں کو اس روز دعوتیں کرنے، نیک اعمال انجام دینے اور خدا کی عبادت و بندگی بجا لانے کا حکم دیتے رہے ہیں اور "مختصر بصائر الدرجات" کی جو حدیث ذکر ہوئی ہے اس میں ہے کہ تیسری صدی کے اوائل میں یہ عید شیعوں کی مشہور چار عیدوں میں شمار ہوتی تھی۔

یہ ہے عید غدیر کی حقیقت مگر ان دو حضرات نے تو بلاوجہ شیعوں پر کیچڑ اچھالا ہے اور اس کو معزالدولہ کی ایجاد کردہ بدعت قرار دیا ہے انہوں نے یہ گمان کیا کہ شاید کوئی بھی مورخ ان کی بات کو نہیں سمجھ پائے گا اور ان پر مناقشہ نہیں کرے گا۔

فوقع الحق و بطل ماکانوا یعملون فغلبوا ھنالک و انقلبوا صاغرین[۱۲]۔

۲۔ غدیر سے عترت پاک کے استدلال اور احتجاج

سب سے پہلے امیر المؤمنینؑ کے استدلالات

حدیث غدیر ابتدائے اسلام یعنی پہلی صدی سے لیکر موجودہ صدی تک ان مسلمہ اصول میں سے رہی ہے جس کو جس نے نزدیک سے دیکھا وہ اس پر ایمان لایا اور جس نے اس کے بارے میں سنا اس نے اس کے صدور میں کوئی شک کیے بغیر اس کی روایت کے سلسلہ کو آگے بڑھایا دو آدمیوں کے مناظرے میں حدیث غدیر کا کردار فیصلہ کن رہا ہے اسی لئے اس سے بہت استدلال کئے گئے ہیں اور صحابہ و تابعین نے ہمیشہ اس کو اپنی دلیل و حجت بنایا ہے علیؑ کے دور میں بھی اور اس سے پہلے بھی سب سے پہلے امیر المومنینؑ نے مسجد نبوی میں رسول اللہؐ کی وفات کے بعد اس حدیث کو حجت بنایا اور اس سے استدلال کیا (۱۸۱)

یہاں پر ہم عترت پاکؑ سے سرکار دو عالمؐ کے بعد کئے جانے والے استدلال کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

۱۔ شوریٰ کے دن امیر المؤمنینؑ کا استدلال

اخطب الخطباء خوارزمی کہتے ہیں: مجھے ، افضل حفاظ شیخ امام شہاب الدین ابو نجیب سعد بن عبداللہ بن حسن ہمدانی جو مروزیؒ کے نام سے معروف ہیں نے اپنے ایک مکتوب میں مجھے خبر دی کہ مجھے حافظ ابو علی حسن بن احمد بن حسین نے نقل روایت کے ایک اجازہ میں خبر دی کہ مجھے شیخ ادیب ابو یعلی عبدالرزاق بن عمر بن ابراہیم ہمدانی نے ۴۷۳ھ میں خبر دی کہ مجھے سب سے بڑے محدث ابو بکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ نے خبر دی۔

اور شیخ امام شہاب الدین ابو نجیب سعد بن عبداللہ ہمدانی کہتے ہیں ہمیں اس حدیث کی خبر امام حافظ سلیمان بن محمد بن احمد نے دی کہ ہم سے یعلی بن سعد رازی نے

بیان کیا کہ مجھ سے محمد بن حمید نے نقل کیا کہ مجھے زافر بن سلیمان نے بتایا کہ مجھے حارث بن محمد نے ابی طفیل عامر بن واثلہ سے خبر دی کہ میں شوریٰ کے دن حضرت علیؑ کے ہمراہ گھر کے دروازہ پر تھا اور میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: آج میں تمہارے سامنے ایسی حجت پیش کروں گا کہ جس کو نہ تمہارا عربی اور نہ تمہاری عجمی بدل سکے اس کے بعد آپ نے فرمایا:

اے لوگو! میں تم سب کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں سے کوئی ہے جس نے مجھ سے پہلے خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا ہو؟

سب نے کہا: نہیں!

فرمایا: تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں سے کسی کا جعفر طیار جیسا بھائی ہے جو جنت میں فرشتوں کے ہمراہ ہو؟

سب نے کہا: کہ خدا گواہ ہے کہ نہیں!

فرمایا: تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کا چچا میرے چچا حمزہ جیسا ہو جو اللہ اور اس کے رسول کے شیر اور سید شہدا ہیں؟

سب نے کہا: خدا کی قسم نہیں.

فرمایا: تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کی زوجہ میری زوجہ جنت کی عورتوں کی سردار فاطمہ بنت محمدؐ جیسی ہو.

سب نے کہا: نہیں!

فرمایا: تمہیں اللہ کی قسم! یہ بتاؤ کہ کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کے حسن و حسین علیہما السلام جیسے دو فرزند جو جوانان جنت کے سردار ہیں.

سب نے کہا: نہیں

فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ کہ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے مجھ سے پہلے ہدیہ دے کر رسول اللہؐ سے بارہا خلوت میں بات کی ہو؟

سب نے کہا: نہیں۔

فرمایا: تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کے لئے رسول اللہؐ نے فرمایا: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ وانصر من نصرہ لیبلغ الشاھد الغائب؟"

سب نے کہا: خدا گواہ ہے کوئی نہیں الی آخر حدیث[۱۹]

اور اسی حدیث کو امام حموینی نے اپنی سند کے ساتھ خوارزم کے سب سے بڑے خطیب ضیاء الدین ابی مؤید موفق بن احمد مکی سے اس سلسلہ سند کے آخر تک اپنے مذکورہ طریقوں سے نقل کیا ہے۔[۲۰]

اور ابن حاتم شامی نے "الدر النظیم" میں اسی حدیث کو حافظ ابن مردویہ کے طریقہ سے ایک اور سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور وہ سند ہے ابو المظفر عبد الواحد بن محمد بن محمد بن شیدہ مقری نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم سے عبد الرزاق بن عمر طہرانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہے کہ ہم سے ابو بکر احمد بن موسیٰ حافظ ابن مردویہ نے حدیث بیان کی کہ ہمیں ابو بکر احمد بن محمد بن ابی دارم[۲۱] نے بتایا کہ ہم سے منذر بن محمد نے بیان کیا کہ ہمیں ہمارے چچا نے خبر دی کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ ابان بن تغلب نے عامر بن واثلہ سے نقل کیا کہ شوریٰ کے دن میں دروازے پر تھا اور علیؑ گھر کے اندر تھے میں نے انھیں یہ فرماتے ہوئے سنا، اس کے بعد انھوں نے مذکورہ حدیث نقل کی اور اس پر اضافہ کیا کہ حضرت نے فرمایا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جسے غدیر خم میں رسول اللہؐ نے

ولایت کا منصب عطا کیا ہے؟

سب نے کہا خدا کی قسم کوئی نہیں۔

حدیث شوریٰ کو حافظ کبیر دار قطنی نے بھی نقل کیا ہے اور اس کے کچھ حصوں کو ابن حجر نے ان سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ عمر نے جن چھ اشخاص کی شوریٰ بنائی تھی ان سے حضرت علیؑ نے ایک طویل گفتگو کی منجملہ آپ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس سے پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہو: "یا علی انت قسیم الجنة و النار یوم القیامة؟" اے علی تم ہی قیامت کے دن جنت اور دوزخ کو تقسیم کرو گے۔

سب نے کہا: خدا گواہ ہے کہ کوئی نہیں[۴۲]۔

ابن حجر نے دار قطنی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ علیؑ نے شوریٰ کے دن اہل شوریٰ کے سامنے حجت پیش کرتے ہوئے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں کوئی رشتہ میں مجھ سے زیادہ پیغمبر کے قریب ہے[۴۳]

حافظ اکبر ابن عقدہ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ ہم سے علی بن محمد بن جیبب کندی نے بیان کیا ہے کہ ہمیں حسن بن حسین نے بتایا کہ ابو غیلان سعد بن طالب شیبانی نے ہم سے اسحاق کے ذریعہ ابی طفیل سے روایت نقل کی ہے کہ شوریٰ کے دن میں گھر میں تھا کہ علیؑ کو میں نے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا اس میں حدیث غدیر کے ذریعہ قسم دینے کا احوال بھی ہے۔

حافظ ابن عقدہ لکھتے ہیں کہ ہم سے احمد بن یحیی بن زکریا ازدی صوفی نے حدیث بیان کی کہ ہمیں عمرو بن حماد بن طلحہ قناد نے اس حدیث سے آگاہ کیا کہ ہمیں اسحاق بن ابراہیم ازدی نے معروف بن خربوذ، زیاد بن منذر اور سعید بن محمد اسلمی کے ذریعہ ابی

طفیل کی روایت بتائی کہ جب عمر بن خطاب کا آخری وقت آیا تو اس نے خلیفہ کے انتخاب کے لئے چھ آدمیوں کی شوریٰ بنائی جو علی بن ابیطالب، عثمان بن عفان، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور عبد الرحمان بن عوف پر مشتمل تھی اور عبد اللہ بن عمر مشاورین میں تھے ابو طفیل کہتے ہیں جب یہ حضرات جمع ہوئے تو مجھے دروازے پر بٹھایا تاکہ میں لوگوں کو اندر نہ آنے دوں اس وقت حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا جو مذکورہ حدیث میں نقل ہے جس میں حدیث غدیر کے ذریعہ قسم دینے کا احوال بھی ہے[۲۴]۔

اور حافظ عقیلی[۲۵] اس کو نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن احمد وراجینی نے خبر دی کہ یحیی بن مغیرہ رازی نے ہم سے بتایا کہ زافر نے ہم سے کسی شخص کے ذریعہ اور اس نے حارث بن محمد سے اور اس نے ابو طفیل سے نقل کیا کہ: شوریٰ کے دن میں دروازے پر تھا اور اس کے بعد حدیث کا کچھ حصہ نقل کیا ہے[۲۶] اور ابن ابی الحدید کا قول ہے اس مقام پر ہم وہ استدلال نقل کرتے ہیں جو کئی روایتوں سے ثابت ہے کہ آپ نے اصحاب شوریٰ کے سامنے پیش کیا اور اپنے وہ فضائل و مناقب بیان کئے جو نہ اصحاب شوریٰ میں تھے اور نہ دوسروں میں لوگوں نے اگرچہ کثرت سے اس قصہ کو نقل کیا ہے لیکن ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ حضرت نے فضائل کی یہ طویل فہرست نہیں بیان کی بلکہ جب عبد الرحمن اور دوسروں نے عثمان کی بیعت کر لی اور حضرت نے بیعت نہیں کی تو ایک طویل کلام میں جس کو سیرت نگاروں نے نقل کیا ہے اور اس کے بعض حصہ ہم نے بھی لکھے ہیں حضرت نے فرمایا: بیشک ہمارا بھی حق ہے کہ اگر وہ ہمیں دیا گیا تو ہم لے لیں گے اور اگر ہمیں اس سے محروم رکھا گیا تو ہم اونٹوں کی پشت کے پچھلے حصے پر سوار ہو جائیں گے چاہے وہ جتنا طویل فاصلہ طے کرے (یعنی لوگوں سے دوری اختیار کر لیں گے)۔

فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ہے کہ جس کو رسول نے جب مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا تو اسے اپنا بھائی بنایا ہو؟

سب نے کہا: نہیں.

حضرت نے پوچھا: کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کے لئے رسول اللہؐ نے فرمایا ہو "من کنت مولاہ فھذا مولاہ" جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ بھی مولا ہے!

سب نے کہا: نہیں[۲۷].

اور اس حدیث کے کچھ حصہ کو ابن عبد البرؒ نے سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم سے عبد الوارث نے بیان کیا کہ ہم سے قاسم نے ذکر کیا کہ ہمیں احمد بن زہیر نے بتایا وہ کہتے ہیں کہ عمرو بن حماد قناد نے ہمیں بتایا ان کا کہنا ہے کہ اسحاق بن ابراہیم اذدی نے معروف بن خربوذ سے اس نے زیاد بن منذر سے اس نے سعید بن محمد اذدی سے اور اس نے ابو طفیل سے ہمارے لئے نقل کیا[۲۸].

طبری نے خداوند متعال کے اس قول " انما ولیکم اللہ و رسولہ"[۲۹] کے بارے میں لکھا ہے کہ علی بن ابیطالبؑ رافضیوں سے زیادہ تفسیر کا علم رکھتے تھے اگر یہ آیت ان کی امامت پر دال ہوتی تو کسی ایک محفل میں تو اس سے استدلال کرتے اور رافضی یہ نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے تقیہ کی بنا پر ایسا نہیں کیا اس لئے کہ وہ خود نقل کرتے ہیں کہ حضرت نے شوریٰ کے دن حدیث غدیر، حدیث مباہلہ اور دوسرے تمام فضائل و مناقب سے استدلال کیا تھا لیکن اس آیت سے امامت کے اثبات میں کبھی بھی استدلال نہیں کیا[۳۰].

حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ طبری نے جو حدیث غدیر اور دوسرے حدیث سے استدلال کرنے کی روایت نقل کرنے کو صرف رافضیوں کی طرف نسبت دی ہے تو ایسا

انہوں نے صرف تعصب کی بنا پر کیا ہے اس لئے کہ ابھی آپ نے دیکھا کہ خوارزمی حنفی نے اس کو اپنے ائمہ حفاظ سے نقل کیا ہے اور انہوں نے ابو یعلی اور ابن مردویہ جیسے حفاظ حدیث اور ائمہ روایت سے نقل کیا ہے اور ہم نے ابھی آپ کو آگاہ کیا کہ ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ حافظ دار قطنی نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس کو نقل کیا ہے اور حافظ ابن عقدہ، اور حافظ عقیلی نے بھی اس کو نقل کیا ہے اور ابن حدید کی بات بھی آپ نے سماعت فرمائی اور ان کا یہ فیصلہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ اس استدلال کی حدیث مستفیض ہے اور ان کے نزدیک جو بات صحیح ہے وہ بھی آپ نے سنی۔

ان سب چیزوں سے اپ کو سیوطی کے اس فیصلہ کی حیثیت بھی معلوم ہوگئی کہ یہ حدیث جعل ہے اس لئے کہ عقیلی کی سند میں زافر اور ایک مجہول شخص موجود ہے[۳۱]۔

اس لئے کہ ہم نے ایسی سندیں بھی آپ کے سامنے پیش کی ہیں جن میں نہ زافر ہے اور نہ مجہول شخص! مان لیجئے کہ زافر ضعیف ہے تو صرف اس ضعیف کے وجود کی بنا پر روایت کے جعل ہونے کا قطعی فیصلہ دیا جا سکتا ہے کہ جیسا سیوطی اپنی لئالی کے اکثر مقامات پر موضوعات کے بارے میں دوسرے مؤلفین کے نظریئے کے خلاف کیا ہے؟!

نہیں! بلکہ یہ صرف رائے کی کمزوری اور بصیرت کی کمی ہے جب کہ ضعفاء کی روایت کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ دلیل نہیں بن سکتی لیکن دلیل کی تائید تو کر سکتی ہے۔

اس کے علاوہ ہم نے بہت سے موثق حفاظ کو جو نقل روایت میں بہت دقت سے کام لیتے ہیں دیکھا ہے کہ صحت روایت کے متعدد قرائن موجود ہونے کی صورت میں یا کسی خاص شخص کی تحریر ان کے پاس موجود ہونے کی بنا پر انہوں نے ضعیفوں سے روایتیں اپنے اس اعتقاد کی بنا پر نقل کی ہیں کہ یا وہ روایت ضعیف کے حکم سے خارج

ہے یا ان کا عقیدہ ہے کہ وہ شخص نقل روایت میں ثقہ ہے چاہے دوسرے اعمال میں نا پسندیدہ ہی کیوں نہ ہو ملاحظہ فرمائیے صحیح بخاری صحیح مسلم اور دوسری صحاح اور ان کی اسناد کو جو خوارج اور نواصب سے نقل شدہ روایات سے بھری پڑی ہیں آیا اس کی وجہ اس کے علاوہ کچھ اور ہے کہ جس کو ہم نے ذکر کیا ہے؟

جبکہ "زافر" کو احمد اور ابن معین نے ثقہ بتایا ہے اور ابو داؤد کا قول ہے کہ وہ ثقہ ہیں اور نیک شخص تھے اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ سچے ہیں"[۳۰]۔

سیوطی نے اپنے اس طرز میں ذہبی کی میزان کی پیروی کی ہے جس نے حدیث کو ناپسندیدہ اور غیر صحیح قرار دیا ہے ان کے بعد ابن حجر صاحب تشریف لائے اور انہوں نے "لسان" میں ان کی پیروی کرتے ہوئے یہ حدیث وضع کرنے کا الزام عائد کر دیا لیکن ذہبی اور ابن حجر کو ہر شخص جانتا ہے کہ وہ اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کی خاطر ہمیشہ روایتوں پر انگلی اٹھاتے رہتے ہیں۔

مستدرک حاکم کی ذہبی نے جو تلخیص لکھی ہے ذرا اسے ملاحظہ کیجئے تو آپ دیکھیں گے کہ آل اللہ کے فضائل کی صحاح میں جو روایتیں ہیں ان پر اعتراض کی بھرمار ہے ان کے پاس دلیل صرف اہل بیت کی دشمنی اور ان کے غیر کی پرستش ہے اور ابن حجر نے بھی اپنی تالیفات میں انہیں کے نقش پا کو اختیار کیا ہے۔

ب۔ خلافت عثمان کے دور میں امیر المومنین کا استدلال

شیخ الاسلام ابو اسحاق ابراہیم بن سعد الدین ابن حمویہ متوفی ۷۲۲ھ نے اپنی سند کے ساتھ بزرگ تابعی سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کی ہے سلیم کا بیان ہے کہ میں نے خلافت عثمان کے زمانہ میں مسجد رسول اللہؐ میں حضرت علیؑ اور ایک جماعت کو

بیٹھے ہوئے دیکھا کہ جن کے درمیان علم و عفت کی باتیں ہو رہی تھی چنانچہ انہوں نے قریش کے فضائل، سوابق، ہجرت اور رسول اللہؐ نے ان کی فضیلت میں جو فرمایا تھا کہ "الائمہ من قریش" اور "الناس تبع لقریش و قریش ائمہ العرب" کا ذکر ہوا ہر قبیلہ نے اپنے رجال کا تذکرہ کیا اس جماعت میں دو سو سے زیادہ افراد تھے جن میں علی بن ابی طالب، سعد بن ابی وقاص، عبد الرحمن بن عوف، طلحہ، زبیر مقداد، ہاشم بن عقبہ، ابن عمر، حسن، حسین ابن عباس، محمد بن ابی بکر، عبد اللہ بن جعفر اور انصار میں سے ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابو ایوب انصاری، ابو ھیثم بن تیہان محمد بن سلمہ، قیس بن سعد بن عبادہ، جابر بن عبد اللہ، انس بن مالک، زید بن ارقم، عبد اللہ بن ابی اوفی اور ابولیلیٰ موجود تھے ان کے ساتھ ان کے فرزند عبد الرحمن ان کے پہلو میں بیٹھے تھے جو ابھی نو عمر اور نوجوان ہی تھے ابو الحسن بصری آئے تو ان کے ساتھ بھی ایک نوجوان لڑکا تھا جو خوبصورت اور درمیانے قد کا تھا صبح سے لے کر زوال تک لوگوں میں بھی اضافہ ہوتا رہا عثمان اپنے گھر میں اپنی دنیا میں مگن تھے علی بن ابیطالبؑ بھی خاموش بیٹھے تھے نہ بول رہے تھے اور نہ ان کے گھر کا کوئی دوسرا شخص بول رہا تھا یہ دیکھ کر وہ لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے۔

اے ابو الحسن آپ کیوں نہیں بول رہے ہیں؟

تو آپ نے فرمایا: ہر قبیلے نے اپنی فضیلت بیان کی اور حق بھی یہی تھا لیکن اے گروہ قریش و انصار میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اللہ نے یہ فضیلت تمہیں کس کی وجہ سے عطا کی آیا تمہاری اپنی وجہ سے یا تمہارے قبیلوں اور اہل بیت کی وجہ سے یا کسی اور کی وجہ سے؟

ان لوگوں نے جواب دیا کہ اللہ نے ہم پر یہ احسان محمدؐ اور ان کے خاندان کی وجہ

سے کیا ہے ہماری اپنی اور ہمارے قبیلوں اور اہل بیت کی وجہ سے۔

فرمایا اے گروہ قریش وانصار تم نے سچ کہا کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ تمہیں دنیا و آخرت کی بھلائی ہم اہل بیت کی وجہ سے نصیب ہوئی اور میرے چچا زاد بھائی رسول اللہ نے فرمایا: آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے میں اور میرے اہل بیت ایک نور کی شکل میں خدا کے حضور میں موجود تھے جب خدا نے آدمؑ کو خلق فرمایا تو اس نور کو ان کی صلب میں رکھا اور انہیں زمین پر بھیجا پھر اس نور کو حضرت نوح کے صلب میں سفینہ نوح میں سوار کیا پھر ابراہیمؑ کی صلب میں رکھ کر اسے آگ میں ڈالا پھر خداوند متعال اس نور کو با کرامت اصلاب سے باطہارت رحموں میں منتقل کرتا رہا اور ایسا ناجائز تعلق کی بنا پر کبھی نہیں ہوا؟

تو اہل بدر و احد اور سابقین میں سے سبھی بول اٹھے کہ ہم نے رسول اللہ سے یہ سنا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ مجھے یہ بتاؤ کہ بے شک خداوند متعال نے کئی آیتوں میں سابق کی مسبوق پر فضیلت کا اعلان کیا ہے تو میں وہ ہوں جس سے پہلے کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول کے قریب نہیں ہوا؟

سب نے کہا: خدا گواہ ہے کہ ایسا ہی ہے۔

فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جب آیۃ "والسابقون الاولون من المھاجرین و الانصار" اور "والسابقون السابقون اولئک المقربون" نازل ہوئی تو سرکار دو عالم سے پوچھا گیا کہ کس کے بارے میں ہے تو سرکار دو عالم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اس کو انبیا اور ان کے اوصیا کے بارے میں نازل کیا ہے پس میں خدا کے رسولوں

اور نبیوں میں سب سے افضل ہوں اور میرے وصی علی بن ابیطالب تمام اوصیا سے افضل ہیں؟

سب نے کہا کہ: ہاں ایسا ہی ہے۔

حضرت نے فرمایا: میں تم سب کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ جب آیۂ "یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم"[۴۳] اور آیہ "لم یتخذوا من دون اللہ و لا رسولہ و لا المومنین ولیجۃ" نازل ہوئی تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ آیا یہ آیت خاص خاص مومنین کے لئے ہے یا تمام مومنین کے لئے؟ تو خداوند متعال نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا کہ وہ ان کے والیان امر کا اعلان کریں اور جس طرح ان کی نماز، زکات اور حج کی تفسیر کی ہے اسی طرح ان کے لئے ولایت کی بھی تشریح فرمائیں اور بعد میں غدیر خم کے میدان میں سرکار دوعالم نے مجھے خلیفہ بنایا۔

پھر خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا اے لوگو: خدا نے مجھے ایسی رسالت دے کر بھیجا ہے جس کے بوجھ سے میرا سینہ تنگ ہو رہا تھا لیکن میرا خیال تھا کہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے تو خداوند متعال نے مجھے ڈرایا کہ میں اس رسالت کو پہنچا دوں ورنہ عذاب کا مستحق قرار پاؤں گا پھر حضرت نے حکم دیا تو لوگوں نے نماز جماعت کا اعلان کیا

نماز کے بعد سرکار دوعالم نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ خداوند متعال میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں اور ان کے نفوس پر خود ان سے زیادہ حق رکھتا ہوں؟ سب نے کہا: ہاں، یا رسول اللہ، تب حضرت نے فرمایا: قم یا علی! اے علی اٹھو! میں اٹھ کھڑا ہوا تو حضرت نے فرمایا: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ" جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اے اللہ تو دوست رکھ اسے جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو علیؑ کو دشمن رکھے تب

سلمان فارسی کھڑے ہوئے اور پوچھا یا رسول اللہ! یہ ولایت کیسی ہے؟ فرمایا! یہ ولایت میری ولایت جیسی ہے یعنی جیسے میں کسی کے نفس پر اختیار رکھنے میں اس سے اولیٰ ہوں (ایسے ہی علی بھی اولیٰ ہیں) تب خداوند متعال نے یہ آیت نازل "الیوم اکملت لکم دینکم" الخ آج میں نے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا۔

تب رسول اللہؐ نے تکبیر کہی اور ارشاد فرمایا: اللہ اکبر میری نبوت اور خدا کے دین کا تتمہ میرے بعد علی کی ولایت ہے پس ابو بکر و عمر کھڑے ہوئے اور دریافت کیا اے اللہ کے رسول! کیا یہ آیات حضرت علیؑ سے مخصوص ہیں؟ فرمایا: ہاں! ان سے اور قیامت تک آنے والے میرے اوصیا سے مخصوص ہیں تب ان دونوں نے گذارش کی اے اللہ کے رسول! ہمیں ان اوصیا کی شناخت کرادیجئے۔ فرمایا ان میں پہلے علیؑ ہیں جو میرے بھائی وزیر وارث، وصی میری امت میں میرے خلیفہ اور میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں پھر میرے فرزند حسنؑ ان کے بعد حسینؑ اور ان کے بعد میرے فرزند حسینؑ کے نو فرزند یکے بعد دیگرے میرے وصی ہوں گے قرآن ان کے ساتھ ہے اور وہ قرآن کے ساتھ ہیں نہ وہ قرآن سے جدا ہوں گے اور نہ قرآن ان سے جدا ہوگا یہاں تک کہ وہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔

یہ سن کر سب کے سب بولے کہ خدا گواہ ہے کہ جیسا آپ نے فرمایا ہے ویسا ہی ہم نے سنا اور دیکھا ہے ان میں سے بعض نے کہا جو آپ نے کہا ہے اس کا کچھ حصہ ہمیں یاد ہے پورا یاد نہیں۔

تب علیؑ نے فرمایا: تم نے سچ کہا تمام لوگ حفظ کرنے میں یکساں نہیں لیکن جس کو رسول اللہؐ کے یہ کلمات یاد ہیں وہ کھڑا ہو اور بیان کرے!

تب زید بن ارقم، براء بن عازب، سلمان، ابو ذر، مقداد اور عمار کھڑے ہوئے اور

ہم گواہی دیتے ہیں ہمیں رسول اللہؐ کا یہ قول یاد ہے کہ جب وہ منبر پر قیام فرما تھے آپ ان کے پہلو میں تھے اور سرکار دو عالم فرمارہے تھے اے لوگو ، بیشک خداوند متعال نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے لئے امام مقرر کروں جو میرے بعد تمہارے درمیان رہے وہ میرا وصی اور خلیفہ ہے جس کی طاعت خداوند متعال نے اپنی کتاب میں مومنین پر فرض کی ہے اور اس کی طاعت کو میری طاعت کے فوراً بعد رکھا ہے اور تمہیں اس کی ولایت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے میں نے تو اپنے پروردگار سے عرض کیا تھا کہ منافق مجھے طعنہ دیں گے اور جھٹلائیں گے لیکن خداوند متعال نے مجھے ڈرایا کہ میں اس پیغام کو پہنچادوں ورنہ وہ مجھے معذب بھی کر سکتا ہے۔

اے لوگو ، خداوند عالم نے اپنی کتاب میں تمہیں نماز کا حکم دیا اور اس کی وضاحت بھی فرمائی زکات روزے اور حج کا حکم دیا اور اسے بیان بھی فرمایا اور میں نے ان کی تشریح کی اور اس نے تمہیں ولایت کا حکم دیا اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ وہ اس کے لئے مخصوص ہے اور یہ کہہ کر حضرت نے اپنا ہاتھ علی بن ابیطالبؑ پر رکھا پھر فرمایا : ان کے بعد ان کے فرزند کے لئے مخص ہے پھر ان کے بعد اوصیاء کے لئے ہے جو اسی کی اولاد میں سے ہیں وہ قرآن سے الگ نہیں ہوں گے اور نہ قرآن ان سے الگ ہوگا یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس آجائیں۔

اے لوگو میں نے اپنے تمہیں تمہاری پناہ گاہ تمہارے امام ، تمہارے ولی کے بارے میں بتادیا ہے اور وہ میرے بھائی علی بن ابیطالب ہیں اور وہ تمہارے درمیان میری منزل پر فائز ہیں اپنے دین میں ان کی پیروی کرو اور اپنے جملہ امور میں ان کی فرمانبرداری اختیار کرو ان کے پاس علم و حکمت کا وہ پورا خزانہ ہے جو خدا نے مجھے عطا کیا ہے پس ان سے پوچھو ان سے سیکھو اور ان کے بعد ان کے اوصیاء سے تم ان کو نہ تعلیم دینا اور نہ ان سے

آگے بڑھنے یا پیچھے رہ جانے کی کوشش کرنا اس لئے کہ وہ حق کے ساتھ ہیں اور حق ان کے ساتھ ہے نہ وہ حق سے جدا ہوں گے اور نہ حق ان سے الگ ہوگا۔

یہ ہیں حموینی کے الفاظ اور سلیم کی کتاب میں تھوڑا سا اختلاف اور اضافے ہیں سلیم اور ان کی کتاب کے بارے میں ہماری گفتگو آگے آئے گی۔

ج۔ ۳۵ھ میں رحبہ کے دن امیر المؤمنین کا مناشدہ [۳۴]

امیر المؤمنینؑ کو جب یہ معلوم ہوا کہ لوگ ان کو متہم کرتے ہیں کہ وہ پیغمبرؐ سے ان کے دوسروں پر مقدم ہونے کی روایت نقل کرتے ہیں اور ان کی خلافت میں جب لوگوں نے اختلاف کیا تو وہ کوفہ میں "رحبہ" کے مقام پر لوگوں کے مجمع میں تشریف لائے تو خلافت میں منازعہ کرنے والوں کی رد کرتے ہوئے لوگوں کو حدیث غدیر کی قسم دی اس مناشدہ کا اتنا چرچا ہوا کہ اس کو کثیر تعداد میں تابعین نے نقل کیا اور تمام علما کی کتابوں میں اس کی روایتیں محفوظ ہیں ہمیں ان میں سے چار عدد صحابیوں اور چودہ تابعین [۳۵] کی روایت کا علم ہوا ہے جو پیش خدمت ہیں:

اول: ابو سلیمان موذن جن کی حدیث کو،

۱۔ احمد بن حنبل نے اپنی سند کے ساتھ سلیمان سے اور انہوں نے زید بن ارقم سے نقل کیا ہے [۳۶]۔

۲۔ ابن ابی الحدید نے احمد کے طریقے سے نقل کیا ہے [۳۷]۔

دوم: ابو القاسم اصبغ بن نُباتہ جن کی حدیث کو

۱۔ ابن اثیر نے حافظ ابن عقدہ کے سلسلہ سے نقل کیا ہے [۳۸]۔

۲۔ ابن حجر عسقلانی نے ابن عقدہ کے طریق سے نقل کیا ہے [۳۹]

تیسرے: حبہ بن جوین عرنی ابو قدامہ بجلی صحابی وفات ۷۶ھ یا ۷۹ھ ان کی حدیث کو ۱۔ حافظ ابن مغازلی شافعی نے مناقب میں نقل کیا ہے۔

۲۔ دولابی نے نقل کیا ہے[۴۰]۔

چوتھے: زاذان بن عمر وفات ۸۲ھ ان کی حدیث کو:

۱۔ حنبلیوں کے امام احمد نے اپنی "مسند" میں نقل کیا ہے[۴۱]۔

۲۔ حافظ ھیثمی نے احمد کے طریق سے نقل کیا ہے[۴۲]۔

۳۔ ابو الفرج ابن جوزی نے نقل کیا ہے[۴۳]۔

۴۔ ابو سالم محمد بن طلحہ شافعی نے نقل کیا ہے[۴۴]۔

۵۔ ابن کثیر نے احمد کے طریق سے نقل کیا ہے[۴۵]۔

۶۔ سبط ابن جوزی نے نقل کیا ہے[۴۶]۔

۷۔ سیوطی نے جمع الجوامع میں احمد سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے جیسا کہ کنز العمال میں ہے۔

۸۔ ابن ابی عاصم نے "السنۃ" میں نقل کیا ہے جیسا کہ کنز العمال میں ہے۔

۹۔ متقی ھندی نے سیوطی اور ابن ابی عاصم کی روایت سے نقل کیا ہے[۴۷]۔

پانچویں: زربن جبیش اسدی وفات ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۳ھ ان کی حدیث کو حافظ ابو عبداللہ زرقانی مالکی نے نقل کیا ہے[۴۸]۔

چھٹے: زیاد بن ابی زیاد ان کی حدیث کو:

۱۔ احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے[۴۹]۔

۲۔ حافظ ھیثمی نے احمد کے طریق سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں[۵۰]۔

۳۔ ابن کثیر نے احمد سے نقل کیا ہے[۵۱].

۴۔ حافظ محب الدین طبری نے نقل کیا ہے[۵۲].

ساتویں: زید بن ارقم انصاری صحابی، ان کی حدیث کو:

۱۔ مجمع الزوائد کے مطابق احمد بن حنبل نے نقل کیا ہے.

۲۔ طبرانی نے مجمع الزوائد میں نقل کیا ہے.

۳۔ حافظ ھیثمی نے احمد اور طبرانی سے "الکبیر" میں نقل کیا ہے اور اس کے رجال کو موثق بتایا ہے[۵۳] اور احمد کے طریقہ سے بھی نقل کیا ہے[۵۴].

۴۔ ابن مغازلی نے مناقب میں نقل کیا ہے[۵۵].

۵۔ شیخ ابراہیم وصابی نے "الاکتفاء" میں طبرانی کی "معجم کبیر" سے نقل کیا ہے.

۶۔ حافظ محب الدین طبری نے نقل کیا ہے[۵۶].

۷۔ سیوطی نے "جمع الجوامع" میں نقل کیا ہے جیسا کہ کنزالعمال میں طبرانی کی "معجم اوسط" سے منقول ہے.

۸۔ متقی ھندی نے نقل کیا ہے[۵۷].

۹۔ حافظ محمد بن عبد اللہ بزاز بغدادی متوفی ۳۵۴ھ نے اپنی فوائد میں نقل کیا ہے جو کتابخانہ "حرم الٰہی" میں موجود ہے جیسا کہ تاریخ ابن کثیر میں ہے.

۱۰۔ ابن کثیر نے حافظ محمد بن عبد اللہ کی "فوائد" سے نقل کیا ہے[۵۸].

آٹھویں: زید بن شیع ہیں ان کی حدیث کو:

۱۔ احمد بن حنبل نے "المسند" میں نقل کیا ہے[۵۹].

۲۔ ابن کثیر نے احمد ابن جریر طبری[۶۰] اور ابن عقدہ[۶۱] کے سلسلہ سے نقل کیا ہے

۳۔ گنجی شافعی نے نقل کیا ہے[۴۲]۔

۴۔ جزری شافعی نے نقل کیا ہے[۴۳]۔

۵۔ نسائی نے نقل کیا ہے[۴۴]۔

۶۔ ابن جریر طبری نے نقل کیا ہے[۴۵]۔

۷۔ حافظ ابن عقدہ نے نقل کیا ہے[۴۶]۔

۸۔ حافظ ھیثمی نے بزاز کے سلسلہ سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ فطر کے علاوہ اس کے رجال صحیح ہیں اور "فطر" ثقہ ہے[۴۷] اور بزاز اور عبد اللہ بن احمد کے طریقے سے بھی نقل کیا ہے[۴۸]۔

۹۔ سیوطی نے "جمع الجوامع" میں نقل کیا ہے جیسا کہ کنزل العمال میں ہے۔

۱۰۔ متقی ھندی نے سیوطی سے نقل کیا ہے جنہوں نے حافظ بزاز، ابن جریر، اور خلعی کی خلعیات سے نقل کیا ہے اس کے بعد خلعی کی زبانی ھیثمی کا قول نقل کیا ہے کہ اس کی سند کے رجال (راوی) ثقہ ہیں[۴۹]۔

۱۱۔ شیخ یوسف نبہانی نے ابن ابی شیبہ کے سلسلہ سے نقل کیا ہے[۵۰]۔

نویں: سعید بن ابی حدان کوفی ہیں جن کی حدیث کو شیخ الاسلام حموینی نے نقل کیا ہے[۵۱]۔

دسویں: سعید بن وہب ھمدانی کوفی متوفی ۷۶ھ ہیں ان کی حدیث کو:

۱۔ احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے[۵۲]۔

۲۔ نسائی نے نقل کیا ہے[۵۳]۔

۳۔ علامہ عاصمی نے زین الفتی میں نقل کیا ہے۔

۴۔ ابن اثیر نے نقل کیا ہے[۵۴]۔

۵۔ حافظ ھیثمی نے احمد کے سلسلہ سے نقل کر کے لکھا ہے اس کے تمام راوی صحیح ہیں صرف فطر کو چھوڑ کر جو ثقہ ہے [۷۵]۔

۶۔ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے [۷۶]،

۷۔ خطیب خوارزمی نے اپنی مناقب میں نقل کیا ہے [۷۷]۔

گیارہوں: ابو طفیل عامر بن واثلہ لیثی صحابی، متوفی ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۸، ۱۱۰ھ ان کی حدیث کو:

۱۔ احمد بن حنبل نے اپنی "مسند" میں حسین بن محمد اور ابی نعیم معنی سے نقل کیا ہے ان دونوں کا بیان ہے کہ ہم سے فطر نے ابی طفیل کی روایت نقل کی کہ حضرت علیؑ نے رحبہ میں لوگوں کو جمع کیا اور ارشاد فرمایا میں ہر اس مسلمان کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے "غدیر خم" کے دن اللہ کے رسولؐ سے جو کچھ سنا ہے وہ اٹھ کر بیان کرے یہ سن کر تیس افراد کھڑے ہوئے اور ابو نعیم [۷۸] کہتے ہیں، کثیر تعداد میں لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس موقع کی گواہی دی جب سرکار دو عالم نے حضرت امیرؑ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو کہ میں مومنین پر ان کی بنسبت زیادہ اختیار رکھتا ہوں؟ سب نے کہا: ہاں! فرمایا: "من کنت مولاہ فھذا مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ" جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے اے اللہ تو اس کو دوست رکھنے والے کو دوست رکھ اور اس سے دشمنی رکھنے والے کو دشمن! پس میں جب وہاں سے نکلا تو میں نے محسوس کیا کہ گویا میرے دل میں کچھ ہے [۷۹]۔

پس میں زید بن ارقم سے ملا اور اس سے کہا میں نے علیؑ کو ایسا ایسا کہتے سنا ہے تو وہ بولے تم کیوں ناک بھوؤں چڑھاتے ہو؟ میں نے رسول اللہؐ کو ان کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے [۸۰]۔

۲۔ حافظ ھیثمی نے سند اور متن میں احمد کی نقل کرتے ہوئے اس کو نقل کیا ہے اور کہا ہے فطر بن خلیفہ چھوڑ کر اس کے تمام رجال صحیح ہیں اور خود فطر ثقہ ہے[۸۱]۔

۳۔ نسائی نے مذکورہ الفاظ میں نقل کیا ہے[۸۲]۔

۴۔ ابو محمد احمد بن محمد عاصمی نے "زین الفتی" میں انہیں الفاظ میں نقل کیا ہے۔

۵۔ حافظ گنجی نے مذکورہ الفاظ میں نقل کیا ہے[۸۳]۔

۶۔ محب الدین طبری نے مذکورہ الفاظ میں نقل کیا ہے[۸۴]۔

۷۔ ابن کثیر نے احمد کے سلسلہ سے انہیں کے الفاظ میں نقل کیا ہے[۸۵]۔

۸۔ بدخشی نے احمد کے سلسلہ سے مذکورہ الفاظ میں نقل کیا ہے[۸۶]۔

۹۔ ابن اثیر نے ابن عقدہ کے سلسلہ سے نقل کیا ہے[۸۷]۔

۱۰۔ ابن حجر نے ابن عقدہ کے طریق سے نقل کیا ہے[۸۸]۔

۱۱۔ سید نور الدین سمہودی نے "جواہر عقدین" میں حافظ ابو نعیم سے نقل کیا ہے

۱۲۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں نقل کیا ہے جیسا کہ "جواہر عقدین" میں ہے۔

۱۳۔ سلیمان قندوزی نے سمہودی کے حوالے سے نقل کیا ہے[۸۹]۔

۱۴۔ شیخ احمد بن فضل بن محمد باکثیر مکی شافعی نے "وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل" میں نقل کیا ہے۔

بارہویں: ابو عمارہ عبد خیر بن یزید ہمدانی کوفی ہیں جن کی حدیث کو:

۱۔ خطیب خوارزمی نے اپنی مناقب میں نقل کیا ہے[۹۰]۔

۲۔ ابن کثیر نے ابن جریر کے سلسلہ سے نقل کیا ہے[۹۱]۔

تیرہویں: عبد الرحمن بن ابی لیلی متوفی ۸۲ یا ۸۳ یا ۸۶ ھ ہیں جن کی حدیث کو:

۱۔ احمد بن حنبل نے اپنی "مسند" میں نقل کیا ہے[۹۲]
۲۔ احمد بن محمد عاصمی نے "زین الفتیٰ" میں نقل کیا ہے۔
۳۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے[۹۳]۔
۴۔ طحاوی نے نقل کیا ہے[۹۴]۔
۵۔ ابن اثیر نے نقل کیا ہے[۹۵]۔
۶۔ حموینی شافعی نے نقل کیا ہے[۹۶]۔

۷۔ شمس الدین جزری نے خطیب بغدادی کے سلسلہ سند سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ: یہ حدیث اس سلسلہ سے "حسن" ہے اور بہت سے دوسرے سلسلوں سے "صحیح" ہے امیر المومنین سے اس کا تواتر ثابت ہے اور نبی اکرمؐ سے بھی متواتر ہے[۹۷]۔

۸۔ حافظ ابو بکر ھیثمی نے عبد اللہ بن احمد اور حافظ ابی یعلی سے نقل کیا ہے اور اس کے رجال کو موثق قرار دیا ہے[۹۸]۔

۹۔ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے[۹۹]۔

۱۰۔ سیوطی نے جمع الجوامع میں نقل کیا ہے جیسا کہ کنز العمال میں دار قطنی سے منقول ہے۔

۱۱۔ متقی ھندی نے سیوطی[۱۰۰] سے اور دوسرے بہت سے طریقوں سے نقل کیا ہے[۱۰۱]۔

۱۲۔ عبد اللہ بن احمد نے "زوائد المسند" میں نقل کیا ہے جس کا حوالہ "الاکتفاء" میں ہے۔

۱۳۔ حافظ ابو یعلی نے اپنی "مسند" میں نقل کیا ہے جیسا کہ الاکتفاء میں ہے۔

۱۴۔ الاکتفاء میں ہے کہ ابن جریر طبری نے "تہذیب الآثار" میں نقل کیا ہے۔

طفیل سے منقول گذشتہ حدیث میں امام احمد نے صراحت کی ہے کہ اس دن کے تیس گواہ تھے اور اس حدیث کو حافظ ہیثمی نے اپنے " مجمع " میں نقل کیا ہے (جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے)اور اسے صحیح قرار دیا ہے (۴۴).

اور ابو نعیم فضل بن دکین کے الفاظ ہیں کہ : بہت سے لوگ اٹھے اور انہوں نے گواہی دی جیسا کہ ابو طفیل کی حدیث میں ذکر ہوچکا ہے۔

ایک نکتہ !

آپ کو اس امر کا بخوبی علم ہے کہ یہ مکالمہ اور مناشدہ ۳۵ھ میں ہوا ہے اور حدیث غدیر اس سے پچیس سال پہلے صادر ہوچکی ہے یقیناً اس مدت میں بہت سے صحابی جو غدیر میں موجود تھے وفات پاچکے ہوں گے کچھ جنگوں میں شہید ہوگئے ہوں گے اور کچھ ترک وطن کرکے دوسرے شہروں میں چلے گئے ہوں گے اس سے علاوہ شہر " کوفہ " صحابیوں کا مرکز ، مدینہ منورہ سے دور تھا ، حق کے متوالی بہت کم لوگ تھے کہ جنہوں نے عہد علوی میں کوفہ کی طرف ہجرت کی تھے یہ واقعہ بھی اتفاقی طور پر رونما ہوا جس کا پہلے سے کوئی پروگرام نہیں تھا کہ گواہوں کو جمع کیا جاتا اور ان کی تعداد زیادہ ہوتی اور اس کے راوی وافر مقدار میں ہوتے حاضرین میں سے بھی کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے بغض ، حسد یا حماقت کی بنا پر گواہی نہیں دی جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جاچکا ہے اس کے باوجود آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ گواہوں کی تعداد کتنی زیادہ ہے پس اگر یہ رکاوٹیں نہ ہوتیں تو اس وقت گواہوں کی تعداد کتنی زیادہ ہوتی ؟

ان سب باتوں کے باوجود آپ نے دیکھ لیا کہ ان ادوار میں یہ حدیث کس قدر مشہور اور متواتر ہے۔

رہ گیا احادیث میں گواہوں کی تعداد میں اختلاف تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر راوی نے اسی شخص کی گواہی ذکر کی ہے کہ جس سے وہ آشنا ہو یا اس کو دیکھا ہو یا وہ راوی کے بغل میں بیٹھا ہو یا اس شخص کی گواہی ذکر کی ہے جو منبر کے آس پاس بیٹھا ہو یا کسی نے صرف بدریوں کو ذکر کیا ہے اور کسی نے انصار کو ! یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب لوگ گواہی دینے کے لئے اٹھے ہوں گے اور ایک ہنگامہ برپا ہوا ہوگا جیسا کہ اس طرح کے مجمعوں میں ہوتا ہے تو جس کو جس شخص کی گواہی یاد رہی اس نے اسی کو نقل کیا۔

جمل کے دن امیر المؤمنین ؑ کا قسم دینا !

۱۔ حافظ کبیر ابو عبد اللہ حاکم نے اپنی سند کے ساتھ رفاعہ بن ایاضی سے ۔ اس نے اپنے باپ اور دادا سے نقل کیا ہے [۲۵]"کہ ہم جمل کے دن حضرت علی ؑ کے ہمراہ تھے حضرت نے طلحہ بن عبید اللہ کو ملاقات کی غرض سے بلایا جب طلحہ آیا تو آپ نے فرمایا : میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے رسول اللہ ؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ" اس نے کہا ہاں ! فرمایا : پھر کیوں مجھ سے جنگ کر رہے ہو ؟ اس نے کہا میں بھول گیا تھا ۔ راوی کہتا ہے اس کے بعد طلحہ واپس چلا گیا"[۲۶]۔

۲۔ اور مسعودی نے روایت کی ہے جن کے الفاظ یہ ہیں کہ : جب زبیر واپس گئے تو علی نے طلحہ کو بلایا اور فرمایا : اے ابو محمد ! تم نے کیوں خروج کیا ؟ وہ بولا ۔ عثمان کا بدلہ لینے کے لئے آپ نے فرمایا : ہم میں سے جس نے عثمان کا خون کیا ہے خدا اسے قتل کرے کیا تم نے رسول اللہ ؐ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا ہے "اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ ؟" تم نے سب سے پہلے میری بیعت کی اور پھر توڑ دی ۔ جب کہ خداوند عالم کا ارشاد

کہ تیس (۳۰) صحابیوں نے گواہی دی" معجم کبیر" میں ہے کہ سولہ (۱۶) صحابی اٹھے اور ایک روایت کے مطابق بارہ صحابی اٹھے اور گواہی دی۔

حضرتؑ نے ان سے فرمایا: جو کچھ تم لوگوں نے سنا ہے اسے بیان کرو پس انہوں نے حدیث مذکور بیان کی جس میں یہ بھی تھا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اور ایک روایت میں ہے "فھذا مولاہ" اور زید بن ارقمؓ سے نقل ہے کہ میں اس حدیث کو چھپا کر رکھنے والوں میں تھا جس کی وجہ سے خدا نے میری بینائی سلب کر لی چونکہ علیؑ نے حدیث کو چھپا کر رکھنے والوں کے خلاف بد دعا کی تھی[۴۱]۔

ان کے علاوہ متاخرین محدثین کی ایک جماعت نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے جن کے ذکر سے ہم پہلو تہی کرتے ہیں اور صرف مذکورہ افراد پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

رحبہ کے دن حدیث غدیر کے سلسلہ میں امیر المومنینؑ کے گواہ

۱۔ ابو زینب بن عوف انصاری۔

۲۔ ابو عمرۃ بن عمرو بن محصن انصاری۔

۳۔ ابو فضالہ انصاری، اصحاب بدر میں سے تھے صفین میں شہید ہوئے۔

۴۔ ابو قدامہ انصاری صفین میں امیر المومنینؑ کے ہمراہ تھے اور شہید ہوئے۔

۵۔ ابو لیلی انصاری کہا جاتا ہے کہ صفین میں شہید ہوئے[۴۲]۔

۶۔ ابو ہریرہ الدوسی، وفات ۵۷، ۵۸ یا ۵۹ھ

۷۔ ابو ھیثم بن تیہان اصحاب بدر میں سے ہیں جو صفین میں شہید ہوئے۔

۸۔ ثابت بن ودیعہ انصاری خزرجی مدنی۔

۹۔ حبشی بن جنادہ سلولی، علیؑ کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوئے۔

۱۰۔ ابو ایوب خالد انصاری ۵۰، ۵۱، یا ۵۲ میں روم میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے یہ اصحاب بدر میں سے تھے۔

۱۱۔ خزیمہ بن ثابت انصاری، ذوالشہادتین، اصحاب بدر میں سے تھے اور صفین میں شہادت پائی۔

۱۲۔ ابو شریح خویلد بن عمرو الخزاعی، متوفی ۶۸ھ۔

۱۳۔ زید یا یزید بن شراحیل انصاری۔

۱۴۔ سہل بن حنیف انصاری اوسی متوفی ۳۸ھ اصحاب بدر میں سے تھے۔

۱۵۔ ابو سعید سعد بن مالک خدری انصاری متوفی ۶۳، ۶۴، ۷۴، یا ۶۵ھ۔

۱۶۔ ابو العباس سہل بن سعد انصاری متوفی ۹۱ھ

۱۷۔ عامر بن لیلی غفاری۔

۱۸۔ عبدالرحمن بن عبد ربّ انصاری۔

۱۹۔ عبداللہ بن ثابت انصاری پیغمبر اکرمؐ کے خادم تھے۔

۲۰۔ عبید بن عازب انصاری، اسلام کے دس مبلغوں میں سے تھے (۴۳)۔

۲۱۔ ابو طریف عدی بن حاتم متوفی ۶۸ھ عمر ۱۰۰ سال۔

۲۲۔ عقبہ بن عامر جہنی وفات تقریباً ۶۰ھ۔

۲۳۔ ناجیہ بن عمرو خزاعی۔

۲۴۔ نعمان بن عجلان انصاری، انصار کے شاعر و ترجمان۔

گذشتہ احادیث کی روشنی میں یہ ہیں وہ بزرگ گواہ جن کے سامنے امیر المومنینؑ نے "رحبہ" کے مقام پر لوگوں کو حدیث غدیر کے بارے میں قسم دے کر پوچھا تھا اور اپی

۱۵۔ ضیا مقدسی نے "المختارة" میں نقل کیا ہے جیسا کہ "الاکتفاء" میں ہے.

۱۶۔ شیخ ابراہیم وصابی نے اکتفاء میں آخری چار کتابوں سے نقل کیا ہے.

چودہویں: عمرو ذی مرة ابو عبد اللہ کوفی ہمدانی، متوفی ۱۱۶ھ ہیں جن کی حدیث کو

۱۔ احمد بن حنبل نے اپنی مسند[102] میں نقل کیا ہے.

۲۔ نسائی نے اپنی خصائص میں[103].

۳۔ حموینی شافعی نے[104] اور

۴۔ حافظ ہیثمی نے بزاز کے طریقہ سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے "فطر" کے علاوہ اس کے رجال صحیح ہیں اور "فطر" ثقہ ہے[105].

۵۔ کنجی شافعی نے اپنی "کفایۃ" میں نقل کیا ہے[106].

۶۔ ذہبی نے اپنی "میزان" میں نقل کیا ہے[107].

۷۔ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے[108].

۸۔ سیوطی نے، جیسا کہ کنز العمال میں ہے تاریخ الخلفاء[109] اور جمع الجوامع میں نقل کیا ہے.

۹۔ متقی ہندی نے متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے[110].

۱۰۔ جزری شافعی نے نقل کیا ہے[111].

پندرہویں: عمیرة بن سعد ہمدانی کوفی ہیں جن کی حدیث کو:

۱۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے نقل کیا ہے[112].

۲۔ نسائی نے نقل کیا ہے[113].

۳۔ ابو الحسن علی بن مغازلی نے اپنی مناقب میں نقل کیا ہے.

۴۔ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے[۱۱۴]۔
۵۔ سیوطی نے جمع الجوامع میں نقل کیا ہے جیسا کہ کنزل العمال میں ہے۔
۶۔ متقی ھندی نے نقل کیا ہے[۱۱۵]۔
۷۔ شیخ ابراہیم وصابی نے کتاب "الاکتفاء" میں طبرانی سے نقل کیا ہے۔
۸۔ طبرانی نے معجم اوسط میں نقل کیا ہے جیسا کہ اکتفاء میں ہے۔

سولہویں: یعلی بن مرۃ بن وھب ثقفی صحابی ہیں جن کی حدیث کو:
۱۔ حافظ ابو العباس ابن عقدہ نے کتاب "موالات" میں نقل کیا ہے جیسا کہ "اسد الغابہ" اور "اصابۃ" میں ہے۔
۲۔ ابن اثیر نے نقل کیا ہے[۱۱۶]۔
۳۔ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے[۱۱۷]۔

سترہویں: ہانی بن ہانی ہمدانی کوفی تابعی ہیں جن کی حدیث کو ابن اثیر نے ابن عقدہ اور ابو موسیٰ کے سلسلہ سے نقل کیا ہے[۱۱۸]۔

اٹھارہویں: حارثہ بن نصر تابعی ہیں جن کی حدیث کو نسائی نے نقل کیا ہے[۱۱۹]۔

اور ابن ابی حدید نے اس "مناشدہ" کو عثمان بن سعید اور شریک بن عبد اللہ قاضی متوفی ۱۷۷ھ سے نقل کیا ہے[۱۲۰]۔

اور برہان الدین حلبی کہتے ہیں کہ لکھا ہے کہ علی کرم اللہ وجھہ خطبہ کی غرض سے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جو شخص غدیر کے دن موجود تھا وہ اٹھ کھڑا ہو کہتے ہیں کہ ایک شخص بھی ایسا نہیں اٹھا جس نے یہ کہا ہو کہ مجھے بتایا گیا ہے یا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے بلکہ جو بھی اٹھا اس نے یہی کہا کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے چنانچہ سترہ (۱۷) صحابی کھڑے ہوئے ایک روایت میں ہے

ہے "ومن نکث فانما ینکث علی نفسہ" [۲۷]۔ جب اس نے کہا: استغفر اللہ اور وہ واپس چلا گیا[۲۸]

۳۔ اور اس کو خطیب خوارزمی حنفی نے حاکم کے سلسلہ سے نقل کیا ہے[۲۹]۔

۴۔ حافظ کبیر ابن عساکر نے نقل کیا ہے[۳۰]۔

۵۔ سبط ابن جوزی نے نقل کیا ہے[۳۱]۔

۶۔ حافظ ابو بکر ھیثمی نے بزاز کے طریقہ سے نقل کیا ہے[۳۲]۔

۷۔ ابن حجر نے نسائی کے طریقہ سے نقل کیا ہے[۳۳]۔

۸۔ سیوطی نے جمع الجوامع میں جیسا کہ "کنز العمال" میں ہے ابن عساکر کے سلسلے سے نقل کیا ہے۔

۹۔ متقی هندی نے نقل کیا ہے[۳۴]۔

۱۰۔ ابو عبداللہ محمد بن محمد بن یوسف سنوی نے نقل کیا ہے[۳۵]۔

۱۱۔ ابو عبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی نے نقل کیا ہے[۳۶]۔

۱۲۔ شیخ ابراہیم وصابی نے "الاکتفاء" میں ابن عساکر کے طریقہ سے نقل کیا ہے۔

۳۶ھ یا ۳۷ھ میں کوفہ میں حدیث رکبان

۱۔ حنبلیوں کے امام احمد بن حنبل نے اپنی سند کے ساتھ ریاح بن حارث[۳۷] سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ "رحبہ" میں ایک قبیلہ علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا "السلام علیک یا مولانا!" آپ نے فرمایا: میں کیسے تمہارا مولا ہو سکتا ہوں حالانکہ تم عرب ہو؟ انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہؐ کو غدیر خم کے دن یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" ریاح کہتے ہیں کہ جب وہ لوگ چلے گئے تو میں نے ان کے پیچھے جاکر ان سے پوچھا آپ کون لوگ ہیں وہ بولے ہمارا تعلق انصار سے ہے جن میں ابو

ایوب انصاری بھی ہیں۔

۲۔ اس حدیث کو حافظ ابراہیم بن حسین بن علی کسائی معروف بابن دیزیل متوفی ۲۸۰ھ یا ۲۸۱ھ نے کتاب "صفین"[۳۸] میں اپنی سند کے ساتھ ریاح بن حارث نخعی سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں میں علیؑ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں کچھ لوگ ڈھاٹے باندھے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے "السلام علیک یا مولانا!" آپ نے فرمایا کیا تم لوگ بدّو نہیں ہو؟ وہ بولے ہاں! لیکن ہم نے رسول اللہؐ کو غدیر خم کے دن یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ و انصر من نصرہ و اخذل من خذلہ" راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ علیؑ متبسم ہوئے اور آپ کے دندان مبارک نمایاں ہوگئے پھر آپ نے فرمایا تم لوگ گواہ رہنا۔

راوی کہتا ہے وہ لوگ جب روانہ ہوئے تو میں نے ان کا پیچھا کیا اور ایک شخص سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ وہ بولے ہم انصار کا ایک قبیلہ ہیں اور وہ ابو ایوب انصاری ہیں جن کے گھر میں نبی رحمتؐ نے نزول اجلال فرمایا تھا راوی کہتا ہے کہ میں ان کے پاس گیا اور ان سے مصافحہ کیا؟

۳۔ اور اس حدیث کو حافظ ابو بکر ابن مردویہ نے ریاح اور ابی رملۃ سے نقل کیا ہے[۳۹]۔

۴۔ حافظ ابو العباس ابن عقدہ نے "کتاب الموالاۃ" میں جیسا کہ "اسد الغابہ" اور "الاصابۃ" میں ہے نقل کیا ہے۔

۵۔ ابن اثیر نے ابن عقدہ کی کتاب الموالات سے نقل کیا ہے[۴۰]۔

۶۔ ابن حجر عسقلانی نے ابن عقدہ کی کتاب موالات سے نقل کیا ہے[۴۱]۔

۷۔ محب الدین طبری نے احمد کے سلسلہ اور حافظ ابی القاسم بغوی کی معجم سے نقل

اس کے بعد نبی اکرمؐ نے فرمایا: اللہ نے مجھے ایسی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا جس سے میرا سینہ تنگ ہو رہا تھا لیکن میرا خیال تھا کہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے جب خداوند عالم نے مجھے تہدید کی کہ میں اس پیغام کو پہونچاؤں ورنہ وہ مجھے عذاب دے گا میں نے کہا قم یا علی! اس کے بعد حضورؐ نے نماز جماعت کا حکم دیا اور لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کی۔

پھر فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ میرا مولا میں مومنوں کا مولا اور ان کے نفوس پر ان سے اولیٰ ہوں پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اے اللہ! تو دوست رکھ اسے جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے مدد کر اس کی جو علی کی مدد کرے اور چھوڑ دے اس کو جو علی کو چھوڑ دے۔

یہ سن کر سلمان فارسی نے اٹھ کر پوچھا اے اللہ کے رسول! یہ کیسی ولایت ہے؟ فرمایا یہ ولایت میری ولایت جیسی ہے میں جس کے نفس پر اولیٰ ہوں علیؑ بھی اس کے نفس پر اولیٰ ہیں تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً"[۱۵۴] اس کے بعد راوی کہتا ہے کہ اہل بدر میں سے بارہ افراد نے گواہی دی کہ جیسا آپ نے فرمایا ہے ویسا ہی ہم نے رسول اللہؐ سے سنا ہے یہ حدیث کافی لمبی ہے جس میں بہت سے فوائد ہیں۔

۲۔ جناب فاطمہ زہراءؑ کا حدیث غدیر سے استدلال

۱۔ شمس الدین ابو الخیر جزری دمشقی مقری شافعی متوفی ۸۳۳ھ اپنی کتاب "اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابیطالب" میں لکھتے ہیں[۱۵۵] حدیث غدیر کا سب سے عمدہ اور عجیب سلسلہ یہ ہے جس کو ہمارے استاد خاتمۃ الحفاظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن محب

مقدی نے ہم سے زبانی بیان کیا ہے کہ ہمیں ہماری استانی ام محمد زینب بنت احمد بن عبد الرحیم مقدسیہ نے ابی مظفر محمد بن قتیان بن مثنی نے خبر دی کہ ہمیں ابو موسی محمد بن ابی بکر حافظ نے خبر دی کہ ہمیں اپنے والد قاضی ابو القاسم عبد الواحد بن محمد بن عبد الواحد مدنی کے پھوپھی زاد بھائی نے خبر دی کہ ہمیں ظفر بن داعی علوی نے استر آباد میں خبر دی کہ ہمیں اپنے والد اور ابو احمد ابن مطرف مطرفی نے خبر دی ان دونوں کا کہنا ہے کہ ہم سے ابو سعید ادریسی نے تاریخ استر آباد میں منقول اپنے ایک اجازہ میں بیان کیا کہ ہم سے محمد بن محمد بن حسن ابو العباس رشیدی نے جو سمرقند میں ہارون رشید کی اولاد میں سے ہیں بتایا اور ہم نے اس حدیث کو صرف ان سے نقل کیا ہے کہ ہم سے ابو الحسن محمد بن جعفر حلوانی نے بیان کیا ہے کہ ہم سے علی بن محمد بن جعفر اہوازی، رشید کے غلام، نے بیان کیا ہے کہ ہم سے بکر بن احمد قصری نے بیان کیا کہ ہم سے فاطمہ، زینب اور ام کلثوم دختران امام موسیٰ کاظم نے بیان کیا وہ فرماتی ہیں کہ ہم سے فاطمہ بنت جعفر بن محمد صادق نے بیان کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہم سے فاطمہ بنت محمد بن علی نے بیان کیا وہ کہتی ہیں کہ ہم سے فاطمہ بنت علی بن حسین نے بیان فرمایا ان کا فرمانا ہے کہ ہم سے فاطمہ اور سکینہ دختران حسین بن علی نے فرمایا انہوں نے ام کلثوم بنت فاطمہ بنت نبی سے نقل کیا اور انہوں نے فاطمہ بنت رسول اللہ سے نقل کیا انہوں نے فرمایا کیا تم لوگ غدیر خم کے پیغمبر کے ارشاد "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اور آنحضرت کے قول مبارک "انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ علیہما السلام" کو بھول گئے ہو؟

۲۔ اس حدیث کو اسی طرح حافظ کبیر ابو موسی مدینی نے اپنی کتاب المسلسل بالاسماء میں نقل کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث ایک اعتبار سے مسلسل ہے اور وہ یہ کہ ہر ایک فاطمہ نے اس کو اپنی پھوپھی سے نقل کیا ہے اس طرح یہ پانچ بھتیجیوں کی روایت ہے

۹۔ ہاشم مرقال بن عتبہ، علی کے علمدار اور شہید صفین

وہ لوگ جنہیں حدیث غدیر کے مخفی کرنے کی سزا ملی ہے

"رحبہ" اور رکبان کے دن دی گئی قسم کے بارے میں متعدد احادیث میں ملتا ہے کہ نبیؐ کے بہت سے صحابی جو غدیر خم میں موجود تھے جب انہوں نے امیر المومنینؑ کے لئے اس حدیث کی گواہی نہیں دی تو امیر المومنینؑ کی دعا سے ان کو سزا ملی[۳۸] جیسا کہ بہت سی کتابوں میں اس کی صراحت موجود ہے وہ لوگ درج ذیل تھے۔

۱۔ ابو حمزہ انس بن مالک متوفی ۹۰،۹۱ یا ۹۳ھ۔

۲۔ براء بن عازب انصاری متوفی ۷۱ یا ۷۲ھ۔

۳۔ جریر بن عبداللہ بجلی متوفی ۵۱ یا ۵۴ھ۔

۴۔ زید بن ارقم خزرجی متوفی ۶۶ یا ۶۸ھ۔

۵۔ عبد الرحمن بن مدلج۔

۶۔ یزید بن ودیعہ۔

جنگ صفین میں ۳۷ھ میں امیر المومنین کا قسم دینا!

ابو صادق سلیم بن قیس ہلالی جو ایک بڑے تابعی تھے اپنی کتاب[۳۹] میں رقمطراز ہیں صفین میں علیؑ اپنے لشکر کے درمیان منبر پر تشریف لے گئے تمام مہاجرین و انصار کو اکٹھا کیا اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

اے لوگو! میرے فضائل شمار میں نہیں آسکتے جن کو خدا نے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے اور رسول اللہؐ اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرماچکے ہیں میں تو صرف اس فضیلت پر اکتفا کرتا ہوں کیا تم لوگ جانتے ہو کہ خداوند متعال نے سابق کو مسبوق پر

فضیلت دی ہے اور امت میں سے کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول کی طرف مجھ سے پہلے نہیں گیا؟

سب نے کہا: ہاں.

آپ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جب رسول اللہؐ سے خدا کے اس قول "السابقون السابقون اولئک المقربون" [۱۵۰] کے بارے میں پوچھا گیا تو آنحضرت نے فرمایا: خدا نے اس کو انبیا اور ان کے اوصیا کے بارے میں نازل کیا ہے میں تمام انبیا اور رسولوں سے افضل ہوں اور میرے وصی علی بن ابیطالب تمام اوصیا سے افضل ہیں؟

یہ سن کر تقریباً ستر (۷۰) بدری اٹھ کھڑے ہوئے جن میں کچھ انصار میں سے تھے اور باقی مہاجرین میں سے جن میں ابو ھیثم بن تیہان خالد بن زید ابو ایوب انصاری اور مہاجرین میں سے عمار بن یاسر شامل تھے سب کے سب بولے ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے حضرت نے فرمایا: میں تمہیں خداوند متعال کے اس قول "یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم" [۱۵۱] اور "انما ولیکم اللہ و رسولہ و الذین آمنوا" [۱۵۲] کے بارے میں قسم دیتا ہوں اس کے بعد سرکار دو عالم نے پروردگار عالم کا یہ قول نقل کیا: "و لم یتخذوا من دون اللہ و لا رسولہ و لا المؤمنین ولیجۃ" [۱۵۳] لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول! آیا یہ حکم بعض مومنوں کے لئے مخصوص ہے یا سب کے لئے ہے؟ تب خداوند قدوس نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اعلان کر دیں اور جس طرح ان کو نماز روزہ، زکات اور حج کے بارے میں بتایا ہے اسی طرح ولایت کے بارے میں بھی بتائیں تب آنحضرتؐ نے مجھے غدیر خم میں منصب ولایت پر فائز کیا۔

کیا ہے[۱۴۲]۔

۸۔ حافظ ابوالقاسم بغوی نے نقل کیا ہے جیسا کہ "ریاض النضرۃ" میں ہے۔

۹۔ ابن کثیر نے احمد اور ابن ابی شیبہ سے نقل کیا ہے[۱۴۳]۔

۱۰۔ حافظ ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے[۱۴۴]۔

۱۱۔ حافظ ہیثمی نے نقل کر کے لکھا ہے کہ احمد کے راوی ثقہ ہیں[۱۴۵]۔

۱۲۔ جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی اپنی کتاب الاربعین فی مناقب امیر المؤمنین ؑ میں حدیث غدیر کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس حدیث کو زرین حبیش نے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ علیؑ قصر سے جلوہ افروز ہوئے تو کچھ سواروں نے جو تازہ سفر سے آئے تھے جن کی تلواریں ان کے شانوں سے لٹک رہی تھیں اور سروں پر عمامے تھے آپ کا استقبال کیا اور بولے: "السلام علیک یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! السلام علیک یا مولانا!" علیؑ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور استفسار فرمایا: رسول اللہؐ کے صحابیوں میں سے یہ کون لوگ ہیں؟ یہ سن کر بارہ افراد کھڑے ہوئے جن میں، خالد بن زید ابو ایوب انصاری، خزیمۃ بن ثابت ذوالشہادتین، قیس بن ثابت بن شماس، عمار بن یاسر، ابوالھیثم بن تیہان ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص، حبیب بن بدیل بن ورقاء تھے انہوں نے گواہی دی کہ ہم نے غدیر خم کے دن رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ الخ"

اس کے بعد علیؑ نے انس بن مالک اور براء بن عازب سے پوچھا تم دونوں نے اٹھ کر گواہی کیوں نہیں دی جبکہ جیسے ان لوگوں نے سنا ہے ویسے تم دونوں نے بھی سنا تھا؟ پھر آپ نے فرمایا: خدایا اگر ان دونوں نے دشمنی میں گواہی نہیں دی تو انہیں عذاب میں مبتلا کر!

براء بن عازب، اندھے ہوگئے وہ اپنے گھر کا پتہ پوچھتے تھے اور کہتے تھے جس کو علیؑ کی بد دعا لگ جائے وہ کیسے ہدایت پاسکتا ہے؟ اور انس بن مالک کے قدم مبروص ہوگئے اور کہا گیا ہے کہ جب حضرت علیؑ نے سرکار دو عالمؐ کے قول مبارک "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کے بارے میں گواہی طلب کی تو انھوں نے نسیان کا بہانہ کیا تب حضرت علیؑ نے فرمایا: خدایا! اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کو ایسے سفید داغوں میں مبتلا کر کہ جن کو اس کا عمامہ بھی نہ چھپا سکے چنانچہ اس کے چہرے پر سفید داغ پیدا ہوگئے جن کو چھپانے کے لئے وہ ہمیشہ نقاب ڈالے رہتا تھا[۱۰۴]

ان کے علاوہ بھی بہت سے محدثین ہیں جنھوں نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے جن کے ذکر سے ہم بات کو طول نہیں دینا چاہتے۔

رکبان کے دن غدیر کے سلسلے میں احادیث کی روشنی میں امیر المومنینؑ کے گواہ[۱۰۵]

۱۔ ابو ہیثم ابن تیہان بدری

۲۔ ابو ایوب خالد بن زید انصاری۔

۳۔ حبیب بن بدیل بن ورقاء خزاعی۔

۴۔ خزیمۃ بن ثابت ذوالشہادتین، جو بدری ہیں اور صفین میں شہید ہوئے۔

۵۔ عبد اللہ بن بدیل بن ورقاء شہید صفین۔

۶۔ عمار بن یاسر بدری، جو صفین میں باغیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۷۔ قیس بن ثابت بن شماس انصاری

۸۔ قیس بن سعد بن عبادۃ خزرجی بدری۔

جس کو ہر ایک نے اپنی پھوپھی سے نقل کیا ہے۔

۳۔ امام حسن مجتبیٰؑ کا حدیث غدیر سے استدلال

حافظ کبیر ابو العباس بن عقدہ نے نقل کیا ہے کہ حسن بن علیؑ نے جب معاویہ کے ساتھ صلح پر اتفاق کیا تو آپ نے ایک خطبہ میں خداوند متعال کی حمد و ثنا اور اپنے جد امجد محمد مصطفیٰ کی رسالت و نبوت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

ہم اہل بیت ہیں جن کو اللہ نے اسلام سے مکرم فرمایا ہمیں برگزیدہ اور منتخب قرار دیا اور رجس کو ہم سے دور رکھا اور ہمیں کما حقہ پاک و پاکیزہ رکھا لوگوں میں جب بھی دو فرقے ہوئے تو خدا نے حضرت آدمؑ سے لے کر میرے نانا محمد مصطفیٰؐ تک ہمیں بہتر فرقے میں رکھا۔

جب خدا نے محمدؐ کو نبی بنایا انھیں رسالت کے لئے منتخب کیا ان پر اپنی کتاب نازل فرمائی پھر لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے کا حکم دیا تو میرا باپ پہلا شخص تھا جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی آواز پر لبیک کہی اور سب سے پہلے اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق کی اور بلا شبہ خداوند متعال نے اپنی نبی مرسل پر نازل کردہ اپنے کتاب میں ارشاد فرمایا ہے "افمن کان علی بینۃ من ربہ و یتلوہ شاھد منہ"[۱۵۲] پس میرے نانا ہیں جن کے پاس خدا کی طرف سے بینہ ہے اور میرے باپ ہیں جو ان کے بعد آئے ہیں اور وہ ان کے گواہ اور شاہد ہیں۔

یہاں تک فرمانے کے بعد فرمایا، اس امت نے میرے نانا محمد مصطفیٰ کو فرماتے ہوئے سنا ہمیشہ جب بھی کسی امت نے اعلم کے ہوتے ہوئے اپنے امر کی باگ ڈور کسی دوسرے ہاتھ میں دی تو وہ اس وقت تک پستی میں گرتی رہی جب تک کہ اس نے اعلم کی طرف

رجوع نہیں کرلیا اور آنحضرتؐ کو میرے باپ کے لئے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی" اور انہوں نے دیکھا اور سنا ہے کہ جب حضورؐ نے غدیر خم میں میرے باپ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے کہا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ" پھر ان کو حکم دیا کہ جو حاضر ہے وہ غائب کو اطلاع دے۔

اس خطبہ کے کچھ حصے کو قندوزی حنفی نے نقل کیا ہے جس میں حدیث غدیر سے استدلال موجود ہے[۱۵۷]۔

۴۔ امام حسینؑ کا حدیث غدیر سے استدلال

تابعی بزرگ ابو صادق سلیم بن قیس ہلالی نے اپنی کتاب میں امیر المؤمنینؑ کی شہادت کے بعد معاویہ بن ابی سفیان کی حضرت علیؑ کے شیعوں اور چاہنے والوں کے ساتھ سخت نفرت کا برتاؤ کرنے کے بعد چند عمدہ جملے لکھے ہیں اور اس کے بعد لکھا ہے کہ مرگ معاویہ[۱۵۸] سے دو سال پہلے امام حسینؑ عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر نے حج کیا تو امام حسینؑ نے بنی ہاشم کے مردوں، عورتوں، اپنے شیعوں، چاہنے والوں میں سے حاجیوں اور غیر حاجیوں کو اور انصار میں سے جو امام حسینؑ اور ان کے اہل بیت کے آشنا تھے ان کو اور رسول اللہؐ کے صحابیوں اور انصار میں تابعین کو کہ جنہوں نے اس سال حج کیا تھا اور نیک اور متقی تھے سب کو "منیٰ" میں جمع کیا جن کی تعداد سات سو سے زیادہ تھی ان میں اکثر تابعی تھے اور تقریباً دو سو صحابی تھے امام حسینؑ ان کے درمیان کھڑے ہوئے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا:

اما بعد: بے شک اس سرکش اور بے لگام نے ہمارے ساتھ اور ہمارے شیعوں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کو آپ جانتے ہیں آپ نے دیکھا اور آپ تک اس کی خبر

پہونچی ہے میں تم لوگوں سے صرف ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں اگر میں سچ بولوں تو میری تصدیق کرنا اور اگر جھوٹ بولوں تو مجھے جھٹلا دینا میرے کلام کو سنو! اسے لکھو! اور پھر اپنے شہروں اور قبیلوں میں جا کر جس کو تم امین اور موثق سمجھو اسے ہمارے حق کی طرف دعوت دو جسے تم جانتے ہو ہم ڈرتے ہیں کہ یہ حق فراموش ہوجاتے اور مغلوب ہوجائے گا اور خدا تو اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا چاہے کافروں کو ناپسند ہی کیوں نہ ہو پھر قرآن مجید میں جتنی آیتیں ان کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان کو آپ نے پڑھا اور ان کی تفسیر کی اور پیغمبر اکرمؐ کے جتنے ارشادات آپ کے باپ، ماں، خود آپ اور آپ کے اہل بیتؑ کے بارے میں تھے ان کو نقل کیا جس کے جواب میں سب لوگ کہتے رہے کہ، خدا گواہ ہے کہ ہم نے سنا اور دیکھا ہے! تابعی یہ کہتے تھے کہ ہاں! مجھ سے میرے مصدق اور موثق صحابی نے بیان کیا ہے اس کے بعد راوی کے قول. پھر امامؑ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم یہ جانتے ہو کہ رسول اللہ نے غدیر خم میں آپ کو منصوب فرمایا اور آپ کے لئے منصب ولایت کا اعلان کیا اور فرمایا جو حاضر ہے وہ غائب کو بتا دے؟

سب نے کہا. خدا گواہ ہے ہاں! یہ حدیث نہایت عجیب ہے جس میں امیر المومنینؑ کے متواتر فضائل کا تذکرہ ہے ملاحظہ فرمائیے

حوالہ جات

۱۔ چوتھی فصل دوسری بحث ملاحظہ فرمائیے

۲۔ چوتھی فصل میں نمبر ۱۸ کے تحت حدیث تہنیت ملاحظہ کیجئے.

۳۔ سورہ احزاب ۶۷، ۶۸.

۲۵۔ ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ صاحب کتاب الضعفاء حافظ قطان لکھتے ہیں کہ ابو جعفر موثق اور جلیل القدر ہیں عالم حدیث اور حفظ میں مقدم ہیں ان کی وفات ۳۲۲ھ میں ہوئی ذہبی نے اپنے تذکرہ ج ۳ ص ۵۲ پر ان کے حالات لکھے ہیں۔

۲۶۔ اس کو عقیلی سے ذہبی نے اپنی میزان ج ۱ ص ۲۰۵ پر اور ابن حجر نے اپنی لسان ج ۲ ص ۱۵۷ پر نقل کیا ہے۔

۲۷۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۶۱۔

۲۸۔ الاستیعاب فی حاشیۃ الاصابہ ج ۲ ص ۳۵۔

۲۹۔ مائدہ ۵۵۔

۳۰۔ تفسیر طبری ج ۳ ص ۳۱۸۔

۳۱۔ اللئالی المصنوعہ ج ۱ ص ۱۸۷۔

۳۲۔ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۴۳۔

۳۳۔ سورہ نساء ۵۹۔

۳۴۔ آئندہ نقل ہونے والی حدیث ابو طفیل میں اس کی صراحت موجود ہے اور یعلی بن مرۃ کی روایت میں ہے کہ علیؑ جب کوفہ پہنچے تو لوگوں کے ساتھ انہوں نے مناشدہ کیا اور یہ واضح ہے کہ حضرت ۳۵ھ میں کوفہ پہنچے تھے۔

۳۵۔ اس مناشدہ کے بہت سے طرق صحیح ہیں اور ان کے رجال ثقہ ہیں مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے غدیر ج ۱ ص ۱۶۶ سے ۱۸۲ تک۔

۳۶۔ جیسا کہ مجمع زوائد ج ۹ ص ۱۰۳ پر ہے۔

۳۷۔ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۳۶۲۔

۳۸۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۰۷، ج ۵ ص ۲۰۵۔

۳۹۔ الاصابہ ج ۲ ص ۴۰۸، ج ۴ ص ۸۰۔

۴۰۔ الکنیٰ و الاسماء ج ۲ ص ۸۸۔

۴۱۔ مسند احمد ج ۱ ص ۸۴۔

۴۲۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۷۔

۴۳۔ صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۳۱۔

۴۴۔ مطالب السئول ص ۵۴ مطبوعہ ۱۲۸۷ھ۔

۴۵۔ البدایہ والنھایہ ج ۵ ص ۲۱۰، ج ۷ ص ۳۴۸۔

۴۶۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۷۔

۴۷۔ کنزل العمال ج ۶ ص ۴۰۷۔

۴۸۔ شرح المواھب ج ۷ ص ۱۳۔

۴۹۔ مسند احمد ص ۸۸۔

۵۰۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۶۔

۵۱۔ البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۳۴۸۔

۵۲۔ الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۷۰۔ ذخائر العقبیٰ ص ۶۷۔

۵۳۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۶۔

۵۴۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۷۔

۵۵۔ ابن بطریق نے ان سے العمدہ ص ۵۲ پر نقل کیا ہے۔

۵۶۔ ذخائر العقبیٰ ص ۶۷۔

۵۷۔ کنزل العمال ج ۶ ص ۴۰۳۔

۵۸۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۳۴۶۔

۵۹۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۸۔

۶۰۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۵ ص ۲۱۰۔

۶۱۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۷ ص ۳۴۸۔

۶۲۔ کفایۃ الطالب ص ۱۷۔

۶۳۔ اسنی المطالب ص ۴۔

۶۴۔ الخصائص ص ۲۲۔

۶۵۔ جیسا کہ تاریخ ابن کثیر ج ۵ ص ۲۱۰ میں ہے۔

۶۶۔ یہ بھی تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۳۴۸ میں ہے۔

۶۷۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۵۔

۶۸۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۷۔

۶۹۔ کنز العمال ج ۶ ص ۴۰۳۔

۷۰۔ الشرف المؤبد ص ۱۱۳۔

۷۱۔ فرائد السمطین باب ۱۰۔

۷۲۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۸ و ج ۵ ص ۳۶۶۔

۷۳۔ الخصائص ص ۲۲، ۲۴، ۳۰۔

۷۴ و ۷۵۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۲۱۔

۷۵۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۴۔

۷۶۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۵ ص ۲۰۹، ج ۷ ص ۳۴۸۔

۷۷۔ مناقب خوارزمی ص ۹۴۔

۷۸۔ یہ بھی فضل بن دکین ابو نعیم کوفی وفات ۲۱۸ یا ۲۱۹ھ۔

۷۹۔ محب الدین طبری کی "ریاض النضرۃ" میں ہے: میں جب وہاں سے نکلا تو میں نے اپنے دل میں شک محسوس کیا۔

۸۰۔ مسند احمد ج ۴ ص ۳۷۰۔

۸۱۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۴۔

۸۲۔ الخصائص ص ۱۶۔

۸۳۔ کفایۃ الطالب ص ۱۳۔

۸۴۔ الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۶۹۔

۸۵۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۵ ص ۲۱۱۔

۸۶۔ نزل الابرار ص ۲۰۔

۸۷۔ اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۷۶۔

۸۸۔ الاصابہ ج ۴ ص ۱۵۹۔

۸۹۔ ینابیع المودۃ ص ۳۸۔

۹۰۔ مناقب خوارزمی ص ۹۳ ۔

۹۱۔ البدایۃ والنہایہ ج ۵ ص ۲۰۹ ۔

۹۲۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۹ ۔

۹۳۔ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۸ ۔

۹۴۔ مشکل الآثار ج ۲ ص ۳۰۸ ۔

۹۵۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۸ ۔

۹۶۔ فرائد السمطین دسواں باب ۔

۹۷۔ اسنی المطالب ص ۳ ۔

۹۸۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۵ ۔

۹۹۔ البدایۃ والنہایہ ج ۵ ص ۲۱۱ اور ج ۷ ص ۳۴۶ ۔

۱۰۰۔ کنزل العمال ج ۶ ص ۳۹۷ ۔

۱۰۱۔ کنزل العمال ج ۶ ص ۴۰۷ ۔

۱۰۲۔ مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۸ ۔

۱۰۳۔ خصائص نسائی ص ۱۸ ، اور دوسرے "مطبع" میں ص ۲۶ اور ۳۱ ہے ۔

۱۰۴۔ فرائد السمطین دسواں باب ۔

۱۰۵۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۵ ۔

۱۰۶۔ کفایۃ الطالب ص ۱۷ ۔

۱۰۷۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۰۳ ۔

۱۰۸۔ البدایۃ والنہایہ ج ۵ ص ۲۱۱ اور ج ۷ ص ۳۴۷ ۔

۱۰۹۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۴ ۔

۱۱۰۔ کنزل العمال ج ۶ ص ۴۰۳ ۔

۱۱۱۔ اسنی المطالب ص ۳ ۔

۱۱۲۔ حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۲۶ ۔

۱۱۳۔ الخصائص ص ۱۶ ۔

۱۱۴۔ البدایہ و النھایہ ج ۵ ص ۲۱۱ اور ص ۳۴۷۔

۱۱۵۔ کنزل العمال ج ۶ ص ۴۰۳۔

۱۱۶۔ اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۳۳، ج ۳ ص ۹۳ اور ج ۵ ص ۶۔

۱۱۷۔ الاصابہ ج ۱ ص ۵۷۶، ج ۳ ص ۵۴۲۔

۱۱۸۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۲۱۔

۱۱۹۔ الخصائص ص ۴۰۔

۱۲۰۔ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۲۰۹۔

۱۲۱۔ سیرۂ حلبیہ ج ۳ ص ۳۰۲۔

۱۲۲۔ بعض نسخوں میں ہے ابو یعلی انصاری ہیں جن کا نام شداد بن اوس ہے وفات ۵۸ ھ ۔ ۲۳۔

۱۲۳۔ جن لوگوں کو عمر نے عمار بن یاسر کے ساتھ کوفہ بھیجا تھا۔

۱۲۴۔ تذکرہ، ص ۱۷، تاریخ الخلفاء ص ۶۵۔

۱۲۵۔ یہ ہیں نذیر کوفی ضبی بزرگ تابعی اور رفاعہ کے پوتے اور ثقہ ہیں جیسا کہ "تقریب" میں ہے ان کی وفات ۱۸۰ھ کے بعد ہوئی۔

۱۲۶۔ مستدرک صحیحین ج ۳ ص ۳۸۱۔

۱۲۷۔ الفتح ۱۰۔

۱۲۸۔ مروج الذھب ج ۲ ص ۱۱۔

۱۲۹۔ مناقب خوارزمی ص ۹۳۔

۱۳۰۔ تاریخ دمشق ج ۷ ص ۸۳۔

۱۳۱۔ تذکرۃ الخواص ص ۴۲۔

۱۳۲۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۷۔

۱۳۳۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۹۱۔

۱۳۴۔ کنزل العمال ج ۶ ص ۸۳۔

۱۳۵ و ۱۳۶۔ شرح مسلم ج ۶ ص ۲۳۶۔

۱۳۷۔ احمد، ابن ابی شیبہ ہیثمی اور ابن دریل کے سلسلے سے اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

۳۸ ۔ شرح نہج البلاغہ ج ا ص ۲۸۹ ۔ ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں واقعہ صفین کے بارے میں ابن دیزیل کی کتاب بہت ضخیم ہے ج اا ص ۷۷ ۔

۳۹۔ کشف الغمہ ص ۹۳ ۔

۱۳۰۔ اسد الغابہ ج ا ص ۳۶۸ ۔

۱۳۱۔ الاصابہ ج ا ص ۳۰۵ ۔

۱۳۲۔ ریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۶۹ ۔

۱۳۳۔ البدایہ والنھایہ ج ۵ ص ۲۲۰ ، ج ۷ ص ۳۳۷ ، ۳۴۸ ۔

۱۳۴۔ البدایہ والنھایہ ج ۷ ص ۳۴۸ ۔

۱۳۵ ۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۳ ۔

۱۳۶ ۔ عبقات ج ا ص ۲۱۱ ، ج ۲ ص ۱۳۷ ۔

۱۳۷ ۔ الغدیر ج ا ص ۱۸۷ تا ۱۹۱ ۔

۱۳۸ ۔ غدیر ج ا ص ۱۹۲ کے بعد ۔

۱۳۹ ۔ گذشتہ ادوار میں ، کتاب سلیم کا شمار مشہور و معروف اور قابل اعتماد اصول میں ہوتا تھا جس پر فریقین کے محدثین اور مؤرخین مکمل اعتماد کرتے تھے

ابن ندیم الفہرست کے ص ۳۰۷ پر لکھتے ہیں جب سلیم کا وقت نزدیک آیا تو انہوں نے ابان سے کہا اے بھتیجے ! تمہارا میرے اوپر حق ہے میری موت اب نزدیک ہے یاد رکھو کہ پیغمبر اکرم کا حکم یوں ہے جب انہوں نے ابان کو ایک کتاب دی یہی کتاب سلیم ہے یہاں تک لکھنے کے بعد کہتے ہیں یہ شیعوں کی سب سے پہلی کتاب ہے ۔

اور مسعودی کی التنبیہ و الاشراف کے ص ۱۹۸ پر یوں ملتا ہے بارہ اماموں کی تعداد کو سلیم بن قیس ہلالی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے

سبکی " محاسن الرسائل فی معرفۃ الاوائل " میں لکھتے ہیں شیعوں کی سب سے پہلی تصنیف کتاب سلیم ہے ابن ندیم اور سبکی کے کلام میں " لام " منفعت کے لئے ہے پس اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے استدلال کرتے تھے اور سلیم چونکہ ثقہ تھے اس لئے فریق مخالف اس پر قانع ہوجاتا تھا صرف شیعہ ہی قانع نہیں ہوتے تھے مسعودی کے کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے اس لئے کہ تعداد ائمہ کے بارے میں امامیہ

نے اسی کتاب سے استدلال کیا ہے اور بہت سے اہل سنت کے علماء نے ان سے نقل کیا ہے جن میں بعض درج ذیل ہیں:

الف۔ امام حموینی متوفی ۷۲۲ھ نے فرائد السمطین میں۔

ب۔ حاکم حسکانی متوفی ۴۹۰ھ کے بعد نے شواہد التنزیل لقواعد التفضیل میں

ج۔ سید ابن شہاب ہمدانی متوفی ۷۸۶ھ نے مودۃ القربیٰ میں۔

د۔ قندوزی حنفی متوفی ۱۲۹۴ھ نے ینابیع المودۃ میں، اور ان کے علاوہ بھی کچھ افراد نے نقل کیا ہے علامہ امینیؒ یہ سب کچھ نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں اس کتاب کے بارے میں کچھ اصول باقی ہیں جن کو ہم نے ایک رسالہ میں جمع کیا ہے یہاں ہم نے اجمالاً ذکر کیا ہے کہ آپ کو معلوم ہوجائے کہ اس کتاب پر فریقین کا اعتماد مسلّم ہے اور اسی وجہ سے ہم نے اس کتاب میں اس سے نقل کیا ہے۔

۱۵۰۔ واقعہ ۱۰۔

۱۵۱۔ النساء ۵۹۔

۱۵۲۔ المائدہ ۵۵۔

۱۵۳۔ التوبہ ۱۹۔

۱۵۴۔ المائدہ ۳۔

۱۵۵۔ اس حدیث کو ان کے لئے سخاوی نے ضوء لامع ج ۹ ص ۲۵۶ اور شوکانی نے بدر طالع ج ۲ ص ۲۹۷ پر نقل کیا ہے۔

۱۵۶۔ ہود ۔ ۱۷۔

۱۵۷۔ ینابیع المودۃ ص ۲۸۲۔

۱۵۸۔ بعض نسخوں میں ایک سال ہے۔

چھٹی فصل

غدیر کے سلسلے میں
مناظرے اور استدلالات

غدیر کے سلسلہ میں مناظرے اور استدلالات

فصل سابق میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ قرن اول سے لے کر موجودہ صدی تک حدیث غدیر ایک ناقابل انکار حقیقت کے طور پر تسلیم کی جاتی رہی ہے یہ قریب والا اس پر ایمان لایا اور دور والے نے اس کی روایت کی ہے اور کبھی کسی نے بھی اپنے اس کے صادر ہونے کا انکار نہیں کیا۔ بحث و مناظرے کے مواقع پر حدیث غدیر کو صرف آخر مانا جاتا رہا ہے اسی لئے حدیث غدیر سے بہت استدلال کئے گئے ہیں اور علیؑ کے دور میں اور اس سے پہلے بھی صحابہ و تابعین کے درمیان اس کے سلسلہ میں گرما گرم بحثیں ہوتی رہی ہیں سابق میں ہم نے حدیث غدیر سے آل محمدؐ کے استدلالات بیان کیے ہیں یہاں آل محمدؐ کے علاوہ جن لوگوں نے اس کو حجت بنایا اور اس سے استدلال کیا ہے ان کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔

۱۔ عبد اللہ بن جعفر کا معاویہ کے خلاف استدلال:۔

عبد اللہ بن جعفر بن ابیطالبؑ کا بیان ہے میں معاویہ کے ہاں تھا۔ حسنؑ و حسینؑ میرے ہمراہ تھے معاویہ کے پاس عبد اللہ بن عباس اور فضل بن عباس بیٹھے تھے اتنے میں معاویہ نے میری طرف رخ کیا اور بولا! اے عبد اللہ! تم حسنؑ و حسینؑ کی کس قدر تعظیم و تکریم کرتے ہو حالانکہ یہ دونوں تم سے بہتر نہیں اور نہ ان دونوں کا باپ تمہارے

باپ سے بہتر ہے اور اگر فاطمہ پیغمبر اکرمؐ کی پارۂ جگر نہ ہوتیں تو میں کہتا کہ تمہاری ماں اسماء بنت عمیس بھی ان سے کم نہیں۔

میں نے کہا: اے معاویہ! خدا کی قسم تم ان کے ان کے باپ اور ان کی مادر گرامی کے بارے میں کچھ نہیں جانتے خدا کی قسم وہ دونوں مجھ سے بہتر ہیں ان کے والد بزرگوار میرے باپ سے بہتر ہیں اور ان کی مادر گرامی میری ماں سے افضل ہیں۔ اے معاویہ! جو کچھ میں نے رسول اللہؐ سے ان دونوں کے بارے میں اور ان کے ماں باپ کے بارے میں سن کر اپنے دل میں بٹھایا اور اس کو نقل کیا ہے تمہیں اس کا کچھ علم نہیں۔

معاویہ بولا: اے ابن جعفر! مجھے بھی بتاؤ چونکہ کہ بخدا تم نہ تو جھوٹ بولتے ہو اور نہ تم پر کوئی الزام ہے۔

میں نے کہا: جو کچھ مجھے معلوم ہے وہ تمہارے وہم و گمان سے بڑھ کر ہے۔

معاویہ نے کہا: جب خدا نے تمہارے آقا کو قتل کر دیا تمہارا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا اور امارت اس کے اہل کو مل گئی ہے تو اب مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ وہ چیز کتنی عظیم ہو اگر وہ احد و حرا دونوں سے بھی بڑھ کر ہو تو میرا کیا بگاڑے گی اس لئے کہ اب مجھے نہ تمہارے قول کی پرواہ ہے اور نہ تمہاری کوئی حرکت میرا کچھ بگاڑ سکتی ہے۔

میں نے کہا: میں نے سنا ہے کہ جب رسول اللہؐ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا "وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنة للناس و الشجرة الملعونة فی القرآن"[1]۔

تو آنحضرتؐ نے فرمایا: میں نے ائمہ ضلالت میں سے بارہ افراد کو دیکھا ہے کہ وہ میرے منبر پر اچھل کود رہے ہیں وہ میری امت کو ہدایت سے گمراہی کی جانب موڑ دیں گے اور میں نے حضرت کو فرماتے ہوئے سنا کہ فرزندان ابوالعاص میں جب پندرہ مرد ہو جائیں گے تو وہ کتاب خدا میں دخل اندازی کریں گے اللہ کے بندوں کو گمراہ کریں گے

اور اللہ کے مال کو اپنی دولت بنالیں گے۔

اے معاویہ! میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے ایسے عالم میں جب حضرت منبر پر تھے میں حضرت کے سامنے تھا اور عمر بن ابی سلمۃ، اسامۃ بن زید، سعد بن ابی وقاص، سلمان فارسی، ابوذر، مقداد اور زبیر بن عوام بھی موجود تھے حضرت نے فرمایا: کیا میں مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ حق نہیں رکھتا؟ ہم نے عرض کیا: بلیٰ یا رسول اللہؐ یعنی آپ ان سے زیادہ حقدار ہیں فرمایا: کیا میری بیویاں تمہاری مائیں نہیں؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ ہیں!! فرمایا: من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اولی بہ من نفسہ۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے اور اس کے نفس سے زیادہ اس پر حق رکھتا ہے۔

اس کے بعد حضرت نے اپنا ہاتھ علی کا کاندھے پر رکھا اور فرمایا: اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ، اے اللہ دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے۔

اے لوگو! میں مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ اختیار رکھتا ہوں میرے ہوتے ہوئے وہ امیر نہیں بن سکتے۔ اور میرے بعد علیؑ ان کے نفسوں سے زیادہ اختیار رکھتے ہیں علیؑ کے ہوتے ہوئے وہ امیر نہیں بن سکتے پھر میرے فرزند، مومنین پر اولویت رکھتے ہیں حسن کی موجودگی میں کوئی دوسرا امیر نہیں بن سکتا۔

پیغمبر اکرمؐ نے دوبارہ فرمایا: اے لوگو! جب میری شہادت ہوجائے تو علی تمہارے نفسوں پر تم سے زیادہ اختیار رکھتے ہیں جب علیؑ کی شہادت ہوجائے تو میرا فرزند حسنؑ مومنین کے نفسوں پر ان سے زیادہ حقدار ہوگا اور جب حسن کی شہادت واقع ہوتا ہے تو میرا بیٹا حسینؑ مومنین کے نفوس پر خود ان سے زیادہ بااختیار ہوگا تا آخر حدیث۔

پس معاویہ بولا! اے فرزند جعفر! تم نے تو بہت بڑی بات بتائی ہے جو کچھ تم کہتے ہو

اگر یہ حق ہے تو اے اہل بیت! تمہارے اور تمہارے دوستوں اور مددگاروں کے علاوہ پوری امت محمد چاہے مہاجر ہوں یا انصار، ہلاک ہوگئی۔

میں نے کہا: خدا کی قسم جو کچھ میں نے کہا ہے حق ہے جس کو میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے۔

معاویہ بولا: اے حسن! اے حسین! اے ابن عباس! ابن جعفر کیا کہہ رہے ہیں؟!

ابن عباس نے کہا: اگر تمہیں ابن جعفر کی بات پر یقین نہیں آتا تو ابن جعفر نے جن لوگوں کا نام لیا ہے ان کو بلاکر ان سے پوچھ لو۔

معاویہ نے عمر بن ابی سلمہ اور اسامہ بن زید کو بلوا کر ان سے پوچھا تو دونوں نے گواہی دی کہ جو کچھ ابن جعفر نے کہا ہے اسے ہم نے رسول اللہ سے اسی طرح سے سنا ہے۔

اور ہمارے نبیؐ نے اپنی امت کے لئے سب سے افضل و بہتر شخص کو غدیر خم میں اور دوسرے مقامات پر حاکم مقرر فرمایا، اس کے ذریعہ حجت فرمائی انھیں اس کی اطاعت کا حکم دیا اور انہیں خبر دی کہ اس کی پیغمبرؐ کے ساتھ وہی نسبت ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی اور وہ سرکار دو عالم کے بعد ہر مؤمن کے ولی ہیں اور یہ کہ جس کے پیغمبرؐ ولی ہیں اس کے علیؑ بھی ولی ہیں اور جس کے نفس ہر پیغمبرؐ کو اختیار ہے اس کے نفس پر علیؑ کو اختیار ہے اور وہ امت ہر پیغمبرؐ کے خلیفہ اور وصی ہیں اور یہ کہ جس نے ان کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے اللہ دشمن رکھا تا آخر حدیث۔ اس حدیث میں بہت زیادہ فوائد ہیں[۲]۔

۲۔ بُرد کا عمرو عاص کے خلاف استدلال:۔

ابو محمد بن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ لکھتے ہیں:

اور بیان کیا ہے کہ ہمدان کا ایک شخص جس کا نام "بُرد" تھا معاویہ کے پاس آیا تو اس نے سنا کہ عمرو علیؑ کو برا کہہ رہا تھا برد نے اس سے پوچھا: اے عمرو! ہمارے بزرگوں نے رسول اللہؐ کو سنا ہے کہ حضرت نے فرمایا: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" آیا یہ حق ہے یا باطل؟ عمرو نے کہا یہ حق ہے اور اس پر مزید میں یہ کہتا ہوں کہ رسول اللہؐ کے صحابیوں میں کسی ایسے فضائل نہیں جیسے علیؑ کے فضائل ہیں۔

پس وہ جوان کانپ کر رہ گیا۔

پھر عمرو نے کہا: مگر علیؑ نے عثمان کے مسئلہ میں اپنے فضائل برباد کر دیئے۔

برد نے پوچھا: آیا علی نے عثمان کو قتل کیا تھا یا ان کے قتل کا حکم دیا تھا؟

عمرو بولا: نہیں! لیکن انہوں نے قاتلوں کو پناہ دی اور ان کی حمایت کی۔

برد نے پوچھا؟ پس کیا اس کے باوجود لوگوں نے انکی بیعت کی؟

کہا: ہاں!

برد نے پوچھا: تم نے کیوں ان کی بیعت توڑی؟

کہا: میری نظر میں ان پر قتل عثمان کا الزام ہے۔

برد نے کہا: اور یہ الزام تم پر بھی تو لگایا گیا ہے،

عمرو نے کہا: یہ سچ ہے اور اسی وجہ سے میں فلسطین کی طرف نکل گیا تھا۔

پس وہ جوان اپنی قوم کے پاس آیا اور بولا: میں ایسی قوم کے پاس سے آیا ہوں جن کے منہ سے ہم نے ان کے خلاف استدلال کیا ہے کہ علیؑ حق پر ہیں اور تم ان کا اتباع کرو[۴]۔

۱۳۔ عمرو بن عاص کا معاویہ سے کے خلاف استدلال :۔

خطیب خوارزمی حنفی نے عمرو عاص کے نام معاویہ کے ایک خط کا ذکر کیا ہے جس میں معاویہ نے عمرو بن عاص جنگ صفین میں اس کی مدد کرنے کی خواہش کی ہے پھر عمرو بن عاص کے معاویہ کو لکھے گئے جواب کا تذکرہ کیا ہے چنانچہ عمرو عاص کے خط میں مرقوم ہے۔

تم نے جو رسول اللہؐ کے بھائی اور وصی ابو الحسن علیؑ پر عثمان کے خلاف بغاوت اور حسد کا الزام لگایا ہے اور صحابیوں کو فاسق قرار دیا ہے اور تمہارا خیال ہے کہ علی نے ان کو عثمان کے قتل کے لئے ڈھیل دی تھی تو یہ جھوٹ اور گمراہی ہے تمہارا ستیاناس ہو اے معاویہ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ابو الحسنؑ نے رسول اللہؐ پر اپنی جان قربان کی اور ان کے بستر پر سوگئے؟ انہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور ہجرت کی اور رسول اللہؐ نے ان کی شان میں فرمایا "ھو منی و انا منه و ھو منی بمنزلة ھارون من موسی الا انه لا نبی بعدی" وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں ان کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اور غدیر خم کے روز ان کی شان میں فرمایا الا من کنت مولاہ فعلی مولاہ الخ آگاہ ہو جاؤ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اے اللہ! تو دوست رکھ اسے جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو علیؑ کو دشمن رکھے اس کی مدد کر جو علیؑ کی مدد کرے اور اس کو چھوڑ دے جو علی کو چھوڑ دے[۴]۔

۱۴۔ عمار یاسر کا صفین میں عمرو عاص کے خلاف استدلال :۔

نصر بن مزاحم کوفی[۵] نے عمار بن یاسر سے مروی ایک طویل حدیث میں نقل کیا ہے

کہ جنگ صفین میں انہوں نے عمروعاص کو مخاطب قرار دیتے ہوئے فرمایا:

رسول اللہؐ نے مجھے "ناکثین" سے لڑنے کا حکم دیا میں نے اس پر عمل کیا "قاسطین" سے لڑنے کا حکم دیا تو تم "قاسطین" میں سے ہو، رہ گئے "مارقین" تو معلوم نہیں کہ میں جب تک زندہ رہوں گا یا نہیں؟ اے ابتر! کیا تجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کی شان میں فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ" جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اے اللہ، تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے میں اللہ! اس کے رسول اور اس کے بعد علیؑ کا غلام ہوں تیرا مولا کون ہے تا آخر حدیث۔

اس کو ابن ابی الحدید نے بھی ذکر کیا ہے[۶]۔

۵۔ بزم معاویہ میں اصبغ بن نباتہ کا استدلال:-

جنگ صفین کے زمانہ میں امیرالمؤمنینؑ نے معاویہ بن ابی سفیان کے نام ایک خط مرقوم فرمایا اور اصبغ بن نباتہ تمیمی کوفہ کے ہاتھ اس خط کو معاویہ کے پاس بھیجا۔

اصبغ کا بیان ہے: جب میں معاویہ کے پاس پہونچا تو وہ چمڑے کے ایک گدے پر بیٹھا تھا جس پر سبز رنگ کے دو تکیے لگے تھے اس کی دائیں طرف، عمرو بن عاص حوشب اور ذو الکلاع تھے بائیں جانب اس کا بھائی عتبہ (متوفی ۴۳ یا ۴۴ھ) ابن عامر بن کریز (عبد اللہ متوفی ۵۷ یا ۵۸ھ) ولید بن عقبہ (جو قرآن کی نص کے مطابق فاسق ہے)، عبد الرحمن بن خالد (متوفی ۴۸) اور شرحبیل بن سمط متوفی ۴۰ یا ۴۱ھ سامنے ابو ہریرہ، ابو درداء[۷] نعمان بن بشیر (متوفی ۶۵ھ) اور ابو امامہ باہلی (متوفی ۸۱ھ) بیٹھے تھے جب معاویہ یہ خط پڑھ چکا تو بولا: علیؑ، عثمان کے قاتلوں کو ہمارے حوالے نہیں کریں گے۔

اصبغ کہتے ہیں: میں نے کہا اے معاویہ! خون عثمان کو بہانہ مت بناؤ اس لئے کہ تم اس کا انتقام نہیں چاہتے بلکہ ملک و سلطنت چاہتے ہو اگر تمہیں عثمان کی مدد کرنا ہوتی تو زندگی میں کرتے لیکن تم اس کے قتل ہوجانے کے منتظر بیٹھے رہے تاکہ اس کو حصول ملک و سلطنت کا ذریعہ بنا سکو۔

میری بات سن کر معاویہ کو بہت غصہ آیا میں نے اس کو اور غصہ دلانے کی خاطر ابو ہریرہ سے پوچھا اے صحابی رسول! میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ہر ظاہر و مخفی کا جاننے والا ہے اور اس کے حبیب محمد مصطفیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم غدیر خم میں موجود تھے؟

ابو ہریرہ بولے ہاں! میں موجود تھا۔

میں نے پوچھا: تم نے سرکار دو عالم کو علیؑ کے بارے میں کیا فرماتے ہوئے سنا؟

اس نے جواب دیا میں نے فرماتے ہوئے سنا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ و انصر من نصرہ و اخذل من خذلہ"۔

تب میں نے پوچھا اے ابو ہریرہ تم نے کیا کیا، ان کے دشمن سے دوستی اور دوست سے دشمنی، یہ سن کر ابو ہریرہ نے ایک سرد آہ کھینچی اور کہا: "انا للہ و انا الیہ راجعون"[۸]۔

۲۔ ایک جوان کا مسجد کوفہ میں ابو ہریرہ کو قسم دینا[۹]۔

الف: حافظ ابو یعلی موصلی متوفی ۳۰۷ھ نے اپنی سند کے ساتھ یزید اودی سے نقل کیا ہے۔

ب: حافظ بن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ ان سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ مسجد میں داخل ہوئے تو لوگ مسجد میں جمع ہوگئے ان کے درمیان سے ایک

جوان اٹھا اور بولا میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ" جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں اے اللہ! دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے راوی کہتا ہے کہ ابوہریرہ نے جواب دیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اے اللہ! تو اس کو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اس کو دشمن رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے۔

ج۔ اس کو حافظ ابو بکر ھیثمی نے ابو یعلی، طبرانی اور بزاز سے اس کے دونوں سلسلوں سے نقل کرتے ہوئے روایت کیا ہے ان میں سے ایک طریقے کو صحیح قرار دیا ہے اور اس کے رجال کو ثقہ بتایا ہے[۱]۔

د۔ اس کو ابن کثیر نے ابو یعلی موصلی اور ابن جریر طبری کے طریقے سے نقل کیا ہے[۲]۔

ہ۔ ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ سفیان ثوری نے عبد الرحمن بن قاسم سے اور انہوں نے عمر بن عبد الغفار سے روایت کی ہے کہ ابو ہریرہ جب معاویہ کے ساتھ کوفہ آئے عشاء کے وقت باب کندہ کے پاس بیٹھتے تھے اور لوگ بھی ان کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے کوفہ سے ایک دن ایک جوان آکر ان کے پاس بیٹھا اور بولا:

اے ابوہریرہ، میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے رسول اللہؐ کو علی بن ابیطالبؑ کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "اللھم من والاہ و عاد من عاداہ" اے اللہ! جو علی کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ اور جو ان کو دشمن رکھے تو اس کو دشمن رکھ۔

انھوں نے کہا: ہاں سنا ہے۔

جوان بولا: پس خدا شاہد ہے کہ تم نے علیؑ کے دشمن کو دوست بنایا ہے اور ان کے دوست کو دشمن یہ کہہ کر وہ جوان وہاں سے چلا گیا[۲]۔

راویوں نے لکھا ہے کہ ابو ہریرہ راستوں میں بچوں کے ساتھ کھاتے پیتے تھے اور کھیلتے تھے وہ مدینہ کے امیر تھے چنانچہ خطبہ میں کہا کرتے تھے "الحمد لله الذی جعل الدین قیاماً و اباهریرة اماما" جس کو سن کر لوگ ہنستے تھے بازار میں چلتے وقت جب کوئی سامنے آجاتا تھے تو اپنے پاؤں زمین پر مار کر کہتے تھے راستہ چھوڑو راستہ چھوڑو امیر آگیا میں یہ کہتا ہوں کہ ابن قتیبہ نے یہ سب باتیں ابو ہریرہ کے حالات میں لکھی ہیں اور اس کا قول حجت ہے اس لئے کہ اس پر کوئی الزام نہیں۔

علامہ امینیؒ نے اس کو ابن ابی الحدید سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ المعارف مطبوعہ مصر ۱۳۵۳ھ میں سے دست تحریف نے اپنا کرشمہ دکھاتے ہوئے ان سب باتوں کو نکال دیا ہے اور اس طرح کے کئی موارد میں اس کتاب میں تحریف ہوئی ہے اور کچھ باتیں جو اس میں نہیں تھیں ان کو شامل کر دیا گیا ہے[۳]۔

۷۔ ایک شخص کا زید بن ارقم کو قسم دینا:۔

ابی عبد اللہ شیبانی[۴] سے منقول ہے کہ میں زید بن ارقم کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں ایک شخص آیا اور بولا تم میں سے زید بن ارقم کون ہے؟

لوگوں نے کہا: یہ ہیں، وہ شخص بولا: میں تمہیں اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کیا تم نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ "من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه و عاد من عاداه؟" زید نے کہا ہاں، سنا ہے[۵]۔

۸۔ ایک عراقی کا جابر انصاری کو قسم دینا[۱۶]

(الف)۔ علامہ گنجی شافعی نے اپنی سند کے ساتھ عبد اللہ بن محمد بن عقیل سے نقل کیا ہے ان کا بیان ہے کہ میں جابر بن عبد اللہ انصاری کے پاس ان کے ہی گھر میں بیٹھا تھا امام زین العابدین، محمد بن حنفیہ اور ابو جعفرؑ بھی تشریف فرما تھے اتنے میں عراق کا ایک شخص گھر میں داخل ہوا اور بولا تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم نے رسول اللہؐ سے کیا دیکھا اور کیا سنا ہے؟ جابر نے جواب دیا ہم جحفہ میں غدیر خم کے مقام پر تھے جھینہ، مزینہ، اور غفار کے بے شمار افراد بھی وہاں موجود تھے اتنے میں رسول اللہؐ اپنے ایک خیمے سے برآمد ہوئے تین مرتبہ ہاتھ سے اشارہ کیا پھر علی بن ابیطالبؑ کا ہاتھ پکڑ کا ارشاد فرمایا: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے[۱۷]۔

(ب)۔ حموینی نے اس کو دو سندوں کے ساتھ عبد اللہ بن محمد بن عقیل سے نقل کیا ہے[۱۸]۔

(ج)۔ اور اس کو ابن کثیر نے عبد اللہ بن محمد بن عقیل سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے جابر بن عبد اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم جحفہ میں غدیر خم کے مقام پر تھے کہ رسول اللہؐ ایک خیمے یا پھولداری سے باہر تشریف لائے اور علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" ہمارے بزرگوار ذھبی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن[۱۹] ہے۔

۹۔ قیس بن سعد کا معاویہ کے خلاف استدلال:۔

جب امام حسنؑ کی شہادت ہو چکی تو معاویہ نے اپنی خلافت کے دور میں حج کرنے کے بعد مدینہ کا رخ کیا اہل مدینہ نے معاویہ کا استقبال کیا اسی اثناء میں قیس بن سعد عبادۃ انصاری خزرجی جو بزرگ صحابی تھے اور معاویہ کے مابین بڑی لمبی گفتگو ہوئی گفتگو کے

دوران قیس نے کہا میری جان کی قسم علیؑ کے ہوتے ہوئے انصار قریش اور عرب و عجم میں سے کسی کو خلافت کا کوئی حق نہیں اور علیؑ کے بعد یہ حق ان کی اولاد کا ہے جب قیس نے یہ کہا تو معاویہ غضبناک ہوگیا اور بولا: اے سعد کے بیٹے! تم نے اسے کس سے لیا ہے؟ کس سے روایت کی ہے؟ اور کس سے سنا ہے؟ کیا تمہارے باپ نے تمہیں خبر دی ہے اور تم نے اس سے لیا ہے؟

قیس نے کہا: میں نے اس سے سنا اور لیا ہے جو میرے باپ سے بہتر ہے اور اس سے زیادہ حقدار ہے۔

پوچھا: کون؟

قیس نے جواب دیا: علی بن ابیطالبؑ جو اس امت کے عالم اور صدیق ہیں جن کی شان میں خداوند متعال نے ارشاد فرمایا ہے: "قل کفیٰ باللہ شھیداً بینی و بینکم و من عندہ علم الکتاب" [۲۰] اس کے بعد علی کی شان میں جتنی آیتیں نازل ہوئی ہیں قیس نے ان سب کو پڑھا۔

معاویہ بولا: امت کے صدیق ابوبکر اور اس کے فاروق عمر ہیں اور جس کے پاس علم کتاب ہے اس کا نام عبداللہ بن سلام ہے۔

قیس نے جواب دیا: ان اسماء کا زیادہ حقدار اور ان کی نسبت اولیٰ وہ شخص ہے جس کے بارے میں ارشاد ربانی ہے: "افمن کان علی بینۃ من ربہ و یتلوہ شاھد منہ" [۲۱]

وہ شخص جس کو رسول اسلامؐ نے غدیر خم میں خلیفہ مقرر کیا اور فرمایا: "من کنت مولاہ اولی بہ من نفسہ فعلی اولی بہ من نفسہ" یعنی جس کا میں مولا ہوں اور اس کے نفس پر اس سے زیادہ حق رکھتا ہوں علی بھی اس کے نفس پر اس سے زیادہ حقدار اور جنگ تبوک کے موقع پر ارشاد فرمایا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ اے علی!

آپ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

۱۰۔ دارمیہ حجونیہ کا معاویہ کے خلاف استدلال:۔

ابو القاسم محمود بن عمر جار اللہ زمخشری متوفی ۵۳۶ھ رقمطراز ہیں: معاویہ حج کے لئے نکلے تو انہوں نے ایک عورت کو بلایا جس کا نام دارمیہ حجونیہ تھا جو علیؑ کی چاہنے والی تھی اس کا رنگ سیاہ تھا اور اچھے ڈیل ڈول والی تھی معاویہ نے پوچھا اے دختر حام تمہارا کیا حال ہے؟

اس نے جواب دیا: ٹھیک ہوں مگر میرا حام سے کوئی تعلق نہیں۔

بلکہ میں بنی کنانہ کی ایک عورت ہوں۔

معاویہ نے کہا: تم سچ کہتی ہو تم جانتی ہو کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے؟

اس نے جواب دیا سبحان اللہ! کیا میں علم غیب رکھتی ہوں؟

معاویہ نے کہا: میں نے یہ پوچھنے کے لئے بلایا ہے کہ تم علی کو کیوں چاہتی ہو اور مجھ سے کیوں متنفر ہو؟

اس نے جواب دیا: کیا تم مجھے معاف کر دو گے؟

معاویہ نے کہا: نہیں۔

عورت نے کہا: جب تم نے انکار کر دیا ہے تو اب سن لو! میں علی کو رعایا میں عدل اور تقسیم میں انصاف سے کام لینے کی وجہ سے چاہتی ہوں اور تم سے ایسے شخص کے ساتھ جنگ کرنے کی بنا پر کہ جو تم سے زیادہ حقدار تھا اور اس سے ایسی چیز کا مطالبہ کرنے کی وجہ سے کہ جس کا تو حقدار نہیں تھا نفرت کرتی ہوں اور علی کو اس بنا پر دوست رکھنے کی

وجہ غدیر خم میں رسول اللہؐ کا تمہارے سامنے انہیں تاج ولایت پہنانا اور علیؑ کا مسکینوں سے محبت کرنا اور دینداروں کا احترام کرنا ہے اور تم سے دشمنی رکھنے کی وجہ تمہاری خونریزی، بیعت شکنی، ظلم پر مبنی قضاوت اور خواہشات کے مطابق فیصلے کرنا ہے۔ تا آخر حدیث۔[۳]

۱۱۔ عمرو اودی کا علیؑ کے دشمنوں کے خلاف استدلال

کوفہ کے مفتی اور قاضی شریک بن عبد اللہ نخعی متوفی ۱۷۷ھ نے ابی اسحاق سبعی متوفی ۱۲۸ھ سے عمرو بن میمون اودی متوفی ۷۵ھ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ان کے سامنے جب علی ابن ابیطالبؑ کا نام بے احترامی سے لیا گیا تو انہوں نے کہا: کچھ لوگ علیؑ سے دشمنی رکھتے ہیں وہی اصحاب دوزخ ہیں میں نے محمد مصطفیٰؐ کے بعض صحابیوں جن میں حذیفہ بن یمانی اور کعب بن عجرۃ بھی ہیں ان میں ہر شخص سے سنا ہے کہ علیؑ کو جو شرف بخشا گیا وہ کسی انسان کو نصیب نہیں ہوا اور وہ یہ کہ: وہ اولین و آخرین کی عورتوں کی سردار فاطمہ زہراءؑ کے شوہر ہیں پس ایسا نصیب کس کا ہے؟

کیا اولین و آخرین میں سے کسی کے بارے میں سنا گیا ہے کہ اس جیسی بی بی سے اس کی شادی ہوئی ہو؟

وہ اولین و آخرین کے تمام جوانان اہل جنت کے سردار حسنؑ اور حسینؑ کے باپ ہیں اے لوگو! ان جیسے فرزند کس کے ہیں؟

رسول اللہؐ ان کے خسر ہیں اور وہ رسول کے اہل و ازواج میں ان کے وصی ہیں مسجد کے تمام دروازے بند کر دیے گئے صرف علیؑ کا دروازہ کھلا رہا۔

وہ فاتح خیبر ہیں خیبر کے دن علم اپنی کو ملا پیغمبرؐ نے اس روز ان کی آنکھوں میں اپنا

لعاب دہن لگایا چونکہ ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں لیکن اس کے بعد کبھی آنکھوں کی شکایت نہیں ہوئی اور نہ کبھی گرمی اور سردی نے اثر کیا۔

وہ غدیر کے دن کے صاحب و سردار ہیں چونکہ رسول اللہؐ نے ان کا نام لے کر پکارا اور امت پر ان کی ولایت لازمی قرار دی اور امت کو ان کے مقام و منصب کی عظمت سے آگاہ کیا چنانچہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! تمہارے نفوس کا تم سے زیادہ کون حقدار ہے؟ سب نے کہا اللہ اور اس کا رسول جانتا ہے۔ تب فرمایا: "فمن کنت مولاہ فھذا علی مولاہ" پس جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا ہے۔

۱۲۔ اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کا استدلال

الف۔ حافظ ابو نعیم، ابی بکر محمد تستری سے روایت کرتے ہیں اور اس نے یعقوب سے اور یعقوب نے عمر بن محمد سری متوفی ۲۷۷ھ سے اس نے ابن ابی داؤد سے اور ان دونوں کا کہنا ہے کہ ہم سے عمر بن شیبہ نے عیسی سے حدیث بیان کی اور عیسی نے یزید بن عمر بن مورق سے نقل کیا کہ میں شام میں تھا اور عمر بن عبد العزیز لوگوں کو بخشش سے نواز رہے تھے میں ان کے پاس پہونچا انہوں نے پوچھا تمہارا تعلق کس سے ہے؟

میں نے کہا قریش سے۔

پوچھا کس قبیلے سے؟

میں نے جواب دیا: بنی ہاشم سے، راوی کہتا ہے کہ: وہ خاموش ہوگیا۔

پھر پوچھا، کس بنی ہاشم سے؟

میں نے کہا: میں علیؑ کا غلام ہوں۔

وہ بولا: کون علی؟ یہ کہہ کر خاموش ہوگیا پھر راوی کا بیان ہے کہ اس نے اپنا ہاتھ

سینے پر رکھا اور کہا خدا کی قسم میں علی بن ابیطالب کا غلام ہوں اس کے بعد کہا مجھ سے کچھ حضرات نے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے نبیؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

اس کے بعد عمر بن عبد العزیز نے پوچھا: اے مزاحم[۴۳] ایسے لوگوں کو کتنا دیتے ہو؟ وہ بولے سو یا دو سو درھم کہا ان کو پچاس دینار دے دو اور ابن ابی الحدید داؤد کا قول ہے کہ ساٹھ دینار کیوں کہ یہ علی بن ابیطالبؑ کے دوست ہیں پھر مجھ سے کہا کہ تم اپنے شہر واپس جاؤ تمہیں ہماری طرف سے اتنا وظیفہ ملتا رہے گا جتنا تم جیسوں کو ملتا ہے[۴۴]۔

ب۔ ابو الفرج نے اپنی سند کے ساتھ اس کو یزید بن عیسی بن مورق سے نقل کیا ہے[۴۵]۔

ج۔ ابن عساکر نے علی بن ابیطالب کے غلام زریق قرشی مدنی سے اس روایت کو نقل کیا ہے[۴۶]۔

د۔ حموینی نے اس کو سند کے ساتھ حافظ ابی نعیم سے نقل کیا ہے[۴۷]۔

ہ۔ حافظ جمال الدین زرندی نے نظم درر السمطین میں اس کو جگہ دی ہے۔

و۔ اور سمہودی نے جواہر العقدین میں یزید بن عمرو بن مرزوق سے نقل کیا ہے (اس میں غلطی ہے)۔

۱۳۔ خلیفہ مامون کا فقہاء کے مقابلے میں استدلال

الف۔ ابو عمر ابن عبد ربہ قرطبی متوفی ۳۲۸ھ نے اسحاق ابن ابراہیم بن اسماعیل بن حماد بن زید سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ یحیی بن اکثم نے میرے اور میرے دوستوں کے پاس پیغام بھیجا وہ اس زمانہ میں قاضی القضات تھے اس پیغام میں تھا کہ

امیر المؤمنین ؑ نے حکم دیا ہے کہ کل صبح میں چالیس ایسے افراد کو لے کر ان کی خدمت میں حاضری دوں جو سب کے سب فقیہ ہوں اور اچھی طرح جواب دے سکتے ہوں آپ کچھ لوگوں کے نام بتایئے جو آپ کی نظر میں بہتر ہوں چنانچہ کچھ نام میں نے بتائے کچھ لوگوں کو انہوں نے خود منتخب کیا یہاں تک کہ عدد مکمل ہوگیا اس نے ایک کاغذ پر لوگوں کے نام لکھے اور لکھا کہ صبح کے وقت وہ لوگ حاضر ہوجائیں چنانچہ ایک شخص کو وہ کاغذ دے کر ان لوگوں کی اطلاع کے لئے روانہ کردیا دوسرے روز طلوع فجر سے پہلے ہی اس کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ وہ تیار ہوکر بیٹھے ہمارا انتظار کررہے ہیں ہم اپنی اپنی سواریوں پر بیٹھ کر روانہ ہوئے دروازے پر پہونچے تو خادم کو موجود پایا جب اس نے مجھے دیکھا تو بولا اے ابو محمد ! امیر المؤمنین آپ کا انتظار کررہے ہیں ہم داخل ہوئے اس نے کہا نماز پڑھ لیجئے ہم نے نماز شروع کی ابھی ختم بھی نہیں کر پائے کہ قاصد آیا اور بولا امیر المؤمنین نے طلب کیا ہے ہم داخل ہوئے تو دیکھا امیر المؤمنین ایک فرش پر بیٹھے ہیں یہاں تک لکھنے کے بعد لکھا ہے۔

یحیی نے کہا: میں نے آپ حضرات کو اس لئے نہیں بلایا بلکہ میں آپ حضرات کو آگاہ کردینا چاہتا ہوں کہ امیر المؤمنین اپنے مذہب کے سلسلہ میں جو دین خدا ہے آپ حضرات کے ساتھ مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔

ہم نے کہا: امیر المؤمنین جو چاہیں کریں خدا انھیں توفیق عطا کرے۔

اس نے کہا امیر المؤمنین کا یہ ہے کہ علی بن ابیطالب ؑ رسول اللہ ؐ کے بعد تمام خلفاء سے بہتر اور خلافت کے دوسرے لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں۔

اسحاق کہتے ہیں میں نے عرض کی اے امیر المؤمنین ! ہمارے درمیان کچھ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنھیں معلوم ہی نہیں کہ امیر المؤمنین کا علی ؑ کے بارے میں کیا نظریہ ہے

جب کہ امیر المؤمنین نے ہمیں مناظرہ کی دعوت دی ہے۔

امیر المؤمنین نے کہا: اے اسحاق! اگر کہو تو میں سوال کروں اور اگر تمہیں سوال کرنا ہے تو پوچھو؟

اسحاق نے کہا: میں نے اس کو غنیمت سمجھا اور کہا اے امیر المؤمنین میں پوچھوں گا۔

اس نے کہا: پوچھو۔

میں نے پوچھا: امیر المؤمنین کہاں سے یہ دعوی کرتے ہیں کہ علی بن ابیطالبؑ رسول اللہؐ کے بعد تمام لوگوں سے افضل اور ان کے بعد خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں؟

خلیفہ نے کہا: اے اسحاق! مجھے یہ بتاؤ کہ لوگوں کے درمیان باعث فضیلت کیا چیز ہے جس کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں سے افضل ہے؟

میں نے کہا: باعث فضیلت اعمال صالحہ ہیں۔

امیر المؤمنین نے جواب دیا: تم نے سچ کہا۔ پھر پوچھا: مجھے عہد رسولؐ کے ایسے شخص کے بارے میں بتاؤ جو دوسروں سے افضل ہوں اور یہ بتاؤ کہ اگر مفضول وفات رسول کے بعد عہد رسولؐ کے فاضل کی بنسبت اچھے اعمال بجالائے تو کیا اس سے ملحق ہوگا؟

اسحاق کہتے ہیں: میں نے سر جھکا لیا۔

خلیفہ مجھ سے بولے کہ اے اسحاق! ہاں نہ کہنا اس لئے کہ اگر تم نے ہاں کر دی تو میں تمہیں اپنے زمانہ میں ایسے افراد بتاؤں گا جو جہاد، حج، نماز، روزہ اور صدقہ میں ان سے بڑھ کر ہیں۔

میں نے کہا اے امیر المؤمنین! یہ صحیح ہے کہ عہد رسول اللہؐ کا مفضول، فاضل سے ہرگز ملحق نہیں ہوگا۔

خلیفہ نے پوچھا: اے اسحاق! تم حدیث ولایت کی روایت کرتے ہو؟

میں نے کہا: ہاں! اے امیرالمؤمنین!

خلیفہ نے کہا: اس کی روایت بیان کرو چنانچہ میں نے روایت بیان کی.

خلیفہ نے کہا: اے اسحاق! کیا تمہاری نظر میں یہ حدیث آیا ابو بکر و عمر پر کوئی ذمہ داری عائد کرتی ہے کہ جو انہوں نے اس کے سلسلہ میں محسوس نہیں کی؟

میں نے کہا: یہ بتاتے ہیں کہ یہ حدیث زید بن حارثہ کی وجہ سے صادر ہوئی ہے چونکہ ان کے اور علیؑ کے درمیان کچھ بات ہوگئی تھی جس کی بنا پر زید نے ولائے علی کا انکار کردیا تھا تب سرکار دو عالمؐ نے فرمایا: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم من والاہ و عاد من عاداہ" جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اے اللہ! تو علیؑ کے دوست کو دوست رکھ اور ان کے دشمن کو دشمن.

خلیفہ نے پوچھا: کہ سرکار دو عالمؐ یہ بات کہاں ارشاد فرمائی؟ کیا آپؐ نے آخری حج سے واپسی کے موقع نہیں ارشاد فرمایا تھا؟

میں نے کہا: ہاں!

خلیفہ نے کہا: زید تو غدیر سے پہلے ہی قتل ہوگئے تھے تم نے کیسے لوگوں کی بات کو سچ مان لیا؟ مجھے یہ بتاؤ کہ اگر تمہارا پندرہ سال کا بیٹا لوگوں سے کہے کہ جو میرا مولا ہے وہی میرے چچازاد بھائی کا مولا بھی ہے اور لوگ اسے جہالت و نادانی کی بنا پر جھٹلائیں تو تمہیں وہ بات بری لگے گی یا نہیں؟

میں نے کہا: جی ہاں! ضرور بری لگے گی.

خلیفہ نے کہا: اے اسحاق کیا جس چیز سے تم اپنے بیٹے کو منزہ قرار دیتے ہو اس سے رسول اللہؐ کو منزہ قرار نہیں دیتے؟ وائے ہو تم پر فقہاء کو اپنے لئے پروردگار نہ بناؤ خداوند

متعال نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے "اتخذوا احبارہم و رھبانھم ارباباً من دون اللہ"[۲۸].

انہوں نے اپنے ارباب کے لئے نہ نماز پڑھی نہ روزے رکھے اور نہ ہی ان کو پروردگار سمجھا بلکہ صرف اتنا کیا کہ جو وہ حکم دیتے تھے یہ لوگ اس حکم پر عمل کرتے تھے تاآخر حدیث[۲۹] کہ جو طویل حدیث ہے اور بہت عمدہ فوائد پر مشتمل ہے۔

ب۔ ابن مسکویہ متوفی ۴۲۱ھ نے اپنی کتاب " ندیم الفرید " میں خلیفہ مامون الرشید کا ایک خط نقل کیا ہے جس کو اس نے بنی ہاشم کے نام لکھا تھا اور اس خط میں سے یہ اقتباس نقل کیا ہے۔

مہاجرین میں سے کوئی بھی پیغمبرؐ کے ساتھ کوئی بھی اس طرح نہیں ڈٹا رہا جس طرح علیؑ نے مقاومت کی انہوں نے جان کی بازی لگا کر سرکار دو عالم کو بچایا ان کے بستر پر سوئے ان کے بعد بھی ہمیشہ سرحدوں پر جمے رہے بڑے بڑے سورماؤں کو پچھاڑا کسی لشکر کو پیٹھ نہ دکھائی سب پر حکم چلاتے تھے اور کوئی ان پر حکم نہیں چلا سکتا تھا مشرکوں کی سرکوبی میں سب سے شدید اور جہاد فی سبیل اللہ میں سب سے آگے دین خدا کو سب سے زیادہ درک کرنے والے اور کتاب خدا کی سب سے بڑھ کر تلاوت کرنے والے حلال و حرام کو سب سے زیادہ جانتے تھے اور حدیث غدیر خم کے مطابق صاحب ولایت تھے اور سرکار دو عالم کے اس قول کے مصداق تھے

"انت منی بمنزلۃ هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی"

تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا[۳۰].

مسعودی کا کلام

ابو الحسن مسعودی شافعی متوفی ۳۴۶ھ لکھتے ہیں وہ چیزیں جن سے اصحاب رسول اللہ فضیلت کے حق دار قرار پاتے ہیں وہ ہیں ایمان اور ہجرت میں سبقت رسول اللہؐ اور ان کے اقرباء کی نصرت، قناعت، رسولؐ کے لئے فدا کاری، کتاب و تنزیل کا علم، راہ خدا میں جہاد، عفت، پاکدامنی، پرہیزگاری، علم و حکمت اور یہ سب چیزیں علیؑ میں بدرجہ اتم و اکمل موجود تھیں اور ان کے علاوہ حضرت کی انفرادی خصوصیات یہ تھی کہ جب رسالتمابؐ نے اصحاب کے درمیان مواخات پر قرار کی تو علیؑ سے فرمایا: "انت اخی" تم میرے بھائی ہو حالانکہ سرکار دو عالم کا کوئی بھی ہم پلہ اور ہمسر نہیں اور یہ بھی فرمایا "انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی" تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور حضرت نے یہ بھی فرمایا: "من کنت مولاه فعلی مولاه: اللهم وال من والاه و عاد من عاداه" ایک بار سرکار دو عالمؐ نے جب انس نے بھنا ہوا پرندہ آپ کی خدمت میں پیش کیا تو دعا فرمائی کہ بار الٰہا اپنے محبوب ترین بندہ کو میرے ساتھ یہ پرندہ تناول کرنے کے لئے بھیج دے تو علیؑ تشریف فرما ہوئے"(۳)۔

ان هذه تذكرة فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلا(۱)

حوالہ جات

۱۔ اسراء ۹۰۔

۲۔ ملاحظہ فرمائیے سلیم بن قیس ہلالی اور اس کی کتاب کے بارے میں پانچویں فصل کے حاشیہ میں حضرت امیر المؤمنینؑ کا صفین کے دن قسم دینا۔

۳۔ الامامة و السیاسة ص ۴۹۔

۴۔ مناقب خوارزمی ص ۲۲ اگر دونوں خطوط کے بارے میں مزید اطلاع درکار ہو تو غدیر کی دوسری جلد میں عمرو بن عاص کے حالات میں ملاحظہ کیجئے۔

۵۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۱۸۵ پر نصر بن مزاحم سے اس اصبغ کی روایت کی ہے اور کہا ہے نصر اچھے حافظ صحیح النقل، ہوا و ہوس سے عاری اور رجال محدثین میں سے ہیں۔

۶۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۰۳۔

۷۔ عویمر انصاری ابن عبد البر نے استیعاب میں شخصیوں کے بیان میں لکھا ہے کہ اہل اخبار کے بقول انکی وفات صفین کے بعد ہوئی۔

۸۔ اس کو حنفی نے اپنی مناقب ص ۳۰ اور سبط ابن جوزی نے اپنی تذکرہ میں ص ۲۸ پر نقل کیا ہے۔

۹۔ قسم دینے کے اس واقعہ کی سند اوس بن یزید کے سلسلہ سے صحیح ہے اور اس کے جملہ رجال ثقہ ہیں۔

۱۰۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۵۔

۱۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۲۱۳۔

۱۲۔ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۳۶۰۔

۱۳۔ مزید توضیح کے لئے ملاحظہ فرمایئے الغدیر ج ۱ ص ۱۴۲ ۔ ۲۰۴۔

۱۴۔ نسخوں میں یہی ہے لیکن صحیح شاید ابو عمرو شیبانی ہے تابعی بزرگ ہیں ان کا نام شیبان بن ثعلبہ کوفی متوفی ۹۵ھ ہے کوفہ کی عظیم الشان مسجد میں قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے ترجمہ ذہبی ج ۱ ص ۵۹۔

۱۵۔ مودۃ القربیٰ اور ینابیع المودۃ ۲۴۹۔

۱۶۔ اس مناشدہ کی سند صحیح ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

۱۷۔ کفایۃ الطالب ص ۱۷۔

۱۸۔ فرائد السمطین باب نہم۔

۱۹۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۲۱۳۔

۲۰۔۔ رعد ۴۳۔

۲۱۔ ھود ۱۷۔

۲۲۔ ربیع الابرار ۳۱۔ یہی استدلال دوسرے لفظوں میں، بلاغات النساء ص ۷۲، عقد الفرید ج ۱ ص ۱۴ اور صبح الاعشیٰ ج ۱ ص ۲۵۹ میں بھی منقول ہے۔

۲۳۔ مزاحم بن مزاحم کی جو عمر بن عبد العزیز کے غلام تھے ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔

۲۴۔ حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۴۳۔

۲۵۔ اغانی ج ۸ ص ۱۵۶۔

۲۶۔ تاریخ دمشق ج ۵ ص ۳۲۔

۲۷۔ فرائد السمطین باب دوم۔

۲۸۔ توبہ ۳۱۔

۲۹۔ العقد الفرید ج ۳ ص ۴۲۔

۳۰۔ ینابیع المودۃ ص ۳۸۴، عبقات ج ۱ ص ۱۳۷۔

۳۱۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۴۹۔

۳۲۔ الزلزال ۸۔

ساتویں فصل

اصحاب غدیر کی غدیر پر توجہ

اصحاب غدیر کی غدیر پر توجہ

نوٹ:

اگر چہ "الغدیر" کو منظر عام پر آئے آدھی صدی سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے اور اس کے مصادر و منابع میں تجدید طباعت کی وجہ سے کئی تبدیلیاں آئی ہیں جس کی وجہ سے الغدیر کے صفحات اور جلدوں میں بھی رد و بدل واقع ہوا ہے مگر اس چیز کا پابند رہنے کو ترجیح دی ہے کہ اسے صرف "دورۃ الغدیر" سے نقل کیا جائے تا کہ امانت کی رعایت ہوسکے لہذا اس کو دھیان میں رکھیے۔

تخمیص و تمہید

خداوند متعال کی رضی اور اس کا منشا یہ تھا کہ یہ "حدیث" اس قدر شہرت پائے کہ زبانوں پر جاری ہوجائے اور ہر راوی اس کی حلاوت سے اپنے کام و دہن کو شیرین کرے تا کہ یہ دین کے حامی، امام مقتدیٰ کے لئے ایک محکم و مضبوط حجت بن جائے لہذا اس نے ایسے وقت میں اس حدیث کی تبلیغ کا حکم دیا جب رسالتمآبؐ حج اکبر کے فریضے کو

انجام دینے کے بعد لوٹ رہے تھے اور ان کے ساتھ حاجیوں کا ایک جم غفیر تھا۔

پس سرکار دو عالم ایسے وقت میں اس امر کی دعوت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے جب مختلف قسم کے لوگوں کے گروہ کے گروہ آپ کے گرد جمع تھے چنانچہ جو آگے نکل گئے تھے انکو واپس بلایا گیا اور جو آ رہے تھے ان کو اس مقام پر ٹھہرا کر تمام لوگوں کو وہ پیغام سنا دیا جن لوگوں نے سنا انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اس پیغام کو دوسرے لوگوں تک پہونچائیں تاکہ وہ سب کے سب اس حدیث کے راوی قرار پائیں کہ جن کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی خداوند متعال نے اسی پر اکتفاء نہیں کی بلکہ اس امر کے سلسلے میں آیات اتاریں جن کی صبح و شام تلاوت کی جاتی ہے، تاکہ مسلمانوں کو یہ واقعہ ہر لحہ اور ہر آن یاد رہے جس سے وہ منزل ہدایت کو پالیں اور اپنے اس مرجع کو پہچان لیں کہ جس سے دین کے احکام و ارشادات حاصل کرنا ان پر واجب ہے۔

نبی اعظمؐ کی توجہ بھی شروع سے ہی اس واقعہ پر مرکوز تھی کہ جب اس سال لوگ حج کے لئے روانہ ہوئے اور گروہ گروہ کی شکل میں آنحضرتؐ کے ساتھ ملحق ہوئے تو سرکار دو عالمؐ کو شروع سے ہی معلوم تھا کہ اس سفر کے آخر میں آپؐ کو ایک بڑی خبر کا انکشاف کرنا ہے کہ جس پر دین کی عمارت استوار اور اس کے ستون مستحکم ہوں گے اور جس کی بنا پر آپؐ کی امت تمام امتوں کی سردار کہلائے گی اور مشرق و مغرب کے درمیان اس کے نام کا سکہ رائج ہوگا بشرطیکہ وہ اپنی مصلحت کو درک کرے اور اپنی ہدایت کے راستہ پر قائم رہے لیکن بد قسمتی سے ایسا نہیں ہوا۔

اور اسی غرض و غایت کی خاطر ائمہ دینؑ اس واقعہ کو بیان اور اپنے اسلاف طاہرین کی امامت پر حجت قرار دیتے رہے ہیں اور امیر المؤمنینؑ بھی اپنی پوری حیات مبارکہ میں اس واقعہ سے استدلال کرتے رہے ہیں اور صحابہ میں جو لوگ آخری حج میں موجود تھے

ان کو مختلف محفلوں اور مجمعوں میں اس واقعہ کی بابت قسمیں دیتے رہے ہیں.

یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا کہ صدیاں گذر جائیں مگر اس واقعہ کی تازگی میں کوئی فرق نہ آئے، اسی لئے شیعوں کو حکم دیا گیا کہ وہ غدیر کے دن عید منائیں ایک دوسرے کو مبارکباد اور خوشخبری دیں تاکہ اس واقعہ عظمیٰ کی یاد تازہ ہوتی رہے چنانچہ ان جملوں کی تفصیل اسی کتاب میں بیان ہو چکی ہے.

غدیر کے دن نجف اشرف میں مزار مولائے کائنات پر امامیہ کا عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے، جس میں قرب و جوار اور دور و نزدیک کے سبھی قبیلوں کے بڑے بڑے لوگ جمع ہوتے ہیں اور اس ذکر کریم کو دہراتے ہیں. اپنے ائمہ دینؑ سے مروی طویل زیارتوں کے الفاظ میں اس واقعہ کی روایت بیان کرتے ہیں، جس میں تاجداران امامت کی تعداد اور ان کی خلافت پر کتاب و سنت سے محکم دلیلیں موجود ہیں اور اس سے حدیث غدیر کی روایت منتشر ہوئی ہے، یہ ہزاروں افراد بلند آواز سے اس روایت کو دہراتے ہیں اور خدا کی عطا کردہ اس نعمت، صراط مستقیم پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں. ہر شخص اپنے آپ کو اس فضیلت کاروان اور اس کے اثبات کا موجب سمجھتا ہے اور اس کے معنی و مفاد سے خدا کا قرب حاصل کرتا ہے. اور جو لوگ مزار مقدس پر حاضر ہو کر اس ثواب عظیم سے بہرہ مند نہیں ہو پاتے وہ دور سے ہی اس زیارت کی تلاوت کرتے اور مرقد مطہر کی طرف اشارہ کرتے ہیں

غدیر کے دن کے لئے کچھ خاص اعمال بھی ہیں جیسے روزہ، نماز، دعا وغیرہ جس میں غدیر کا تذکرہ ہوتا ہے. اور شیعہ ہر شہر و دیہات میں اس عمل کو انجام دیتے ہیں. وہاں آپ ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ لاکھوں کی تعداد میں یا ایک تہائی یا آدھے مسلمان اس حدیث کے راوی ہو جاتے ہیں اس پر پوری توجہ دیتے ہیں اور اپنی پوری ہستی سے

اس کو گلے لگاتے اور دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں .

شیعہ امامیہ، کی کتب احادیث، تفسیر، تاریخ اور علم کلام میں سے جس کتاب کو بھی آپ اٹھاکر دیکھیں اس میں آپ کو اس واقعہ کے اثبات کا ذکر مل جائے گا ان میں سے کچھ نے مکمل سند کے ساتھ اس کے راویوں کے سلسلہ کی کڑیوں کو سرکار دو عالمؐ سے جوڑ دیا ہے اور بعض نے اس واقعہ کو مسلم الثبوت جانتے ہوئے اس کی سندوں کے ذکر کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی اس لئے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے.

اور میرے خیال میں، اس حدیث کے اثبات، اس کی صحت کے تسلیم کرنے اور اس کے تواتر پر یقین رکھنے کے سلسلہ میں اہل سنت بھی بہت سے امامیوں سے پیچھے نہیں ہیں صرف چند ایسے لوگ ہیں جو راہ سے بھٹک گئے ہیں اور اندھی عصبیت نے انہیں اس حدیث کا انکار پر مجبور کیا ہے یہ لوگ صرف اپنے آپ کو علماء میں شمار کرتے ہیں لیکن اس فن کے رسالے جن محققین نے اس حدیث کو ثابت کیا ہے ان کی نظر میں اس کی سندوں کے معتبر، صحیح، متظافر بلکہ متواتر ہونے میں کوئی شبہ نہیں [1]. اس کا سلسلہ تواتر کے ساتھ صحابہ و تابعین کے ایک گروہ کے ساتھ ملتا ہے. چنانچہ ان میں سے بعض ایسے لوگ جن پر اس کے سلسلہ منتہی ہوتے حروف تہجی کی ترتیب سے ان کے اسماء گرامی پیش کئے جاتے ہیں.

صحابیوں میں سے راویان حدیث غدیر

۱۔ ابو ہریرہ الدوسی: وفات ۵۷ھ، ۵۸ھ یا ۵۹ھ ان کی عمر ۷۸ سال تھی۔

حوالے: "الاستیعاب" ج ۲ ص ۴۷۳ مؤلف ابن عبد البر، "اسنی المطالب" ص ۳ مؤلف شمس الدین جزری، "البدایہ و النھایہ" ج ۲ ص ۲۱۳ مؤلف ابن کثیر دمشقی، "تاریخ بغداد" ج ۸ ص ۲۹۰ مؤلف خطیب بغدادی، "تاریخ الخلفاء" ص ۱۱۳ مولف جلال الدین سیوطی، "تہذیب التہذیب" ج ۷ ص ۳۲۷ مؤلف ابن حجر عسقلانی، "تہذیب الکمال فی الاسماء الرجال"، مؤلف ابی الحجاج المزی، "حدیث الولایۃ" مؤلف حافظ ابن عقدہ کوفی، "الدر المنثور" ج ۲ ص ۲۵۹ مؤلف سیوطی، "فرائد السمطین" مؤلف حافظ ابو اسحاق حموینی، "کنز العمال" ج ۶ ص ۱۵۴ اور ۴۰۳ مؤلف متقی ہندی، "مقتل الامام السبط الشہید" مؤلف خطیب خوارزمی، "المناقب" ص ۱۳۰ خطیب خوارزمی، "نخب المناقب" مؤلف قاضی ابو بکر الجعابی، "نزول الابرار" ص ۲۰ مؤلف میرزا محمد بدخشی۔

۲۔ ابو لیلیٰ انصاری

ان کے بارے میں کہا جاتا کہ صفین میں ۳۷ھ میں قتل کیے گئے۔

حوالے: "تاریخ الخلفاء" ص ۱۱۴ مؤلف سیوطی، "جواہر العقدین" مؤلف نور الدین

سمہودی، "حدیث الولایۃ" مؤلف ابن عقدہ، "المناقب" ص ۳۵ مؤلف خطیب خوارزمی

۳۔ ابو زینب عوف انصاری:

حوالے: "اسد الغابہ" ج ۳ ص ۳۰۷ اور ج ۵ ص ۲۰۵ مؤلف ابن اثیر، "الاصابۃ" ج ۲ ص ۴۰۸ اور ج ۴ ص ۸۰ مؤلف ابن حجر، "حدیث الولایہ" ابن عقدہ۔

۴۔ ابو فضالۃ الانصاری:

اصحاب بدر میں سے تھے اور صفین میں حضرت علیؑ کی معیت میں شہادت پائی۔

حوالے: "اسد الغابہ" ج ۳ ص ۳۰۷ اور ج ۵ ص ۲۰۵ تالیف ابن اثیر، "تاریخ آل محمد" ص ۶۷ تالیف قاضی محمد بہلول بہجت آفندی، "حدیث الولایۃ" تالیف ابن عقدہ۔

۵۔ ابو قدامۃ انصاری:

حوالے، "اسد الغابہ" ج ۵ ص ۲۷۶ تالیف ابن اثیر، "الاصابۃ" ج ۴ ص ۱۵۹ تالیف ابن حجر، "جواہر العقدین" تالیف نور الدین سمہودی، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدہ۔

۶۔ ابو عمرۃ بن عمرو بن محصن انصاری:

حوالے: "اسد الغابہ" ج ۳ ص ۳۰۷ تالیف ابن اثیر، "حدیث الولایۃ" تالیف ابن عقدہ۔

۷۔ ابو الھیثم ابن التیھان ۳۷ھ میں صفین میں قتل ہوئے۔

حوالے "تاریخ آل محمد" ص ۶۷ تالیف قاضی محمد بہلول بہجت افندی، "جواہر العقدین" تالیف نور الدین سمہودی، "حدیث الولایۃ" تالیف ابن عقدہ، "مقتل الامام السبط الشہید" تالیف خطیب خوارزمی، "مختب المناقب" تالیف قاضی ابی بکر الجعابی۔

۸۔ ابورافع القبطی: رسول اللہؐ کے غلام تھے۔ حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدہ، "مقتل الامام السبط الشہیدؑ" تالیف خطیب خوارزمی، "نخب المناقب" تالیف قاضی ابی بکر الجعابی۔

۹۔ ابو ذؤیب خویلد (یا خالد) بن خالد بن محرث الھذلی: دور جاہلیت کے اسلامی شاعر ہیں جن کی وفات خلافت عثمان کے دور میں ہوئی۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدہ، "مقتل الامام سبط الشہیدؑ" چوتھی فصل میں تالیف خطیب خوارزمی۔

۱۰۔ ابو بکر ابن ابی قحافہ تیمی وفات ۱۳ھ

حوالے: "اسنی المطالب" ص ۳ تالیف شمس الدین جزری، "حدیث الغدیر" تالیف منصور رازی، "حدیث الولایۃ" تالیف ابن عقدۃ، "نخب المناقب" تالیف قاضی جعابی۔

۱۱۔ اسامۃ بن زید بن حارثہ کلبی: وفات ۵۴ھ، عمر ۷۵ سال۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ، "نخب المناقب" تالیف قاضی ابوبکر جعابی۔

۱۲۔ ابی بن کعب انصاری خزرجی: سید القراء وفات ۳۰ھ یا ۳۲ھ یا اس کے علاوہ بھی منقول ہے۔

حوالے: "نخب المناقب" تالیف قاضی ابی بکر جعابی۔

۱۳۔ اسعد بن زرارۃ انصاری:

حوالے: "اسنی المطالب" ص ۴ تالیف شمس الدین جزری، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ، "الدر النظیم" تالیف ابن حاتم شامی، "کتاب الولایۃ" تالیف ابی سعید مسعود السجستانی، "نخب المناقب" تالیف ابی بکر جعابی۔

۱۴۔ اسماء بنت عمیس خثعمیہ:

حوالے: "کتاب الولایۃ" تالیف حافظ ابی العباس ابن عقدۃ۔

۱۵۔ ام سلمۃ: نبیؐ کی زوجہ۔

حوالے: جواہر العقدین تالیف نور الدین سمہودی، "وسیلۃ المآل" تالیف: احمد بن باکثیر مکی، "ینابیع المودۃ" ص ۴۰ تالیف سلیمان قندوزی۔

۱۶۔ ام ہانی بنت ابی طالبؑ:

حوالے: "جواہر العقدین" تالیف سمہودی، "حدیث الولایۃ" ابن عقدہ، "مسند البزاز" تالیف، ابی بکر احمد البزاز، "ینابیع المودۃ" ص ۴۰ تالیف: سلیمان قندوزی۔

۱۷۔ ابو حمزہ انس بن مالک انصاری خزرجی: نبیؐ کا خادم متوفی ۹۳ھ۔

حوالے: "اسنی المطالب" ص ۴ تالیف شمس الدین خزرجی "تاریخ بغداد" ج ۷ ص ۳۷۷، تالیف خطیب بغدادی۔ "تاریخ الخلفاء" تالیف سیوطی ص ۱۱۴۔ "حدیث الولایۃ" تالیف ابن عقدہ، "کنزل العمال" ج ۶ ص ۱۵۴ اور ۴۰۳، تالیف حقی ہندی، "المعارف" ص ۲۹۱ تالیف ابن قتیبہ دینوری، "مقتل الامام السبط الشھید" تالیف خطیب خوارزمی، "مختب المناقب" تالیف قاضی جعابی، "نزل الابرار" ص ۲۰ تالیف میرزا محمد بدخشی۔

ب

۱۸۔ براء بن عازب انصاری اوسی نزیل کوفہ وفات ۷۲ھ

حوالے: "الاستیعاب" ج ۲ ص ۴۷۳ تالیف ابن عبد البر، "اسنی المطالب" ص ۳ تالیف شمس الدین جزری، "البدایۃ و النھایۃ" ج ۵ ص ۲۰۹ اور ج ۷ ص ۳۴۹ تالیف ابن کثیر، "تاریخ بغداد" ج ۱۴ ص ۲۳۶ تالیف خطیب بغدادی، "تفسیر طبری" ج ۳ ص

۲۲۸ تالیف محمد بن جریر طبری، "تفسیر فخر رازی" ج ۳ ص ۶۳۶ تالیف ابو عبد اللہ رازی ، "تفسیر المنار" ج ۶ ص ۴۶۳ تالیف محمد عبدہ، "تفسیر نیشاپوری" ج ۶ ص ۱۹۴ تالیف نظام الدین نیشاپوری، "تہذیب الکمال فی اسماء الرجال" تالیف ابی الحجاج المزی، "الجامع الصغیر" ج ۲ ص ۵۵۵ تالیف سیوطی، "الخصائص" ص ۱۲ تالیف ابی عبد الرحمن نسائی. "الخطط" ج ۲ ص ۲۲۲ تالیف تقی الدین مقریزی، "ذخائر العقبیٰ" ص ۶۷ تالیف محب الدین طبری، "روح المعانی" ج ۲ ص ۳۵۰ تالیف آلوسی بغدادی، "الریاض النضرة" ج ۲ ص ۱۶۹ تالیف محب طبری "زین الفتیٰ فی شرح سورة هل اتیٰ" تالیف ابی محمد العاصمی" سنن ابن ابی شیبہ" تالیف حافظ ابن ابی شیبہ کوفی" سنن ابن ماجہ" ج ۱ ص ۲۹ و ۲۸ تالیف ابن ماجہ القزوینی، "شرح دیوان امیر المومنین" تالیف کمال الدین میبذی، "فرائد السمطین" تالیف ابی اسحاق حموینی. "الفصول المہمۃ" ص ۲۵ تالیف ابن صباغ مکی، "فضائل الصحابہ" تالیف ابی نعیم اصفہانی، "الکشف والبیان" تالیف ابی اسحاق ثعلبی، "کفایۃ الطالب" ص ۱۴ تالیف حافظ گنجی، "کنز العمال" ج ۶ ص ۱۵۲ اور ۳۹۷ تالیف متقی ہندی، "المسند" ج ۴ ص ۲۸۱ تالیف احمد بن حنبل شیبانی، "مشکاۃ المصابیح" ص ۵۵۷ تالیف خطیب تبریزی، "المناقب" ص ۹۴ تالیف خطیب خوارزمی، "مناقب الثلاثۃ" .... "نزل الابرار" ص ۱۹ اور ۲۱ تالیف میرزا محمد بدخشی، "نظم درر السمطین" تالیف جمال الدین زرندی.

۱۹۔ بریدۃ الحصیب ابو سہل اسلمی وفات ۶۳ھ

حوالے: "الاستیعاب" ج ۲ ص ۴۷۳، "سوانح حضرت علی" تالیف ابن عبد البر، "اسنی المطالب" ص ۳ تالیف شمس الدین الجزری، "تاریخ الخلفاء" ص ۱۱۴ تالیف سیوطی، "تفسیر المنار" ج ۶ ص ۴۶۴ تالیف شیخ محمد طبری، "الجامع الصغیر" ج ۲ ص ۵۵۵ تالیف

سیوطی، "حلیۃ الاولیاء" ج ۴ ص ۲۳ تالیف ابی نعیم اصفہانی، "کنزل العمال" ج ۶ ص ۳۹۷ تالیف متقی ہندی، "المستدرک" ج ۳ ص ۱۱۰ تالیف حاکم نیشاپوری، "مفتاح النجا" تالیف بدخشی، "مقتل الامام السبط الشہید" تالیف خطیب خوارزمی، "نزل الابرار" ص ۲۰ تالیف میرزا محمد بدخشی۔

ث

۲۰۔ ثابت بن ودیعہ انصاری خزرجی مدنی، ابو سعید۔

حوالے: "اسد الغابہ" ج ۳ ص ۳۰۷ اور ج ۵ ص ۲۰۵ تالیف ابن اثیر، "تاریخ آل محمد" ص ۲۷ تالیف قاضی محمد بہلول بہجت افندی، "حدیث الولایۃ" تالیف ابن عقدۃ۔

ج

۲۱۔ جابر بن سمرۃ بن جنادہ ابو سلیمان السوائی کوفہ میں مقیم ہوئے اور ۷۰ھ کے بعد وہیں وفات پائی اور "الاصابۃ" میں ہے کہ ان کی وفات ۷۴ھ میں ہوئی۔

حوالے: حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ، "کنز العمال" ج ۶ ص ۳۹۸ تالیف متقی ہندی، "مقتل الامام السبط الشہید" چوتھی فصل میں تالیف خطیب خوارزمی۔

۲۲۔ جابر ابن عبد اللہ انصاری: جن کی وفات مدینہ میں ۷۳ھ، ۷۴ھ یا ۷۸ھ میں ہوئی ان کی عمر ۹۴ سال تھی۔

حوالے: "الاستیعاب" ج ۲ ص ۴۷۳ تالیف ابن عبد البر، "اسنی المطالب" ص ۳ تالیف شمس الدین جزری، "الاکتفاء" تالیف ابراہیم بن عبد اللہ وصابی، "البدایۃ والنہایۃ" ج ۵ ص ۲۰۹ تالیف ابن کثیر دمشقی، "تاریخ آل محمد" ص ۶۷ تالیف قاضی محمد بہلول بہجت افندی، "تفسیر ثعلبی" تالیف ابی اسحاق ثعلبی، "تہذیب التہذیب

" ج ۷ ص ۳۳۷ تالیف ابن حجر، " تہذیب الکمال فی اسماء الرجال " تالیف ابی الحجاج المزی ، "جواہر العقدین " تالیف نور الدین سمہودی ، " حدیث الولایۃ " تالیف ابن عقدہ ، "سنن ابن ابی شیبہ " تالیف ابن ابی شیبہ کوفی ، "ضیاء العالمین " تالیف ابی الحسن شریف فتونی، "العمدہ " ص ۵۲ تالیف شمس الدین ابن بطریق، "فرائد السمطین " سمط اول ، باب تاسع تالیف حموینی ، " کفایۃ الطالب " ص ۱۲ تالیف حافظ گنجی ، " کنزل العمال " ج ۶ ص ۳۹۸ تالیف متقی ہندی ، " مقتل الامام السبط الشہید " تالیف خطیب خوارزمی ، " مخنب المناقب " تالیف ابی بکر جعابی ، " ینابیع المودۃ " ص ۳۱ سلیمان قندوزی .

۲۳ ۔ جبلہ بن عمرو انصاری

حوالے : حدیث الولایۃ تالیف حافظ ابی العباس ابن عقدۃ .

۲۴ ۔ جبیر بن مطعم بن عدی قرشی نوفلی وفات ۵۷ ، ۵۸ یا ۵۹ ھ .

حوالے : "تاریخ آل محمدؐ " ص ۶۸ تالیف قاضی محمد بہلول بہجت افندی ، "مودۃ القربیٰ " اس میں حدیث کا کچھ حصہ ہے، تالیف علی بن شہاب ہمدانی ، " ینابیع المودۃ " ص ۳۱ اور ۳۳۶ تالیف سلیمان قندوزی .

۲۵ ۔ جریر بن عبد اللہ جابر بجلی وفات ۵۱ یا ۵۴ ھ .

حوالے : " الاکتفاء " تالیف ابراہیم بن عبد اللہ وصابی ، " البدایۃ والنہایۃ " ج ۷ ص ۳۴۹ تالیف ابن کثیر دمشقی ، " تاریخ الخلفاء " ص ۱۱۴ تالیف سیوطی ، " کنزل العمال " ج ۶ ص ۱۵۴ اور ۳۹۹ تالیف متقی ہندی ، "مجمع الزوائد " ج ۹ ص ۱۰۶ تالیف حافظ ھیثمی ، "المعجم الکبیر " تالیف حافظ طبرانی ، "مفتاح النجا " تالیف میرزا محمد بدخشی ، "مقتل الامام السبط الشہید " تالیف خطیب خوارزمی .

۲۶ ۔ جندب بن جنادۃ الغفاری ابوذر وفات ۳۱ھ

حوالے: "اسنی المطالب" ص ۴ تالیف شمس الدین جزری، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ، "فرائد السمطین" باب ۵۸ تالیف حموینی، "مقتل الامام السبط الشھید" تالیف خطیب خوارزمی، "نخب المناقب" تالیف قاضی ابی بکر جعابی۔

۲۷۔ جندع بن عمرو بن مازن انصاری ابو جنیدۃ۔

حوالے: "اسد الغابہ" ج ۱ ص ۳۰۸ تالیف ابن اثیر، "تاریخ آل محمدؐ" ص ۶۷ تالیف قاضی محمد بہلول بہجت افندی، "معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ" تالیف محمد صدر العالم۔

ح

۲۸۔ حبہ بن جوین ابو قدامۃ عرنی بجلی: وفات ۷۶ یا ۷۹ ھ[1]۔

حوالے: "اسد الغابہ" ج ۱ ص ۳۶۷ تالیف ابن اثیر، "الاصابۃ" ج ۱ ص ۳۷۲ تالیف ابن حجر عسقلانی، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدہ، "الکنی والاسماء" ج ۲ ص ۸۸ تالیف ابی اشیر الدولابی، "مقتل الامام السبط الشھید" تالیف خطیب خوارزمی، "المناقب" تالیف حافظ ابن مغازلی، "ینابیع المودۃ" ص ۳۴ تالیف سلیمان قندوزی۔

۲۹۔ حبشی بن جنادۃ السلولی: نزیل کوفہ۔

حوالے: "اسد الغابہ" ج ۳ ص ۳۰۷ اور ج ۵ ص ۲۰۵ تالیف ابن اثیر، "اسنی المطالب" ص ۴ تالیف شمس الدین جزری، "الاکتفاء" تالیف ابراہیم بن عبد اللہ وصابی، "البدایۃ والنھایۃ" ج ۵ ص ۲۱۱ اور ج ۷ ص ۳۴۹ تالیف ابن کثیر، "تاریخ خلفاء" ص ۱۱۴ تالیف سیوطی، "جمع الجوامع" تالیف سیوطی، "حدیث الولایۃ" تالیف ابن عقدہ، "الریاض النضرۃ" ج ۲ ص ۱۶۹ تالیف محب الدین طبری، "کنز العمال" ج ۶ ص ۳۵ تالیف متقی ہندی، "مجمع الزوائد" ج ۹ ص ۱۰۶ تالیف حافظ ھیثمی، "المعجم الکبیر" تالیف

حافظ طبرانی، "مفتاح النجا" تالیف میرزا محمد بدخشی، "نزل الابرار" ص ۲۰ تالیف بدخشی۔

۳۰۔ حبیب بن بدیل بن ورقاء خزاعی:

حوالے: "اسد الغابہ" ج ۱ ص ۳۶۸ تالیف ابن اثیر، "الاصابۃ" ج ۱ ص ۳۰۴ تالیف ابن حجر، "حدیث الولایۃ" تالیف ابن عقدہ۔

۳۱۔ حذیفہ بن اسید ابو سریحہ الغفاری اصحاب شجرہ میں سے تھے وفات ۴۰ھ یا ۴۲ھ

حوالے: "اخبار الدول و آثار الاول" ص ۱۰۲ تالیف ابن سنان قرمانی، "اسد الغابہ" تالیف ابو الحسن ابن اثیر، "البدایۃ والنھایۃ" ج ۵ ص ۲۰۹ اور ج ۷ ص ۳۴۸ تالیف ابن کثیر، "تاریخ آل محمدؐ" ص ۶۸ تالیف قاضی محمد بہلول بہجت افندی، "تاریخ الخلفاء" ص ۱۱۴ تالیف سیوطی، "تاریخ دمشق" تالیف ابن عساکر، "جواہر العقدین" تالیف نور الدین سمہودی، "حدیث الموالاۃ" تالیف حافظ ابن عقدہ، "السیرۃ الحلبیۃ" ج ۳ ص ۳۰۱ تالیف برہان الدین حلبی، "الصحیح" ج ۲ ص ۲۹۸ تالیف محمد بن عیسی ترمذی، "الصواعق المحرقہ" ص ۲۵ تالیف ابن حجر ھیثمی، "فرائد السمطین" تالیف حافظ ابی اسحاق حموینی، "الفصول المھمۃ" ص ۲۵ تالیف نور الدین ابن صباغ مکی، "مجمع الزوائد" ج ۹ ص ۱۶۵ تالیف حافظ ہیثمی، "المختارۃ" تالیف ضیاء مقدسی، "المعجم الکبیر" تالیف حافظ طبرانی، "مفتاح النجا" تالیف میرزا محمد بدخشی، "مقتل الامام السبط الشھید" تالیف خطیب خوارزمی، "مناقب الثلاثہ" ص ۱۹، "الموجز" تالیف حافظ ابی الفتوح اسعد بن ابی الفضائل، "نزل الابرار" ص ۱۸ تالیف بدخشی، "نوادر الاصول" تالیف حکیم ترمذی، "ینابیع المودۃ" ص ۳۸ تالیف قندوزی۔

۳۲۔ حذیفہ بن الیمان یمانی، وفات ۳۶ھ[۳]۔

حوالے: "اسنی المطالب" ص ۴ تالیف شمس الدین جزری، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدہ، "دعاۃ الھداۃ الی اداء حق الموالاۃ" تالیف حاکم حسکانی، "مخب المناقب" تالیف قاضی ابی بکر جعابی۔

۳۳۔ حسان بن ثابت ابو الولید، وفات ۵۴ھ یا ۵۵ھ پہلی صدی کے شعرائے غدیر میں سے ہیں ان کے اشعار اور مصادر کا بیان چودھویں فصل میں آئے گا۔

۳۴۔ امام حسن مجتبیٰ[۴]۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدہ، "مقتل الامام السبط الشہید" تالیف خطیب خوارزمی، "مخب المناقب" تالیف قاضی ابی بکر جعابی، "ینابیع المودۃ" ص ۴۸۲ تالیف سلیمان قندوزی۔

۳۵۔ امام حسین سید الشہداء[۵]۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدہ، "حلیۃ الاولیاء" ج ۹ ص ۶۴ تالیف ابی نعیم اصفہانی "زین الفتی" تالیف حافظ ابی محمد العاصمی، "مقتل الامام السبط الشہید" تالیف خطیب خوارزمی، "المناقب" حافظ ابن مغازلی، "مخب المناقب" تالیف قاضی ابی بکر جعابی۔

خ

۳۶۔ خالد بن زید انصاری، ابو ایوب، روم میں بڑی بہادری کے ساتھ ۵۰، ۵۱ یا ۵۲ھ میں شہید ہوئے۔

حوالے: "اسد الغابہ" ج ۳ ص ۳۰۷ اور ج ۵ ص ۲۲۳ اور ج ۷ ص ۸۰ تالیف ابن

حجر، "البدایۃ و النھایۃ" ج ۵ ص ۲۰۹ تالیف ابن کثیر دمشقی، "تاریخ الخلفاء" ص ۱۱۴ تالیف سیوطی، "جمع الجوامع" تالیف سیوطی، "جواہر العقدین" تالیف نور الدین سمہودی، "حدیث الولایۃ" تالیف ابن عقدہ، "الریاض النضرۃ" ج ۲ ص ۱۶۹ تالیف محب الدین طبری، "کنز العمال" ج ۲ ص ۱۵۴ تالیف متقی ہندی، "المعجم الکبیر" تالیف حافظ سلیمان طبرانی، "مختب المناقب" تالیف قاضی ابی بکر جعابی، "نزل الابرار" ص ۲۰ تالیف میرزا محمد بدخشی۔

۳۷۔ خالد بن ولید بن مغیرہ مخزومی، ابو سلیمان، وفات ۲۱ یا ۲۲ھ

حوالے: "مختب المناقب" تالیف قاضی ابی بکر جعابی۔

۳۸۔ خزیمۃ بن ثابت انصاری، ذو الشھادتین، ۳۷ھ میں صفین میں شہید ہوئے۔

حوالے: "اسد الغابہ" ج ۲ ص ۳۰۷ تالیف ابن اثیر، "اسنی المطالب" ص ۳ تالیف شمس الدین جزری، "تاریخ آل محمدؐ" ص ۶۷ تالیف قاضی محمد بہجت افندی، "جواہر العقدین" تالیف نور الدین سمہودی، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدہ، "مختب المناقب" تالیف قاضی ابی بکر جعابی۔

۳۹۔ خویلد (بنا بر مشہور) ابن عمرو خزاعی ابو شریح نزیل مدینہ وفات ۶۸ھ۔

حوالے: "جواہر العقدین" تالیف نور الدین سمہودی، "حلیۃ الاولیاء" تالیف حافظ ابی نعیم اصفہانی، "وسیلۃ المآل" تالیف احمد بن فضل باکثیر مکی، "ینابیع المودۃ" ص ۳۸ ص سلیمان قندوزی۔

ر

۴۰۔ رفاعۃ بن عبد المنذر انصاری۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ، "کتاب الغدیر" تالیف منصور رازی "نخب المناقب" تالیف قاضی ابی بکر جعابی۔

ز

۴۱۔ زبیر بن عوام قرشی مقتول ۳۶ھ۔

حوالے: "اسنی المطالب ص ۳ تالیف شمس الدین جزری، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابی العباس ابن عقدہ، "کتاب الغدیر" تالیف منصور رازی، "المناقب۔ از عشرۃ مبشرۃ" تالیف حافظ ابن مغازلی، "نخب المناقب" تالیف قاضی ابی بکر جعابی۔

۴۲۔ زید بن ارقم انصاری خزرجی وفات ۶۶ یا ۶۸ھ۔

حوالے: "الاستیعاب" ج ۲ ص ۴۷۳ تالیف ابن عبد البر، "البدایۃ والنھایۃ" ج ۵ ص ۲۰۸ اور ۲۰۹ اور ج ۷ ص ۳۴۸ تالیف ابن کثیر، "البیان والتعریف" ج ۲ ص ۲۳۶ اور ۲۳۰ تالیف ابن حمزۃ الحرانی، "تاریخ الخلفاء" ص ۱۱۴ تالیف سیوطی، "تذکرۃ خواص الامۃ" ص ۱۸ تالیف سبط ابن جوزی، "تلخیص المستدرک" ج ۳ ص ۵۳۳ تالیف ذہبی، "تھذیب التھذیب" ج ۷ ص ۳۳۷ تالیف ابن حجر، "تھذیب الکمال فی اسماء الرجال" تالیف ابی الحجاج مزی، "الجامع الصغیر" ج ۲ ص ۵۵۵ تالیف سیوطی، "جمع الجوامع" تالیف سیوطی، "حدیث الولایۃ" تالیف محمد بن جریر طبری، "الخصائص" ص ۱۵ و ۱۶ تالیف نسائی، "روح المعانی" ج ۲ ص ۳۵۰ تالیف آلوسی بغدادی، "الروضۃ الندیۃ" تالیف محمد بن اسماعیل یمنی، "ریاض الصالحین" ص ۱۵۲ تالیف حافظ نووی، "الریاض النضرۃ" ج ۲ ص ۱۶۹ تالیف محب الدین طبری، "زین الفتی" تالیف حافظ ابی محمد عاصمی، "شرح دیوان امیر المؤمنین" تالیف کمال الدین میبدی، "شرح المواہب" ج ۷ ص ۱۳ تالیف ابی عبید

اللہ زرقانی، "۳۰ الصحیح" ج ۲ ص ۲۹۸ تالیف حافظ ترمذی، "العمدۃ" ص ۵۱ تالیف شمس الدین ابن بطریق، "فرائد السمطین" باب ۵۸ تالیف ابی اسحاق حموینی، "الفصول المہمۃ" ص ۲۴ تالیف ابن صباغ مکی، "کفایۃ الطالب" ص ۱۳ و ۱۵ تالیف حافظ گنجی، "کنز العمال" ج ۶ ص ۱۵۲، ۱۵۴ اور ۳۹۰ تالیف متقی ہندی، "الکنی والاسماء" ج ۲ ص ۶۱ تالیف ابی البشر دولابی، "مجمع الزوائد" ج ۹ ص ۱۰۴، اور ص ۱۴۳ تالیف حافظ ہیثمی، "محاسن الازھار" تالیف علامہ حمید محلی، "المستدرک" ج ۳ ص ۱۰۹، اور ص ۵۳۳ تالیف حاکم نیشاپوری، "المسند" ج ۱ ص ۱۱۸ اور ج ۴ ص ۳۶۸ اور ص ۳۷۲ تالیف احمد بن حنبل، "مشکات المصابیح" ص ۵۵۷ تالیف خطیب تبریزی، مصابیح السنۃ ج ۲ ص ۱۹۹ تالیف حافظ بغوی، "مطالب السؤول" ص ۱۶ تالیف کمال الدین محمد بن طلحہ، "المعجم الکبیر" تالیف حافظ طبرانی، "المناقب" ص ۹۳ تالیف خطیب خوارزمی، "المناقب" تالیف حافظ ابن مغازلی واسطی، "میزان الاعتدال" ج ۳ تالیف شمس الدین ذھبی، "نزل الابرار" ص ۱۹ و ۲۱ تالیف میرزا محمد بدخشی۔

۴۳۔ زید بن ثابت، ابو سعید، وفات ۴۵ھ یا ۴۸ھ اور ایک قول کی بنا پر ۵۰ھ کے بعد۔

حوالے: "اسنی المطالب" ص ۴ تالیف شمس الدین جزری، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ، "مختب المناقب" تالیف قاضی ابی بکر جعابی۔

۴۴۔ زید (یا یزید) بن شراحیل انصاری۔

حوالے: "اسد الغابہ" ج ۲ ص ۲۳۳ تالیف ابن اثیر، "الاصابۃ" ج ۱ ص ۵۶۷ تالیف ابن حجر، "تاریخ آل محمد" ص ۶۷ تالیف قاضی محمد بہلول بہجت افندی، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدہ، "مقتل الامام السبط الشہید" تالیف خطیب خوارزمی۔

۴۵۔ زید بن عبد اللہ انصاری۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابی العباس ابن عقدہ۔

س

۴۶۔ سعد ابن ابی وقاص ابو اسحاق، وفات ۵۴ یا ۵۵ یا ۵۶ یا ۵۸ھ۔

حوالے: "اسنی المطالب" ص ۳ تالیف شمس الدین جزری، "الاکتفاء" تالیف ابراہیم بن عبد اللہ وصابی، "البدایۃ والنھایۃ" ص ۲۱۳، ج ۵ و ج ۷ ص ۳۴۰ تالیف ابن کثیر، "تاریخ الخلفاء" ص ۱۱۴ تالیف سیوطی، "جمع الجوامع" تالیف سیوطی، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ، "حلیۃ الاولیاء" ج ۴ ص ۳۵۶ تالیف ابی نعیم اصفہانی، "الخصائص" ص ۳، ۴، ۱۸، ۲۵ تالیف نسائی، "زین الفتیٰ" تالیف حافظ ابی محمد عاصمی، "السنن" تالیف ابن ابی عاصم "السنن" تالیف سعید بن منصور شمس الدین سعید بن بطریق، "السنن" ج ۱ ص ۳۰ تالیف ابن ماجہ قزوینی، "العمدۃ" ص ۴۸ تالیف شمس الدین ابن بطریق، "فرائد السمطین" تالیف ابی اسحاق حموینی، "فضائل الصحابہ" تالیف حافظ ابی نعیم اصفہانی، "کتاب الغدیر" تالیف ابن جریر طبری، "کفایۃ الطالب" ص ۱۶ اور ۱۵۱ تالیف حافظ گنجی، "کنز العمال" ج ۶ ص ۱۵۴ اور ۴۰۵ تالیف متقی ہندی، "مجمع الزوائد" ج ۹ ص ۱۰۷ تالیف حافظ ھیثمی، "المستدرک" ج ۳ ص ۱۱۶ تالیف حاکم نیشاپوری، "مشکل الآثار" ج ۲ ص ۳۰۹ حافظ ابی جعفر طحاوی، "مقتل الامام السبط الشھید" تالیف خطیب خوارزمی، "المناقب۔ از عشرۂ مبشرۃ" تالیف حافظ ابن مغازلی، "نزل الابرار" ص ۲۰ تالیف میرزا محمد بدخشی۔

۴۷۔ سعد بن جنادۃ عوفی والد عطیہ عوفی۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ، "مقتل الامام السبط الشہید" تالیف خطیب خوارزمی، "تخب المناقب" تالیف قاضی ابو بکر جعابی۔

۴۸۔ سعد بن عبادہ انصاری خزرجی۔ وفات ۱۴ھ یا ۱۵ھ۔ بارہ نقباء میں سے ایک تھے۔

حوالے: "تخب المناقب" تالیف قاضی ابی بکر جعابی۔

۴۹۔ سعد بن مالک انصاری خدری ابو سعید، وفات ۶۳ھ یا ۶۴ھ یا ۶۵ھ یا ۷۴ھ۔ جائے دفن بقیع۔

حوالے: "اسنی المطالب" ص ۳ تالیف شمس الدین جزری، "البدایۃ والنھایۃ" ج ۷ ص ۷، ص ۳۴۹ و ۳۵۰ تالیف ابن کثیر دمشقی، "تفسیر المنار" ج ۶ ص ۴۶۳ تالیف شیخ محمد عبدہ، "تفسیر نیشابوری" ج ۶ ص ۱۹۴ تالیف نظام الدین نیشابوری، "جمع الجوامع" تالیف سیوطی، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ، "الخصائص العلویہ" تالیف حافظ ابی الفتح نطنزی، "الدر المنثور" ج ۲ ص ۲۵۹ و ۲۹۸ تالیف سیوطی، "روح المعانی" ج ۲ ص ۳۴۹ تالیف آلوسی بغدادی، "عمدۃ القاری" تالیف بدر الدین ابن عینی، "فرائد السمطین" تالیف ابی اسحاق حموینی، "الفصول المھمۃ" ص ۲۷ تالیف ابن صباغ مکی، "کتاب الولایۃ" تالیف حافظ ابی سعید سجستانی، "کنز العمال" ج ۶ ص ۳۹۰ اور ۴۰۳ تالیف متقی ہندی، "ما نزل من القرآن فی علیؑ" تالیف حافظ ابی نعیم اصفہانی، "مجمع الزوائد" ج ۹ ص ۱۰۸ تالیف حافظ ھیثمی، "المعجم الاوسط" تالیف حافظ طبرانی، "المناقب" ص ۸۰ تالیف خطیب خوارزمی، "نزل الابرار" ص ۲۰ تالیف بدخشی۔

۵۰۔ سعید بن زید قرشی عدوی۔ وفات ۵۰ھ یا ۵۱ھ۔ عشرۂ مبشرہ میں سے ایک تھے

جن کو حافظ ابن مغازلی نے اپنی "مناقب" میں سلسلہ حدیث غدیر کے سو راویوں میں شمار کیا ہے۔

۵۱۔ سعید بن سعید بن عبادۃ انصاری۔

حوالے: "کتاب الولایۃ" تالیف حافظ ابی العباس ابن عقدۃ۔

۵۲۔ سلمان فارسی، ابو عبداللہ، متوفی ۳۶ یا ۳۷ھ تقریباً تین سو سال عمر پائی۔

حوالے: "اسنی المطالب" ص ۴ تالیف شمس الدین جزری، "حدیث الولایہ" تالیف حافظ ابن عقدۃ، فرائد السمطین" باب ۵۸ تالیف ابی اسحاق حموینی، "نخب المناقب" تالیف قاضی ابی بکر جعابی۔

۵۳۔ سلمۃ بن عمرو بن اکوع اسلمی، ابو مسلم وفات ۷۴ھ۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابی العباس بن عقدۃ،

۵۴۔ سمرۃ بن جندب فزاری، ابو سلیمان، حلیف انصار، مقام وفات بصرہ ۵۸ھ یا ۵۹ یا ۶۰ھ۔

حوالے: "اسنی المطالب" ص ۴ تالیف شمس الدین جزری، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ، "نخب المناقب" تالیف قاضی ابی بکر جعابی۔

۵۵۔ سہل بن حنیف انصاری اوسی وفات ۳۸ھ۔

حوالے: "اسد الغابہ" ج ۳ ص ۳۰۷ تالیف ابن اثیر، "اسنی المطالب" ص ۴ تالیف شمس الدین جزری، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدہ، "نخب المناقب" تالیف ابی بکر جعابی۔

۵۶۔ ابو عباس سہل ابن سعد انصاری خزرجی ساعدی، وفات ۹۱ھ عمر سو سال۔

حوالے: "تاریخ آل محمدؐ" ص ۶۷ تالیف قاضی محمد بہلول بہجت افندی، "جواہر

العقدین" تالیف نور الدین سمہودی، "ینابیع المودۃ" ص ۳۸ تالیف سلیمان قندوزی

ص

۵۷۔ ابو امامہ صدی بن عجلان باھلی نزیل شام، مقام وفات شام ۸۶ھ۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابی العباس بن عقدۃ۔

ض

۵۸۔ ضمیرۃ اسدی۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف ابن عقدۃ، "کتاب الغدیر" تالیف شیخ منصور رازی۔

ط

۵۹۔ طلحہ بن عبید اللہ تمیمی، مقتول جنگ جمل ۳۶ھ عمر ۶۳ سال۔

حوالے: "اسنی المطالب" ص ۳ تالیف شمس الدین جزری، "البدایۃ و النھایۃ" ج ۷، ص ۳۴۹ تالیف ابن کثیر دمشقی، "تہذیب التہذیب" ج ۱ ص ۳۹۱ تالیف ابن حجر، "جمع الجوامع" تالیف حافظ سیوطی، "زین الفتی" تالیف حافظ ابی محمد عاصمی، "کنز العمال" ج ۶ ص ۸۳ و ۱۵۴ تالیف متقی ہندی، "مجمع الزوائد" ج ۹ ص ۱۰۷ تالیف حافظ ھیثمی، "مروج الذھب" ج ۲ ص ۱۱ تالیف مسعودی، "المستدرک" ج ۳ ص ۱۷۱ تالیف حاکم نیشابوری، "المناقب" ص ۱۱۲ تالیف خطیب خوارزمی، "المناقب" از عشرۃ مبشرہ تالیف ابن مغازلی واسطی۔

ع

۶۰۔ عامر بن عمیر نمیری.

حوالے: "الاصابۃ" ج ۲ ص ۲۵۵ تالیف ابن حجر عسقلانی، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ.

۶۱۔ عامر بن لیلی بن حمزۃ.

حوالے: "اسد الغابۃ" ج ۳ ص ۹۲ اور ۹۳ تالیف ابن اثیر، "الاصابۃ" ج ۲ ص ۲۵۷ تالیف ابن حجر، "جواہر العقدین" تالیف نور الدین سمہودی، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ، "الفصول المہمۃ" تالیف نور الدین ابن صباغ مکی، "مقتل الامام السبط الشہید" تالیف خطیب خوارزمی، "الموجز" تالیف حافظ ابی الفتوح اسعد عجلی، "وسیلۃ المآل فی مناقب الآل" تالیف شیخ احمد باکثیر مکی.

۶۲۔ عامر بن لیلی غفاری.

حوالے: "الاصابۃ" ج ۲ ص ۲۵۷ ابن حجر عسقلانی.

۶۳۔ عامر بن واثلہ لیثی، ابو طفیل وفات ۱۰۰ھ یا ۱۰۲ھ یا ۱۰۸ھ یا ۱۱۰ھ

حوالے: "اسد الغابۃ" ج ۳ ص ۹۲ و ج ۵ ص ۲۷۶ تالیف ابن اثیر، "الاصابۃ" ج ۲ ص ۲۵۲ اور ج ۴ ص ۱۵۹ تالیف ابن حجر، "البدایۃ و النہایۃ" ج ۵ ص ۲۱۱ اور ج ۷ ص ۲۳۶ اور ۳۴۸ تالیف ابن کثیر، "البیان و التعریف" تالیف ابن حمزہ حرانی، "جواہر العقدین" تالیف نور الدین سمہودی، "الخصائص" ص ۱۵ اور ۱۷ تالیف حافظ نسائی، "ریاض النضرۃ" ج ۲ ص ۱۶۹ تالیف محب الدین طبری، "مزین الفتیٰ" تالیف حافظ ابی محمد عاصمی، ۱۲۰ "الصحیح" ج ۲ ص ۲۹۸ تالیف حافظ ترمذی، "کفایۃ الطالب" ص ۱۵ تالیف حافظ

گنجی، "کنز العمال" ج ۶ ص ۳۹۰ تالیف متقی ہندی، "المستدرک" ج ۳ ص ۱۰۹ و ۱۱۰ اور ۵۳۳، تالیف حاکم نیشابوری، "المسند" ج ۱ ص ۱۱۸ ج ۴ ص ۱۰۹، ۱۱۰ اور ۵۳۳ تالیف حاکم نیشاپوری، "المسند" ج ۱ ص ۱۱۸، ج ۴ ص ۳۷۰ تالیف احمد بن حنبل، "المناقب" ص ۹۳ اور ۲۱۷ تالیف خطیب خوارزمی، "ینابیع المودة" ص ۳۸ تالیف سلیمان قندوزی۔

۶۴۔ عائشہ بنت ابی بکر بن ابی قحافہ، زوجہ نبی اکرمؐ۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابی العباس ابن عقدۃ۔

۶۵۔ عباس بن عبد المطلب بن ہاشم، نبی اکرمؐ کے چچا، وفات ۳۲ھ۔

حوالے: "اسنی المطالب" ص ۳ تالیف شمس الدین جزری، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ۔

۶۶۔ عبد الرحمان بن عبد رب انصاری۔

حوالے: "اسد الغابۃ" ج ۳ ص ۳۰۷ اور ج ۵ ص ۲۰۵ تالیف ابن اثیر، "الاصابۃ" ج ۲ ص ۴۰۸ تالیف ابن حجر عسقلانی، "تاریخ آل محمدؐ" ص ۶۷ قاضی محمد بہلول بہجت افندی، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ۔

۶۷۔ عبد الرحمن بن عوف قرشی زھری ابو محمد، وفات ۳۱ یا ۳۲ھ۔

حوالے: "اسنی المطالب" ص ۳ تالیف جزری، "حدیث الولایۃ" تالیف ابن عقدۃ، "کتاب الغدیر" تالیف شیخ منصور رازی، "المناقب۔ از عشرہ مبشرہ" تالیف ابن مغازلی واسطی۔

۶۸۔ عبد الرحمن بن یعمر دیلی[۱] نزیل کوفہ۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدہ، "مقتل الامام السبط الشھیدؑ" تالیف خطیب خوارزمی۔

۶۹۔ عبد اللہ ابن ابی عبد الاسد مخزومی۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابی عباس بن عقدہ۔

۷۰۔ عبد اللہ بن بدیل بن ورقاء، خزاعہ کے سردار، صفین میں قتل ہوئے "رکبان" کے دن حدیث غدیر کے بارے میں حضرت علیؑ کے گواہوں میں سے ایک تھے جیسا کہ حضرتؑ کے مناشدات میں بیان کیا جا چکا ہے۔

۷۱۔ عبد اللہ بن بشیر[۱] مازنی۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ۔

۷۲۔ عبد اللہ بن ثابت انصاری۔

حوالے: "اسد الغابہ" ج ۳ ص ۳۰۷ اور ج ۵ ص ۲۰۵ تالیف ابن اثیر، "تاریخ آل محمد" ص ۶۷ تالیف قاضی محمد بہلول بہجت افندی۔

۷۳۔ عبد اللہ بن جعفر بن ابیطالب ہاشمی وفات ۸۰ھ۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ، معاویہ کے خلاف حدیث غدیر سے اس نے جو استدلال کیا تھا اس کا بیان گذر چکا ہے۔

۷۴۔ عبد اللہ بن حنطب قرشی مخزومی۔

حوالے: "احیاء المیت" تالیف حافظ جلال الدین سیوطی۔

۷۵۔ عبد اللہ بن ربیعہ۔

حوالے: مقتل الامام السبط الشھیدؑ" تالیف خطیب خوارزمی۔

۷۶۔ عبد اللہ بن عباس، وفات ۶۸ھ۔

حوالے: "اربعین" تالیف جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ "الاربعین الطوال" تالیف حافظ ابن عساکر، "الاصابۃ" ج۲ ص ۵۰۹ تالیف ابن حجر، "الاکتفاء"

تالیف ابراہیم بن عبداللہ وصابی، "الامالی" تالیف حافظ ابی عبداللہ محاملی، "الامالی" تالیف مرشد باللہ، "البدایۃ والنھایۃ" ج ۷ ص ۳۳۷ اور ۳۴۸ تالیف ابن کثیر، "تاریخ الخلفاء" ص ۱۱۴ تالیف سیوطی، تفسیر عزالدین" تالیف عزالدین رسعنی موصلی، "تفسیر فخر رازی" ج ۳ ص ۶۳۶ تالیف ابی عبد اللہ رازی، "تفسیر نیشاپوری" ج ۶ ص ۱۹۴ تالیف نظام الدین نیشاپوری، "الخصائص" ص ۷ تالیف حافظ نسائی، "ذخائر العقبیٰ" ص ۸۷ تالیف محب الدین طبری، "روح المعانی" ج ۲ ص ۳۴۸ تالیف آلوسی بغدادی، "ریاض النضرۃ" ج ۲ ص ۲۰۳، تالیف محب طبری، "شمس الاخبار" ص ۳۸ تالیف علی بن محمد قرشی، "شواہد التنزیل" تالیف حاکم حسکانی، "فرائد السمطین" تالیف ابی اسحاق حموینی، "کتاب الولایۃ" تالیف حافظ ابی سعید سجستانی، "الکشف والبیان" تالیف ابی اسحاق ثعلبی، "کفایۃ الطالب" ص ۱۱۵ تالیف حافظ ابی عبد اللہ گنجی، "کنزالعمال" ج ۶ ص ۱۵۳ تالیف متقی ہندی، "ما نزل من القرآن فی امیر المومنین علیہ السلام" حافظ ابی بکر شیرازی، "مجمع الزوائد" ج ۹ ص ۱۰۸ تالیف حافظ ھیثمی، "المستدرک" ج ۳ ص ۱۳۴ تالیف حاکم نیشابوری، "المسند" ج ۱ ص ۳۳۱ تالیف احمد بن حنبل، "مفتاح النجا" تالیف میرزا محمد بدخشی، "المناقب" ص ۷۵ تالیف خطیب خوارزمی، "نزل الابرار" ص ۲۰ و ۲۱ تالیف بدخشی۔

۷۷۔ عبداللہ بن ابی اوفی علقمہ اسلمی، وفات ۸۶ یا ۸۷ ھ۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ۔

۷۸۔ عبداللہ بن عمر بن خطاب عدوی، ابو عبد الرحمن، وفات ۷۲ یا ۷۳ ھ۔

حوالے: "اسنی المطالب" ص ۳ تالیف شمس الدین جزری، "الاکتفاء" تالیف ابراہیم بن عبد اللہ وصابی، "تاریخ الخلفاء" ص ۱۱۴ تالیف سیوطی، "جمع الجوامع" تالیف

سیوطی، " السنن " تالیف حافظ ابن ابی شیبہ کوفی، " کنزل العمال " ج ۶ ص ۱۵۴ تالیف متقی ہندی، " مجمع الزوائد " ج ۹ ص ۱۰۶ تالیف حافظ ھیثمی، " المعجم الکبیر " تالیف حافظ طبرانی، " مفتاح النجا" تالیف میرزا محمد بدخشی، " مقتل الامام السبط الشھید علیہ السلام " چوتھی فصل تالیف خطیب خوارزمی، " نزل الابرار " ص ۲۰ تالیف بدخشی

۷۹۔ عبداللہ بن مسعود ھذلی، ابو عبد الرحمان وفات ۳۲ یا ۳۳ھ مقام دفن بقیع۔

حوالے: " اسنی المطالب " ص ۳ تالیف شمس الدین جزری، " تفسیر شوکانی " ج ۲ ص ۵۷ تالیف قاضی شوکانی، "الدر المنثور" ج ۲ ص ۲۹۸ تالیف سیوطی، "روح المعانی" ج ۲ ص ۳۴۸ تالیف آلوسی بغدادی "مقتل الامام السبط الشھید" تالیف خطیب خوارزمی۔

۸۰۔ عبداللہ بن یامیل[۸]۔

حوالے: " اسد الغابۃ " ج ۳ ص ۲۷۴ تالیف ابن اثیر، " الاصابۃ " ج ۲ ص ۳۴۲ تالیف ابن حجر، " حدیث الولایۃ " تالیف حافظ ابن عقدۃ، ینابیع المودۃ ص ۳۴ تالیف سلیمان قندوزی۔

۸۱۔ عثمان بن عفان، وفات ۳۵ھ۔

حوالے۔ " حدیث الولایۃ " تالیف حافظ ابن عقدۃ، " کتاب الغدیر " تالیف شیخ منصور رازی، " المناقب۔ از عشرہ مبشرہ" تالیف حافظ ابن مغازلی۔

۸۲۔ عبید بن عازب انصاری۔ برادر براء بن عازب۔

حوالے: " اسد الغابہ " ج ۳ ص ۳۰۷، ج ۵ ص ۲۰۸ تالیف ابن اثیر۔

۸۳۔ عدی بن حاتم، ابو طریف، وفات ۶۸ھ، عمر سو سال۔

حوالے " تاریخ آل محمدؐ " ص ۶۷ تالیف قاضی محمد بہلول بہجت افندی، "جواہر العقدین" تالیف نور الدین سمہودی، " حدیث الولایۃ " تالیف حافظ ابن عقدۃ، "وسیلۃ

المآل" تالیف شیخ احمد بن باکثیر مکی، "ینابیع المودۃ" ص ۳۸ تالیف سلیمان قندوزی۔

۸۴۔ عطیۃ بن بسر (۱) مازنی۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابی عباس ابن عقدۃ۔

۸۵۔ عقبۃ بن عامر جہنی، تین سال تک معاویہ کی طرف سے مصر کے عامل رہے تقریباً ساٹھ ہجری میں وفات پائی۔

حوالے: "تاریخ آل محمدؐ" ص ۶۷ تالیف قاضی محمد بہلول بہجت افندی، "جواہر العقدین" تالیف سمہودی، "حدیث الولایۃ" تالیف ابن عقدۃ، "وسیلۃ المآل" تالیف شیخ احمد بن باکثیر مکی، "ینابیع المودۃ" تالیف سلیمان قندوزی۔

۸۶۔ امیر المؤمنین علی بن ابیطالب صلوات اللہ علیہ۔

غدیر کے سلسلہ میں آپ کے اشعار مشہور ہیں جن کو ثقات نے نقل کیا ہے ان کا اور ان کے راویوں کا ذکر آئندہ آئے گا اور شوریٰ اور "جمل" کے دن حدیث غدیر سے آپ کے استدلال کا بیان گزر چکا ہے۔

حدیث غدیر کی روایت جو آپ نے کی ہے اس کا تذکرہ مندرجہ ذیل کتابوں میں ہے:-

"الاکتفاء" تالیف ابراہیم بن عبد اللہ وصابی، "تاریخ الخلفاء" ص ۱۱۴ تالیف سیوطی، "الامالی" تالیف حافظ ابی عبد اللہ محاملی، "البدایۃ والنہایۃ" ج ۲ ص ۳۴۸ اور ج ۵ ص ۲۱۱ تالیف ابن کثیر، "تہذیب التہذیب" ج ۷ ص ۳۳۷ تالیف ابن حجر، "جمع الجوامع" تالیف سیوطی، "حلیۃ الاولیاء" ج ۹ ص ۶۴ تالیف ابی نعیم اصفہانی، "السنن" تالیف ابن ابی عاصم، "السنن" تالیف سعید بن منصور، "فرائد السمطین" تالیف حافظ حموینی، "کنز العمال" ج ۶ ص ۱۵۴، ۳۹۷، ۳۹۷ اور ۴۰۶ تالیف متقی ہندی، "مجمع الزوائد" ج ۹

ص ۱۰۷ تالیف حافظ ھیثمی، "مشکل الآثار" ج ۲ ص ۳۰۷ تالیف ابی جعفر طحاوی، "المستدرک" تالیف حافظ حاکم نیشاپوری، "المسند" ج ۱ ص ۱۵۲ تالیف احمد بن حنبل شیبانی، "المعجم الکبیر" تالیف حافظ ابی القاسم طبرانی، "مفتاح النجا" تالیف میرزا محمد بدخشی، "میزان الاعتدال" ج ۲ ص ۳۰۳ تالیف شمس الدین ذھبی، "نزل الابرار" ص ۲۰ تالیف بدخشی۔

۸۷۔ عمار یاسر عنسی، ابو یقظان شہادت جنگ صفین ۳۷ھ[10]

حوالے: "اربعین فی مناقب امیر المومنین" تالیف جمال الدین عطاء اللہ، "اسنی المطالب" ص ۳ تالیف شمس الدین جزری، شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۷۳ تالیف ابن ابی الحدید، "فرائد السمطین" باب ۳۰ اور ۵۸ تالیف حموینی، "کتاب صفین" ص ۱۸۶ تالیف نصر بن مزاحم، "مقتل الامام السبط الشہید علیہ السلام" تالیف خطیب خوارزمی۔

۸۸۔ عمارۃ خزرجی انصاری، مقتول روز یمامہ۔

حوالے: "تاریخ الخلفاء" ص ۶۵ تالیف سیوطی، "مجمع الزوائد" ج ۹ ص ۱۰۷ تالیف حافظ ھیثمی، "مفتاح النجا" تالیف میرزا محمد بدخشی، "نزل الابرار" تالیف بدخشی۔

۸۹۔ عمر بن ابی سلمۃ بن عبد الاسد مخزومی، نبی اکرمؐ کے پروردہ ماں کا نام ام سلمہ زوجہ پیغمبر اکرمؐ وفات ۸۳ھ۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابی العباس بن عقدۃ۔

۹۰۔ عمر بن خطاب مقتول ۲۳ھ۔

حوالے: "اسنی المطالب" ص ۳ تالیف شمس الدین جزری، "البدایۃ والنھایۃ" ج ۷ ص ۳۴۹ اور ج ۵ ص ۲۱۳ تالیف ابن کثیر، "ذخائر العقبیٰ" ص ۶۷ تالیف محب الدین طبری، "ریاض النضرۃ" ج ۲ ص ۱۶۹ اور ۲۴۴ تالیف محب طبری، "فصل الخطاب" تالیف

حافظی محمد خواجہ پارسا، "فضائل الصحابہ" تالیف حافظ ابی سعید سمعانی، "کتاب غدیر خم" تالیف ابن جریر۔ مقتل الامام السبط الشہید" تالیف خطیب خوارزمی "المناقب" تالیف حافظ بن مغازلی واسطی، "المناقب" تالیف احمد بن حنبل شیبانی، "مودۃ القربیٰ" تالیف شہاب الدین ہمدانی، ینابیع المودۃ ص ۳۴۹ تالیف سلیمان قندوزی۔

۹۱۔ ابو نجید عمران بن حصین خزاعی وفات ۵۲ ھ مقام وفات بصرہ۔

حوالے: "اسنی المطالب" ص ۴ تالیف جزری، "اصول ایمان" تالیف مولوی محمد سالم بخاری، "حدیث الولایۃ" تالیف ابن عقدہ، "مقتل الامام السبط الشہید" تالیف خطیب خوارزمی۔

۹۲۔ عمرو بن حمق خزاعی کوفی وفات ۵۰ ھ۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف ابن عقدہ، "مقتل الامام السبط الشہید" خطیب خوارزمی۔

۹۳۔ عمرو بن شرجیل۔

حوالے: "مقتل الامام السبط الشہید علیہ السلام" تالیف خطیب خوارزمی۔

۹۴۔ عمرو بن عاص (۱۱) وفات ۴۳ ھ۔

حوالے: الامامۃ و السیاسۃ" ص ۹۳ تالیف ابن قتیبہ، المناقب ص ۱۲۶ تالیف خطیب خوارزمی۔

۹۵۔ عمرو بن مرہ جہنی ابو طلحہ یا ابو مریم،

حوالے: "الاکتفاء" تالیف شیخ ابراہیم بن عبد اللہ وصابی، "کنزل العمال" ج ۲ ص ۱۵۴ تالیف حتقی ہندی، "معارج العلیٰ" تالیف شیخ محمد صدر العالم، "المعجم الکبیر" تالیف حافظ طبرانی، "مفتاح النجا" تالیف میرزا محمد بدخشانی، "نزل الابرار" تالیف بدخشانی۔

ف

۹۶۔ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا بنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (۱)۔

حوالے: "اسنی المطالب" تالیف شمس الدین جزری، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ، "کتاب الغدیر" شیخ منصور رازی، "مودۃ القربیٰ" تالیف شہاب الدین ہمدانی

۹۷۔ فاطمۃ ابن حمزۃ بن عبد المطلب۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف ابن عقدہ "کتاب الغدیر" تالیف منصور رازی۔

۹۸۔ فضلۃ بن عتبۃ اسلمی (۲) ابو برزہ وفات خراسان ۶۵ھ۔

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف ابن عقدۃ۔

ق

۹۹۔ قیس بن ثابت بن شماس انصاری۔

حوالے: "اسد الغابۃ" ج ۴ ص ۲۲۸ تالیف ابن اثیر، "الاصابۃ" ج ۱ ص ۳۰۵ تالیف ابن حجر، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ، "معارج العلیٰ" تالیف شیخ محمد صدر العالم۔

۱۰۰۔ قیس بن سعد بن عبادۃ انصاری خزرجی

پہلی صدی کے شعرائے غدیر میں سے تھے "حدیث رکبان" میں امیر المومنینؑ نے جب حدیث غدیر سے استدلال کیا تو اس کے یہ بھی ایک گواہ تھے یہ بیان بھی گذر چکا ہے کہ انہوں نے معاویہ کے خلاف حدیث غدیر سے استدلال کیا تھا۔

ک

۱۰۱۔ کعب بن عجرۃ انصاری مدنی ابو محمد وفات ۵۱ ھ۔

حوالے: " حدیث الولایۃ " تالیف حافظ ابی العباس بن عقدۃ۔

م

۱۰۲۔ مالک بن حویرث لیثی، ابو سلیمان، وفات ۷۴ ھ۔

حوالے: الاکتفاء " تالیف شیخ ابراہیم بن عبد اللہ وصابی، " تاریخ الخلفاء " ص ۱۱۴ تالیف سیوطی، " حدیث الولایۃ " تالیف حافظ ابن عقدہ، " فضائل الصحابۃ " تالیف ابی نعیم اصفہانی اور " مجمع الزوائد " ج ۹ ص ۱۰۸، تالیف حافظ ھیثمی، " معارج العلیٰ " تالیف شیخ محمد صدر العالم، " مفتاح النجا " تالیف میرزا محمد بدخشانی، " مقتل الامام السبط الشھید علیہ السلام " تالیف خطیب خوارزمی، المناقب " تالیف احمد بن حنبل شیبانی، " نزل الابرار " ص ۲۰ تالیف بدخشانی۔

۱۰۳۔ مقداد بن عمرو کندی زہری وفات ۳۳ ھ عمر ۷۰ سال۔

حوالے: " حدیث الولایۃ " تالیف ابن عقدۃ، " فرائد السمطین " تالیف حموینی۔

ن

۱۰۴۔ ناجیۃ بن عمرو خزاعی۔

حوالے: " اسد الغابۃ " ج ۵ ص ۶ تالیف ابن اثیر، " الاصابۃ " ج ۳ ص ۵۴۲ تالیف ابن حجر، " حدیث الولایۃ " تالیف حافظ ابن عقدۃ، " مقتل الامام السبط الشھید " تالیف خطیب خوارزمی۔

۱۰۵۔ نعمان بن عجلان انصاری.

حوالے: "اسد الغابہ": ج۳ ص ۳۰۷ و ج ۵ ص ۲۰۵ تالیف ابن اثیر، "تاریخ آل محمدؐ" ص ۶۷ تالیف قاضی محمد بہلول بجت افندی.

ھ

۱۰۶۔ ہاشم مرقال ابن عتبۃ بن ابی وقاص زہری مدنی، مقتول جنگ صفین ۳۷ھ.

حوالے: "اسد الغابۃ" ج ۵ ص ۳۶۸ تالیف ابن اثیر، "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدہ.

۱۰۷۔ وحشی بن حرب حبشی حمصی ابو دسمۃ.

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابن عقدۃ، "مقتل الامام السبط الشہید علیہ السلام" تالیف خطیب خوارزمی،

۱۰۸۔ وھب بن حمزۃ.

حوالے: "مقتل الامام السبط الشہید علیہ السلام" تالیف خطیب خوارزمی

۱۰۹۔ وھب بن عبد اللہ سوائی، ابو جحیفہ، ان کو "وھب الخیر" کہا جاتا ہے وفات ۷۴ھ

حوالے: "حدیث الولایۃ" تالیف حافظ ابی العباس بن عقدۃ.

۱۱۰۔ یعلی بن مرۃ بن وھب ثقفی، ابو مرازم.

حوالے: "اسد الغابۃ" ج ۲ ص ۲۳۳، و ج ۳ ص ۹۳ و ج ۵ ص ۶ تالیف ابن اثیر، "الاصابۃ" ج ۳ ص ۵۴۲ تالیف ابن حجر.

یہ ہیں ایک سو دس صحابی کہ ہمارے علم کے مطابق جنہوں نے حدیث غدیر کو نقل کیا ہے اور جن کا ہمیں علم نہیں نہیں ہو سکا شاید ان کی تعداد ان سے کہیں زیادہ ہے

حقیقت حال بھی اسی امر کی متقاضی ہے کہ " راویان حدیث " کی تعداد ان سے کئی گنا زیادہ ہو اس لئے کہ حدیث غدیر کو سننے والوں کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے زیادہ تھی اور طبیعی امر ہے کہ جب وہ اپنے وطن واپس لوٹے ہوں گے تو انھوں نے اس حدیث کو بیان کیا ہوگا جیسا کہ ہر مسافر اپنے سفر میں جن عجیب و غریب واقعات کا مشاہدہ کرتا ہے ان کو بیان کرتا ہے۔

جی ہاں! چند ایک کو چھوڑ کر بغض و حسد نے جنھیں روکا سب نے اس حدیث کو بیان کیا ان میں سے وہ محدثین تھے جن کی تعداد کافی زیادہ ہے ان میں سے کچھ یہی ہیں جن کا ذکر ہوا کچھ کی آواز جنگلوں اور بیابانوں میں سامعین کے مرجانے کی وجہ سے وہیں کھو کر رہ گئی اور کچھ نے زمانہ و حالات کے خوف سے اس ذکر کریم کو عام نہیں کیا جب کہ حاضرین میں سے کچھ حضرات عرب کے بدو تھے جن سے نہ کوئی حدیث نقل ہوئی ہے اور نہ ان پر کوئی سند منتہی ہوئی ہے۔

اس کے باوجود جتنے حضرات کو ہم نے گنوایا ہے تواتر ثابت کرنے کے لئے ہی کافی ہے

فالحمد للہ اولاً و آخراً

حوالہ جات

۱۔ اس حدیث کو احمد بن حنبل نے چالیس طریقوں سے، ابن جریر طبری نے ستر سے کچھ زیادہ طریقوں سے، جزری مقری نے اسی (۸۰) طریقوں سے، ابن عقدہ نے ایک سو پانچ طریقوں سے، ابو سعید سجستانی نے ایک سو بیس طریقوں سے، اور ابو بکر جعابی نے ایک سو پچیس طریقوں سے نقل کیا ہے۔

اور صدایۃ العقول " "جواہر" محمد یمنی کی ہے جو بارہویں صدی میں غدیر کے شاعر تھے اس کا حاشیہ

نمبر ۳۰ پر ہے کہ اس حدیث کے ایک سو پچاس طریقے ہیں

۲۔ مجمع الزوائد میں ج ۹ ص ۱۰۶ میں حافظ ہیثمی نے انکی توثیق کی ہے اور خطیب نے اپنی "تاریخ" ج ۸ ص ۲۷۶ میں ان کے ثقہ ہونے کو صالح بن احمد کے ذریعہ ان کے باپ سے نقل کیا ہے اور بتایا ہے کہ موصوف "تابعی" ہیں۔ ابن اثیر "اسد الغابہ" ج ۱ ص ۳۶۷ میں حبشہ کے حالات میں کہتے ہیں ان کو ابو العباس بن عقدہ نے صحابہ میں ذکر کیا ہے۔

۳۔ ابن حجر نے "تقریب" ص ۸۲ میں میں لکھا ہے وہ سابقین میں جلیل القدر صحابی تھے صحیح مسلم میں ایک حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہؐ نے آپ کو قیامت تک ہر چیز کا علم سکھادیا تھا مسلم کی اس حدیث کو بہت سے حفاظ نے نقل کیا ہے۔

۴۔ حضرت امام حسنؑ کا احتجاج، پانچویں فصل میں گذر چکا ہے۔

۵۔ حضرت امام حسینؑ کا احتجاج، پانچویں فصل میں گذر چکا ہے۔

۶۔ نسخوں میں دلمی ہے حالانکہ وہ غلط ہے صحیح وہی ہے جو مذکورہ ہے یعنی "دِلْمی" (دال پر زیر اور ی ساکن)۔

۷۔ نسخوں میں یہی ہے حالانکہ صحیح "منبر" ہے ب پر پیش اور س ساکن یہ عطیہ کے بھائی ہیں کن کا ذکر آنے والا ہے۔

۸۔ نسخوں میں یہی ہے اور بعض مصادر میں "یامین" ہے۔

۹۔ نسخوں میں عطیہ بن بشیر ہے۔

۱۰۔ چھٹی فصل میں حدیث غدیر کے ذریعہ انکے استدلال کا بیان گذر چکا ہے

۱۱۔ پہلی صدی کے شعرائے غدیر میں شمار ہوتا ہے چودہویں فصل میں ان کے اشعار، ماخذ کے ساتھ ذکر ہوں گے اور چھٹی فصل میں حدیث غدیر سے ان کے استدلال کا بیان گذر چکا ہے۔

۱۲۔ پانچویں فصل میں حدیث غدیر سے ان کے استدلال کا تذکرہ ہو چکا ہے

۱۳۔ "اصابۃ" میں "جبیر" ہے اور انہیں عبد اللہ بھی کہا گیا ہے

آٹھویں فصل

تابعین کی غدیر پر توجّہ

تابعین میں غدیر کے راوی

جذب نظر

جن تابعین نے حدیث غدیر کی روایت کی ہے ہم ان کے اسماء ذکر کر رہے ہیں جن حضرات کو اسانید الفاظ روایات مصادر و مدارک اور راویوں کی وثاقت کے بارے میں تفصیلی معلومات درکار ہوں وہ کتاب غدیر کی پہلی جلد ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے علاوہ گذشتہ فصل میں روایات کے بعض مصادر کی جانب اشارہ ہوا ہے اور آئندہ فصل میں بھی اشارہ ہوگا۔

الف

۱۔ ابو راشد حبرانی شامی ان کا نام خضر نعمان ہے۔

۲۔ ابو سلمہ ان کا نام عبداللہ ہے قول ضعیف کی بنا پر اسماعیل ہے۔ باپ کا نام عبد الرحمن بن عوف زہری مدنی وفات ۹۴ھ۔

۳۔ ابو سلیمان مؤذن۔

۴۔ ابو صالح سمان ذکوان مدنی، جویریۃ الغطفانیہ کے غلام تھے۔ وفات ۱۰۱ھ۔

۵۔ ابو عنفوانہ مازنی۔

۶۔ ابو عبد الرحیم کندی۔

۷۔ ابو القاسم اصبغ بن نباتہ تمیمی کوفی[1]۔

۸۔ ابو لیلی کندی، کہا جاتا ہے کہ ان کا نام سلمہ بن معاویہ یا ایک قول ضعیف کی بنا پر سعید بن بشیر یا معلی تھا۔

۹۔ ایاس بن نذیر۔

ج

۱۰۔ جمیل بن عمارۃ۔

ح

۱۱۔ حارثہ بن نصر۔

۱۲۔ حبیب بن ابی ثابت اسدی کوفی وفات ۱۱۷ یا ۱۱۹ھ۔

۱۳۔ حرث بن مالک۔

۱۴۔ حسین بن مالک بن حویرث۔

۱۵۔ حکم بن بن عتیبۃ کوفی کندی وفات ۱۱۴ یا ۱۱۵ھ

۱۶۔ حمید بن عمارۃ خزرجی انصاری۔

۱۷۔ حمید طویل ابو عبیدۃ بن ابی حمید بصری، وفات ۱۴۳ھ۔

خ

۱۸۔ خیثمۃ بن عبد الرحمن جعفی کوفی، وفات ۸۰ھ یا اس کے بعد

ر

۱۹۔ ربیعہ جرشی [۲] ۶۰، ۶۱ یا ۶۴ھ میں قتل کئے گئے ان کے صحابی ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔

۲۰۔ ریاح بن حارث نخعی کوفی ابو المثنی۔

ز

۲۱۔ زاذان بن عمر کندی بزار یا بزاز کوفی کنیت ابو عمرو، وفات ۸۲ھ۔

۲۲۔ زر بن حبیش اسدی، کنیت ابو مریم، وفات ۸۱، ۸۲ یا ۸۳ھ۔

۲۳۔ زیاد بن ابی زیاد۔

۲۴۔ زید بن یثیع ہمدانی کوفی۔

س

۲۵۔ سالم بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب قرشی، عدوی، مدنی، وفات ۱۰۶ھ۔

۲۶۔ سعید بن جبیر اسدی کوفی، ~~۹۵ھ~~ میں حجاج کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

۲۷۔ سعید بن ابی حدان اور ان کو "ذی حدان کوفی" بھی کہا جاتا ہے۔

۲۸۔ سعید بن مسیب قرشی مخزومی، ابو ہریرہ کے داماد، وفات ۹۳ھ۔

۲۹۔ سعید بن وھب ہمدانی کوفی، وفات ۷۶ھ۔

۳۰۔ سلمۃ بن کھیل حضرمی کوفی، کنیت ابو یحیی وفات ۱۲۱ھ

۳۱۔ سلیم بن قیس [۳] ہلالی، کنیت، ابو صادق، وفات ۹۰ھ۔

۳۲۔ سلیمان بن مہران اعمش، کنیت ابو محمد، ولادت ۶۱ھ وفات ۱۴۷ یا ۱۴۸ھ۔

۳۳۔ سہم بن حصین اسدی۔

ش

۳۴۔ شہر بن حوشب اشعری۔

ض

۳۵۔ ضحاک بن مزاحم ہلالی، کنیت، ابو القاسم وفات ۱۰۵ ھ۔

ط

۳۶۔ طاووس بن کیسان یمانی، جندی، وفات ۱۰۶ ھ

۳۷۔ طلحہ بن مصرف ایامی (یامی) کوفی، وفات ۱۱۲ ھ یا اس کے بعد۔

ع

۳۸۔ عامر بن سعد بن ابی وقاص مدنی وفات ۱۰۳ ھ۔

۳۹۔ عائشہ بنت سعد، وفات ۱۱۷ ھ

۴۰۔ عبد الحمید بن منذر بن جارود عبدی۔

۴۱۔ عبد خیر بن یزید ہمدانی کوفی مخضرمی، کنیت۔ ابو عمارة۔

۴۲۔ عبد الرحمن بن ابی لیلی وفات ۸۲ یا ۸۳ یا ۸۶ ھ۔

۴۳۔ عبد الرحمن بن سابط اور ایک قول کی بنا پر "ابن عبد اللہ بن سابط جمحی مکی"
وفات ۱۱۸ھ۔

۴۴۔ عبد اللہ بن اسعد بن زرارة۔

۴۵۔ عبد اللہ بن زیاد اسدی کوفی، کنیت ابو مریم۔

۴۶۔ عبداللہ بن شریک عامری کوفی۔

۴۷۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل ہاشمی مدنی، کنیت ابو محمد، وفات ۱۴۰ھ کے بعد۔

۴۸۔ عبداللہ بن یعلی بن مرہ۔

۴۹۔ عدی بن ثابت انصاری کوفی خطمی وفات ۱۱۶ھ۔

۵۰۔ عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی کوفی، کنیت ابو الحسن، مشہور تابعی ہیں وفات ۱۱۱ھ

۵۱۔ علی بن زید بن جدعان بصری، وفات ۱۲۹ یا ۱۳۱ھ۔

۵۲۔ عمارۃ بن جوین عبدی، کنیت ابو ہارون، وفات ۱۳۴ھ۔

۵۳۔ عمر بن عبد العزیز(۳) اموی خلیفہ، وفات ۱۰۱ھ۔

۵۴۔ عمر بن عبد الغفار۔

۵۵۔ عمر بن علی امیر المومنینؑ ولید کے دور میں یا اس سے پہلے وفات پائی۔

۵۶۔ عمرو بن جعدہ بن ھبیرہ۔

۵۷۔ عمرو بن مرہ، کنیت ابو عبداللہ، کوفی ہمدانی، وفات ۱۱۶ھ، ان کو "ذو مرّۃ" کہا جاتا ہے(۴)۔

۵۸۔ عمرو بن عبداللہ سبیعی ہمدانی، کنیت ابو اسحاق، وفات ۱۲۷ھ یا اس کے بعد

۵۹۔ عمرو بن میمون(۵) اودی کنیت ابو عبداللہ وفات ۷۴ھ یا اس کے بعد۔

۶۰۔ عمیرۃ(۶) بن سعد ہمدانی کوفی۔

۶۱۔ عمیرۃ بنت سعد بن مالک، ام رفاعہ بن مبشر، سہل کی بہن اور مدینہ کی رہنے والی تھیں۔

۶۲۔ عیسی بن طلحہ بن عبید اللہ تمیمی، کنیت ابو محمد، مدنی وفات عمر بن عبد العزیز

کے دور خلافت میں۔

ف

۶۳۔ فطر بن خلیفہ مخزومی، کنیت، ابو بکر، حناط کے غلام تھے وفات ۱۵۰ یا ۱۵۳ھ یا اس کے بعد۔

ق

۶۴۔ قبیصۃ بن ذؤیب، وفات ۸۶ھ۔

۶۵۔ قیس ثقفی مدائنی، کنیت، ابو مریم۔

م

۶۶۔ محمد بن عمر بن امیر المومنین علیؑ، عمر بن عبد العزیز کے دور خلافت میں وفات پائی اور کہا جاتا ہے کہ ۱۰۰ھ میں۔

۶۷۔ مسلم بن صبیح ہمدانی کوفی، عطار، کنیت ابو الضحیٰ۔

۶۸۔ مسلم ملائی۔

۶۹۔ مصعب بن سعد بن ابی وقاص زہری مدنی، کنیت ابو زرارہ وفات ۱۰۳ھ۔

۷۰۔ مطلب بن عبد اللہ قرشی مخزومی مدنی۔

۷۱۔ مطر بن طہمان وراق کنیت ابو رجاء، خراسانی، غلام علیؑ وفات ۱۲۵ یا ۱۲۹ھ ایک قول یہ ہے کہ تقریباً ۱۳۰ھ میں منصور نے اسے قتل کیا۔

۷۲۔ معروف بن خربوذ[۱]

۷۳۔ منصور بن ربعی۔

۷۴۔ مہاجر بن مسمار زہری مدنی

۷۵۔ موسیٰ بن اکتل بن عمیر نمیری۔
۷۶۔ میمون بصری، عبد الرحمن بن سمرہ ابو عبد اللہ کے غلام۔

ن

۷۷۔ نذیر بن ضبی کوفی۔

ھ

۷۸۔ ھانی بن ھانی ہمدانی کوفی۔

ی

۷۹۔ یحییٰ بن سلیم فزاری واسطی، کنیت: ابو بلج۔
۸۰۔ یحیی بن جعدہ بن ھبیرہ مخزومی۔
۸۱۔ یزید بن ابی زیاد کوفی، وفات ۱۳۶ھ عمر ۹۰ سال یا قدرے کم۔
۸۲۔ یزید بن حیان تیمی کوفی،
۸۳۔ یزید بن عبد الرحمن بن اودی کوفی کنیت: ابو داؤد۔
۸۴۔ یسار ثقفی کنیت ابو نجیح وفات ۱۰۹ھ۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حوالہ جات

۱۔ معاویہ کے دربار میں اس کا احتجاج چھٹی فصل کے نمبرہ میں گذر چکا ہے۔
۲۔ خلاصہ خزرجی میں "جرنی" س کے ساتھ ہے۔

۳۔ فریقین ان سے اور ان کی کتاب سے احتجاج کرتے ہیں جیسا کہ پانچویں فصل میں حضرت امیرؑ کے صفین کے دن کے احتجاج کے ذیل میں گذر چکا ہے۔

۴۔ چھٹی فصل میں حدیث غدیر سے ان کے استدلال کا بیان گذر چکا ہے۔

۵۔ اکثر معاجم میں ان کے اور عمرو بن مرۃ صحابی کے درمیان اشتباہ واقع ہوا ہے جس کا ذکر گذشتہ فصل میں آچکا ہے۔

۶۔ نسائی کی "خصائص" میں عمرو بن میمونہ اور خوارزمی کی "مناقب" میں عمرو بن میمون ہے جبکہ صحیح وہی ہے جو ذکر ہوا۔

۷۔ نسائی کی "خصائص" میں "عمرو" اور "مجمع ہیثمی" وغیرہ میں "عمیر" ہے جب کہ ذہبی کہتے ہیں کہ صحیح "عمیرہ" ہے۔

۸۔ خزرجی نے "خلاصہ" میں خرّ بود لکھا ہے ("خ" پر زبر، "ر" کو مشدد اور آخر میں "و") لکھا ہے

نویں فصل

مسلمین کی غدیر پر توجّہ

علمائے مسلمین کی غدیر پر توجہ

تمہید:

صرف صحابہ اور تابعین نے ہی حدیث غدیر پر توجہ نہیں دی بلکہ قارئین محترم کو ہر صدی میں حافظین حدیث کی ایسی کثیر تعداد ملے گی جنہوں نے علم دین کے لئے باعث افتخار اس حدیث کو اپنے سلف سے سن کر بعد اپنے اخلاف کے لئے نقل کیا ہے اور اس کے صحیح ہونے پر بہت سی حدیثیں پیش کی ہیں چنانچہ ہم اپنے دعویٰ کی دلیل کے طور پر ہر صدی کے بعض علماء کے اسماء ذکر کررہے ہیں اور مفصل اسانید کے بارے میں تفصیلی معلومات کے حصول کی ذمہ داری قارئین محترم پر چھوڑتے ہیں۔

الف:- پہلی صدی ہجری میں حدیث غدیر کے راوی

جو صحابہ اور تابعین ہیں اور حدیث غدیر پر ان کی توجہ کا بیان گذر چکا ہے۔

ب:- دوسری صدی ہجری کے راویان حدیث غدیر

۱۔ عمرو بن دینار جمحی مکی کنیت، ابو محمد، وفات ۱۱۵ یا ۱۱۶ ھ۔

۲۔ محمد بن مسلم بن عبید اللہ قرشی زھری، کنیت ابو بکر، وفات ۱۲۴ ھ۔

۳۔ عبد الرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر تیمی کنیت ابو محمد مدنی، وفات ۱۲۶ ھ۔

۴۔ بکر بن سوادۃ بن ثمامہ ابو ثمامہ بصری وفات ۱۲۸ ھ۔

۵۔ عبد اللہ بن ابی نجیح یسار ثقفی، ابو یسار مکی وفات ۱۳۱ھ۔

۶۔ حافظ مغیرہ بن مقسم ابو ھشام ضبی کوفی، (مادر زاد نابینا)، وفات ۱۳۳ھ۔

۷۔ ابو عبد الرحیم خالد بن زید مصری وفات ۱۳۹ھ۔

۸۔ حسن بن حکم نخعی کوفی، وفات ۱۴۰ھ کے بعد۔

۹۔ ادریس بن یزید ابو عبد اللہ اودی کوفی۔

۱۰۔ یحیی بن سعید حیان تیمی کوفی مدنی وفات ۱۴۵ھ۔

۱۱۔ حافظ عبد الملک بن ابی سلیمان عرزمی کوفی، وفات ۱۴۵ھ۔

۱۲۔ عوف بن ابی جمیلہ عبدی ہجری بصری وفات ۱۴۶ھ۔

۱۳۔ عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب عدوی عمری مدنی وفات ۱۴۷ھ یا اس کے علاوہ۔

۱۴۔ نعیم بن حکیم مدائنی، وفات ۱۴۸ھ۔

۱۵۔ طلحہ بن یحیی بن طلحہ بن عبید اللہ تیمی کوفی، وفات ۱۴۸ھ۔

۱۶۔ کثیر بن زید[1] ابو محمد اسلمی وفات ۱۵۰ھ کے بعد ابن مافنہ کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔

۱۷۔ حافظ محمد بن اسحاق مدنی صاحب السیرۃ وفات ۱۵۱ یا ۱۵۲ھ۔

۱۸۔ حافظ معمر بن راشد ابو عروۃ ازدی بصری وفات ۱۵۲ یا ۱۵۳ھ۔

۱۹۔ حافظ مسعر بن کدام بن ظہیر ھلالی رواسی کوفی، وفات ۱۵۳ یا ۱۵۵ھ۔

۲۰۔ حکم بن ابان، ابو عیسی عدنی، وفات ۱۵۴ یا ۱۵۵ھ۔

۲۱۔ عبد اللہ بن شوذب بلخی، نزیل بصرۃ، وفات ۱۵۷ھ۔

۲۲۔ حافظ شعبہ بن حجاج، ابو بسطام واسطی، نزیل بصرۃ، وفات ۱۶۰ھ۔

۲۳۔ حافظ کامل بن علا ابو العلاء تمیمی کوفی، وفات تقریباً ۱۶۰ھ۔

۲۴۔ حافظ سفیان بن سعید ثوری، ابو عبد اللہ کوفی، ولادت ۹۷ھ وفات بصرہ میں ۱۶۱ھ۔

۲۵۔ حافظ اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق سبیعی ابو یوسف کوفی، وفات ۱۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔

۲۶۔ جعفر بن زیاد کوفی احمر وفات ۱۶۵ یا ۱۶۷ھ میں۔

۲۷۔ مسلم بن سالم نہدی ابو فروۃ کوفی، وفات دوسری صدی ہجری کے وسط میں۔

۲۸۔ حافظ قیس بن ربیع، ابو محمد اسدی کوفی، وفات ۱۶۵ھ۔

۲۹۔ حافظ حماد بن مسلمۃ، ابو سلمۃ بصری، وفات ۱۶۷ھ۔

۳۰۔ حافظ عبد اللہ بن لھیعہ ابو عبد الرحمن مصری، وفات ۱۷۴ھ۔

۳۱۔ حافظ ابو عوانۃ وضاح بن عبد اللہ یشکری واسطی بزاز، وفات ۱۷۵ یا ۱۷۶ھ۔

۳۲۔ قاضی شریک بن عبد اللہ ابو عبد اللہ نخعی کوفی، وفات ۱۷۷ھ۔

۳۳۔ حافظ عبد اللہ (عبید اللہ) بن عبید الرحمن (عبد الرحمن) کوفی، ابو عبد الرحمن اشجعی، وفات ۱۸۲ھ۔

۳۴۔ نوح بن قیس ابو روح حدّانی بصری، وفات ۱۸۳ھ۔

۳۵۔ مطلب بن زیاد بن ابی زھیر کوفی، ابو طالب، وفات ۱۸۵ھ۔

۳۶۔ قاضی حسان بن ابراہیم عنزی، ابو ہاشم، وفات ۱۸۶ھ۔

۳۷۔ حافظ جریر بن عبد الحمید، ابو عبد اللہ ضبی کوفی۔ ثم الرازی، وفات ۱۸۸ھ عمر ۷۸ سال۔

۳۸۔ فضل بن موسیٰ ابو عبد اللہ مروزی، سینانی متوفی ۱۹۲ھ

۳۹۔ حافظ محمد بن جعفر مدنی بصری، ابو عبداللہ غندر، وفات ۱۹۳ھ۔

۴۰۔ حافظ اسماعیل بن علیۃ ابو بشر ابن ابراہیم اسدی وفات ۱۹۳ھ۔

۴۱۔ حافظ محمد بن ابراہیم، ابو عمرو ابن ابی عدی سلمی بصری، وفات ۱۹۴ھ بصرہ میں۔

۴۲۔ حافظ محمد بن خازم، ابو معاویہ تمیمی الضریر، وفات ۱۹۵ھ۔

۴۳۔ حافظ محمد بن فضیل، ابو عبدالرحمن کوفی، وفات ۱۹۵ھ۔

۴۴۔ حافظ وکیع بن جراح رواسی، ابو سفیان کوفی، وفات ۱۹۶ یا ۱۹۷ھ۔

۴۵۔ حافظ سفیان بن عیینہ، ابو محمد ہلالی کوفی، وفات مکہ ۱۹۸ھ، ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔

۴۶۔ حافظ عبداللہ بن نمیر ابو ہشام ہمدانی خارفی، وفات ۱۹۹ھ عمر ۸۴ سال۔

۴۷۔ حافظ حنش بن حرث بن لقیط نخعی کوفی۔

۴۸۔ موسیٰ بن یعقوب زمعی مدنی، ابو محمد وفات، خلافت منصور کے آخر میں۔

۴۹۔ علاء بن سالم عطار کوفی شیخ الاشجع ابی سعید۔

۵۰۔ ازرق بن علی بن مسلم حنفی، ابو جہم کوفی۔

۵۱۔ ھانی بن ایوب حنفی کوفی۔

۵۲۔ فضیل بن مرزوق اغر رقاشی رواسی کوفی، ابو عبدالرحمن، وفات تقریباً ۲۰ھ

۵۳۔ سعد بن عبیدہ سلمی کوفی ابو حمزہ عمرو بن ھبیرہ کی ولایت میں وفات پائی۔

۵۴۔ موسیٰ بن مسلم حزامی شیبانی، ابو عیسیٰ کوفی، طحان، موسیٰ صغیر کے نام سے مشہور تھے۔

۵۵۔ یعقوب بن جعفر بن ابی کثیر انصاری مدنی۔

۵۶۔ عثمان بن سعد بن مرۃ قرشی، ابو عبداللہ (ابو علی) کوفی (مکفوف)۔

ج :۔ تیسری صدی ہجری کے راویان حدیث غدیر

۵۷۔ حافظ حمزۃ بن ربیعہ قرشی مدنی، وفات ۲۰۲ھ۔

۵۸۔ حافظ محمد بن عبداللہ زبیری، ابو احمد کوفی۔ وفات ۲۰۳ھ۔

۵۹۔ مصعب بن مقدام خثعمی، ابو عبداللہ کوفی وفات ۲۰۳ھ۔

۶۰۔ حافظ یحیی بن آدم بن سلیمان قرشی اموی، ابو زکریا کوفی، وفات ۲۰۳ھ۔

۶۱۔ حافظ زید بن حباب ابو حسین خراسانی کوفی، وفات ۲۰۳ھ۔

۶۲۔ امام شافعیہ، ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی، وفات ۲۰۴ھ۔

۶۳۔ حافظ ابو عمرو شبابہ بن سوار فزاری مدائنی، وفات ۲۰۶ھ۔

۶۴۔ محمد بن خالد حنفی بصری۔

۶۵۔ حافظ خلف بن تمیم کوفی، ابو عبد الرحمن نزیل مصیصہ وفات ۲۰۶ھ یا ۲۱۳ھ

۶۶۔ حافظ اسود بن عامر ابو عبدالرحمن، شاذان شامی، نزیل بغداد، وفات ۲۰۸ھ۔

۶۷۔ حسین بن حسن اشقر فزاری کوفی، ابو عبداللہ، وفات ۲۰۸ھ۔

۶۸۔ حافظ حفص بن عبداللہ بن راشد، ابو عمرو سلمی، قاضی نیشاپوری، وفات ۲۰۹ھ

۶۹۔ حافظ عبد الرزاق بن ہمام، ابو بکر صنعانی، وفات ۲۱۱ھ اور ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے۔

۷۰۔ حسن بن عطیہ بن نجیح قرشی کوفی، ابو علی بزار، وفات ۲۱۲ھ۔

۷۱۔ عبد اللہ بن یزید علوی، آل عمر کے غلام، کنیت، ابو عبد الرحمن مقری قصیر، نزیل مکہ، وفات ۲۱۲ یا ۲۱۳ھ جبکہ ان کی عمر ۱۰۰ سال تھی۔

۷۲۔ حافظ حسین بن محمد بن بہرام ابو محمد تمیمی مرورودی، نزیل بغداد، وفات ۲۱۳ یا ۲۱۴ھ۔

۷۳۔ حافظ ابو محمد عبید اللہ بن موسیٰ عبسی کوفی، وفات ۲۱۳ھ، صاحب "مسند"۔

۷۴۔ علی بن قادم خزاعی کوفی، کنیت، ابو الحسن، وفات ۲۱۳ھ۔

۷۵۔ محمد بن سلیمان بن ابی داؤد حرانی، ابو عبد اللہ، "بومہ" کے نام سے مشہور تھے ۲۱۳ھ میں رحلت کی۔

۷۶۔ عبداللہ بن داؤد بن عامر ہمدانی، ابو عبدالرحمن کوفی، خُرَیبی کے نام سے مشہور تھے جو بصرہ میں ایک محلہ ہے ۲۱۳ھ میں وفات پائی۔

۷۷۔ حافظ عبد الرحمن علی بن حسن بن دینار عبدی مروزی وفات ۲۱۵ھ۔

۷۸۔ حافظ یحییٰ بن حماد شیبانی بصری، وفات ۲۱۵ھ۔

۷۹۔ حافظ حجاج بن منہال سلمی، ابو محمد انماطی بصری، وفات ۲۱۷ھ۔

۸۰۔ ابو نعیم حافظ فضل بن دکین کوفی، وفات ۲۱۸ یا ۲۱۹ھ۔

۸۱۔ حافظ عفان بن مسلم، ابو عثمان صفار انصاری بصری بغدادی، وفات ۲۱۹ھ

۸۲۔ حافظ علی بن عیاش بن مسلم بانی، ابو الحسن حمصی، وفات ۲۱۹ھ

۸۳۔ حافظ مالک بن اسماعیل بن درہم، ابو غسان نہدی کوفی، وفات ۲۱۹ھ۔

۸۴۔ حافظ قاسم بن سلام، ابو عبید ہروی وفات مکہ میں، ۲۲۳ یا ۲۲۴ھ۔

۸۵۔ ابو عبداللہ محمد بن کثیر عبدی بصری، برادر سلیمان بن کثیر وفات ۲۲۳ھ، عمر سو سال۔

۸۶۔ موسیٰ بن اسماعیل منقری بصری، وفات ۲۲۳ھ

۸۷۔ قیس بن حفص بن قعقاع، ابو محمد، وفات ۲۲۷ھ۔

۸۸۔ ابو عثمان، حافظ سعید بن منصور بن شعبہ نسائی خراسانی، نزیل مکہ، وفات ۲۲۶ھ۔

۸۹۔ حافظ ابو زکریا یحیی بن عبد الحمید حمانی کوفی، وفات ۲۲۸ھ۔

۹۰۔ حافظ ابو اسحاق ابراہیم بن حجاج بن زید سامی بصری، وفات ۲۳۱ھ یا ۲۳۳ھ۔

۹۱۔ حافظ علی بن حکیم بن ذبیان کوفی اودی، وفات ۲۳۱ھ۔

۹۲۔ حافظ خلف بن سالم مہلبی مخرمی بغدادی، وفات ۲۳۱ھ۔

۹۳۔ حافظ ابو الحسن علی بن محمد طنافسی کوفی، نزیل ری، وفات ۲۳۳ھ یا ۲۳۵ھ۔

۹۴۔ حافظ ابو خالد ہدبہ بن خالد قیسی بصری، وفات ۲۳۵ھ۔

۹۵۔ حافظ ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی کوفی وفات ۲۳۵ھ۔

۹۶۔ حافظ ابو سعید عبیداللہ بن عمر جشمی قواریری بصری وفات ۲۳۵ھ۔

۹۷۔ حافظ ابو جعفر احمد بن عمر بن حفص جلاب وکیعی کوفی، نزیل بغداد، وفات ۲۳۵ھ۔

۹۸۔ حافظ ابو اسحاق ابراہیم بن منذر بن عبد اللہ حزامی مدنی، وفات ۲۳۶ھ۔

۹۹۔ ابو سعید یحیی بن سلیمان کوفی جعفی مقری، وفات ۲۳۷ھ۔

۱۰۰۔ حافظ ابن راہویہ اسحاق بن ابراہیم حنظلی مروزی، وفات ۲۳۷ھ۔

۱۰۱۔ حافظ ابو الحسن عثمان بن محمد بن ابی شیبہ عبسی کوفی، صاحب مسند و تفسیر، وفات ۲۳۹ھ۔

۱۰۲۔ حافظ ابو رجاء قتیبہ بن سعید بن جمیل بغلانی (بغلان بلخ میں ایک گاؤں ہے) ثقفی وفات ۲۴۰ھ عمر ۹۲ سال۔

۱۰۳۔ امام حنابلہ ابو عبداللہ احمد بن حنبل۔

۱۰۴۔ حافظ ابو یوسف یعقوب بن حمید بن کاسب مدنی وفات ۲۴۱ھ۔

۱۰۵۔ حافظ ابو علی حسن بن حماد بن کسیب سجادۃ بغدادی، وفات ۲۴۱ھ۔

۱۰۶۔ حافظ ابو موسیٰ، ہارون بن عبداللہ بن مروان بزاز معروف بہ حمال، وفات ۲۴۳ھ۔

۱۰۷۔ حسین بن حریث مروزی، وفات بمقام قصر لصوص ۲۴۴ھ۔

۱۰۸۔ بلال بن بشر بن محبوب، ابو الحسن بصری احدب، وفات ۲۴۶ھ۔

۱۰۹۔ ابو الجوزاء احمد بن عثمان بصری، وفات ۲۴۶ھ۔

۱۱۰۔ حافظ ابو کریب محمد بن علاء ہمدانی کوفی، وفات ۲۴۸ھ۔

۱۱۱۔ ابو یعقوب، یوسف بن عیسیٰ بن دینار زہری مروزی، وفات ۲۴۹ھ

۱۱۲۔ ابو عمرو، نصر بن علی بن نصر جہضمی بصری، وفات ۲۵۱ھ۔

۱۱۳۔ حافظ ابو بکر محمد بن بشار عبدی بصری جو بندار کے نام سے مشہور تھے، وفات ۲۵۲ھ۔

۱۱۴۔ حافظ ابو موسیٰ محمد بن مثنیٰ عنزی بصری، وفات ۲۵۲ھ۔

۱۱۵۔ حافظ ابو یعقوب یوسف بن موسیٰ قطان کوفی، وفات ۲۵۳ھ۔

۱۱۶۔ حافظ ابو یحییٰ محمد بن عبدالرحیم بغدادی بزاز، صاعقہ کے نام سے مشہور، وفات ۲۵۵ھ ولادت ۱۸۵ھ۔

۱۱۷۔ محمد بن عبد اللہ (نمبر ۱۱ میں عبداللہ کا ذکر آچکا ہے) صدوی مقسری، وفات ۲۵۶ھ۔

۱۱۸۔ حافظ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صاحب (صحیح بخاری) جو مشہور و معروف ہے اور صحاح ستہ میں سے ایک ہے۔ وفات ۲۵۶ھ۔ ۱۱۹۔ حافظ ابو علی

حسن بن عرفہ بن یزید عبدی بغدادی، وفات ۲۵۷ھ بمقام سامرا ۱۱۰ سال کی عمر پائی۔

۱۲۰۔ حافظ ابو سعد اشج عبداللہ بن سعید کندی کوفی صاحب تفسیر و تصانیف، وفات ۲۵۷ھ۔

۱۲۱۔ حافظ محمد بن یحیی بن عبداللہ نیشاپوری ذہلی، (ذہل کے غلام) زہری (جامع الزہریات، احادیث الزہری) وفات ۲۵۸ھ۔

۱۲۲۔ حافظ ابو محمد حجاج بن یوسف ثقفی بغدادی، شہرت ابن شاعر، وفات ۲۵۹ھ۔

۱۲۳۔ ابو عبداللہ احمد بن عثمان بن حکیم اودی وفات ۲۶۱ یا ۲۶۴ھ۔

۱۲۴۔ حافظ ابو زید، عمر بن شبہ نمیر بصری اخباری، وفات ۲۶۴ھ۔

۱۲۵۔ حافظ ابو الحسن ہمدانی احمد بن یوسف بن حاتم سلمی نیشاپوری وفات ۲۶۴ھ۔

۱۲۶۔ حافظ ابو زرعہ عبید اللہ بن عبد الکریم مخزومی رازی، وفات ۲۶۳ یا ۲۶۸ھ۔

۱۲۷۔ حافظ ابو بکر احمد بن منصور بن سیار بغدادی، صاحب المسند، وفات ۲۶۵ھ عمر ۸۳ سال۔

۱۲۸۔ حافظ ابو بشر اسماعیل بن عبداللہ بن مسعود عبدی اصفہانی شہرت سمویہ وفات ۲۶۷ھ۔

۱۲۹۔ حافظ ابو محمد حسن بن علی بن عفان عامری کوفی، وفات ۲۷۰ھ۔

۱۳۰۔ حافظ ابو جعفر محمد بن عوف بن سفیان طائی حمصی وفات ۲۷۳ھ۔

۱۳۱۔ حافظ ابو داؤد سلیمان بن سیف بن یحیی طائی حرانی وفات ۲۷۳ھ۔

۱۳۲۔ حافظ ابو عبداللہ بن ماجہ محمد بن یزید قزوینی، صاحب السنن، وفات ۲۷۳ھ۔

۱۳۳۔ حافظ ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری[۲] بغدادی، وفات ۲۷۶ھ۔

۱۳۴۔ حافظ ابو قلابہ عبدالملک بن محمد رقاشی زاہد، محدث بصرۃ، وفات ۲۷۶ھ

ولادت ۱۹۰ھ۔

۱۳۵۔ حافظ احمد بن حازم غفاری کوفی شہرت ابن عزیزہ، وفات ۲۷۶ھ صاحب مسند

۱۳۶۔ حافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی وفات ۲۷۹ھ صحاح ستہ لکھنے والوں میں سے ایک ہیں۔

۱۳۷۔ حافظ احمد بن یحییٰ بلاذری وفات ۲۷۹ھ۔

۱۳۸۔ حافظ ابو اسحاق ابراہیم بن حسین کسائی شہرت ابن دیزیل، وفات ۲۸۰ یا ۲۸۱ھ۔

۱۳۹۔ حافظ ابو بکر شیبانی احمد بن عمرو، عرف ابن ابی عاصم، وفات ۲۸۷ھ۔

۱۴۰۔ حافظ ابو عبدالرحمن زکریا بن یحییٰ بن ایاس سجزی [۲] نزیل دمشق، عرف، خیاط السنۃ، وفات ۲۸۹ھ عمر ۹۴ سال۔

۱۴۱۔ حافظ ابو عبدالرحمن عبداللہ بن احمد بن حنبل شیبانی، وفات ۲۹۰ھ۔

۱۴۲۔ حافظ ابو بکر احمد بن عمرو بزار بصری، وفات ۲۹۲ھ صاحب "المسند المعلل"۔

۱۴۳۔ حافظ ابراہیم بن عبداللہ بن مسلم کجی بصری، صاحب السنن، وفات ۲۹۲ھ۔

۱۴۴۔ حافظ صالح بن محمد بن عمرو بغدادی لقب جزرۃ، وفات ۲۹۳ یا ۲۹۴ھ۔

۱۴۵۔ حافظ ابو جعفر محمد بن عثمان بن ابی شیبہ عبسی کوفی، وفات ۲۹۷ھ۔

۱۴۶۔ قاضی علی بن محمد مصیصی شیخ الحافظ نسائی۔

۱۴۷۔ ابراہیم بن یونس بن محمد مودب بغدادی، نزیل طرطوس، لقب حرمی۔

۱۴۸۔ ابوہریرہ محمد بن ایوب واسطی۔

د۔ چوتھی صدی ہجری کے راویان حدیث غدیر

۱۴۹۔ حافظ عبداللہ بن صقر بن نصر کنیت، ابو العباس شکری بغدادی، وفات ۳۰۳ھ
۱۵۰۔ حافظ ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی، صاحب سنن، وفات ۳۰۳ عمر ۸۸ سال۔

۱۵۱۔ حافظ حسن بن سفیان عامر، کنیت ابو عباس شیبانی نسوی بالوزی[۴]، صاحب المسند الکبیر وفات ۳۰۳ھ۔

۱۵۲۔ حافظ احمد بن علی موصلی، کنیت ابو یعلی، صاحب "مسند کبیر" وفات ۳۰۷ھ۔

۱۵۳۔ حافظ محمد بن جریر طبری، کنیت ابو جعفر، صاحب تفسیر و تاریخ کہ دونوں مشہور ہیں وفات ۳۱۰ھ غدیر کے بارے میں انھوں نے الگ ایک کتاب لکھی ہے۔

۱۵۴۔ ابو جعفر احمد بن محمد ضبعی، احول، وفات ۳۱۱ھ۔

۱۵۵۔ حافظ محمد بن جمعہ بن خلف قہستانی، کنیت ابو قریش صاحب "مسند کبیر" وفات ۳۱۳ھ۔

۱۵۶۔ حافظ عبداللہ بن محمد بغوی، کنیت ابو القاسم وفات ۳۱۷ھ۔

۱۵۷۔ ابو بشر محمد بن احمد دولابی[۵] ولادت ۲۲۴ھ وفات ۳۲۰ھ۔

۱۵۸۔ احمد بن عبداللہ بن احمد بزاز کنیت ابو جعفر عرف ابن تیری، ولادت ۲۳۲ھ وفات ۳۲۰ھ۔

۱۵۹۔ حافظ ابو جعفر احمد بن محمد ازدی طحاوی[۶] حنفی مصری ولادت ۲۲۹ھ وفات ۳۲۱ھ۔

۱۶۰۔ ابراہیم بن عبدالصمد بن موسی ہاشمی، کنیت ابو اسحاق، وفات ۳۲۵ھ۔

۱۶۱۔ حافظ حکیم محمد بن علی ترمذی صوفی شافعی، صاحب "کتاب الفروق" اور "نوادر الاصول"۔

۱۶۲۔ حافظ بن حافظ عبدالرحمن بن ابی حاتم محمد بن ادریس تمیمی حنظلی رازی، وفات ۳۲۷ھ۔

۱۶۳۔ احمد بن عبد ربہ قرطبی کنیت ابو عمر، وفات ۳۲۸ھ۔

۱۶۴۔ فقیہ ابو عبداللہ حسین بن اسماعیل بن سعید محاملی ضبی، وفات ۳۳۰ھ عمر ۹۵ سال۔

۱۶۵۔ حبشون بن موسی بن ایوب خلال کنیت ابو نصر وفات ۳۳۱ھ، ۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے تھے۔

۱۶۶۔ حافظ ابو عباس احمد بن عقدہ وفات ۳۳۳ھ حدیث غدیر کے بارے میں مستقل ایک کتاب لکھی ہے۔

۱۶۷۔ محمد بن علی بن خلف عطار کوفی، کنیت ابو عبداللہ نزیل بغداد۔

۱۶۸۔ حافظ هیثم بن کلیب کنیت ابو سعید شاشی وفات ۳۳۵ھ صاحب مسند کبیر۔

۱۶۹۔ حافظ محمد بن صالح بن ہانی کنیت ابو جعفر وراق نیشاپوری وفات ۳۴۰ھ۔

۱۷۰۔ حافظ ابو عبداللہ محمد بن یعقوب بن یوسف شیبانی نیشاپوری، عرف ابن اخرم ولادت ۲۵۰ھ وفات ۳۴۴ھ صاحب مسند کبیر۔

۱۷۱۔ حافظ یحیی بن محمد بن عبداللہ کنیت ابو زکریا ضبری بغیانی وفات ۳۴۴ھ عمر ۶۷ سال۔

۱۷۲۔ المسعودی، علی بن حسین بغدادی مصری وفات ۳۴۶ھ۔

۱۷۳۔ محمد بن تمیم خیاط قنطری، کنیت ابو حسین بردان کے پل سے اترا کرتے تھے، ولادت ۲۵۹ھ وفات ۳۴۰ھ۔

۱۷۴۔ حافظ جعفر بن محمد بن نصیر، کنیت ابو محمد خواص عرف خلدی وفات ۳۴۷ھ

۱۷۵۔ محمد بن علی شیبانی کوفی کنیت ابو جعفر۔

۱۷۶۔ حافظ دعلج بن احمد بن دعلج بن عبدالرحمن کنیت ابو محمد سجستانی، معدل، وفات ۳۵۱ھ۔

۱۷۷۔ محمد بن حسن بن محمد نقاش مفسر موصلی بغدادی کنیت ابو بکر وفات ۳۵۱ھ۔

۱۷۸۔ حافظ محمد بن عبداللہ شافعی بزاز بغدادی وفات ۳۵۴ھ ولادت ۲۶۰ھ

۱۷۹۔ حافظ ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد تمیمی بستی، وفات ۳۵۴ھ۔

۱۸۰۔ حافظ سلیمان بن احمد بن ایوب لخمی کنیت ابو القاسم طبرانی ولادت ۲۶۰ھ وفات ۳۶۰ھ۔

۱۸۱۔ احمد بن جعفر بن محمد بن سلم کنیت ابو بکر حنبلی صاحب مسند کبیر، وفات ۳۶۵ھ۔

۱۸۲۔ احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک قطیعی[۷] کنیت ابو بکر وفات ۳۶۷ھ عمر ۹۲ سال۔

۱۸۳۔ زبیر بن عبداللہ[۸] بن موسی بن یوسف بغدادی توزی[۹] کنیت ابو یعلی، نزیل نیشاپور وفات ۳۷۰ھ۔

۱۸۴۔ محمد بن احمد بن بالویہ نیشاپوری کنیت ابو یعلی ابو بکر معدل وفات ۳۷۴ھ عمر ۹۳ سال۔

۱۸۵۔ حافظ علی بن عمر بن احمد دار قطنی وفات ۳۸۵ھ۔

۱۸۶۔ حافظ حسن بن ابراہیم بن حسین کنیت ابو محمد مصری شہرت ابن زولاق وفات ۳۸۷ھ عمر ۸۱ سال۔

۱۸۷۔ حافظ عبیداللہ بن محمد عکبری کنیت ابو عبداللہ بطی حنبلی شہرت ابن بطہ

وفات ۳۸۷ھ۔

۱۸۸۔ حافظ محمد بن عبدالرحمن بن عباس ذہبی کنیت ابو طاہر شہرت مخلص وفات ۳۸۸ھ۔

۱۸۹۔ حافظ احمد بن سہل فقیہ بخاری حاکم کے استاد صاحب مستدرک۔

۱۹۰۔ عباس بن علی بن عباس نسائی۔

۱۹۱۔ یحیی بن محمد اخباری کنیت ابو عمر بغدادی۔

ھ:۔ پانچویں صدی ہجری کے راویان حدیث غدیر

۱۹۲۔ حکم قاضی محمد بن طیب بن محمد، کنیت ابو بکر باقلانی وفات ۴۰۳ھ۔

۱۹۳۔ حافظ محمد بن عبداللہ بن محمد کنیت ابو عبداللہ حاکم ضبی، عرف ابن بیع نیشاپوری وفات ۴۰۵ھ ولادت ۳۲۱ھ صاحب "مستدرک علی الصحیحین"۔

۱۹۴۔ احمد بن محمد بن موسی بن قاسم بن صلت کنیت ابو الحسن مجبر بغدادی وفات ۴۰۵ھ۔

۱۹۵۔ حافظ عبدالملک بن ابی عثمان کنیت ابو سعید نیشاپوری شہرت خرکوشی وفات ۴۰۶ھ۔

۱۹۶۔ حافظ احمد بن عبدالرحمن بن احمد کنیت ابو بکر فارسی شیرازی وفات ۴۰۷ یا ۴۱۱ھ۔

۱۹۷۔ حافظ محمد بن احمد بن محمد بن سہل کنیت ابی الفتح ابن ابی الفوارس سہل ان کے دادا تھے جن کی کنیت ابی الفوارس تھی، ولادت ۳۳۸ھ وفات ۴۱۲ھ۔

۱۹۸۔ حافظ احمد بن موسی بن مردویہ اصبہانی کنیت ابو بکر وفات ۴۱۰ھ۔

۱۹۹۔ احمد بن محمد بن یعقوب کنیت ابو علی لقب مسکویہ صاحب کتاب " تجارب "
وفات ۴۲۱ھ۔

۲۰۰۔ قاضی احمد بن حسین بن احمد، کنیت ابو الحسن عرفیت ابن سماک بغدادی
وفات ۴۲۴ھ عمر ۹۵ سال۔

۲۰۱۔ احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی نیشاپوری کنیت ابو اسحاق مشہور مفسر وفات
۴۲۷ھ یا ۴۳۷ھ۔

۲۰۲۔ عبداللہ بن علی بن محمد بن بشران کنیت ابو محمد ولادت ۳۵۵ھ وفات ۴۳۹ھ شیخ
خطیب بغدادی۔

۲۰۳۔ عبدالملک بن محمد بن اسماعیل ثعالبی نیشاپوری کنیت ابو منصور
وفات ۴۲۹ھ صاحب "یتیمۃ الدھر"۔

۲۰۴۔ حافظ احمد بن عبداللہ کنیت ابو نعیم اصبہانی ولادت ۳۳۶ھ وفات ۴۳۰ھ۔

۲۰۵۔ حسن بن علی بن محمد تمیمی واعظ کنیت ابو علی عرفیت ابن مذہب وفات ۴۴۴
ہجری عمر ۹۸ سال

۲۰۶۔ حافظ اسماعیل بن علی بن حسین کنیت، ابو سعید رازی، معروف ابن سمان،
وفات ۴۴۵ھ۔

۲۰۷۔ حافظ احمد بن حسین بن علی، کنیت ابو بکر بیہقی، وفات ۴۵۸ھ عمر ۷۴ سال

۲۰۸۔ حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبد البر نمری قرطبی، ولادت ۳۶۸
ہجری وفات ۴۶۳ھ صاحب "الاستیعاب"۔

۲۰۹۔ حافظ احمد بن علی بن ثابت، کنیت ابو بکر، خطیب بغدادی، وفات ۴۶۳ھ۔

۲۱۰۔ مفسر کبیر ابو الحسن بن احمد بن محمد بن علی بن متویہ واحدی نیشاپوری، وفات

۴۶۸ھ۔

۲۱۱۔ حافظ مسعود بن ناصر بن عبداللہ بن احمد، کنیت ابو سعید سجزیؒ، وفات ۴۷۷ھ انہوں نے غدیر کے بارے میں مستقل ایک کتاب لکھی ہے۔

۲۱۲۔ علی بن محمد جلابی شافعی، کنیت ابو الحسن، معروف بہ ابن مغازلی، وفات ۴۸۳ھ صاحب کتاب "المناقب"۔

۲۱۳۔ علی بن حسن بن حسین قاضی خلعی، کنیت ابو الحسن موصلی الاصل مصری الدار، ولادت بمقام مصر ۴۰۵ھ، وفات ۴۹۲ھ۔

۲۱۴۔ حافظ عبید اللہ بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن حسکان، کنیت ابو القاسم حاکم نیشاپوری حنفی، شہرت ابن حداد حسکانی، وفات ۴۹۰ھ کے بعد، غدیر کے بارے میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

۲۱۵۔ ابو الحسن احمد بن محمد بن علی عاصمی، مؤلف "زین الفتی فی شرح سورۃ ھل اتی"۔

و:۔ چھٹی صدی ہجری کے راویان حدیث غدیر

۲۱۶۔ حافظ محمد بن محمد طوسی غزالی، کنیت ابو حامد شہرت، حجۃ الاسلام، وفات ۵۰۵ھ۔

۲۱۷۔ حافظ ابو الغنائم محمد بن علی کوفی نرسیؒ ولادت ۴۲۴ھ وفات ۵۱۰ھ۔

۲۱۸۔ حافظ یحیی بن عبدالوہاب ابو زکریا اصبہانی مشہور ابن مندہ وفات ۵۱۲ھ۔

۲۱۹۔ حافظ حسین بن مسعود، ابو محمد فراء، بغوی شافعی، وفات ۵۱۶ھ۔

۲۲۰۔ ھبۃ اللہ بن محمد بن عبد الواحد شیبانی، ابو القاسم، وفات ۵۲۵ھ عمر ۹۳ سال۔

۲۲۱۔ ابن زاغونی علی بن عبداللہ بن نصر بن سریؒ زاغونیؒ، وفات ۵۲۷ھ۔

۲۲۲۔ رزین بن معاویہ عبدری اندلسی، ابو الحسن، وفات ۵۳۵ھ۔

۲۲۳۔ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری[۱۰] ابو القاسم وفات ۵۳۸ھ۔

۲۲۴۔ حافظ قاضی عیاض بن موسیٰ یحصبی سبتی، وفات ۵۴۴ھ۔

۲۲۵۔ محمد بن ابی القاسم عبد الکریم شہرستانی، شافعی، ابو الفتح، مذہب اشعری کا عالم علم کلام، وفات ۵۴۸ھ۔

۲۲۶۔ محمد بن علی بن ابراہیم نطنزی، ابو الفتح ولادت ۴۸۰ھ وفات کی تاریخ کا علم نہیں ہوسکا۔

۲۲۷۔ حافظ ابو سعد عبد الکریم بن احمد سمعانی شافعی، ولادت ۵۰۶ھ وفات ۵۶۲ھ یا ۵۶۳ھ صاحب "الانساب" اور "فضائل الصحابۃ"۔

۲۲۸۔ یحییٰ بن سعدون بن تمام ازدی قرطبی، ابو بکر، لقب سابق الدین، ولادت ۴۸۶ یا ۴۸۷ھ وفات ۵۶۷ھ صاحب تفسیر کبیر۔

۲۲۹۔ موفق بن احمد ابو مؤید اخطب الخطباء خوارزمی، وفات ۵۶۸ھ[۱۱]۔

۲۳۰۔ عمر بن محمد بن خضر اردبیلی معروف بہ ملا صاحب "وسیلۃ المتعبدین"۔

۲۳۱۔ حافظ علی بن حسن بن ھبۃ اللہ، ابو القاسم دمشقی شافعی، لقب ثقۃ الدین، شہرت ابن عساکر، وفات ۵۷۱ھ صاحب "تاریخ کبیر" جو اب بھی مشہور ہے۔

۲۳۲۔ حافظ محمد بن ابی بکر عمر بن ابی عیسیٰ احمد ابو موسیٰ مدینی اصبہانی[۲] شافعی ولادت ۵۰۱ھ وفات ۵۸۱ھ۔

۲۳۳۔ حافظ محمد بن موسیٰ بن عثمان ابو بکر حازمی، اپنے دادا حازم کی طرف نسبت ہے ہمدانی شافعی ولادت ۵۴۸ھ وفات ۵۸۴ھ۔

۲۳۴۔ حافظ عبد الرحمن بن علی بن محمد ابو الفرج ابن جوزی بکری بغدادی حنبلی

وفات ۵۹۷ھ۔

۲۳۵۔ فقیہ اسعد بن ابی فضائل محمود بن خلف عجلی، ابو الفتوح، ابو الفتح بھی کہا جاتا ہے شافعی اصبہانی، وفات ۶۰۰ھ عمر ۸۵ سال۔

ز۔ ساتویں صدی ہجری کے راویان حدیث غدیر

۲۳۶۔ محمد بن عمر بن حسن فخر الدین رازی شافعی ابو عبداللہ، وفات ۶۰۶ھ مشہور "تفسیر کبیر" کے مؤلف۔

۲۳۷۔ مبارک بن محمد بن عبدالکریم بن اثیر جزری ابو السعادات شافعی، وفات ۶۰۶ھ صاحب نہایہ اور "جامع الاصول"۔

۲۳۸۔ یوسف بن محمد بلوی مالکی، ابو الحجاج، شہرت ابن شیخ وفات تقریباً ۶۲۵ھ مولف "الف با"۔

۲۳۹۔ تاج الدین زید بن حسن بن زید کندی ابو الیمن پیدائش اور تربیت بغداد میں ہوئی وفات ۶۱۳ھ۔

۲۴۰۔ شیخ علی بن حمید قرشی، وفات ۶۲۱ھ۔

۲۴۱۔ یاقوت بن عبداللہ اصل کے اعتبار سے رومی۔ ولادت کے اعتبار سے حموی اور سکونت کے اعتبار سے بغدادی، ابو عبداللہ، وفات ۶۲۶ھ صاحب "معجم البلدان" و "معجم الادباء" ہے۔

۲۴۲۔ حافظ ابو الحسن علی بن محمد شیبانی، معروف بن ابن اثیر جزری [۳] وفات ۶۳۰ھ صاحب "الکامل" و "اسد الغابۃ"۔

۲۴۳۔ حنبل بن عبداللہ بن فرج بغدادی رصافی وفات ۶۳۰ عمر ۹۰ سال۔

۲۴۴ ۔ حافظ ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد ابو عبداللہ مقدسی دمشقی حنبلی ولادت ۵۶۹ھ وفات ۶۴۳ھ۔

۲۴۵ ۔ محمد بن طلحہ قرشی نصیبی شافعی ابو سالم[4] وفات ۶۵۲ھ۔

۲۴۶ ۔ یوسف امیر حسام الدین قزاؤغلی[5] ابن عبداللہ بغدادی حنفی، ابو مظفر، وفات ۶۵۴ھ سبط حافظ ابن جوزی حنبلی۔

۲۴۷ ۔ عزالدین عبدالحمید بن ھبۃ اللہ مدائنی، شہرت، ابن ابی الحدید معتزلی، وفات ۶۵۵ھ مولف "شرح نہج البلاغہ" جو اس وقت بھی موجود ہے۔

۲۴۸ ۔ حافظ ابو عبداللہ محمد بن یوسف گنجی شافعی وفات ۶۵۸ھ صاحب کتاب "کفایۃ الطالب"۔

۲۴۹ ۔ حافظ ابو محمد عبدالرزاق بن عبداللہ بن ابی بکر عزالدین رسعنی حنبلی وفات ۶۶۱ھ

۲۵۰ ۔ فضل اللہ بن ابی سعید حسن شافعی تورپشتی، گمان کیا جاتا ہے کہ ۶۶۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

۲۵۱ ۔ حافظ محی الدین یحیٰ بن شرف بن حسن ابو زکریا نووی[6] دمشقی شافعی وفات ۶۷۶ھ۔

۲۵۲ ۔ شیخ مجد الدین عبداللہ بن محمود بن مورود حنفی موصلی ولادت ۵۹۹ھ وفات ۶۸۳ھ۔

۲۵۳ ۔ قاضی ناصرالدین عبداللہ عمر، ابو الخیر بیضاوی شافعی، وفات ۶۸۵ھ۔

۲۵۴ ۔ حافظ احمد بن عبداللہ فقیہ حرم، محب الدین، ابو العباس، طبری مکی شافعی، وفات ۶۹۴ھ۔

۲۵۵۔ ابراہیم بن عبداللہ وصابی یمنی شافعی، مؤلف کتاب "الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء"۔

۲۵۶۔ سعید الدین محمد بن احمد فرغانی، شارح "قصیدۃ تائیہ" جو ابن فارض کا ہے وفات تقریباً ۷۰۰ھ ذہبی نے ان کی وفات کی تاریخ ۶۹۹ھ بتائی ہے۔

ح:۔ آٹھویں صدی ہجری کے راویان حدیث غدیر

۲۵۷۔ شیخ الاسلام، ابو اسحاق، ابراہیم بن سعد الدین محمد بن مؤید حمویہ خراسانی جوینی وفات ۷۲۲ھ عمر ۷۸ سال۔

۲۵۸۔ علاء الدین احمد بن محمد بن احمد سمنانی ولادت ۶۵۹ھ وفات ۷۳۵ھ یا ۷۳۶ھ۔

۲۵۹۔ حافظ یوسف بن عبدالرحمن بن یوسف بن عبدالرحمن بن یوسف دمشقی، ابو حجاج مزی[۱۷] شافعی، وفات ۷۴۲ھ۔

۲۶۰۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی شافعی، وفات ۷۴۸ھ انہوں نے حدیث غدیر کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے۔

۲۶۱۔ نظام الدین حسن بن محمد قمی نیشاپوری صاحب، تفسیر کبیر بنام "غرائب القرآن"۔

۲۶۲۔ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب عمری تبریزی، مؤلف "مشکات المصابیح" ۷۳۷ھ۔

۲۶۳۔ تاج الدین احمد بن عبد القادر بن مکتوم ابو محمد، قیسی حنفی نحوی، وفات ۷۴۹ھ۔

۲۶۴۔ زین الدین عمر بن مظفر بن عمر المعری حلبی شافعی، شہرت، ابن وردی، وفات ۷۴۹ھ۔

۲۶۵۔ جمال الدین محمد بن یوسف بن حسن بن محمد زرندی مدنی حنفی، شمس الدین، وفات ۷۵۰ھ یا اس کے بعد۔

۲۶۶۔ قاضی عبدالرحمن بن احمد ایجی شافعی، وفات ۷۵۶ھ۔

۲۶۷۔ سعید الدین محمد بن مسعود بن محمد بن خواجہ مسعود کازرونی، وفات ۷۵۸ھ۔

۲۶۸۔ عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی شافعی یمنی، ثم المکی، کنیت، ابو السعادات، وفات ۷۶۸ھ۔

۲۶۹۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی قیسی دمشقی، وفات ۷۷۴ھ۔

۲۷۰۔ عمر بن حسن بن مزید بن امیلہ مراغی (۱۸) حلبی، دمشقی، مزی، کنیت ابو حفص شہرت ابن امیلہ، ولادت ۶۷۹ھ اور وفات ۷۷۸ھ۔

۲۷۱۔ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن علی ہواری مالکی شہرت ابن جابر اندلسی وفات ۷۸۰ھ آٹھویں صدی ہجری کے شاعر غدیر۔

۲۷۲۔ السید علی (۱۹) بن شہاب بن محمد ہمدانی، وفات ۷۸۶ھ۔

۲۷۳۔ حافظ شمس الدین ابو بکر محمد بن عبداللہ احمد مقدسی حنبلی "صامت" سے معروف ہیں وفات ۷۸۹ھ۔

۲۷۴۔ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبداللہ ہروی تفتازانی شافعی، وفات ۷۹۱ھ عمر تقریباً ۸۰ سال۔

ط :- نویں صدی ہجری کے راویان غدیر

۲۷۵۔ حافظ علی بن ابی بکر بن سلیمان ابو الحسن ھیثمی قاہری شافعی ولادت ۷۳۵ھ وفات ۸۰۷ھ۔

۲۷۶۔ حافظ ولی الدین عبدالرحمن بن محمد شہرت ابن خلدون، حضرمی اشبلی مالکی، ولادت ۷۳۲ھ وفات ۸۰۸ھ تاریخ میں ایک کتاب لکھی ہے جو اس وقت بھی مقبول ہے

۲۷۷۔ سید شریف جرجانی علی بن محمد بن علی، ابو الحسن، حسینی حنفی، وفات ۸۱۶ھ بمقام شیراز۔

۲۷۸۔ محمد بن محمد بن محمود حافظی بخاری، معروف، خواجہ پارسا ولادت ۷۵۶ھ وفات ۸۲۲ھ۔

۲۷۹۔ محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی ابو عبداللہ وفات ۸۲۷ یا ۸۲۸ھ۔

۲۸۰۔ شمس الدین محمد بن محمد ابو الخیر مقری شافعی معروف بابن جزری، وفات ۸۳۳ھ اس نے اپنی کتاب "اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابیطالب" میں حدیث غدیر کو اسی (۸۰) طریقوں سے نقل کیا ہے۔

۲۸۱۔ تقی الدین احمد بن علی بن عبدالقادر حسینی قاہری مقریزی حنفی وفات ۸۴۵ھ

۲۸۲۔ قاضی شہاب الدین احمد بن شمس الدین عمر دولت آبادی، وفات ۸۴۹ھ۔

۲۸۳۔ حافظ احمد بن علی بن محمد، ابو الفضل، عسقلانی مصری شافعی، معروف بابن حجر، ولادت ۷۷۳ھ وفات ۸۵۲ھ صاحب "الاصابۃ" اور "تہذیب التہذیب"۔

۲۸۴۔ نور الدین علی بن موسیٰ بن احمد غزی مکی مالکی معروف بابن صباغ، ولادت

۷۸۶ھ وفات ۸۵۵ھ۔

۲۸۵۔ محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد، قاضی القضاۃ بدر الدین، شہرت، عینی[20] حنفی ۷۶۲ھ مصر میں پیدا ہوئے اور ۸۵۵ھ میں وفات پائی۔

۲۸۶۔ نجم الدین محمد بن قاضی عبداللہ بن عبدالرحمن ازرعی (الزرعی) دمشقی شافعی معروف با بن عجلون، ولادت ۸۳۱ھ وفات ۸۷۶ھ۔

۲۸۷۔ علاء الدین علی بن محمد قوشجی[21] وفات ۸۷۹ھ۔

۲۸۸۔ عبداللہ بن احمد بن محمد، شہرت سید اصیل الدین حسینی ایجی شافعی، نزیل مکہ وفات ۸۸۳ھ۔

۲۸۹۔ محمد بن محمد بن یوسف حسینی سنوسی تلمسانی، ابو عبداللہ وفات ۸۹۵ھ۔

۲۹۰۔ فضل اللہ بن روزبہان بن فضل اللہ خنجی شیرازی شافعی، ابو الخیر، معروف بہ خواجہ ملا۔

ی:۔ دسویں صدی ہجری کے راویان حدیث غدیر

۲۹۱۔ کمال الدین حسین بن معین الدین یزدی میبذی[22] امیر المومنینؑ کی طرف منسوب دیوان کے شارح ہیں جس کو انہوں نے ۸۹۰ھ میں لکھا ان کی ایک شرح حدیث بھی ہے جو ۹۰۸ھ کی تالیف ہے۔

۲۹۲۔ حافظ جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین مصری سیوطی[23] شافعی وفات ۹۱۱ھ۔

۲۹۳۔ نور الدین علی بن عبداللہ بن احمد حسنی مدنی سمہودی شافعی وفات ۹۱۱ھ۔

۲۹۴۔ حافظ احمد بن محمد بن ابی بکر ابو العباس قسطلانی مصری شافعی، وفات ۹۲۶ھ۔

۲۹۵۔ سید عبدالوہاب بن محمد رفیع الدین احمد حسینی بخاری، وفات ۹۳۲ھ۔
۲۹۶۔ حافظ عبدالرحمن بن علی معروف بابن ربیع [۲۴] ابو محمد شیبانی شافعی، ولادت ۸۶۶ھ وفات ۹۴۴ھ۔
۲۹۷۔ حافظ شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی سعدی انصاری شافعی ولادت ۹۰۹ھ وفات مکہ مکرمہ ۹۷۴ھ۔
۲۹۸۔ متقی علی بن حسام الدین بن قاضی عبدالملک قرشی ہندی نزیل مکہ مکرمہ اور مکہ میں ہی ۹۷۵ھ میں وفات پائی بے حد قیمتی کتاب "کنزل العمال" انہی کی تصنیف ہے۔
۲۹۹۔ شمس الدین محمد بن احمد (اور شذرات میں محمد ہے) شربینی قاہری شافعی وفات ۹۷۷ھ
۳۰۰۔ ضیاء الدین ابو محمد احمد بن محمد وتری شافعی وفات مصر میں ۹۸۰ کی دہائی میں۔
۳۰۱۔ حافظ جمال الدین محمد طاہر لقب ملک المحدثین ہندی فتنی [۲۵] مقتول ۹۸۶ھ۔
۳۰۲۔ میرزا مخدوم بن عبدالباقی وفات تقریباً ۹۹۵ھ۔
۳۰۳۔ شیخ عبدالرحمن بن عبدالسلام صفوری شافعی، مولف "نزہۃ المجالس"۔
۳۰۴۔ جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ حسینی شیرازی وفات ۱۰۰۰ھ۔

ک:- گیارہوں صدی ہجری کے راویان حدیث غدیر

۳۰۵۔ علی بن سلطان محمد ہروی معروف بہ قاری حنفی نزیل مکہ مکرمہ وفات ۱۰۱۴ھ۔
۳۰۶۔ احمد چلپی ابن یوسف بن احمد ابو العباس شہرت ابن سنان قرمانی دمشقی وفات ۱۰۱۹ھ۔
۳۰۷۔ زین العابدین عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی حدادی مناوی قاہری

شافعی وفات ۱۰۳۱ھ عمر ۷۰ سال۔

۳۰۸ فقیہ شیخ بن عبداللہ بن شیخ بن عبداللہ بن شیخ بن عبدللہ عیدروس حسینی یمنی ولادت ۹۹۳ھ وفات ۱۰۴۱ھ۔

۳۰۹۔ محمود بن محمد بن علی شیخانی قادری مدنی مؤلف "الصراط السوی فی مناقب آل النبیؐ"

۳۱۰۔ نور الدین علی بن ابراہیم بن احمد حلبی قاہری شافعی وفات ۱۰۴۴ھ صاحب "سیرت نبویہ" جو مشہور ہے۔

۳۱۱۔ شیخ احمد بن فضل بن محمد باکثیر مکی شافعی وفات ۱۰۴۷ھ۔

۳۱۲۔ حسین بن امام منصور باللہ قاسم بن محمد بن علی یمنی وفات ۱۰۵۰ھ صاحب کتاب گرانقدر "غایۃ المسؤول فی علم الاصول" اور اس کی شرح "ہدایۃ العقول"۔

۳۱۳۔ شیخ احمد بن محمد بن عمر قاضی القضاۃ لقب شہاب الدین خفاجی مصری حنفی وفات ۱۰۶۹ھ وہ نوے سال سے زیادہ زندہ رہے۔

۳۱۴۔ عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری وفات ۱۰۵۲ھ۔

۳۱۵۔ محمد بن محمد مصری مؤلف "الدرر العوالی بحل الفاظ بدء الامالی"

۳۱۶۔ محمد محبوب عالم ابن صفی الدین جعفر بدر العالم، مشہور تفسیر یعنی تفسیر شاہی کے مؤلف ہیں۔

ل:۔ بارھویں صدی ہجری کے راویان حدیث غدیر

۳۱۷۔ سید محمد عبد الرسول بن عبدالسید بن عبدالرسول حسینی شافعی برزنجی ولادت ۱۰۴۰ھ وفات ۱۱۰۳ھ۔

۳۱۸۔ برہان الدین ابراہیم بن مرعی بن عطیۃ شبرخیتی مصری مالکی وفات ۱۱۰۶ھ۔

۳۱۹۔ ضیاء الدین صالح بن مہدی بن علی بن عبداللہ مقبلی(۴۶) صنعانی کی ولادت ۱۰۴۷ھ وفات مکہ میں ۱۱۰۸ھ۔

۳۲۰۔ ابراہیم بن محمد بن محمد کمال الدین حنفی معروف بابن حمزۃ حرانی دمشقی وفات ۱۱۲۰ھ۔

۳۲۱۔ محمد بن عبدالباقی بن یوسف زرقانی مصری مالکی، ابو عبداللہ، ولادت مصر میں ۱۰۵۵ھ وفات ۱۱۲۲ھ۔

۳۲۲۔ حسام الدین بن محمد بایزید سہارنپوری۔

۳۲۳۔ میرزا محمد بن معتمد خان بدخشی مولف "مفتاح النجا" اور "نزل الابرار"۔

۳۲۴۔ محمد صدر العالم مولف " المعارج العلی فی مناقب المرتضیٰ "

۳۲۵۔ حامد بن علی بن ابراہیم بن عبدالرحیم حنفی دمشقی، معروف بعمادی، ولادت دمشق ۱۱۰۳ھ وفات ۱۱۷۱ھ۔

۳۲۶۔ عبدالعزیز ابو ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم عمری دہلوی وفات ۱۱۷۱ھ۔

۳۲۷۔ محمد بن سالم بن احمد مصری حفنی(۴۷) شمس الدین شافعی ولادت ۱۱۰۱ھ وفات ۱۱۸۱ھ۔

۳۲۸۔ سید محمد بن اسماعیل بن صلاح امیر یمانی صنعانی حسینی ولادت ۱۰۵۹ھ وفات ۱۱۸۲ھ بارہویں صدی ہجری کے شعرائے غدیر میں سے ہیں۔

۳۲۹۔ شہاب الدین احمد بن عبد القادر حفظی شافعی بارہویں صدی ہجری کے شعرائے غدیر میں سے ہیں۔

م - تیرہویں صدی ہجری کے راویان حدیث غدیر

۳۳۰۔ محمد بن محمد مرتضی حسینی زبیدی حنفی، ابو الفیض ولادت ۱۱۴۵ھ وفات ۱۲۰۵ھ مولف "تاج العروس فی شرح القاموس"۔

۳۳۱۔ شیخ محمد بن علی صبان شافعی ابو العرفان، وفات ۱۲۰۶ھ۔

۳۳۲۔ رشید الدین خان دہلوی صاحب "الفتح المبین"۔

۳۳۳۔ مولوی محمد مبین لکھنوی مولف وسیلۃ النجاۃ"

۳۳۴۔ مولوی محمد سالم بخاری دہلوی مولف کتاب "اصول الایمان"

۳۳۵۔ مولوی ولی اللہ لکھنوی، صاحب کتاب "مرآۃ المؤمنین فی مناقب اہل بیت سید المرسلینؐ"

۳۳۶۔ مولوی حیدر علی فیض آبادی مولف "منتہی الکلام"

۳۳۷۔ قاضی محمد علی بن محمد شوکانی صنعانی ولادت ۱۱۷۳ھ وفات ۱۲۵۰ھ۔

۳۳۸۔ سید محمود بن عبداللہ حسینی آلوسی، شہاب الدین ابو الثناء" بغدادی شافعی ولادت کرخ ۱۲۱۷ھ وفات ۱۲۷۰ھ۔

۳۳۹۔ شیخ محمد بن درویش حوت بیروتی شافعی وفات ۱۲۷۶ھ۔

۳۴۰۔ شیخ سلیمان بن شیخ ابراہیم معروف بخواجہ کلان ابن شیخ محمد معروف بہ بابا خواجہ حسینی بلخی قندوزی حنفی، وفات قسطنطنیہ ۱۲۹۳ھ [۲۸] مولف "ینابیع المودۃ" جو مشہور و معروف کتاب ہے۔

۳۴۱۔ سید احمد بن مصطفیٰ قادین خانی مولف "ہدایۃ المرتاب فی فضائل الاصحاب"

ن :- چودہویں صدی ہجری کے راویان حدیث غدیر

۳۴۲۔ سید احمد زینی بن احمد دحلان مکی شافعی، ولادت مکہ مکرمہ ۱۲۳۲ھ وفات مدینہ منورہ ۱۳۰۴ھ۔

۳۴۳۔ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی بیروتی مؤلف "منتخب الصحیحین من کلام سید الکونین"

۳۴۴۔ سید مؤمن بن حسن مؤمن شبلنجی [۲۹] مؤلف "نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار" ولادت ۱۲۵۰ھ سے کچھ زیادہ، اور ان کی تاریخ وفات کا علم نہیں ہو سکا۔

۳۴۵۔ شیخ محمد عبدہ بن حسن خیر اللہ مصری وفات ۱۳۲۳ھ۔

۳۴۶۔ سید عبد الحمید بن سعید محمود آلوسی بغدادی شافعی ضریر [۳۰] ولادت ۱۲۳۲ھ وفات ۱۳۲۴ھ مؤلف " نثر اللآلی فی شرح نظم الامالی"

۳۴۷۔ شیخ محمد حبیب اللہ بن عبد اللہ نسب سے یوسفی ہجرت کے لحاظ سے مدنی اور ملک کے لحاظ سے شنقیطی ہیں، کتاب " کفایة الطالب لمناقب علی بن ابیطالب" ان ہی کی تالیف ہے۔

۳۴۸۔ قاضی محمد بہلول بہجت افندی شافعی قاضی زنکہ زور مؤلف "تاریخ آل محمد"

۳۴۹۔ کاتب مشہور، عبد المسیح انطاکی مصری چودہویں صدی ہجری میں غدیر کے ایک شاعر۔

۳۵۰۔ ڈاکٹر احمد فرید رفاعی۔

۳۵۱۔ استاد احمد زکی عدوی مصری دار الکتب میں شعبہ تصحیح کے صدر۔

۳۵۲۔ استاد احمد نسیم مصری، دار الکتب مصری کے شعبہ ادب کے رکن۔

۳۵۳۔ استاد حسین علی اعظمی بغدادی، مدیر دانشکدۂ حقوق بغداد شاعر غدیر[۳۱]۔

۳۵۴۔ سید علی جلال الدین حسینی مصری۔

۳۵۵۔ استاد محمد محمود رافعی مصری "ہاشمیات" کمیت کے شارح۔

۳۵۶۔ استاد محمد شاکر خیاط نابلسی ازہری مصری، "ہاشمیات" کمیت کے شارح۔

۳۵۷۔ استاد عبدالفتاح عبدالمقصود مصری صاحب کتاب "الامام علیؑ"[۳۲]۔

۳۵۸۔ استاد شیخ محمد سعید دصدوح حلب کے ایک امام جماعت[۳۳]۔

۳۵۹۔ استاد صفا خلوصی، نزیل لندن، وہیں کے ایک جامعہ میں پڑھے اور وہیں استاد ہو گئے[۳۴]۔

۳۶۰۔ حافظ مجتہد ناصر السنۃ شہاب الدین ابی الفیض احمد بن محمد بن صدیق گرانقدر تالیفات کے مالک۔

حدیث غدیر کو انہوں نے اپنی کتاب میں کثیر حفاظ سے ان کی اسانید کے ساتھ ۵۴ صحابیوں کے ذریعہ نقل کیا ہے[۳۵]۔

ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید[۳۶]۔

حوالہ جات

۱۔ خلاصہ اور دوسری کتب میں یہی ہے جبکہ تقریب میں ذبید ہے۔

۲۔ دینور ابن خلکان کے بقول کرمانشاہ کے نزدیک ایک شہر ہے۔

۳۔ سجستان کا نام ہے۔

۴۔ بالوز، نسا کا ایک گاؤں ہے جو وہاں سے تین یا چار فرسخ کے فاصلے پر ہے (انساب سمعانی)۔

۵۔ ایک قریہ ری میں ہے۔ ایک اہواز میں اور اس نام کی ایک جگہ بغداد کے مشرق میں ہے۔

۶۔ طحاو کی طرف منسوب ہے جو مصر پر ایک گاؤں ہے اور ازد کی طرف منسوب ہے جو یمن کا ایک قبیلہ ہے۔

۷۔ بغداد کے مغربی فراز پر واقع ایک محلے، قطیعۃ الرقیق کی طرف منسوب ہے۔

۸۔ کامل میں عبدالواحد بن موسیٰ ہے اور حاکم سے منقول عبیداللہ بن موسیٰ ہے۔

۹۔ توز ایران میں کازرون کے قریب ایک شہر ہے (معجم البلدان)

۱۰۔ زمخشر خوارزم کے دیہاتوں میں سے ایک بڑا دیہات ہے۔

۱۱۔ شعرائے غدیر میں سے بھی ہیں ان کے اشعار اور حالات دورۃ الغدیر میں ملتے ہیں چھٹی صدی کے شعراء میں شمار ہوتا ہے۔

۱۲۔ شہر اصبہان کی طرف نسبت ہے جس کو سمعانی نے میں انساب میں ذکر کیا ہے۔

۱۳۔ جزیرۂ ابن عمر کی طرف منسوب ہے موصل سے اوپر ایک شہر ہے جن کے درمیان تین دن کی راہ ہے تین جانب سے دجلہ کے حصار میں ہے۔

۱۴۔ شعرائے غدیر میں سے بھی ہیں ان کے اشعار اور حالات الغدیر میں ملتے ہیں ساتویں صدی کے شعراء میں شمار ہوتا ہے۔

۱۵۔ ترکی کا لفظ ہے جس کے معنی نواسے کے ہیں۔

۱۶۔ نویٰ حوران کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے۔

۱۷۔ مزہ (بالتشدید) کی طرف نسبت ہے جو دمشق کا ایک دیہات ہے۔

۱۸۔ مراغہ کی طرف منسوب ہے جو آذربائجان میں ہے اور تبریز کا ایک گاؤں ہے۔

۱۹۔ بعض کتب سے پتا چلتا ہے کہ ان کا لقب شہاب الدین تھا۔

۲۰۔ عین تاب کی طرف نسبت ہے جو حلب سے تین منزلوں کے فاصلے پر ایک بڑا شہر ہے۔

۲۱۔ ترکی کا لفظ ہے جس کے معنی صاحب طیر کے ہیں ان کے باپ خادم الغ بیگ ہیں۔

۲۲۔ میبذ کی طرف منسوب ہے جو یزد کے ۱۰ فرسخ کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے

۲۳۔ اسیوط کی طرف نسبت ہے جو نیل کے مغرب میں ایک شہر ہے۔

۲۴۔ نوبی زبان میں اس کے معنی ابیض یعنی سفید کے ہیں۔

۲۵۔ قنن کی طرف نسبت ہے جو گجرات کا ایک شہر ہے۔

۲۶۔ یمن کے شہر کوکبان کا ایک گاؤں ہے۔

۲۷۔ حفنہ کی طرف نسبت ہے جو مصر کے شہر بلبیس کے اطراف میں ایک مقام ہے۔

۲۸۔ زرکلی نے اعلام ج ۲ ص ۴۰ میں ان کی وفات سنہ ۴۷ھ میں لکھی ہے۔

۲۹۔ شبلنجا کی طرف نسبت ہے جو مصر کا ایک گاؤں ہے۔

۳۰۔ ابھی ایک سال کے بھی نہیں ہوئے تھے کہ چیچک کی وجہ سے ان کی بینائی ختم ہو گئی۔

۳۱۔ انھوں نے اپنی زبانی علامہ امینیؒ کو بتایا کہ انھوں نے امام علیؑ کے بارے میں کتاب لکھی ہے جس میں حدیث غدیر بھی ہے۔

۳۲۔ انھوں نے الغدیر پر تقریظ میں حدیث غدیر کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہے

۳۳۔ اس کو انھوں نے علامہ مجتہد شیخ محمد حسین مظفری کے نام ایک خط میں لکھا ہے۔

۳۴۔ علامہ امین شیخ عبدالحسین امینیؒ کے نام ایک خط میں انھوں نے اس کو قطعی قرار دیا ہے۔

۳۵۔ تشنیف الاذان ص ۷۷۔

۳۶۔ سورہ ق آیۃ ۳۷

دسویں فصل

مسلمانوں کی کتابوں میں غدیر پر توجّہ

مسلمانوں کی کتابوں میں غدیر پر توجہ

نوٹ:۔

اس کے باوجود کہ کتاب الغدیر کی تالیف کو آدھی صدی سے زیادہ عرصہ بیت چکا ہے اور اس کے مصادر و مآخذ سے اس میں تجدید طباعت کی وجہ سے اس کی جلدوں اور صفحوں میں تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ پھر بھی ہم نے اس امر کو ترجیح دی ہے کہ اس سلسلہ میں جو کچھ کتاب الغدیر میں آیا ہے صرف اسی کو نقل کریں تاکہ امانت میں خیانت نہ ہو۔ لہذا اس پر توجہ رکھیے۔

شیعہ امامیہ کی تالیف کردہ ہر موضوع کی کتاب، جیسے کلام، تفسیر، حدیث، فقہ، سوانح اور تاریخ کی متعدد کتابوں میں واقعہ غدیر پوری آب و تاب کے ساتھ نقل ہوا ہے۔ جبکہ اہل سنت کی کتابوں میں بھی اس عظیم واقعہ کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔

ہم یہاں پر بطور کامل نہیں بلکہ بطور مثال۔ اہل سنت کی بعض کتابوں کو ذکر کر رہے ہیں۔ جن کا ذکر الغدیر کی جلد اول میں، حدیث غدیر کے جو حدیث غدیر کے مآخذ و مصادر کے طور پر ہوا ہے۔

۱۔ الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ تالیف ابی ریحان محمد بن احمد بیرونی متوفی ۴۳۰ھ

یا ۳۳۰ھ یا ۳۵۰ھ)

اس کتاب میں انھوں نے یوم غدیر کو ان ایام میں شمار کیا ہے جن میں مسلمان عید مناتے ہیں[1]۔

۲۔ الابانۃ: تالیف۔ حافظ ابی عبداللہ ابن بطہ حنبلی متوفی ۳۸۷ھ)

انھوں نے اس کتاب میں حدیث تہنیت کو براء بن عازب سے نقل کیا ہے۔

۳۔ الابحاث المسددہ فی فنون المتعددۃ تالیف ضیاء الدین صالح بن مہدی مقبلی متوفی ۱۱۰۸ھ

انھوں نے اس کتاب میں حدیث غدیر کو احادیث متواترہ میں شمار کیا ہے جس سے یقین حاصل ہوتا ہے۔

۴۔ ابطال الباطل۔ مولفہ۔ ابی الخیر فضل اللہ بن روزبہان شیرازی شافعی۔ نویں صدی ہجری)

انھوں نے فیصلہ کیا ہے کہ حدیث غدیر صحاح سے ثابت ہے

۵۔ اخبار الدول و آثار الاول:۔ مولفہ۔ ابن سنان قرمانی۔ متوفی ۱۰۱۹ھ مولف نے اس کتاب میں حدیث غدیر کو نقل کیا ہے[2]۔

۶۔ الاربعین الطوال:۔ تالیف ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ اس میں حدیث غدیر کو موصوف نے نقل کیا ہے[3]۔

۷۔ ازالۃ الخفاء:۔ مولفہ عبدالعزیز ابی ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم عمری دہلوی، متوفی ۱۱۷۶ھ۔ انھوں نے اس کتاب میں "حدیث غدیر" کو دو طریقوں سے زید بن ارقم سے نقل کیا ہے۔

۸۔ اسباب النزول:۔ تالیف ابی الحسن واحدی نیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ۔ انھوں نے

اس کتاب میں روایت کی ہے کہ آیۃ تبلیغ غدیر کے دن علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی۔

۹۔ الاستیعاب :۔ مؤلفہ حافظ یوسف بن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ انھوں نے اس کتاب میں مختلف طریقوں سے حدیث غدیر کو نقل کیا ہے[4]۔ اور شوریٰ[5] کے دن امیرالمؤمنین حضرت علیؑ نے جو استدلال کیا تھا اس کے کچھ حصہ کو بھی بیان کیا ہے۔ اور حدیث غدیر کو ثابت شدہ احادیث میں شمار کیا ہے[6]۔

۱۰۔ اسد الغابۃ :۔ تالیف ابی الحسن بن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ۔ موصوف نے اس کتاب میں متعدد طریقوں سے حدیث غدیر کو نقل کر کے "رحبہ" اور "حدیث رکبان" میں امیرالمؤمنین کے استدلال کو ذکر کیا ہے[7]۔

۱۱۔ اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ و فضائل اہل بیتہ الطاہرین :۔ تالیف ابی العرفان محمد بن علی صبان شافعی متوفی ۱۲۰۶ھ۔ حدیث غدیر کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں اس حدیث کو تیس صحابیوں نے نبیؐ سے روایت کیا ہے۔ اس کی اکثر سندیں "صحیح" یا "حسن" ہیں[8]۔

۱۲۔ اسنی المطالب فی احادیث مختلفۃ المراتب :۔ مؤلفہ شیخ محمد حوت بیروتی شافعی متوفی ۱۲۷۶ھ۔ انھوں نے اس کتاب میں حدیث غدیر اور اس کے صحیح ہونے کو بہت سے راویوں اور غیر راویوں سے نقل کیا ہے[9]۔

۱۳۔ اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابیطالبؑ :۔ تالیف ابی الخیر شمس الدین محمد معروف بابن جوزی شافعی متوفی ۸۳۳ھ۔ یہ کتاب بطور خاص انھوں نے حدیث غدیر کے متواتر ہونے کے اثبات میں لکھی ہے اور حدیث غدیر کو اسی (۸۰) طریقوں سے نقل کیا ہے۔ اور اس میں صدیقہ طاہرہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا احتجاج و استدلال بھی نقل کیا ہے۔ اور "رحبہ" کے دن امیرالمؤمنینؑ نے جو استدلال فرمایا تھا اس کو نقل کرنے کے

بعد کئی دلیلوں سے حدیث کے صحیح ہونے کا فتوی دیا ہے۔ اور نبی اکرمؐ اور امیرالمومنینؑ سے اس کے متواتر ہونے کو ثابت کیا ہے اور اس کے منکر کو جاہل و متعصب بتایا ہے۔

۱۴۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ :۔ مؤلفہ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ اس میں مصنف نے کئی طریقوں سے حدیث غدیر اور حضرت امیرؑ کے "مرحبۃ" اور حدیث "مرکبان" کے دن والے استدلال کو نقل کیا ہے[۱۰]۔

۱۵۔ اصول الایمان :۔ تالیف مولوی محمد سالم بخاری دہلوی تیرھویں صدی ہجری۔ انھوں نے اس کتاب میں "حدیث غدیر" کو براء بن عازب اور زید بن ارقم سے نقل کیا ہے۔

۱۶۔ الاغانی :۔ تالیف ابی الفرج علی بن حسین اصفہانی متوفی ۳۵۶ھ یا ۳۵۷ھ۔ انھوں نے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا استدلال نقل کیا ہے[۱۱]۔

۱۷۔ الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء :۔ تالیف ابراہیم بن عبداللہ وصابی یمنی، ساتویں صدی ہجری انھوں نے مذکورہ کتاب میں حدیث غدیر اور "مرحبۃ" اور "جمل" کے دن امیرالمومنینؑ کے استدلال پر مبنی دو حدیثوں اور واقعۂ غدیر کے سلسلہ میں آیۂ "سئل سائل" پر مشتمل حدیث کو متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے۔

۱۸۔ الف باء :۔ مؤلفہ ابی الحجاج یوسف بن محمد بلوی مشہور بابن شیخ، متوفی تقریباً ۶۰۵ھ۔ انھوں نے مذکورہ کتاب میں حدیث غدیر اور امیرالمومنینؑ کے اشعار میں سے چند بیت نقل کیے ہیں۔

۱۹۔ الامالی :۔ تالیف فقیہ ابی عبداللہ حسین بن اسماعیل محاملی ضبی، متوفی ۳۳۰ھ۔ موصوف نے مذکورہ کتاب میں حدیث غدیر اور آیۂ تبلیغ کے غدیر کے دن نازل ہونے

کو صحیح اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور "رحبہ" کے دن امیرالمومنین کے استدلال کو صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

۲۰۔ الامامۃ و السیاسۃ:۔ مؤلف محمد بن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ۔ موصوف نے مذکورہ کتاب میں، عمرو بن عاص کے خلاف "برد" کے احتجاج کو نقل کیا ہے[۱۳]۔

۲۱۔ انساب الاشراف:۔ تالیف حافظ احمد بن یحییٰ بلاذری قمی، متوفی ۲۷۹ھ۔ انھوں نے حدیث غدیر کے ذریعہ امیرالمومنین کے استدلال کو نقل کیا ہے[۱۴]۔

۲۲۔ البدایۃ و النہایۃ:۔ تالیف حافظ ابن کثیر دمشقی، متوفی ۷۷۴ھ۔ ابن کثیر نے مذکورہ کتاب میں حدیث غدیر کو اپنے متعدد سلسلوں اور "رحبہ" کے دن حضرت کے استدلال پر مبنی حدیث، اور ایک جوان کے "ابوہریرہ" کے ساتھ مناظرہ پر مشتمل حدیث "تہنیت" کو نقل کیا ہے[۱۳]۔

۲۳۔ بدیع المعانی:۔ مؤلف قاضی نجم الدین محمد بن عبداللہ اذرعی، متوفی ۸۷۶ھ۔ اس کتاب میں مؤلف نے حدیث "تہنیت" نقل کی ہے اور حدیث غدیر کو نقل کر کے اس کو صحیح السند بتایا ہے[۱۵]۔

۲۴۔ البیان و التعریف:۔ تالیف کمال الدین ابراہیم بن محمد معروف بابن حمزہ حرانی، متوفی ۱۱۲۰ھ۔ انھوں نے اس کتاب میں حدیث غدیر کو نقل کیا ہے اور اسے متواتر بتایا ہے[۱۶]۔

۲۵۔ تاریخ آل محمدؐ:۔ مؤلف قاضی محمد بہلول بہجت افندی شافعی، متوفی چودھویں صدی ہجری۔ حدیث غدیر کو انھوں نے مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے[۱۷]۔

۲۶۔ تاریخ بخاری:۔ مؤلف حافظ ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ۔ موصوف نے اس کتاب میں حدیث غدیر کو لکھا ہے[۱۸]۔

۲۷۔ تاریخ بغداد :۔ تالیف حافظ ابی بکر خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ۔ خطیب نے مذکورہ کتاب میں حدیث غدیر "رحبہ" میں ہونے والے مناظرے "صوم غدیر" والی حدیث اور غدیر میں آیۂ اکمال کے نزول والی حدیث کو نقل کیا ہے۔ جس کی بہت سی سندیں صحیح اور ان کے رجال "ثقہ ہیں"[۱۹]۔

۲۸۔ تاریخ الخلفاء :۔ تالیف حافظ جلال الدین عبدالرحمن سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ۔ انھوں نے حدیث غدیر اور "رحبہ" کے دن مناظرہ والی حدیث کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے[۲۰]۔

۲۹۔ تاریخ دمشق :۔ مؤلف حافظ ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ انھوں نے اپنی تاریخ کی کتاب میں اس خطبہ کے بارے میں کثیر تعداد میں حدیثیں نقل کی ہیں۔ وہی کام جو ابن کثیر نے بدایہ و نہایہ میں کیا ہے۔ جنگ جمل[۲۱] کے دن امیرالمومنین کے استدلال کو نقل کیا ہے۔ یہ حدیث لکھی ہے کہ آیۂ تبلیغ غدیر خم کے دن حضرت علیؑ[۲۲] کے بارے میں اتری اور آیۂ اکمال[۲۳] کے اسی روز نازل ہونے کے بارے میں روایت کی ہے۔

۳۰۔ تاریخ مصر :۔ مصنف ابن زولاق حسن بن ابراہیم مصری، متوفی ۳۸۷ھ۔ مقریزی نے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس کتاب میں حدیث غدیر کو لکھا ہے[۲۴]۔

۳۱۔ تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف :۔ تالیف حافظ ابی الحجاج مزی یوسف بن عبدالرحمن، متوفی ۷۴۲ھ۔ انھوں نے مذکورہ کتاب میں حدیث غدیر کو ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ سے نقل کیا ہے۔

۳۲۔ تذکرۃ الحفاظ :۔ مؤلفہ حافظ شمس الدین ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ۔ طبری کے حالات میں غدیر کے بارے میں ان کی تالیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے "میں نے جب اسے ملاحظہ کیا تو ۔ کثرت طرق ۔ نے مجھے حیرت میں ڈال دیا"۔ حاکم کے حالات میں لکھتا ہے

اس کے بہت اچھے سلسلہ ہیں جن کو اس نے صرف اسی کتاب میں لکھا ہے جیسا کہ صنعانی نے "روضۃ الندیۃ فی شرح التحفۃ العلویۃ" میں بیان کیا ہے۔"[۲۵]

۳۲۔ تذکرۃ خواص الائمۃ:۔ تالیف ابی المظفر یوسف بن عبداللہ سبط ابن جوزی، متوفی ۶۵۴ھ انھوں نے اس کتاب میں حدیث غدیر، رحبہ اور جمل کے دن بحث پر مبنی حدیثوں، اصبغ کے احتجاج غدیر کے دن روزے والی حدیث، حدیث تہنیت، آیۂ اکمال کے علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہونے اور واقعہ غدیر کے سلسلہ میں آیۂ "سئل سائل" کے نزول پر مشتمل حدیث کو نقل کیا ہے۔ حدیث غدیر کو صحیح بھی قرار دیا ہے اور اس کے معنی کے بارے میں بھی اظہار نظر کیا ہے[۲۶]۔

۳۳۔ تشنیف الاذان:۔ تالیف حافظ مجتہد ناصر السنۃ شہاب الدین ابی الفیض احمد بن محمد بن صدیق حضری، چودھویں صدی ہجری۔ مؤلف نے اس کتاب میں "حدیث غدیر" کو کثیر تعداد میں حافظوں سے ان کی اسانید کے ساتھ ۵۴ صحابیوں سے نقل کیا ہے۔ اور فتوی دیا ہے کہ یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے متواتر نقل ہوئی ہے جس کو تقریباً ساٹھ افراد نے نقل کیا ہے۔

۳۵۔ تعلیقات اغانی:۔ تالیف استاد احمد ذکی عدوی مصری، چودھویں صدی۔ انھوں نے مذکورہ کتاب میں حدیث غدیر کو نقل کیا ہے[۲۷]۔

۳۶۔ تفسیر آلوسی:۔ روح المعانی، تالیف سید شہاب الدین محمود بن عبداللہ آلوسی بغدادی، متوفی ۱۲۷۰ھ۔ انھوں نے اس کتاب میں حدیث غدیر کو نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ آیت تبلیغ، امیرالمؤمنین علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی اور حدیث غدیر کے صحیح ہونے کے سلسلہ میں ان کا ایک مقالہ بھی ہے[۲۸]۔

۳۷۔ تفسیر ابن کثیر:۔ مؤلف عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی

متوفی ۷۷۳ھ انھوں نے اس کتاب میں حدیث غدیر کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آیۂ اکمال، غدیر کے دن علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی[۲۹]۔

۳۸۔ تفسیر ابن مردویہ:۔ تالیف حافظ احمد بن مردویہ اصبہانی، متوفی ۴۱۶ھ۔ موصوف نے اس کتاب میں "حدیث تہنیت" کو نقل کیا ہے۔

۳۹۔ تفسیر ابی السعود:۔ مؤلفہ مولی محمد ابی سعود عمادی متوفی ۹۸۲ھ مذکورہ کتاب میں حدیث غدیر کو نقل کر کے لکھتے ہیں آیۂ "سئل سائل" واقعہ غدیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے[۳۰]۔

۴۰۔ تفسیر ابی عبید۔ غریب القرآن:۔ تالیف حافظ قاسم بن سلام ابی عبید ہروی متوفی ۲۲۳ھ یا ۲۲۴ھ۔ مذکورہ کتاب میں ناقل ہیں کہ آیۂ کریمہ "سئل سائل" واقعہ غدیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

۴۱۔ تفسیر بخاری۔ الوری:۔ تالیف سید عبدالوہاب حسینی بخاری، متوفی ۹۳۲ھ۔ انھوں نے آیۂ "قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ"[۳۱] کے ذیل میں حدیث غدیر اور حدیث تہنیت کی روایت کی ہے اور لکھا ہے کہ آیۂ تبلیغ غدیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

۴۲۔ تفسیر ثعلبی۔ الکشف و البیان:۔ مفسر ابی اسحاق ثعلبی نیشاپوری متوفی ۴۲۷ھ یا ۴۳۷ھ انھوں نے مذکورہ کتاب میں آیۂ تبلیغ اور آیۂ "سئل سائل" کے نزول کے بارے میں دو حدیثوں اور حدیث تہنیت کو واقعہ غدیر سے مربوط قرار دیتے ہوئے نقل کیا ہے۔

۴۳۔ تفسیر سیوطی۔ الدر المنثور:۔ مصنف حافظ جلال الدین عبدالرحمن سیوطی متوفی ۹۱۱ھ انھوں نے مذکورہ کتاب میں حدیث غدیر اور آیۂ تبلیغ اور آیۂ اکمال کے واقعہ

غدیر کے بارے میں نازل ہونے کی روایت نقل کی ہے[۴۲]۔

۴۴۔ تفسیر شاہی:۔ تالیف محمد محبوب عالم ابن صفی الدین جعفر بدر العالم، گیارہویں صدی ہجری۔ مذکورہ تفسیر میں مصنف نے حدیث تہنیت کو نقل کر کے اور آیۂ تبلیغ کے نزول کو علی علیہ السلام اور آیۂ "سئل سائل" کے نزول کو واقعۂ غدیر کے سلسلہ میں نقل کیا ہے۔

۴۵۔ تفسیر شربینی۔ فتح السراج المنیر:۔ مؤلفہ شمس الدین محمد شربینی قاہری متوفی سنہ ۹۷۷ھ انھوں نے مذکورہ کتاب میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں ہے کہ آیۂ "سئل سائل" واقعۂ غدیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے[۴۳]۔

۴۶۔ تفسیر شوکانی۔ فتح القدیر:۔ تصنیف قاضی محمد بن علی شوکانی صنعانی متوفی سنہ ۱۲۵۰ھ مذکورہ کتاب میں انھوں نے روایت کی ہے کہ آیۂ تبلیغ واقعۂ غدیر کے موقع پر حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے[۴۴]۔

۴۷۔ تفسیر طبری:۔ مؤلفہ حافظ محمد بن جریر طبری متوفی سنہ ۳۱۰ھ انھوں نے حدیث غدیر اور حدیث تہنیت کو اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے[۴۵]۔

۴۸۔ تفسیر عزالدین رسعنی:۔ مؤلفہ حافظ ابی محمد عبدالرزاق رسعنی موصلی متوفی سنہ ۶۶۱ھ مؤلف نے روایت کی ہے کہ آیۂ تبلیغ، حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

۴۹۔ تفسیر کبیر:۔ تالیف ابی عبداللہ فخرالدین محمد بن عمر رازی شافعی، متوفی سنہ ۶۰۶ھ انھوں نے حدیث غدیر و حدیث تہنیت اور آیۂ تبلیغ کے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہونے کی روایت کی ہے[۴۶]۔

۵۰۔ تفسیر قرطبی:۔ مؤلف ابی یحیٰ بن سعدون ازدی قرطبی، متوفی سنہ ۵۶۷ھ انھوں

نے اس تفسیر میں سورۂ معارج کی تفسیر میں، آیہ "سئل سائل" کے غدیر کے سلسلے میں نازل ہونے کے بارے میں روایت نقل کی ہے۔

۵۱۔ تفسیر منار :۔ تالیف شیخ محمد عبدہ مصری، متوفی ۱۳۲۳ھ روایت کی ہے کہ "حدیث غدیر" اور آیہ تبلیغ کی تنزیل، واقعہ غدیر کے موقع پر علی علیہ السلام کے بارے میں ہوئی[۴۷]۔

۵۲۔ تفسیر نیشاپوری۔ غرائب القرآن :۔ تالیف نظام الدین حسن بن محمد قمی نیشاپوری، آٹھویں صدی ہجری۔ مذکورہ کتاب میں انھوں نے حدیث غدیر اور آیہ تبلیغ کے غدیر کے موقع پر علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہونے کے بارے میں روایت بیان کی ہے[۴۸]۔

۵۳۔ تلخیص المستدرک :۔ مؤلف حافظ شمس الدین محمود ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ۔ حدیث غدیر کے بارے میں ایک مستقل کتاب لکھنے کے ساتھ کہ جس کا بیان آئندہ فصل میں آئے گا۔ انھوں نے تلخیص میں حدیث غدیر کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے اور ان میں سے کئی طریقوں کو صحیح قرار دیا ہے[۴۹]۔

۵۴۔ التمہید :۔ متکلم قاضی محمد بن ابی بکر باقلانی متوفی ۴۰۳ھ نے مذکورہ کتاب میں، حدیث موالات اور حدیث تہنیت کو نقل کیا ہے[۵۰]۔

۵۵۔ التمہید فی بیان التوحید :۔ تالیف ابی شکور محمد بن عبدالسعید کشی سالمی۔ اس کتاب میں انھوں نے حدیث غدیر کے معنی کے بارے میں لکھا ہے۔

۵۶۔ التنبیہ و الاشراف :۔ تالیف مسعودی علی بن حسین متوفی ۳۴۶ھ۔ حدیث غدیر کو نقل کیا ہے اور روز غدیر کو عید منانے کے بارے میں لکھا ہے[۵۱]۔

۵۷۔ تہذیب الآثار :۔ تالیف محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ۔ مذکورہ کتاب میں

مصنف نے رحبہ کے دن حدیث غدیر کے ذریعہ امیرالمومنین علیہ السلام کا استدلال نقل کیا ہے۔

۵۸۔ تہذیب الاسماء و اللغات :۔ تالیف حافظ محی الدین یحییٰ نووی دمشقی، متوفی ۶۷۶ھ۔ انھوں نے مذکورہ کتاب میں حدیث غدیر اور اس کے صحیح ہونے کے بارے میں ترمذی سے روایت نقل کی ہے۔

۵۹۔ تہذیب التہذیب :۔ تالیف حافظ ابن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ۔ حافظ نے مذکورہ کتاب میں حدیث غدیر اور جمل کے دن اسی حدیث کے ذریعہ امیرالمومنین علیہ السلام کا استدلال نقل کیا ہے اور اس کے صحیح ہونے کو صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اس کے سلسلے متعدد ہیں[۴۲]۔

۶۰۔ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال :۔ تالیف حافظ ابی الحجاج مزی، متوفی ۷۴۲ھ۔ ابی الحجاج نے مذکورہ کتاب میں حدیث غدیر کو ابوہریرہ، براء بن عازب، جابر انصاری اور زید بن ارقم سے نقل کیا ہے۔

۶۱۔ توضیح الدلائل علیٰ ترجیح الفضائل :۔ تالیف شہاب الدین احمد۔ مؤلف نے مذکورہ کتاب میں غدیر کے دن تاجگذاری کی حدیث اور واقعہ غدیر کے سلسلے میں آیۂ "اکمال" کے نازل ہونے کے بارے میں روایت نقل کی ہے۔

۶۲۔ تیسیر الوصول الی جامع الاصول :۔ مؤلفہ حافظ عبدالرحمن بن ربیع متوفی ۹۴۴ھ اس میں مؤلف نے حدیث غدیر کو نقل کیا ہے[۴۳]۔

۶۳۔ ثمار القلوب :۔ مؤلفہ ابی منصور عبد الملک ثعالبی نیشاپوری، متوفی ۴۲۹ھ۔ انھوں نے اس کتاب میں حدیث غدیر کو نقل کیا ہے۔ اور شب غدیر کو امت کے نزدیک متبرک راتوں میں شمار کیا ہے[۴۴]۔

۶۴ ۔ جامع الاصول فی احادیث الرسولؐ :۔ تالیف ابی السعادات مبارک بن اثیر شیبانی جزری، متوفی ۶۰۶ھ۔ انھوں نے اپنی کتاب میں حدیث غدیر کو ترمذی سے نقل کیا ہے۔

۶۵ ۔ الجامع الصغیر :۔ تالیف جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ۔ انھوں نے اس کتاب میں حدیث غدیر کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے[۳۵]۔

۶۶ ۔ الجمع بین الصحاح الستہ :۔ تالیف ابی الحسن رزین عبدری اندلسی، متوفی ۵۳۵ھ۔ انھوں نے اس کتاب میں حدیث غدیر کو ابی سریحہ اور زید بن ارقم سے نقل کیا ہے۔

۶۷ ۔ جمع الجوامع :۔ مؤلفہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ۔ انھوں نے اس کتاب میں ، حدیث غدیر اور "رحبہ" کے دن امیرالمؤمنینؑ کے استدلال کو کئی ایک سے نقل کیا ہے۔ اس میں "حدیث تہنیت" اور "جمل" کے دن امیرالمؤمنینؑ کا استدلال بھی ہے۔ چنانچہ متقی ہندی نے بھی کنزالعمال میں ان سے نقل کیا ہے۔ جس کا بیان آئندہ آئے گا۔

۶۸ ۔ جواہر العقدین :۔ تالیف نورالدین علی حسنی سمہودی، متوفی ۹۱۱ھ۔ انھوں نے کئی صحابہ سے اس کتاب میں "حدیث غدیر" کو نقل کیا ہے۔ اور حدیث مناظرہ "رحبہ" اور آیۂ "سئل سائل" کے واقعہ غدیر کے سلسلے میں نازل ہونے پر مبنی حدیث، اور عمر بن عبدالعزیز کے استدلال کو بھی نقل کیا ہے، جیسا کہ "ینابیع المودۃ" میں مذکور ہے جس کا بیان عنقریب آنے والا ہے۔

۶۹ ۔ حبیب السیر :۔ تالیف مورخ غیاث الدین جو "خواند میر" کے نام سے مشہور ہیں اور انھوں نے ۹۴۲ھ[۳۶] میں وفات پائی ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے حدیث تہنیت کو نقل کیا ہے[۳۷]۔

۷۰ ۔ حدیث الغدیر :۔ یہ شیخ منصور اللائی رازی کی کتاب ہے جس میں انھوں نے

حروف تہجی کی ترتیب سے راویوں کے نام لکھے ہیں چنانچہ آئندہ فصل میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

۷۱۔ حدیث الولایہ اور یہ کتاب حافظ ابی العباس ابن عقدہ، متوفی ۳۳۳ھ کی ہے۔ اس میں انھوں نے "حدیث غدیر" کو ایک سو پانچ طریقوں سے نقل کیا ہے جس کو آپ آئندہ فصل میں ملاحظہ فرمائیں گے

۷۲۔ الحسین علیہ السلام:۔ یہ کتاب سید علی جلال الدین حسینی مصری کی ہے۔ جنھوں نے اپنی مذکورہ تالیف میں حدیث ولایۃ کو نقل کیا ہے (۴۸)۔

۷۳۔ حلیۃ الاولیاء:۔ حافظ ابی نعیم اصبہانی، متوفی ۴۳۰ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر، "رحبہ" کے دن ہونے والی بحث اور عمر بن عبدالعزیز کے استدلال کو نقل کیا ہے (۴۹)۔ ۷۴۔ الخصائص:۔ حافظ ابی عبدالرحمن نسائی، صاحب سنن، متوفی ۳۰۳ھ کی تالیف ہے۔ جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو کثیر طریقوں سے نقل کرنے کے ساتھ "رحبہ" کے دن کی بحث، اور آیۂ تبلیغ و آیۂ اکمال کے حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہونے کے بارے میں نقل کیا ہے (۵۰)۔

۷۵۔ الخصائص العلویہ علیٰ سائر البریۃ:۔ ابی الفتح محمد بن علی نطنزی، مولود ۴۸۰ھ نے اس کتاب میں حدیث غدیر اور حدیث تہنیت کو نقل کرنے کے ساتھ یہ بھی نقل کیا ہے کہ آیۂ تبلیغ اور آیۂ اکمال غدیر کے دن حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

۷۶۔ الخطط المقریزیۃ:۔ تقی الدین احمد بن علی مقریزی مصری، متوفی ۸۴۵ھ نے مذکورہ کتاب میں حدیث غدیر اور حدیث تہنیت کو نقل کیا ہے (۵۱)۔

۷۷۔ الدرایہ فی حدیث الولایۃ:۔ حافظ ابی سعید مسعود بن ناصر سجستانی، متوفی ۴۷۷ھ کی تالیف ہے۔ اس کتاب کے (۱۷) سترہ جزء ہیں۔ جس میں انھوں نے حدیث غدیر کے

طریقوں کو جمع کیا ہے۔ اور اس کو ایک سو بیس صحابیوں سے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ آئندہ فصل میں ملاحظہ فرمائیے گا۔

۷۸۔ درر السمطین فی مناقب السبطین :۔ جمال الدین محمد زرندی متوفی ۷۵۰ھ (سے کچھ زیادہ) کی تالیف ہے جس میں انھوں نے "تہنیت" اور آیۂ "سئل سائل" کے واقعہ غدیر کے بارے میں نازل ہونے کے سلسلے میں دو حدیثیں نقل کی ہیں۔

۷۹۔ الدرر العوال بحل الفاظ بدء المآل :۔ محمد بن محمد مصری کی تالیف ہے جس میں انھوں نے امیرالمومنینؑ کے فضائل کے تحت، حدیث غدیر کو نقل کیا ہے۔

۸۰۔ دعاۃ الھداۃ الی اداء حق الموالاۃ :۔ حافظ ابی القاسم عبیداللہ بن عبداللہ معروف بابن حداد حسکانی، متوفی ۴۹۰ھ کے بعد، کی تالیف ہے۔ جس کو انھوں نے صرف "حدیث غدیر" کے بارے میں لکھا ہے اور یہ روایت بھی کی ہے کہ آیۂ "سئل سائل" واقعہ غدیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

۸۱۔ ذخائر العقبیٰ :۔ حافظ محب الدین احمد طبری، متوفی ۶۹۴ھ کی کتاب ہے۔ جس میں انھوں نے متعدد طریقوں سے، حدیث غدیر، حدیث تہنیت اور امیرالمومنینؑ کے "رحبہ" کے دن والے مناظرہ کو نقل کیا ہے (۵۲)۔

۸۲۔ ذخیرۃ الاعمال فی شرح عقد جواھر اللآل :۔ شہاب الدین احمد بن عبدالقادر حفظی شافعی کی بارہویں صدی ہجری کی تالیف ہے۔ جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے "اس حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اس کے سلسلے بہت سے ہیں"۔

۸۳۔ ربیع الابرار :۔ ابی القاسم جاراللہ محمود بن عمر زمخشری، متوفی ۵۳۸ھ کی تالیف ہے جس کے اکتالیسویں باب میں انھوں نے، دارمیہ کے معاویہ کے خلاف

حدیث غدیر کے ذریعہ کیے جانے والے استدلال کو نقل کیا ہے. اور غدیر کے بارے میں لکھا ہے "شب غدیر شیعوں کے نزدیک بڑی با عظمت ہے جسے وہ تہجد پڑھتے ہوئے بسر کرتے ہیں. یہ وہ رات ہے جس میں رسول اللہؐ نے اونٹوں کے کجاووں پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا تھا جس میں ارشاد فرمایا تھا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے.

۸۴۔ الرد علی الحرقوصیہ:۔ حافظ ابی جعفر محمد بن جریر طبری، صاحب تاریخ، متوفی ۳۱۰ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے یوم غدیر کی حدیث کو ۷۵ طریقوں سے نقل کیا ہے. جیسا کہ آئندہ فصل میں آئے گا.

۸۵۔ روضۃ الصفا:۔ مورخ ابن خاوند شاہ متوفی ۹۰۳ھ. کی کتاب ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر اور حدیث تہنیت کو نقل کیا ہے[۵۳].

۸۶۔ روضۃ الناظرین:۔ ضیاء الدین ابی محمد احمد وتری شافعی، متوفی دہۃ ۹۸۰ھ. کی تالیف ہے جس میں انھوں نے "حدیث ولایت" کو مسلمات میں شمار کیا ہے[۵۴].

۸۷۔ الروضۃ الندیہ فی شرح التحفۃ العلویہ:۔ سید محمد بن اسماعیل بن صلاح الدین امیر یمانی، متوفی ۱۱۸۲ھ. کی تالیف ہے. جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے. حدیث تہنیت کو اور آیۂ "سئل سائل" کے واقعۂ غدیر کے بارے میں نازل ہونے پر مبنی روایت نقل کی ہے. انھوں نے حدیث غدیر کے تواتر کو بھی ثابت کیا ہے اور اس کے معنی کے بارے میں بھی بحث کی ہے.

۸۸۔ ریاض الصالحین:۔ حافظ محی الدین، یحیی ابی زکریا نووی، متوفی ۶۷۶ھ. کی کتاب ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کی روایت کی ہے[۵۵].

۸۹۔ زوائد المسند:۔ حافظ عبداللہ بن احمد بن حنبل، متوفی ۲۹۰ھ. کی تالیف ہے

جس میں انھوں نے حدیث غدیر، امیرالمؤمنین کا مناظرہ، اور آیہ "سئل سائل" کے واقعہ غدیر کے بارے میں نازل ہونے کے سلسلے میں روایت نقل کی ہے۔

۹۰۔ الریاض النضرۃ:۔ حافظ محب الدین احمد بن عبداللہ طبری، متوفی ۶۹۴ھ۔ کی تالیف ہے۔ اس میں انھوں نے حدیث غدیر کو متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے اور تہنیت اور غدیر کے دن تاجگذاری پر مبنی دو حدیثیں اور "رکبان" اور "مرحبا" والی دو حدیثیں نقل کی ہیں[۵۶]۔

۹۱۔ زین الفتیٰ فی شرح سورۃ ھل اتی:۔ ابی محمد احمد عاصمی پانچویں صدی ہجری کے ایک امام کی تصنیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے۔ اور اس کی تفسیر میں ایک حدیث نقل کی ہے۔ اس کے علاوہ، حدیث "مرحبا"، حدیث تہنیت اور غدیر کے دن روزہ کے بارے میں بھی حدیثیں نقل کی ہیں اور حدیث غدیر کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں "اس حدیث کو ساری امت نے قبول کیا ہے اور یہ اصول کے مطابق ہے"

۹۲۔ سر العالمین:۔ حافظ ابی حامد محمد غزالی المشہور بحجۃ الاسلام، متوفی ۵۰۵ھ کی تالیف ہے ان سے حدیث غدیر اور حدیث تہنیت نقل کی گئی ہیں۔ اور انھوں نے متن حدیث کے سرکار دو عالم کے خطبے میں سے ہونے کے بارے میں پوری امت کے اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ انھوں نے حدیث کے معنی پر بھی بحث کی ہے[۵۷]۔

۹۳۔ سرقات الشعر:۔ حافظ ابی عبداللہ مرزبانی بغدادی، متوفی ۳۸۴ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے حدیث تہنیت کو ابی سعید خدری سے نقل کیا ہے

۹۴۔ سلوۃ العارفین:۔ موفق باللہ حسین بن اسماعیل جرجانی کی تالیف ہے۔ جس میں انھوں نے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کی تفسیر میں نبیؐ سے ایک حدیث نقل کی

ہے۔

۹۵۔ السمط المجید:۔ سید احمد قشاشی، متوفی ۱۰۷۱ھ کی تالیف ہے۔ جس میں انھوں نے غدیر کے دن علیؑ کی تاجگذاری کی حدیث نقل کی ہے۔

۹۶۔ السنۃ:۔ حافظ احمد بن عمرو المشہور بابن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ کی تالیف ہے۔ جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے۔ اور "یوم رحبہ" کے مناظرے کو بھی نقل کیا ہے۔

۹۷۔ السنن:۔ حافظ سعید بن منصور بن شعبہ نسائی، متوفی ۲۲۷ھ کی تالیف ہے۔ جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو امیرالمومنینؑ اور سعد بن ابی وقاص سے نقل کیا ہے۔

۹۸۔ السنن:۔ حافظ عثمان بن محمد بن ابی شیبہ کوفی، متوفی ۲۳۹ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے۔ اور حدیث تہنیت کے علاوہ اسکے متعلق دوسری حدیثوں کو بھی نقل کیا ہے۔

۹۹۔ السنن:۔ حافظ محمد بن یزید قزوینی ابی عبداللہ ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے[۵۸]۔

۱۰۰۔ السنن الکبریٰ:۔ حافظ ابی عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو نقل کیا ہے[۵۹]۔

۱۰۱۔ سیرۃ حلبیہ:۔ نورالدین علی بن برہان الدین حلبی شافعی، متوفی ۱۰۴۴ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو نقل کیا ہے اور اس کے صحیح ہونے اور صحیح اور "حسن" طریقوں کے ساتھ اس کے نقل کیے جانے کا تذکرہ کیا ہے[۶۰]۔

۱۰۲۔ شرح التجرید:۔ علاء الدین علی بن محمد قوشچی، متوفی ۸۷۹ھ کی تالیف ہے جس

میں انھوں نے حدیث غدیر کو نقل کیا ہے اور مولا کے معنی کے بارے میں بھی لکھا ہے۔

۱۰۳۔ شرح دیوان امیرالمومنینؑ:۔ کمال الدین حسین بن معین الدین یزدی میبدی کی تالیف ہے۔ جس میں انھوں نے حدیث غدیر، حدیث تہنیت کو نقل کر کے روایت نقل کی ہے کہ آیۂ تبلیغ واقعہ غدیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے (۶۱)۔

۱۰۴۔ شرح الشفاء:۔ شہاب الدین خفاجی مصری، متوفی ۱۰۶۹ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو نقل کیا ہے (۶۲)

۱۰۵۔ شرح صحیح مسلم:۔ ابی عبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی، متوفی ۸۲۷ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے جنگ جمل میں "حدیث غدیر" سے امیرالمومنینؑ کے استدلال کو نقل کیا ہے (۶۳)۔

۱۰۶۔ شرح صحیح مسلم:۔ ابی عبداللہ محمد بن محمد بن یوسف سنوسی، متوفی ۸۹۰ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے جنگ جمل میں طلحہ کہ خلاف امیرالمومنینؑ کے حدیث غدیر سے کیے گئے استدلال کو نقل کیا ہے (۶۴)۔

۱۰۷۔ شرح المقاصد:۔ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی شافعی، متوفی ۷۹۱ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو مسلم جانا ہے۔ اور مولیٰ کے معنی بھی بیان کیے ہیں (۶۵)۔

۱۰۸۔ شرح المواقف:۔ سید شریف جرجانی علی بن محمد حسینی حنفی، متوفی ۸۱۶ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو نقل کرتے ہوئے اس کو مسلم قرار دیا ہے اور لفظ مولیٰ کے معنی بھی بتائے ہیں (۶۶)۔

۱۰۹۔ شرح المواهب اللدنیۃ:۔ ابی عبداللہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مصری، متوفی ۱۱۲۲ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر، حدیث تہنیت کے ساتھ رحبہ

کے روز ہونے والے مناظرے کو نقل کرتے ہوئے روایت نقل کی ہے کہ آیۂ "سئل سائل" واقعہ غدیر کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے۔ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ حدیث غدیر صحیح اور متواتر ہے[۶۷]۔

۱۱۰۔ شرح نہج البلاغہ:۔ عزالدین عبدالحمید المدائنی مشہور بابن ابی الحدید معتزلی، متوفی ۶۵۵ھ کی تالیف ہے جنھوں نے اس کتاب میں حدیث غدیر کو نقل کیا ہے اور کہا ہے "یہ امیرالمؤمنینؑ کے فضائل کی مشہور و معروف احادیث میں سے ہے"[۶۸] شوریٰ کے دن امیرالمؤمنینؑ کا استدلال نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مستفیض ہے[۶۹]۔ حدیث رکبان[۷۰]، یوم "رحبہ"[۷۱] والا مناظرہ اور ایک جوان کا ابوہریرہ[۷۲] کے ساتھ مناظرہ کا احوال نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ جنگ صفین میں عمار یاسر کا حدیث غدیر[۷۳] سے استدلال اور حدیث "اصابۃ الدعوۃ"[۷۴] کو نقل کیا ہے۔

۱۱۱۔ شرح ہاشمیات کمیت:۔ استاد معاصر محمد محمود رافعی مصری کی کتاب ہے جس میں انھوں نے کمیت کے درج ذیل شعر کی شرح میں حدیث غدیر کو نقل کیا ہے۔

و یوم الدوح دوح غدیر خم　　　ابان له الولایۃ لو اطیعا[۷۵]۔

۱۱۲۔ شرح ھمزیۃ بوصیری:۔ حافظ شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیثمی، متوفی ۹۷۴ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو تیس صحابیوں سے نقل کیا ہے۔ اور درج ذیل شعر کی شرح کرتے ہوئے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

و علی صینو النبی و من　　　دین فؤادی ودادہ و الولا۔[۷۶]

۱۱۳۔ شرف المصطفیٰ:۔ حافظ عبدالملک ابی سعید نیشاپوری خرکوشی، متوفی ۴۰۷ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے دو طریقوں سے حدیث تہنیت اور نبی اکرمؐ کے اس قول کو نقل کیا ہے "ھنو لی، ھنو لی۔ ان اللہ تعالیٰ خصنی بالنبوۃ و خص اھل بیتی بالامامۃ"

مجھے مبارک دو مجھے مبارک دو اس لیے کہ اللہ نے مجھے نبوت سے اور میرے اہل بیتؑ کو امامت سے مخصوص فرمایا ہے۔

۱۱۴۔ الشرف المؤبد لآل محمد:۔ شیخ معاصر یوسف بن اسماعیل نبہانی بیروتی کی کتاب ہے جس میں انھوں نے رحبہ کا مناظرہ نقل کیا ہے[۷۷]۔

۱۱۵۔ الشفاء:۔ حافظ قاضی عیاض بن موسیٰ سبتی، متوفی ۵۴۴ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو نقل کیا ہے۔

۱۱۶۔ شمس الاخبار المنتقیٰ من کلام النبی المختار:۔ شیخ علی بن حمید قرشی، متوفی ۶۲۱ھ کی کتاب ہے۔ جس میں انھوں نے حدیث غدیر اور ایک حدیث اس کی تفسیر میں نبی اکرمؐ سے نقل کی ہے[۷۸]۔

۱۱۷۔ شواہد التنزیل لقواعد التفصیل والتاویل:۔ حافظ عبیداللہ بن عبداللہ معروف بابن حداد حسکانی، متوفی ۴۹۰ھ کے بعد کی کتاب ہے جس میں انھوں نے روایت نقل کی ہے کہ آیۂ تبلیغ، غدیر کے دن علیؑ کے بارے میں اور آیۂ اکمال واقعہ غدیر کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔

۱۱۸۔ الصحیح:۔ حافظ ابی حاتم محمد بن حبان تمیمی بستی، متوفی ۳۵۴ھ کی کتاب ہے جس میں مصنف نے حدیث غدیر نقل کی ہے[۷۹]۔ "رحبہ" کے دن کا مناظرہ نقل کیا ہے[۸۰]۔ اور روایت بیان کی ہے کہ "آیۂ تبلیغ" غدیر کے دن حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے[۸۱]۔

۱۱۹۔ الصحیح:۔ حافظ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے۔ اور اس کے بعد کہا ہے کہ "یہ حدیث حسن اور صحیح ہے"[۸۲]۔

۱۲۰۔ الصراط السوی فی مناقب آل النبیؐ :۔ محمود بن محمد بن علی شیخانی قادری مدنی کی کتاب ہے۔ جس میں انھوں نے حدیث غدیر، حدیث تہنیت اور غدیر کے دن علیؑ کی تاجگذاری کے سلسلہ میں حدیث نقل کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ آیہ "سئل سائل" واقعہ غدیر کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔ انھوں نے حدیث غدیر کو صحیح قرار دیتے ہوئے کہا ہے "شیخان نے بہت سی صحیح حدیثیں نقل کی ہیں"

۱۲۱۔ صفوۃ الصفوۃ :۔ حافظ ابی الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد بن جوزی متوفی ۵۹۷ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے زاذان کے الفاظ میں "مرحبہ" کے مناظرے والی حدیث نقل کی ہے[۸۳]۔

۱۲۲۔ صفین :۔ حافظ ابی اسحاق ابراہیم بن حسین کسائی معروف بابن دیزیل، متوفی ۲۸۱ھ کی کتاب ہے جس میں موصوف مرحوم نے حدیث رکبان[۸۴] کو نقل کیا ہے۔ اور روایت بیان کی ہے کہ آیہ "سئل سائل" واقعہ غدیر کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے[۸۵]۔

۱۲۳۔ صفین :۔ نصر بن مزاحم کوفی نے لکھی ہے جس میں انھوں نے جنگ صفین میں حدیث غدیر کے ذریعہ، عمار یاسر کا عمرو بن عاص کے خلاف استدلال نقل کیا ہے۔ اور حدیث غدیر کو بھی حبۃ بن جوین[۸۶] سے نقل کیا ہے۔

۱۲۴۔ الصلاۃ الفاخرہ بالاحادیث المتواترہ :۔ حامد بن علی عمادی حنفی (مفتی شام) متوفی ۱۱۷۱ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے کثیر طریقوں سے حدیث غدیر کو نقل کیا ہے۔ جیسا کہ اسی کتاب کے شروع میں ہے اور اس کو احادیث متواترہ میں شمار کیا ہے[۸۷]۔

۱۲۵۔ الصواعق المحرقہ :۔ حافظ شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیثمی، متوفی

۴۴۹ھ کی تالیف ہے۔ جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو نقل کیا ہے۔ اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اس کے طریقے اور سلسلے بے شمار ہیں اور حدیث تہنیت کو بھی نقل کیا ہے[۸۸]۔

۱۲۶۔ طبقات الحفاظ:۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذھبی، متوفی ۷۴۸ھ کی کتاب ہے جس میں لکھتے ہیں "جب محمد بن جریر کو معلوم ہوا کہ ابن ابی داؤد نے حدیث غدیر خم کے بارے میں کچھ کہا ہے تو فضائل کی کتاب تیار کی جس میں حدیث کے صحیح ہونے کو ثابت کیا" اس کے بعد کہتے ہیں کہ "میں نے ابن جریر کے طرق حدیث کی ایک پوری جلد دیکھی تو اس نے اور کثرت طرق نے مجھے حیران کر دیا"[۸۹]۔

۱۲۷۔ طوالع الانوار:۔ قاضی ناصرالدین عبداللہ عمر ابی الخیر بیضاوی، متوفی ۶۸۵ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو مسلّم جان کر نقل کیا ہے۔

۱۲۸۔ العروۃ الوثقیٰ:۔ علاء الدین احمد بن محمد بن احمد سمنانی، متوفی ۷۳۶ھ کی تالیف ہے۔ جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے۔ اس حدیث کے صحیح ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ اور انھوں نے حدیث کے معنی بھی بیان کئے ہیں۔

۱۲۹۔ العقد الفرید:۔ ابی عمر احمد بن عبد ربہ قرطبی، متوفی ۳۲۸ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر اور مامون الرشید کا چالیس فقہاء کے مقابلہ میں کچھ احادیث سے استدلال نقل کیا ہے جن میں ایک حدیث غدیر ہے[۹۰]۔

۱۳۰۔ العقد النبوی و السرّ المصطفوی:۔ فقیہ شیخ بن عبداللہ عیدروس حسینی یمنی، متوفی ۱۰۴۱ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے روایت نقل کی ہے کہ آیہ "سئل سائل" واقعہ غدیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

۱۳۱۔ عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری:۔ بدرالدین محمود مشہور بابن عینی حنفی، متوفی

۵۵ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر اور آیۂ تبلیغ کے غدیر کے دن نازل ہونے کی روایت نقل کی ہے"[۱۱]۔

۱۳۲۔ فتح الباری:۔ حافظ ابن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ کی کتاب ہے جس میں وہ رقمطراز ہیں: اور رہ گئی حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" تو اس کو ترمذی اور نسائی نے نقل کیا ہے۔ جس کے بہت سے طریقے ہیں ان سب کو "ابن عقدہ" نے الگ ایک کتاب میں جمع کیا ہے۔ اور ان میں سے اکثر سندیں صحیح اور حسن ہیں"[۱۲]۔

۱۳۳۔ الفتح المبین فی فضائل اہل بیت سید المرسلین:۔ رشید الدین خان دہلوی کی کتاب ہے۔ جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو طبرانی کے طریقے سے ابن عمر وغیرہ سے نقل کیا ہے۔

۱۳۴۔ فتوحات اسلامیہ:۔ سید احمد زینی دحلان مکی متوفی ۱۳۰۴ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث ولایت اور حضرت علیؑ کو "شیخین" نے جو تہنیت عرض کی تھی اس حدیث کو نقل کیا ہے"[۱۳]۔

۱۳۵۔ فتوحات وہبیہ:۔ برہان الدین ابراہیم بن مرعی شبرخیتی مصری متوفی ۱۱۰۶ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے گیارہویں حدیث میں امیرالمؤمنینؑ کا ذکر کیا ہے۔ اور حدیث غدیر نقل کی ہے

۱۳۶۔ فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰؑ و البتولؑ و السبطینؑ:۔ شیخ الاسلام ابی اسحاق ابراہیم بن سعد الدین حموینی متوفی ۷۲۲ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے۔ اسی طرح امیرالمؤمنینؑ کے وہ استدلالات جو آپ نے یوم شوریٰ، یوم "رحبہ" اور ایام عثمان میں کئے تھے، نقل کئے ہیں اور جابر انصاری کے ساتھ ایک مرد عراقی اور عمر بن عبدالعزیز کا استدلال بھی نقل کیا ہے اور

روایت کی ہے کہ آیۂ تبلیغ اور آیۂ اکمال الدین حضرت علیؑ کے بارے میں، میں آیۂ "سئل سائل" بھی واقعۂ غدیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے "حدیث تہنیت"، غدیر کے دن تاجگذاری کی حدیث اور روزہ غدیر کی حدیث کو بھی نقل کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے، نواں، دسواں، تیرہواں، چالیسواں اور اٹھاونواں باب۔

۱۳۷۔ فصل الخطاب:۔ محمد حافظی بخاری معروف بخواجہ پارسا، متوفی ۸۲۲ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو عمر بن خطاب اور حدیث "اصلیہ دعوت" کو زاذان سے نقل کیا ہے۔

۱۳۸۔ الفصول المہمۃ:۔ نورالدین علی بن محمد، ابن صباغ کی مالکی متوفی ۸۵۵ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر "حدیث تہنیت" اور "حدیث تتویج" کو نقل کیا ہے۔ اور روایت نقل کی ہے کہ آیۂ تبلیغ، غدیر کے دن حضرت علیؑ کی شان میں اور آیۂ "سئل سائل" واقعۂ غدیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے [۹۴]۔

۱۳۹۔ فضائل الصحابہ:۔ حافظ ابی سعید عبدالکریم بن احمد سمعانی متوفی ۵۶۲ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو عمر بن خطاب اور حدیث غدیر اور حدیث تہنیت کو براء بن عازب سے نقل کیا ہے۔

۱۴۰۔ فضائل الصحابہ:۔ حافظ احمد بن عبداللہ ابی نعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے [۹۵]۔

۱۴۱۔ الفوائد:۔ حافظ اسماعیل بن عبداللہ بن مسعود عبدی ابی بشر اصفہانی شہرت سمویہ متوفی ۲۶۷ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو نقل کیا ہے [۹۶]۔

۱۴۲۔ الفوائد:۔ حافظ محمد بن عبداللہ شافعی بزاز بغدادی متوفی ۳۵۴ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے "مرحبہ" کے مناظرہ پر مبنی حدیث کو زید بن ارقم کے الفاظ میں نقل

کیا ہے۔

۱۴۳۔ فیض القدیر فی شرح الجامع الصغیر :۔ زین الدین عبدالرؤوف بن تاج العارفین حدادی مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے روایت نقل کی ہے کہ آیہ "سئل سائل" واقعۂ غدیر کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے، حدیث تہنیت نقل کی ہے حدیث غدیر کے سلسلوں کی کثرت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان میں سے کچھ صحیح ہیں اور کچھ حسن اور مصنف "سیوطی" سے نقل کیا ہے کہ حدیث غدیر متواتر ہے۔ (۹۷)

۱۴۴۔ قرۃ العینین :۔ عبد العزیز ابی ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم عمری دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر اور حدیث تہنیت کو براء بن عازب اور زید بن ارقم سے نقل کیا ہے۔

۱۴۵۔ قطف الازھار :۔ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ حدیث غدیر متواتر ہے۔ (۹۸)

۱۴۶۔ القول الفصل :۔ علوی بیدار حداد، حدیث غدیر کے بارے میں کہتے ہیں "ابن عقدہ" نے اس حدیث کو ۱۰۵ صحابیوں سے نقل کیا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ "حافظ ابوالعلاء عطار ہمدانی متوفی ۵۶۹ھ کہتے تھے کہ میں اس حدیث کو ۲۵۰ طریقوں سے نقل کرتا ہوں"۔ (۹۹)

۱۴۷۔ الکاشف :۔ طیبی حسن بن محمد، متوفی ۷۴۳ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر اور حدیث تہنیت کو نقل کیا ہے اس کے علاوہ انھوں نے حدیث غدیر کی شرح بھی لکھی ہے۔

۱۴۸۔ کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب :۔ حافظ ابی عبداللہ محمد بن یوسف گنجی شافعی، متوفی ۶۵۸ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر اور "مرحبہ"

کے مناظرہ کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے اور جابر انصاری کے ساتھ مرد عراق کا مناظرہ بھی نقل کیا ہے. حدیث تہنیت بھی نقل کی ہے. اور حدیث غدیر کے طریقوں کی کثرت اور صحت نقل کے بارے میں بھی لکھا ہے اور کہا ہے حدیث غدیر تم تولیت کی دلیل ہے اور تولیت "استخلاف" ہے[۱۰۰].

۱۴۹۔ کفایۃ الطالب لمناقب علی بن ابیطالب:۔ شیخ محمد حبیب اللہ بن عبداللہ شنقیطی مدنی مالکی کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو مختلف طریقوں سے "رحبہ" میں مناظرہ کی حدیث کو دو طریقوں سے اور "حدیث رکبان" کو بھی دو طریقوں سے نقل کیا ہے[۱۰۱].

۱۵۰۔ الکنی و الاسماء:۔ دولابی ابی بشر محمد بن احمد بن حماد رازی، متوفی ۳۱۰ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو زید بن ارقم اور رحبہ کے استدلال کو ابی قدامہ حبہ بن جوین سے نقل کیا ہے[۱۰۲].

۱۵۱۔ کنزالعمال:۔ متقی علی بن حسام الدین بن قاضی عبدالملک قرشی ہندی متوفی سنۃ ۹۷۵ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو متعدد طریقوں سے اور رحبہ کے استدلال کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے. حدیث تہنیت اور جنگ جمل میں طلحہ کے خلاف امیرالمومنین کے حدیث غدیر سے کیے گئے استدلال کو بھی نقل کیا ہے[۱۰۳].

۱۵۲۔ کنوز الحقائق:۔ زین الدین عبدالرؤوف بن تاج العارفین حدادی مناوی متوفی سنۃ ۱۰۳۱ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو مختلف عبارتوں میں نقل کیا ہے[۱۰۴].

۱۵۳۔ اللمعات فی شرح المشکاۃ:۔ عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری متوفی ۱۰۵۲ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کے طریقوں کی کثرت کے بارے میں لکھا

ہے اور یہ کہ اس کے بہت سے طریقے صحیح اور حسن ہیں۔

۱۵۴۔ ما نزل من القرآن فی امیرالمومنینؑ :- حافظ احمد بن عبدالرحمن ابی بکر فارسی شیرازی متوفی ۴۰۷ھ یا ۴۱۱ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے روایت نقل کی ہے کہ آیہ تبلیغ غدیر خم کے دن حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی۔

۱۵۵۔ ما نزل من القرآن فی علیؑ :- حافظ احمد بن عبداللہ ابی نعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے روایت کی ہے کہ آیہ تبلیغ اور اکمال غدیر کے دن علیؑ کی شان میں نازل ہوئی اس کے ساتھ ہی انھوں نے حدیث غدیر اور غدیر کے بارے میں حسان کے اشعار نقل کیے ہے۔

۱۵۶۔ مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار :- حافظ جمال الدین محمد طاہر ملقب ملک المحدثین ہندی حنفی مقتول ۹۸۶ھ کی تالیف ہے۔ جس میں انھوں نے وہ روایت نقل کی ہے جس کو ابن اثیر نے "نہایہ" میں حدیث غدیر کے سلسلے میں نقل کیا ہے۔

۱۵۷۔ مجمع الزوائد :- حافظ علی بن ابی بکر سلیمان ابی الحسن ہیثمی قاہری متوفی ۸۰۷ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر، حدیث رکبان، جنگ جمل میں امیرالمومنینؑ کا استدلال اور ایک جوان کی ابوہریرہ کے ساتھ بحث کو کئی طریقوں سے نقل کیا ہے۔ اور ان میں سے ایک سے زیادہ طریقوں کو صحیح قرار دیا ہے[۱۰۵]۔

۱۵۸۔ محاسن الازھار :- فقیہ علامہ حمید محلی کی تالیف ہے جس میں انھوں نے خطبہ غدیر کو نقل کیا ہے جس میں حدیث غدیر اور حدیث ثقلین دونوں ہیں جیسا کہ روضہ ندیہ میں ہے جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

۱۵۹۔ المختارۃ :- حافظ ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد ابی عبداللہ مقدسی متوفی

۴۳۳ھ کی تالیف ہے جس میں حدیث غدیر کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ شرح مواہب کنزالعمال، ینابیع المودۃ اور جامع الصغیر وغیرہ میں ہے۔

۱۴۰۔ مرآۃ الجنان:۔ ابی السعادات عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی شافعی متوفی ۷۶۸ھ کی تالیف ہے جس میں حدیث غدیر کو علی ابن ابیطالبؑ کے مناقب میں مسلم الثبوت قرار دیا ہے[۱۰۶]۔

۱۴۱۔ مرآۃ المومنین فی مناقب اھل بیت سید المرسلینؐ:۔ مولوی ولی اللہ لکھنوی کی تالیف ہے جس میں حدیث غدیر اور حدیث تہنیت کو اپنے کئی سلسلوں سے نقل کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے متعدد سلسلے ہیں۔ اس کے بعد رحبہ کے مناظرے اور "اصابۃ الدعوۃ" والی حدیثیں نقل کی ہیں۔

۱۴۲۔ مرافض الروافض:۔ حسام الدین بن محمد بایزید سہارنپوری کی تالیف ہے جس میں حدیث غدیر کو براء بن عازب اور زید بن ارقم سے نقل کیا ہے۔

۱۴۳۔ مرج البحرین:۔ حافظ ابی الفرج یحیی بن سعید ثقفی اصبہانی کی تالیف ہے۔ جس میں حدیث غدیر نقل کی ہے[۱۰۷]۔

۱۴۴۔ المرقات فی شرح المشکات:۔ شیخ نورالدین ملا علی ہروی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ کی تالیف ہے جس میں مختلف طریقوں سے حدیث غدیر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے جس میں کوئی شبہ نہیں بلکہ بعض حافظوں نے اس کو متواتر تسلیم کیا ہے[۱۰۸]۔

۱۴۵۔ مروج الذھب:۔ مسعودی علی بن حسین بغدادی مصری متوفی ۳۴۶ھ جس میں جنگ جمل میں علیؑ کا طلحہ کے مقابلہ میں استدلال نقل کیا ہے۔ اور حدیث غدیر کو جملہ صحابہ میں صرف اور صرف علیؑ سے مخصوص قرار دیا ہے[۱۰۹]۔

۱۶۶۔ مستدرک الصحیحین :۔ حافظ محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی عبداللہ حاکم ضبی عرف ابن البیع نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ کی تالیف ہے جس میں حدیث غدیر کو متعدد طریقوں سے نقل کر کے ان طریقوں کو صحیح قرار دیا ہے اور جمل کے دن کا استدلال بھی نقل کیا ہے۔[۱۱۰]

۱۶۷۔ المسلسل بالاسماء :۔ حافظ محمد بن ابی بکر عمر ابی موسیٰ مدینی متوفی ۵۸۱ھ کی کتاب ہے جس میں فاطمہ بنت رسول اللہؐ کے استدلال والی حدیث نقل کی ہے جیسا کہ شمس الدین جزری کی اسنی المطالب میں ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

۱۶۸۔ المسند :۔ حافظ ابن راہویہ اسحاق بن ابراہیم حنظلی مروزی متوفی ۲۳۷ھ کی کتاب ہے جس میں حدیث غدیر نقل کی ہے۔[۱۱۱]

۱۶۹۔ المسند :۔ امام حنابلہ ابی عبداللہ احمد بن حنبل شیبانی متوفی ۲۴۱ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر، حدیث تہنیت اور رحبہ کے مناظرے کو باکثرت صحیح طریقوں سے نقل کیا ہے۔[۱۱۲]

۱۷۰۔ المسند :۔ حافظ عثمان بن محمد بن ابی شیبہ ابی الحسن عبسی متوفی ۲۳۹ھ کی تالیف ہے جس میں حدیث غدیر کو نقل کیا ہے۔[۱۱۳]

۱۷۱۔ المسند الکبیر :۔ حافظ احمد بن علی موصلی ابی یعلیٰ متوفی ۳۰۷ھ کی کتاب ہے جس میں حدیث غدیر نقل کی گئی ہے۔[۱۱۴]

۱۷۲۔ المسند المعلل :۔ حافظ احمد بن عمرو ابی بکر البزاز بصری متوفی ۲۹۲ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے۔[۱۱۵]

۱۷۳۔ مشکاۃ المصابیح :۔ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی کی ۷۳۷ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر اور حدیث تہنیت کو براء بن عازب اور

زید بن ارقم سے نقل کیا ہے[۱۱۶]۔

۱۷۴۔ مشکل الآثار:۔ حافظ ابی جعفر احمد بن محمد ازدی طحاوی متوفی ۳۲۱ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو سعد بن وقاص اور علی بن ابیطالبؑ سے نقل کیا ہے۔ رحبہ کا مناظرہ اور اس کے ساتھ حدیث تہنیت بھی نقل کی ہے۔ اور حدیث غدیر کے صحیح ہونے کے بارے میں بھی اس نے لکھا ہے[۱۱۷]۔

۱۷۵۔ مصابیح السنۃ:۔ حافظ حسین بن مسعود ابی محمد فراء بغوی متوفی ۵۱۶ھ کی تالیف ہے جس میں حدیث غدیر کو زید بن ارقم سے نقل کیا ہے[۱۱۸]۔

۱۷۶۔ مطالب السؤول فی مناقب آل الرسولؐ:۔ ابی سالم محمد بن طلحہ قرشی نصیبی متوفی ۶۵۲ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر نقل کی ہے اور یہ لکھا ہے کہ آیۂ تبلیغ علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ رحبہ کے مناظرہ کا حال لکھا ہے۔ عید غدیر کے بارے میں لکھا ہے اور حدیث غدیر کے معنی کی وضاحت کی ہے[۱۱۹]۔

۱۷۷۔ معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ:۔ شیخ محمد صدر العالم کی کتاب ہے جس میں حدیث غدیر کو متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے۔ حدیث تہنیت کو نقل کر کے یہ بتایا ہے کہ آیہ "سئل سائل" واقعہ غدیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حدیث غدیر کے تواتر اور صحیح ہونے کے بارے میں بھی لکھا ہے۔

۱۷۸۔ معارج الوصول:۔ جمال الدین محمد زرندی مدنی کی کتاب ہے جن کی وفات ۷۵۰ھ یا اس کے کچھ بعد ہے۔ کتاب میں انھوں نے ذکر کیا ہے کہ آیۂ "سئل سائل" غدیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

۱۷۹۔ المعارف:۔ ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ کی تالیف ہے جس میں حدیث غدیر کو انس بن مالک سے اور حدیث "اصابہ دعوت"[۱۲۰] اور اس

جوان کی ابوہریرہ کے ساتھ حدیث غدیر سے بحث کو ابوہریرہ کے حالات میں لکھا ہے[۴۱]۔

۱۸۰۔ المعتصر من المختصر:۔ جمال الدین ابی المحاسن یوسف بن صلاح الدین حنفی کی تالیف ہے جس میں انھوں نے رحبہ کے مناظرے اور حدیث غدیر کو نقل کیا ہے اور حدیث غدیر کو صحیح قرار دیا ہے[۴۲]۔

۱۸۱۔ المعتمد فی المعتقد:۔ فضل اللہ ابی سعید حسن شافعی تور بشتی کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو نقل کیا ہے۔

۱۸۲۔ المعجم:۔ حافظ عبداللہ بن محمد بغوی ابی القاسم متوفی ۳۱۷ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے "حدیث رکبان" کو نقل کیا ہے[۴۳]۔

۱۸۳۔ معجم الادباء:۔ ابی عبداللہ یاقوت بن عبداللہ رومی حموی متوفی ۶۲۶ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے محمد بن جریر طبری سے نقل کیا ہے کہ غدیر خم کے سلسلے میں جو روایتیں ہیں وہ صحیح ہیں اور اس کو ستر (۷۰) سے کچھ زیادہ طریقوں[۴۴] سے نقل کیا ہے جیسا کہ آئندہ فصل میں آئے گا۔

۱۸۴۔ المعجم الاوسط:۔ حافظ سلیمان بن احمد بن ایوب لخمی ابی القاسم طبرانی متوفی ۳۶۰ھ کی کتاب ہے جس میں حدیث غدیر[۴۵] اور رحبہ کے مقام پر ہونے والا استدلال نقل کیا ہے[۴۶]۔

۱۸۵۔ معجم البلدان:۔ ابی عبداللہ یاقوت بن عبداللہ رومی حموی متوفی ۶۲۶ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے حازمی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے غدیر خم میں خطبہ ارشاد فرمایا تھا[۴۷]۔

۱۸۶۔ المعجم الصغیر:۔ حافظ سلیمان بن احمد بن ایوب لخمی ابی القاسم طبرانی متوفی ۳۶۰ھ کی کتاب ہے جس میں حدیث غدیر اور رحبہ والے مناظرے کو نقل کیا ہے[۴۸]۔

۱۸۷۔ المعجم الکبیر:۔ یہ بھی مذکورہ بالا مصنف کی ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو امیرالمومنین، ابو ایوب۔ حبشی، زید بن ارقم عبداللہ بن عمر اور عمرو بن مرۃ سے نقل کیا ہے[۲۹] اور اس کو جریر بن عبداللہ اور حذیفہ بن اسید سے نقل کیا ہے[۳۰] اور رحبہ کے مناظرہ کا ذکر بھی ہے[۳۱]۔

۱۸۸۔ معرفۃ الصحابہ:۔ حافظ ابی نعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے غدیر کے دن تاجگذاری کی حدیث نقل کی ہے۔

۱۸۹۔ مفتاح النجا فی مناقب آل العبا:۔ میرزا محمد بن معتمد خان بدخشی کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر اور حدیث تہنیت کو نقل کیا ہے۔ اور آیہ تبلیغ و اکمال کے واقعہ غدیر کے سلسلہ میں حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہونے کی روایت کی ہے۔ اور کثیر طریقوں سے "حدیث غدیر" کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے۔

۱۹۰۔ مقتل الامام السبط الشہیدؑ:۔ اخطب خطباء موفق بن احمد ابی مؤید خوارزمی متوفی ۵۶۸ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو ایک جم غفیر سے نقل کیا ہے۔

۱۹۱۔ الملل والنحل:۔ ابوالفتح محمد بن ابی القاسم عبدالکریم شہرستانی متوفی ۵۴۸ھ کی کتاب ہے جس میں حدیث غدیر، حدیث تہنیت اور آیہ تبلیغ کے واقعہ غدیر کے سلسلہ میں نازل ہونے کی روایت نقل کی ہے[۳۲]۔

۱۹۲۔ من روی حدیث غدیر خم:۔ ابی بکر محمد بن عمر بن محمد بن سالم تمیمی بغدادی عرف جعابی متوفی ۳۵۵ھ کی کتاب ہے جس میں حدیث غدیر کو ۱۲۵ طریقوں سے نقل کیا ہے[۳۳] بعد کی فصل ملاحظہ فرمائیے۔

۱۹۳۔ المناقب:۔ امام حنابلہ ابی عبداللہ احمد بن حنبل شیبانی متوفی ۲۴۱ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو، بریدہ، زید بن ارقم، عمر بن خطاب اور مالک بن حویرث سے نقل کیا ہے۔

۱۹۴۔ المناقب:۔ ابی الحسن علی بن محمد جلابی معروف بہ ابن مغازلی متوفی ۴۸۳ھ کی تالیف ہے جس میں حدیث غدیر کو مختلف اسناد کے ساتھ کئی صحابیوں سے نقل کیا ہے۔

۱۹۵۔ المناقب:۔ حافظ عبدالرحمن بن علی بن محمد ابی الفرج ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ کی تالیف ہے جس میں مؤلف نے حدیث تہنیت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے علماء سیر کا اتفاق ہے کہ واقعہ غدیر، نبی کریمؐ کی آخری حج سے واپسی کے موقع پر ۱۸ ذی الحجہ کو رونما ہوا۔

۱۹۶۔ المناقب:۔ موفق ابن احمد ابی المؤید اخطب خطباء خوارزمی متوفی ۵۶۸ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر، حدیث تہنیت، حدیث صوم غدیر، آیۂ اکمال کے غدیر کے دن نزول، رحبہ کے دن والے مناظرے[۳۳] جنگ جمل کے استدلال[۳۵] شوریٰ کے دن والے استدلال[۳۶] اور عمرو بن عاص کے معاویہ کے مقابلہ میں حدیث غدیر سے استدلال کو نقل کیا ہے[۳۷]۔

۱۹۷۔ مناقب علی بن ابیطالب:۔ احمد بن محمد طبری جو خلیل کے نام سے مشہور ہیں۔ انھوں نے یہ کتاب ۴۱۱ھ میں لکھی تھی۔ جس میں غدیر کے دن تہنیت پر مشتمل حدیث کو نقل کیا ہے۔

۱۹۸۔ المنتقیٰ فی سیرۃ المصطفیٰ:۔ سعید الدین محمد بن مسعود بن محمد کازرونی متوفی ۷۵۸ھ کی تالیف ہے جس میں موصوف نے حدیث غدیر کو نقل کیا ہے۔

۱۹۹۔ منتہی الکلام:۔ مولوی حیدر علی فیض آبادی کی تالیف ہے جس میں انھوں نے

احمد بن حنبل اور ابن ماجہ سے حدیث غدیر کو نقل کیا ہے۔

۲۰۰۔ منتھی المدارک:۔ جو ابن فارض کے قصیدہ تائیہ کی شرح ہے۔ سعید الدین محمد بن احمد فرغانی، متوفی تقریباً ۷۰۰ھ کی تالیف ہے جس میں حدیث غدیر اور نیچے دیئے گئے شعر کی شرح میں واقعۂ غدیر کے سلسلہ میں امیرالمومنینؑ کے دو اشعار نقل کیے ہیں:

و اوضح بالتاویل ما کان مشکلاً علی بعلم ناله بالوصیة

۲۰۱۔ منھاج السنۃ:۔ ابن تیمیہ کی کتاب ہے جس میں لکھتے ہیں۔ قصۂ غدیر پیغمبر اکرمؐ کی آخری حج سے واپسی پر رونما ہوا۔ اور اس پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے (۳۸)۔

۲۰۲۔ المواقف:۔ قاضی عبدالرحمن بن احمد ایجی متوفی ۷۵۶ھ کی تالیف ہے جس میں حدیث غدیر کو مسلم جان کر نقل کیا ہے۔

۲۰۳۔ المواھب اللدنیہ بالمنح المحمدیۃ:۔ حافظ احمد بن محمد بن ابی بکر ابی العباس قسطلانی متوفی ۹۲۶ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث تہنیت کو نقل کیا ہے اور حدیث غدیر کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے اس حدیث کی سندیں بہت زیادہ ہیں جن کو ابن عقدہ نے ایک کتاب میں جمع کیا ہے جن میں سے اکثر صحیح اور حسن ہیں (۳۹)۔

۲۰۴۔ الموجز:۔ فقیہ اسعد بن ابی الفضائل محمود بن خلف عجلی متوفی ۶۰۰ھ کی کتاب ہے جس میں حدیث غدیر کو حذیفہ بن اسید اور عامر بن لیلی سے نقل کیا ہے (۴۰)۔

۲۰۵۔ مودۃ القربیٰ:۔ سید علی بن شہاب بن محمد ہمدانی متوفی ۷۸۶ھ کی تالیف ہے جس میں حدیث غدیر کو متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے۔ حدیث تہنیت بھی نقل کی ہے۔ اور روایت کی ہے کہ آیہ تبلیغ علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور ایک مرد کا حدیث غدیر سے زید بن ارقم کے مقابلہ میں استدلال نقل کیا ہے

۲۰۶۔ میزان الاعتدال:۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذھبی متوفی

۸۷۴ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو علیؑ سے اور رحبہ کے دن والے استدلال کو عمرو ذی مُرّ سے نقل کیا ہے۔ اور حدیث غدیر کو زید بن ارقم سے بھی نقل کیا ہے[۱۴۲]۔

۲۰۷۔ نثر اللآلی فی شرح نظم الامالی:۔ سید عبدالحمید بن سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۳۲۴ھ کی تالیف ہے جس میں حدیث غدیر کو امیرالمومنینؑ کے فضائل میں شمار کیا ہے[۱۴۳]۔ اور اس کے پیغمبر اکرمؐ کی زبان مبارک سے صادر ہونے کو مسلم قرار دیتے ہوئے اس کے معنی کے بارے میں گفتگو کی ہے[۱۴۴]۔ غدیر خم کو معیّن کیا ہے[۱۴۵] اور حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۲۰۸۔ نخب المناقب:۔ ابی بکر محمد بن عمر بن محمد بن سالم تمیمی بغدادی متوفی ۳۵۵ھ کی کتاب جو جعابی کے نام سے مشہور ہیں۔ اس کتاب میں انھوں نے حدیث غدیر کو ۱۲۵ طریقوں سے نقل کیا ہے جس کا ذکر ضیاء العالمین میں ہے اور اس کتاب کی آئندہ فصل میں بھی آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

۲۰۹۔ ندیم الفرید:۔ ابی علی احمد بن محمد بن یعقوب صاحب کتاب "تجارب" متوفی ۴۲۱ھ کی تالیف ہے جن کا لقب "مسکویہ" ہے جس میں مامون الرشید کے بنی ہاشم کے نام ایک خط کا تذکرہ ہے جس میں سے اس کے اس قول کو بطور خاص نقل کیا ہے " مہاجرین میں سے کوئی بھی اتنے عرصے تک نبی اکرمؐ کے ساتھ نہیں رہا جتنے عرصے تک علیؑ رہے۔ یہاں تک کہ مامون کہتے ہیں علیؑ حدیث غدیر خم کی روشنی میں صاحب ولایت ہیں۔

۲۱۰۔ نزل الابرار بما صح من مناقب اھل بیت الاطھار:۔ میرزا محمد بن معتمد خان بدخشی کی تالیف ہے جس میں حدیث غدیر کو کئی طریقوں سے نقل کیا ہے۔ حدیث تہنیت[۱۴۶] اور رحبہ میں ہونے والا مناظرہ بھی نقل کیا ہے۔ حدیث غدیر کو صحیح قرار دیتے

ہوئے لکھتے ہیں کہ صحابہ کی کثیر تعداد نے اس کو نقل کیا ہے[۱۴۷]۔

۲۱۱۔ نزھۃ المجالس:۔ شیخ عبدالرحمن بن عبدالسلام صفوری شافعی کی تالیف ہے جس میں روایت ہے کہ آیہ "سئل سائل" واقعۂ غدیر کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے[۱۴۸]۔

۲۱۲۔ نسیم الریاض فی شرح الشفاء:۔ شیخ احمد بن محمد بن عمر قاضی القضات متوفی ۱۰۶۹ھ کی تالیف ہے جن کا لقب شہاب الدین خفاجی ہے انھوں نے حدیث غدیر کو نقل کیا ہے۔

۲۱۳۔ نظم درر السمطین فی فضائل المصطفیٰ و المرتضیٰ والبتول والسبطین:۔ جمال الدین محمد بن یوسف زرندی متوفی ۷۵۰ھ یا اس سے کچھ زیادہ کی تالیف ہے جس میں موصوف نے حدیث غدیر، حدیث تہنیت، غدیر کے دن تاجگذاری کی حدیث اور حدیث غدیر کے ذریعہ عمر بن عبدالعزیز کے استدلال کو نقل کیا ہے

۲۱۴۔ النھایۃ:۔ ابی السعادات مبارک بن محمد بن عبدالکریم ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ کی تالیف ہے اس میں انھوں نے حدیث غدیر کو امام شافعی سے نقل کیا ہے۔ اور امام شافعی نے عمر کا حضرت علیؑ کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے "اصبحت مولیٰ کل مؤمن" آپ ہر مؤمن کے مولا ہوگئے[۱۵۰]۔

۲۱۵۔ نوادر الاصول:۔ حافظ حکیم محمد بن علی ترمذی ۲۸۵ھ میں اپنے بعض اساتذہ سے روایتیں نقل کی ہیں۔ اس کتاب میں انھوں نے حدیث غدیر کو تفصیل کے ساتھ ابوالطفیل کے واسطے سے حذیفہ بن اسید سے نقل کیا ہے۔

۲۱۶۔ نواقض الروافض:۔ میرزا مخدوم بن عبدالباقی متوفی ۹۹۵ھ کی تالیف ہے جس میں لکھتے ہیں کہ حدیث غدیر متواتر ہے۔ انھوں نے اس کے معنی کے بارے میں بھی بحث کی ہے۔

۲۱۷۔ النواقض للروافض :۔ سید محمد بن عبدالرسول برزنجی شافعی متوفی ۱۱۰۳ھ کی تالیف ہے جس میں نقل ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کا قول مبارک "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" صحیح ہے اور اس کو کثیر طریقوں سے نقل کیا گیا ہے۔

۲۱۸۔ نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختارؐ :۔ سید مؤمن بن حسن مؤمن شبلنجی، ولادت تقریباً ۱۲۵۰ ھ کی تالیف ہے جس میں مذکور ہے کہ آیہ "سئل سائل" واقعۂ غدیر کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے (۱۵۱)۔

۲۱۹۔ ہدایۃ السعداء :۔ قاضی شہاب الدین احمد بن عمر دولت آبادی متوفی ۸۴۹ھ کی تالیف ہے جس کی آٹھویں ہدایت کے "جلوۂ ثانیہ" میں حدیث غدیر نقل کی ہے اور روایت کی ہے کہ آیہ "سئل سائل" واقعۂ غدیر کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔

۲۲۰۔ ہدایۃ العقول الی غایۃ السؤول :۔ حسین بن امام منصور باللہ قاسم یمنی متوفی ۱۰۵۰ھ کی تالیف ہے جس میں حدیث غدیر کو کئی سلسلوں سے نقل کیا ہے کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو ایک رسالہ تیار ہو سکتا ہے اور اسکے حاشیہ میں کہتے ہیں حدیث "من کنت مولاہ" کے ۱۵۰ طریقے ہیں (۱۵۲)۔

۲۲۱۔ ہدایۃ المرتاب فی فضائل الاصحاب :۔ سید احمد بن مصطفی قادین خانی کی تالیف ہے۔ انھوں نے غدیر کے سلسلے میں امیرالمومنینؑ کے اشعار نقل کئے ہیں جنھیں آپ آئندہ ملاحظہ فرمائیں گے

۲۲۲۔ وسیلۃ المآل فی عدّ مناقب الآل :۔ شیخ احمد بن فضل بن محمد باکثیر کی متوفی سنہ ۱۰۴۷ ھ کی تالیف ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ حدیث تہنیت، مناظرہ رحبہ اور آیہ "سئل سائل" کے واقعہ غدیر کے سلسلہ میں نازل ہونے کو نقل کیا ہے حدیث غدیر کی "صحت" اور اس کے معنی کے

بارے میں بحث کی ہے۔ جن کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔

۲۲۳۔ وسیلۃ المتعبدین:۔ عمر بن محمد خضراء اردبیلی المعروف بہ ملا کی تالیف ہے جس میں موصوف نے "حدیث تہنیت" کو براء بن عازب سے نقل کیا ہے۔

۲۲۴۔ وسیلۃ النجاۃ:۔ مولوی محمد مبین لکھنوی کی کتاب ہے۔ جس میں حدیث غدیر کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے۔

۲۲۵۔ وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ:۔ نور الدین علی بن عبداللہ حسنی سمہودی شافعی متوفی ۹۱۱ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے حدیث تہنیت کو احمد کی سند کے ساتھ براء اور زید سے نقل کیا ہے(۱۵۳)۔

۲۲۶۔ الولایۃ فی طرق حدیث الغدیر:۔ ابی جعفر محمد بن جریر بن یزید طبری آملی متوفی ۳۱۰ھ کی کتاب ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو ستر (۷۰) سے کچھ زیادہ طریقوں سے نقل کیا ہے اور حموی نے معجم الادباء، ذھبی نے اپنی طبقات اور ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں اس کتاب کے بارے میں جو کہا ہے وہ اسی کتاب کی آئندہ فصل میں بیان ہوگا۔

۲۲۷۔ ینابیع المودۃ:۔ شیخ سلیمان بن شیخ ابراہیم حسینی بلخی قندوزی حنفی متوفی ۱۲۹۴ھ کی کتاب ہے اس میں حدیث غدیر کو مختلف طریقوں سے(۱۵۴) اور آیۂ تبلیغ کے غدیر کے دن علیؑ کی شان میں نازل ہونے(۱۵۵) "رحبہ" میں ہونے والا مناظرہ، ایک جوان کے زید بن ارقم کے ساتھ مناظرے(۱۵۶)، امام حسن مجتبیٰؑ کے استدلال(۱۵۷) اور خلیفہ مامون الرشید کے بنی ہاشم کے نام خط کو نقل کیا ہے(۱۵۸)۔

حوالہ جات

۱۔ آثار الباقیہ ص ۳۳۴۔

۲۔ اخبار الدول ص ۱۰۲۔

۳۔ جیسا کہ حافظ گنجی کی کفایۃ الطالب ص ۱۱۵ پر ہے۔

۴۔ استیعاب ج ۲ ص ۴۷۳ سوانح امیر المومنینؑ۔

۵۔ حاشیہ الاصابہ ج ۳ ص ۳۵ ملاحظہ کیجئے۔

۶۔ استیعاب ج ۲ ص ۳۷۳۔

۷۔ ملاحظہ کیجئے، اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۰۹، ۳۶۷، ۳۶۸۔ ج ۲ ص ۲۳۳۔ ج ۳ ص ۹۲، ۹۳، ۲۷۳، ۳۰۷، ۳۲۱۔ ج ۴ ص ۲۸۔ ج ۵ ص ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۷۹ اور ۳۷۹۔

۸۔ اسعاف الراغبین حاشیہ "نور الابصار" ص ۱۵۲۔

۹۔ اسنی المطالب ص ۲۲۷۔

۱۰۔ ملاحظہ کیجئے، ج ۱ ص ۳۰۴، ۳۷۳، ۵۷۶۔ ج ۲ ص ۲۵۲، ۲۵۵، ۲۵۷، ۲۸۶، ۳۰۸، ۵۰۹۔ ج ۳ ص ۳۰۸۔ ج ۳ ص ۸۰، ۱۵۹۔ ج ۴ ص ۲۲۳۔ ج ۷ ص ۷۸۰ وغیرہ۔

۱۱۔ اغانی ج ۸ ص ۱۵۶۔

۱۲۔ الامامۃ والسیاسۃ ص ۹۳۔

۱۳۔ انساب الاشراف ج ۱۔

۱۴۔ البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۳۳۸۔ ج ۵ ص ۲۰۸، ۲۱۳۔ ج ۷ ص ۲۲۷، ۲۳۷، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۵۰۔ ج ۱۱ ص ۱۳۶۔

۱۵۔ بدیع المعانی ص ۷۵۔

۱۶۔ البیان والتعریف ص ۱۳۶ اور ۲۳۰۔

۱۷۔ تاریخ آل محمدؐ ص ۶۷ اور ۶۸۔

۱۸۔ تاریخ بخاری ج ۱ ق ۱ ص ۳۷۵۔

۱۹۔ تاریخ بغداد ج ۷ ص ۳۷۷۔ ج ۸ ص ۲۹۰۔ ج ۱۴ ص ۲۳۶۔

۲۰۔ تاریخ الخلفاء ص ۶۵ اور ۱۱۴۔

۲۱۔ تاریخ دمشق ج ۷ ص ۸۳۔

۲۲۔ جیسا کہ در منثور ج ۲ ص ۲۹۸ اور فتح القدیر ج ۲ ص ۵۷ پر ہے۔

۲۳۔ جیسا کہ در منثور ج ۲ ص ۲۵۹ پر ہے۔

۲۴۔ خطط مقریزیہ ج ۲ ص ۲۲۲۔

۲۵۔ ملاحظہ فرمائیے ؛ تذکرہ ج ۳ ص ۲۳۱۔

۲۶۔ تذکرۃ خواص الامہ ص ۱۷۰، ۲۰۰، ۲۲۳ اور ۳۰۸۔

۲۷۔ تعلیقات اغانی ج ۷ ص ۳۴۳۔

۲۸۔ روح المعانی ج ۲ ص ۳۲۸۔

۲۹۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۴۔

۳۰۔ تفسیر ابی السعود ج ۸ ص ۲۹۴۔

۳۱۔ سورۂ شوریٰ۔ ۲۳۔

۳۲۔ الدر المنثور ج ۳ ص ۲۹۵ اور ۲۹۸۔

۳۳۔ تفسیر سراج المنیر ج ۴ ص ۳۹۳۔

۳۴۔ فتح القدیر ج ۲ ص ۵۷۔

۳۵۔ تفسیر طبری ج ۳ ص ۳۲۸۔

۳۶۔ تفسیر رازی ج ۳ ص ۴۳۶۔

۳۷۔ تفسیر منار ج ۶ ص ۳۹۳ اور ۳۹۴۔

۳۸۔ غرائب القرآن ج ۶ ص ۱۷۰ اور ۱۹۴۔

۳۹۔ تلخیص مستدرک ج ۳ ص ۵۳۳ وغیرہ۔

۴۰۔ التمہید ص ۱۶۹، ۱۷۱ اور ۲۲۷۔

۴۱۔ التنبیہ والاشراف ص ۲۲۱۔

۴۲۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۹۱۔ ج ۷ ص ۳۳۷ اور ۳۳۷۔

۴۳۔ تیسیر الوصول ج ۳ ص ۲۷۱۔

۴۴۔ ثمار القلوب ص ۵۱۱۔

۴۵۔ الجامع الصغیر ج ۲ ص ۵۵۵۔

۴۶۔ ان کے مذہب کے بارے میں غور کرنے کی ضرورت ہے۔

۴۷۔ حبیب السیر ج ۱ ق ۳ ص ۱۴۴۔

۴۸۔ الحسین علیہ السلام ج ۱ ص ۱۳۲۔

۴۹۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۳ اور ۳۴۵۔ ج ۵ ص ۲۶ اور ۳۶۴۔ ج ۹ ص ۶۳۔

۵۰۔ الخصائص ص ۳، ۴، ۷، ۱۵، ۱۹، ۲۱، ۲۲، ۲۵، ۲۶، ۳۰۔

۵۱۔ خطط مقریزیہ ج ۲ ص ۲۲۲ اور ۲۲۳۔

۵۲۔ ذخائر العقبیٰ ص ۶۷ اور ۸۶۔

۵۳۔ روضۃ الصفا ج ۱ ق ۲ ص ۱۷۳۔

۵۴۔ روضۃ الناظرین ص ۲۔

۵۵۔ ریاض الصالحین ص ۱۵۴۔

۵۶۔ الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۴۹، ۱۷۰، ۱۶۹، ۲۰۳، ۲۱۶۔

۵۷۔ سر العالمین ص ۹۔

۵۸۔ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۸۔

۵۹۔ جیسا کہ البدایہ والنھایہ ج ۵ ص ۲۰۹ اور تشنیف الاذان ص ۷۷ پر ہے۔

۶۰۔ سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۳۰۱ اور ۳۰۲۔

۶۱۔ شرح دیوان امیر المومنین علیہ السلام ص ۳۱۵ وغیرہ۔

۶۲۔ شرح الشفاء ج ۳ ص ۴۵۶۔

۶۳۔ شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۳۶۔

۶۴۔ گذشتہ حوالہ

۶۵۔ شرح المقاصد ص ۲۸۸ اور ۲۸۹۔

۶۶۔ شرح المواقف ج ۳ ص ۲۷۱۔

۶۷۔ شرح المواھب اللدنیہ ج ۵ ص ۱۰۔ ج ۷ ص ۱۳۔

۶۸۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۴۴۹۔

۶۹۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۶۱۔

۷۰۔ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۲۸۹۔

۷۲۔ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۲۰۹، ۳۶۲، ۳۳۴۔ ج ۳ ص ۳۸۸ (۳۸۸)۔

۷۳ ۔ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۳۰ ۔

۷۴ ۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۷۳ ۔

۷۵ ۔ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۳۷۱ ۔ ج ۴ ص ۳۸۸ (۳۸۸) ۔

۷۶ ۔ شرح ہاشمیات کمیت ص ۸۱ ۔

۷۷ ۔ شرح ہمزیہ بوصیری ص ۲۲۱ ۔

۷۸ ۔ الشرف المؤبد ص ۱۱۳ ۔

۷۹ ۔ شمس الاخبار ص ۳۸ ۔

۸۰ ۔ جیسا کہ تشنیف الآذان ص ۷۷ پر ہے ۔

۸۱ ۔ ملاحظہ فرمائیے ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۱۹ ۔

۸۲ ۔ نزل الابرار ص ۲۰ ۔

۸۳ ۔ صحیح ترمذی ج ۲ ص ۲۹۸ وغیرہ ۔

۸۴ ۔ صفوۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۳۱ ۔

۸۵ ۔ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۲۸۹ ۔

۸۶ ۔ جیسا کہ وعاۃ الہداۃ الی اداء حق الموالاۃ میں ہے ۔

۸۷ ۔ صفین ص ۱۸۶ ۔

۸۸ ۔ اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۶۷ ۔

۸۹ ۔ الصلاۃ الفاخرہ ص ۳۹ ۔

۹۰ ۔ طبقات الحفاظ ج ۲ ص ۲۵۳ ۔

۹۱ ۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۷۵ ۔ ج ۳ ص ۴۲ ۔

۹۲ ۔ عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۸۴ ۔

۹۳ ۔ فتح الباری ج ۷ ص ۶۱ ۔

۹۴ ۔ فتوحات اسلامیہ ج ۲ ص ۳۰۶ ۔

۹۵ ۔ الفصول المہمہ ص ۲۳ اور ۲۷ ۔

۹۶ ۔ نزل الابرار ص ۲۰ اور ۲۱ ۔

۹۶۔ جیسا کہ "تشنیف الاذان" ص ۷۷ میں ہے اور ان سے بدخشانی نے "مفتاح النجا" میں نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ "نزل الابرار" ص ۲۰ پر بھی منقول ہے۔

۹۷۔ فیض القدیر ج ۶ ص ۲۱۸۔

۹۸۔ جیسا کہ شیخ محمد صدر العالم نے ان سے "معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ" میں نقل کیا ہے۔

۹۹۔ القول الفصل ج ۱ ص ۴۴۵۔

۱۰۰۔ کفایۃ الطالب ص ۱۳، ۱۷، ۲۹، ۱۱۵، ۱۵۱۔

۱۰۱۔ کفایۃ الطالب ص ۲۸ اور ۳۰۔

۱۰۲۔ الکنیٰ و الاسماء ج ۲ ص ۶۱ اور ۸۸۔

۱۰۳۔ کنزالعمال ج ۶ ص ۸۳، ۱۰۲، ۱۵۲، ۱۵۳، ۳۹۰، ۳۹۷، ۳۹۹، ۴۰۳، ۴۰۵، ۴۰۷۔

۱۰۴۔ کنوز الحقائق ص ۱۳۷۔

۱۰۵۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۳، ۱۰۸ اور ۱۶۵۔

۱۰۶۔ مرآۃ الجنان ج ۱ ص ۱۰۹۔

۱۰۷۔ جیسا کہ تذکرہ سبط ابن جوزی ص ۳۰ پر ہے۔

۱۰۸۔ المرقات فی شرح المشکاۃ ج ۵ ص ۵۶۸۔

۱۰۹۔ مروج الذھب ج ۲ ص ۱۱۔

۱۱۰۔ مستدرک الصحیحین ج ۳ ص ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۶، ۱۳۲، ۱۷۱، ۳۷۱، ۵۳۳ اور حدیث صوم غدیر کو ان سے خطیب خوارزمی نے اپنی مناقب کے ص ۹۴ پر نقل کیا ہے۔

۱۱۱۔ جیسا کہ زین الفتی، کنزالعمال اور تشنیف الاذان ص ۷۷ پر ہے۔

۱۱۲۔ مسند احمد ج ۱ ص ۸۴، ۸۸، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۵۲، ۳۳۱۔ ج ۴ ص ۲۸۱، ۳۶۸، ۳۷۰، ۳۷۲۔ ج ۵ ص ۳۴۷۔

۱۱۳۔ تشنیف الاذان ص ۷۷۔

۱۱۴۔ جیسا کہ اکتفاء میں اور نزل الابرار ص ۲۰ پر اور البدایۃ و النھایۃ ج ۵ ص ۲۰۹۔ ج ۷ ص ۳۳۷ پر ہے۔

۱۱۵۔ جیسا کہ ینابیع المودۃ ص ۳۰ اور تشنیف الاذان ص ۷۷ پر ہے۔

۱۱۶۔ مشکاۃ المصابیح ص ۵۵۷۔

۱۱۷۔ مشکل الآثار ص ۳۰۷ اور ۳۰۹۔

۱۱۸۔ مصابیح السنہ ج ۲ ص ۱۹۹۔

۱۱۹۔ مطالب السؤول ص ۱۹، ۵۲ اور ۵۳۔

۱۲۰۔ المعارف ص ۲۵۱، ۲۹۱ جیسا کہ ابی الحدید نے ان سے شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۲۸ پر نقل کیا ہے۔

۱۲۱۔ جیسا کہ ابی الحدید نے ان سے شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۳۶۰ پر نقل کیا ہے اور المعارف جو مصر میں ۱۳۵۳ھ میں چھپی ہے اس سے اس بات کو نکال دیا ہے۔

۱۲۲۔ المختصر من المختصر ص ۲۱۲۔

۱۲۳۔ جیسا کہ ریاض النضرہ ج ۲ ص ۱۶۹ پر ہے۔

۱۲۴۔ معجم ادباء ج ۱۸ ص ۸۰۔

۱۲۵۔ جیسا کہ تشنیف الاذان ص ۷۷ اور مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۸ پر ہے۔

۱۲۶۔ جیسا کہ مجمع میں اور کنزالعمال ج ۶ ص ۴۰۳ پر ہے۔

۱۲۷۔ معجم البلدان ج ۳ ص ۳۹۶۔

۱۲۸۔ جیسا کہ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۸ اور تشنیف الاذان ص ۷۷ پر ہے۔

۱۲۹۔ کنزالعمال ج ۶ ص ۱۵۳۔

۱۳۰۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۶۔

۱۳۱۔ جیسا کہ مفتاح النجا میں ہے۔

۱۳۲۔ ملاحظہ فرمائیے، ابن حزم کی "الفصل" کا حاشیہ ج ۱ ص ۲۲۰۔

۱۳۳۔ مناقب سروی ص ۵۲۹۔

۱۳۴۔ مناقب خوارزمی ص ۹۳، ۹۴ اور ۲۰۔

۱۳۵۔ مناقب خوارزمی ص ۱۳۔

۱۳۶۔ مناقب خوارزمی ص ۲۱۷۔

۱۳۷۔ مناقب خوارزمی ص ۲۲۔

۱۳۸۔ منہاج السنۃ ج ۴ ص ۱۳۔

۱۳۹۔ المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۱۳ (ج ۷ ص ۱۳)۔

۱۴۰۔ الفصول المہمۃ ص ۲۵۔

۱۴۱۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۰۳۔

۱۴۲۔ مذکورہ کتاب ج ۳ ص ۲۲۴۔

۱۴۳۔ نثر اللآلی ص ۱۳۹۔

۱۴۴۔ نثر اللآلی ص ۱۴۰۔

۱۴۵۔ مذکورہ کتاب ص ۱۴۲۔

۱۴۶۔ نزل الابرار ص ۱۸ اور ۲۰۔

۱۴۷۔ نزل الابرار ص ۲۱۔

۱۴۸۔ نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۲۴۲۔

۱۴۹۔ نسیم الریاض ج ۳ ص ۴۵۹۔

۱۵۰۔ النھایۃ ج ۳ ص ۲۴۹۔

۱۵۱۔ نور الابصار ص ۷۸۔

۱۵۲۔ ہدایۃ العقول ص ۳۰۔

۱۵۳۔ وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۷۳۔

۱۵۴۔ ینابیع المودۃ ص ۳۴، ۳۸، ۲۰۰، ۳۰ اور ۳۱۔

۱۵۵۔ ینابیع المودۃ ص ۳۰۔

۱۵۶۔ ینابیع المودۃ ص ۲۴۹۔

۱۵۷۔ ینابیع المودۃ ص ۲۸۳۔

۱۵۸۔ ینابیع المودۃ ص ۲۸۳۔

گیارہویں فصل

حدیث غدیر پر مؤلفین کی توجّہ

حدیث غدیر پر مؤلفین کی توجہ

اس حدیث کے سلسلہ میں علماء نے بے انتہاء اہتمام کیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے صرف کتابوں میں اس کی سندیں ذکر کردینے پر اکتفاء نہیں کی بلکہ ایک جماعت نے اس کے بارے میں جداگانہ کتابیں لکھی ہیں کچھ نے اپنے سلسلۂ سند کو لکھا ہے۔ بعض نے ان کے نزدیک جو صحیح سندیں تھیں ان کو محفوظ کیا ہے تاکہ اس کے متن میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو اور دست تحریف کی اس تک رسائی نہ ہو سکے چنانچہ ان میں سے بعض علماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ حافظ ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد طبری آملی [۱] جو صاحب تفسیر اور تاریخ ہیں۔ ولادت ۲۲۴ھ اور وفات ۳۱۰ھ ان کی ایک کتاب ہے "الولایۃ فی طرق حدیث الغدیر" جس میں اس حدیث کو انھوں نے ستر سے کچھ زیادہ طریقوں سے نقل کیا ہے۔

حموی، طبری کے حالات میں لکھتے ہیں "طبری نے فضائل علی بن ابیطالب" میں ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کی ابتدا میں انھوں نے غدیر خم کے سلسلہ میں وارد شدہ روایات کی صحت کے بارے میں لکھا ہے۔ پھر فضائل کا تذکرہ کیا ہے۔ جسے وہ مکمل نہیں کر پائے" [۲]

حموی نے یہ بھی لکھا ہے "طبری کو کسی شخص سے جب کسی بدعت کا علم ہوتا تھا تو وہ اسے چھوڑ دیتے تھے۔ ایک زمانہ میں بغداد میں کسی شیخ نے غدیر خم کو جھٹلایا اور کہا: جب رسول

اللہؑ غدیر خم میں تھے تو علی بن ابیطالبؑ اس وقت یمن میں تھے۔ چنانچہ اسی شخص نے اپنے ایک قصیدہ مزدوجہ میں جس میں اس نے شہر شہر اور منزل منزل کے بارے میں اشعار لکھے ہیں۔ حدیث غدیر خم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے "ثم مررنا بغدیر خم۔ کم قائل فیہ بزور دجم۔ علیٰ علی و النبی الامی"

ابو جعفر کو اس کی اطلاع ہوئی تو پہلے انھوں نے علی بن ابیطالبؑ کے فضائل بیان کیے اور پھر حدیث خم کے سلسلے بیان کیے۔ چنانچہ اس کو سننے کے لیے بہت سے لوگ جمع ہوگئے۔ ان میں کچھ ایسے رافضی بھی تھے جن کی زبانیں صحابہ کے سلسلہ میں کھلی تھیں۔ چنانچہ اس نے پہلے ابوبکر اور عمر کے فضائل بیان کیے[۳]۔

ذھبی نے لکھا ہے کہ جب محمد بن جریر کو پتہ چلا کہ ابن ابی داؤد نے حدیث غدیر کے بارے میں لب کشائی کی ہے تو اس نے فضائل میں ایک کتاب لکھی اور حدیث غدیر کو صحیح قرار دیا۔

اس کے بعد ذھبی کہتے ہیں کہ میں نے جب ابن جریر پر منتہی ہونے والے حدیث غدیر کے سلسلے دیکھے تو میں ان کی کثرت اور ابن جریر کے بارے میں حیرت سے انگشت بدنداں رہ گیا[۴]۔

ابن کثیر نے طبری کے حالات میں لکھا ہے "میں نے ان کی ایک کتاب دیکھی ہے جس میں اس نے غدیر خم کی احادیث کو دو ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے۔ اور ایک اور کتاب دیکھی ہے جس میں "حدیث طیر" کے سلسلے جمع کیے ہیں[۵]۔ اور اس کو ابن حجر نے ان کی طرف نسبت دی ہے[۶]۔

شیخ طوسی نے بھی اس کتاب کا تذکرہ اپنی فہرست میں کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ "اس کی خبر ہمیں احمد بن عبدون نے ابی بکر دوری کے واسطے سے ابن کامل سے دی ہے۔

سید ابن طاوس "الاقبال" میں لکھتے ہیں "اور اسی قبیل سے وہ روایت ہے جس کو محمد بن جریر طبری صاحب "تاریخ کبیر" نے نقل کیا ہے۔ اس نے اس کو تصنیف کیا ہے اور اس کا نام "کتاب الرد علی الحرقوصیہ" رکھا ہے۔ جس میں حدیث غدیر کو نقل کیا ہے اور ۷۵ سلسلوں سے اس کی روایت کی ہے۔

۲۔ حافظ ابوالعباس کوفی احمد بن سعید ہمدانی معروف با بن عقدہ [۷] متوفی ۳۳۳ھ

ان کی ایک کتاب ہے جس کا نام "کتاب الولایہ فی طرق حدیث الغدیر" ہے جس میں حدیث غدیر کو انھوں نے ایک سو پانچ طریقوں سے نقل کیا ہے۔

ابن کثیر نے "اسد الغابہ" اور ابن حجر نے "اصابہ" میں ان سے کثرت سے روایتیں نقل کی ہیں۔ اور ابن حجر حدیث غدیر کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں "ابوالعباس نے حدیث غدیر کو صحیح قرار دیا ہے اور اس کے سلسلہ جمع کرنے پر توجہ دی ہے۔ اور ستر (۷۰) یا اس سے زیادہ صحابیوں سے اس کو نقل کیا ہے" [۸]۔

"فتح الباری" میں لکھا ہے "رہ گئی حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" تو اس کو ترمذی اور نسائی نے نقل کیا ہے جس کے بہت سے سلسلے ہیں جن کو ابن عقدہ نے ایک کتاب میں جمع کیا ہے جن میں سے اکثر کی سندیں صحیح یا حسن ہیں۔

اس کو شمس الدین مناوی شافعی نے بھی ان کے نام سے ذکر کیا ہے اور ابن حجر کا یہ قول نقل کیا ہے "یہ حدیث کثیر الطرق اور صحیح ہے" [۹]۔

اس کتاب کو حافظ کنجی شافعی نے ان کی طرف نسبت دی ہے [۱۰]۔ نجاشی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے [۱۱]۔ سید بن طاوس کہتے ہیں "میرے پاس اس کے مصنف ابی العباس کے زمانہ کا نسخہ ہے جو سنہ ۳۳۰ ہجری میں لکھا گیا۔ اس پر شیخ طوسی اور دوسرے شیوخ اسلام کی تحریر ہے۔ جس میں ولایت علیؑ کے سلسلہ میں پیغمبر اکرمؐ کی نص کو ایک سو پانچ

طریقوں سے نقل کیا ہے۔ اور وہ اس وقت میرے پاس موجود ہے[۲]۔

"بیدار" کہتے ہیں: ابن عقدہ نے اس حدیث کو ایک سو پانچ صحابیوں سے نقل کیا ہے[۳]۔

۳۔ حافظ ابوبکر محمد بن عمر بن محمد بن محمد سالم تمیمی بغدادی، معروف بہ جعابی[۴] متوفی ۳۵۵ھ ان کی ایک کتاب ہے جس کا نام ہے "من روی حدیث غدیر خم" نجاشی نے اس کتاب کو ان کی کتابوں میں شمار کیا ہے[۵]۔

سروی کا کہنا ہے "اس حدیث کو ابوبکر جعابی نے ایک سو پچیس طریقوں سے نقل کیا ہے۔ اور صاحب کافی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا تھا حدیث خم کا قصہ ہم سے ابوبکر جعابی نے ابوبکر، عمر، عثمان سے یہاں تک کہ ۸۰ صحابیوں کے نام لیے[۱۶] کہ ان سے بیان کیا۔ جیسا کہ ان کی طرف پہلے اشارہ ہو چکا۔

اور ضیاء الصالحین میں ہے "انھوں نے حدیث غدیر کو اپنی کتاب "نخب المناقب" میں ایک سو پچیس طریقوں سے نقل کیا ہے"۔

۴۔ ابوطالب عبید اللہ[۱۷] بن احمد بن زید انباری واسطی متوفی بمقام واسط ۳۵۶ھ۔ ان کی ایک کتاب ہے جس نام "طرق حدیث الغدیر" ہے۔ نجاشی نے ان کے نام سے اس کتاب کا ذکر کیا ہے[۱۸]۔

۵۔ ابو غالب احمد بن محمد بن محمد زراری متوفی ۳۶۸ھ "خطبۂ غدیر" کے بارے میں ان کا ایک کتابچہ ہے جس کے بارے میں انھوں نے خود "آل اعین" کے بارے میں اپنے ایک رسالے میں ذکر کیا ہے۔ جس کو انھوں نے اپنے پوتے ابوطاہر زراری کے لیے لکھا تھا۔

۶۔ ابوالفضل محمد بن عبداللہ بن مطلب شیبانی متوفی ۳۸۷ھ کی ایک کتاب ہے

جس کا نام ہے "من روی حدیث غدیر خم" جس کا ذکر ان کے معاصر نجاشی نے بھی کیا ہے[۱۹]۔

۷۔ حافظ علی بن عمر بن احمد دارقطنی[۲۰] بغدادی متوفی ۳۸۵ھ گنجی شافعی نے نقل حدیث غدیر کے موقع پر لکھا ہے کہ حافظ دارقطنی نے اس کے سلسلوں کو ایک کتابچہ میں جمع کیا ہے[۲۱]۔

۸۔ شیخ محسن بن حسین بن احمد نیشاپوری خزاعی شیخ عبدالرحمن نیشاپوری کے چچا۔ ان کی ایک کتاب ہے جس کا نام "بیان حدیث الغدیر" ہے شیخ منتجب الدین نے اس کو اپنی فہرست میں ذکر کیا ہے۔

۹۔ علی بن عبدالرحمن بن عیسی بن عروۃ جراح قنائی متوفی ۴۱۳ھ کی ایک کتاب ہے جس کا نام "طرق خبر الولایۃ" ہے نجاشی نے اس کتاب کو موصوف کی تالیفات میں شمار کیا ہے[۲۲]۔

۱۰۔ ابو عبداللہ حسین بن عبداللہ بن ابراھیم غضائری متوفی ۱۵ صفر ۴۱۱ھ ان کی ایک کتاب ہے جس کا نام "کتاب یوم الغدیر" ہے نجاشی نے ان کی تالیفوں میں اس کا ذکر کیا ہے[۲۳]۔

۱۱۔ ابو سعید مسعود بن ناصر بن عبد اللہ بن احمد سجزی[۲۴] (سجستانی) متوفی ۴۷۷ھ[۲۵] ان کی ایک کتاب ہے جس کا نام "الدرایہ فی حدیث الولایہ" جس کے سترہ جزء ہیں۔ اس حدیث غدیر کے سلسلوں کو جمع کیا ہے۔ اور اس کو ایک سو بیس صحابیوں سے نقل کیا ہے۔ ابن شہر آشوب نے اس کتاب کا ان کے نام سے ذکر کیا ہے[۲۶]۔

جمال الدین سید ابن طاووس نے لکھا ہے ان کے پاس بیس سے زیادہ مجلد کاپیاں تھیں[۲۷]۔ اور کتاب "الیقین" میں ان سے نقل کیا گیا ہے۔

ابن ابی حاتم شامی نے "الدر النظیم فی الائمة اللهامیم" میں ان سے روایت کی ہے . یہ کتاب شیخ عماد الدین طبری کے پاس تھی جس سے انھوں نے اپنی کتاب "بشارة المصطفیٰ لشیعة المرتضیٰ" روایتیں نقل کی ہیں. جس کو کتاب الولایة کے نام سے تعبیر کیا ہے.

۱۲۔ ابو الفتح محمد بن علی بن عثمان کراجکی متوفی ۴۴۹ھ. ان کی ایک کتاب ہے جس کا نام "عدة البصیر فی حج یوم الغدیر" ہے علامہ نوری لکھتے ہیں [۲۸] "یہ کتاب بہت مفید ہے. جو غدیر کے دن کے بارے میں امیر المؤمنینؑ کی امامت کے اثبات میں ہے. امامت کے اثبات میں ان کی یہ انتہائی کوشش شیعوں کے لیے کافی ہے....."

۱۳۔ علی بن بلال [۲۹] بن معاویہ بن احمد مہلبی نے "حدیث غدیر" نام کی ایک کتاب لکھی ہے شیخ الطائفہ [۳۰] اور ابن شہر آشوب [۳۱] نے لکھا ہے کہ یہ کتاب ان کی ہے.

۱۴۔ شیخ منصور لائی رازی "حدیث غدیر" نام کی ان کی ایک کتاب ہے جس میں انھوں نے راویوں کے نام حروف تہجی کی ترتیب سے لکھے ہیں. ابن شہر آشوب [۳۲] نے لکھا ہے کہ یہ کتاب ان کی ہے. اور شیخ ابو الحسن شریف نے بھی ضیاء العالمین میں اس کا ذکر کیا ہے.

۱۵۔ شیخ علی بن حسن طاطری کوفی کتاب "فضائل امیر المؤمنینؑ" کے مصنف ہیں. ان کی ایک کتاب ہے جس کا نام ہے "کتاب الولایة" شیخ طوسی نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے [۳۳].

۱۶۔ حافظ عبید اللہ بن عبد اللہ بن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن حسکانی، ابو القاسم، حاکم نیشاپوری حنفی متوفی ۴۹۰ھ جو ابن حداد حسکانی [۳۴] کے نام سے مشہور ہیں. ان کی کتاب "دعاة الهداة الی اداء حق الموالاة" ہے جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو ذکر کیا

ہے۔ سید ابن طاوس نے اس کتاب کا ان کے نام سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے "یہ ہمارے پاس موجود ہے"[۲۵]۔ اور شیخ ابوالحسن شریف نے ضیاء العالمین میں اس کتاب کو ان کی طرف نسبت دی ہے۔

۱۷۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذھبی شافعی متوفی ۷۴۸ھ[۲۶] ان کی ایک کتاب ہے جس کا نام "طریق حدیث الولایۃ" ہے انھوں نے اپنی ہی ایک کتاب میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے[۲۷] "حدیث طیر کے کئی سلسلے ہیں جن کو ہم نے ایک کتاب میں جمع کیا ہے۔ ان کے مجموعے سے پتہ چلتا ہے کہ حدیث با اصل و بنیاد ہے۔ اور حدیث "من کنت مولاہ" کے کئی اچھے سلسلے ہیں ان کو بھی میں نے ایک کتاب میں یکجا کیا ہے۔

۱۸۔ شمس الدین محمد بن محمد بن محمد ابوالخیر دمشقی المقری شافعی متوفی ۸۳۳ھ جو جزری[۲۸] کے نام سے مشہور ہیں۔ انھوں نے حدیث غدیر کے تواتر کے ثبوت میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ جس کا نام انھوں نے "اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب" رکھا ہے۔ اس کو اسی (۸۰) طریقوں سے نقل کیا ہے اور جو اس کا انکار کرے اس کو جاہل اور متعصب بتایا ہے۔

سخاوی نے اس رسالہ کو ان کی تالیفات میں شمار کیا ہے[۲۹]۔

اس کے دو نسخے، میر حامد حسین لکھنوی ہندی صاحب "عبقات الانوار" کے کتابخانے میں موجود ہیں۔ شیخ ابوالحسن شریف نے بھی اس رسالہ کو ان کے نام سے "ضیاء العالمین" میں ذکر کیا ہے۔

۱۹۔ مولی عبداللہ بن شاہ منصور قزوینی طوسی، جو صاحب "وسائل" کے معاصر تھے "امل الآمل" میں ہے کہ ان کی ایک کتاب ہے جس کا نام ہے "الرسالۃ الغدیریۃ"

۲۰۔ سید سبط حسن جائسی ہندی لکھنوی۔ اردو زبان میں ان کی ایک کتاب ہے جس کا نام ہے "حدیث غدیر" جو ہندوستان میں چھپی ہے۔

۲۱۔ سید میر حامد حسین بن سید محمد قلی موسوی ہندی لکھنوی متوفی ۱۳۰۶ھ عمر ساٹھ سال انھوں نے حدیث غدیر کے طریقے اس کے تواتر اور معنی کو ۱۰۸۰ صفحہ کی دو ضخیم جلدوں میں لکھا ہے۔ جو ان کی عظیم کتاب "عبقات" کا حصہ ہیں

علامہ امینی اس مقام پر، کتاب "الغدیر" میں لکھتے ہیں "یہ سید بزرگوار اور عظیم الشان اپنے باپ کی طرح دشمنان خدا کے لیے، اس کی برہنہ شمشیر حق اور دین کی کامیابی کی علامت اور خداوند متعال کی آیت کبریٰ ہیں۔ جن کے ذریعہ خدا نے حجت تمام کی اور راستہ واضح کر دیا۔

ان کی مشہور زمانہ کتاب "عبقات الانوار" کا مشرق و مغرب میں چرچا ہے۔ یہ وہ معجزہ آسا اور روشن کتاب جس میں باطل کی مطلقاً کوئی گنجائش نہیں ہم نے اس گرانقدر سرمائے سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ اور ہم ہمیشہ ان کے اور ان کے والد کے شکر گذار ہیں۔ اور خدا کی طرف سے پیہم ان پر اجر و ثواب کی بارش ہوئی ہے۔

۲۲۔ سید مہدی بن سید علی غریفی بحرانی نجفی متوفی ۱۳۴۳ھ کی ایک کتاب ہے جس کا نام "حدیث الولایۃ فی حدیث الغدیر" ہے۔ ہمارے شیخ، رازی نے اس کتاب کو "الذریعہ" میں موصوف کی تالیفات میں شمار کیا ہے۔ اور ان کے فرزند نے، باپ کے حالات میں اس کا ذکر کیا ہے[۴۰]

۲۳۔ حاج شیخ عباس بن محمد رضا قمی متوفی، نجف اشرف، شب سہ شنبہ ۲۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۹ھ ان کی کتاب ہے "فیض القدیر فی حدیث الغدیر" جس میں تین سو سے زیادہ صفحے ہیں۔ جن کو انھوں نے یکجا کیا ہے اور حق ادا کیا ہے چودھویں صدی ہجری میں یہ

حدیث و تالیف کے میدان میں نادر کتاب ہے۔ چنانچہ امت پر جو ان کے لائق شکر احسانات ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

۲۴۔ السید مرتضیٰ حسین خطیب فتحپوری ہندی۔ ان کی ایک کتاب ہے جس کا نام "تفسیر تکمیل" ہے جس میں انھوں نے واقعۂ غدیر کے سلسلہ میں نازل شدہ آیت "الیوم اکملت لکم دینکم" کی تفسیر لکھی ہے۔ یہ کتاب ہندوستان میں چھپی ہے۔

۲۵۔ شیخ محمد رضا بن شیخ طاہر آل فرج اللہ نجفی کی ایک کتاب ہے "الغدیر فی الاسلام" نجف اشرف میں چھپی ہے۔ موصوف نے مذکورہ کتاب میں بحث کا حق ادا کیا ہے۔

۲۶۔ حاج سید مرتضیٰ خسروشاہی تبریزی، انھوں نے دلالت حدیث کے بارے میں جداگانہ ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام انھوں نے "اهداء الحقیر فی معنی حدیث الغدیر" رکھا ہے۔ عراق میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہے۔ انھوں نے مکمل تحقیق کی ہے اور کسی گوشہ کو مخفی نہیں رہنے دیا۔

ابن کثیر نے لکھا ہے [۴۱] "ابو جعفر محمد بن جریر جو صاحب تفسیر اور تاریخ ہیں انھوں نے اس حدیث پر بھرپور توجہ کی ہے۔ دو جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں حدیث کے الفاظ اور طریقوں کو ذکر کیا ہے۔ اسی طرح حافظ کبیر ابوالقاسم ابن عساکر نے بھی اس خطبہ میں بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں۔ ہم من و عن اسی کو نقل کرتے ہیں [۴۲]:

شیخ سلیمان حنفی لکھتے ہیں: ابی المعالی جوینی جو ابی حامد غزالی کے استاد اور امام الحرمین کے لقب سے ملقب تھے ان کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے نہایت تعجب سے ساتھ بیان کیا کہ میں نے بغداد میں ایک جلد ساز کے پاس ایک کتاب دیکھی جس میں

غدیر خم کے سلسلہ میں روایات تھیں۔ اس کتاب کے اوپر لکھا تھا۔

پیغمبر اکرمؐ کے قول "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کے طریقوں پر مبنی اٹھائیسویں جلد جس کے بعد انتیسویں جلد آنے والی ہے[۴۳]۔

علوی ہداو حداد کا کہنا ہے "کہ حافظ ابو العلاء عطاء ہمدانی[۴۴] کہا کرتے تھے "میں اس حدیث کو ۲۵۰ طریقوں سے نقل کرتا ہوں"[۴۵]۔

اس موضوع کے متعلق اور بھی بہت سی تالیفات ہیں جن کو "قربات یوم الغدیر" کے عنوان کے تحت پہلے ذکر کر دیا گیا۔

"انها تذکرة فمن شاء ذکره۔ فی صحف مکرمة"[۴۶]۔

حوالہ جات

۱۔ ترجمہ الخطیب ج ۲ ص ۱۳ تا ۱۴۹ اور ذھبی نے ان کا ذکر اپنے "تذکرہ" ج ۱ ص ۲۷۷ تا ۲۸۳ پر کیا ہے اور ان کو امام زاہد اور تارک دنیا بتایا ہے۔

۲۔ معجم الادباء ج ۱۸ ص ۸۰۔

۳۔ معجم الادباء ج ۱۸ ص ۷۴۔

۴۔ الطبقات ج ۲ ص ۲۵۴۔

۵۔ البدایہ والنھایہ ج ۱۱ ص ۱۳۲۔

۶۔ تھذیب التھذیب ج ۷ ص ۳۳۷۔

۷۔ سوانح کی کسی بھی کتاب میں ان کے حالات زندگی اور ان کی تعریف و توصیف مل جائے گی وہ بھی حافظ و علامہ اور اعلام حدیث میں انکا شمار ہوتا ہے۔ اور نادرة الرموز میں عقدہ ان کے باپ کا لقب ہے جن کا نام محمد بن سعید ہے۔ زبردست نحوی تھے تعریف میں تعقید کی وجہ سے ان کا لقب

عقدہ پڑ گیا

ابوالعباس ۲۴۹ھ میں کوفہ میں متولد ہوئے۔ انھوں نے محمد بن عبداللہ منادی اور علی بن داؤد و غیرہ سے حدیثیں سنی ہیں اور ان سے طبرانی، ابن عدی، ابوبکر بن جعابی، ابو علی نیشاپوری اور ابو احمد حاکم نے روایت کی ہے۔

عسقلانی نے اصابہ، تہذیب التہذیب اور سیوطی میں اور جمال الدین قضائی حلبی نے اور سمعانی نے انساب میں اور ابو علی نیشاپوری نے، گجراتی، سبط ابن جوزی، اور محمد بن محمود خوارزمی نے جامع المسانید میں ان پر اعتماد کیا ہے۔

ملاحظہ کیجئے :- سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۳۴۲ - تاریخ بغداد ج ۵ ص ۱۴ - میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۳۶ - الوافی بالوفیات ج ۷ ص ۳۹۵ - لسان المیزان ج ۱ ج ۲۶۳

۸ - تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۳۷۔

۹ - فیض القدیر ج ۶ ص ۲۱۸۔

۱۰ - کفایۃ الطالب ص ۱۵۔

۱۱ - فہرست نجاشی ص ۶۷۔

۱۲ - الاقبال ص ۴۶۳۔

۱۳ - القول الفصل ج ۱ ص ۴۴۵۔

۱۴ - ان کے حالات زندگی تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۶ تا ۳۱ اور تذکرہ ذہبی ج ۳ ص ۱۲۸ تا ۱۳۱ وغیرہ میں مرقوم ہیں۔ مذکور ہے کہ حفاظ حدیث میں سب پر مقدم ہیں۔

دو لاکھ حدیثیں ان کو سند کے ساتھ یاد تھیں۔ اور اتنی ہی حدیثوں کو نقل کرتے تھے۔ حفظ کے اعتبار سے تمام صحابیوں پر فوقیت رکھتے تھے دار قطنی، ابن شاہین، ابن زرقویہ، ابن فضل قطان، علی مقری، علی رزاز، محمد بن طلحہ، ثعالبی، ابو نعیم حافظ ابن حسنویہ اور ابو عبداللہ حاکم وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔

اور ابی علی معدل سے نقل ہے معلل حدیث کی معرفت، اور رجال کی ثقافت، ان کے ضعف، اسماء، انساب، کنیتوں، پیدائش کی تاریخوں، پیدائش کے مقامات، ان کے مذاہب، ان کی مدح یا ذم میں استعمال شدہ الفاظ کی شناخت میں امام تھے۔ آخر عمر میں اس علم کی ان پر انتہا ہوگئی تھی اور پوری دنیا

میں اس وقت کوئی ان کے برابر نہیں تھا۔

جی ہاں! ایسے ہی تھے ابن جعابی جن کی فضیلت مسلم تھی۔ تمام کتابوں میں ان کے علم کا چرچا ہے۔ علماء نے بھی ان کی رفعت و عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ لیکن محبت اہل بیت چونکہ ان کو گھٹی میں پلائی گئی تھی لہذا دشمنی میں ان پر ایسی تہمتیں اور الزامات عائد کیے گئے۔ جو ایک عام آدمی پر عائد نہیں کیے جاتے چہ جائیکہ اتنے بڑے عالم کو اس کا نشانہ بنایا جائے

۱۵۔ فہرست نجاشی ص ۲۸۱۔

۱۶۔ مناقب سروی ج ۱ ص ۵۲۹۔

۱۷۔ شیخ الطائفہ کی فہرست میں عبداللہ ہے

۱۸۔ فہرست نجاشی ص ۱۶۱۔

۱۹۔ فہرست نجاشی ص ۲۸۲۔

۲۰۔ تاریخ اور سوانح کی بہت سی کتابوں میں ان کے حالات درج ہیں۔ خطیب اپنی تاریخ ج ۳ ص ۲۶ پر لکھتے ہیں۔ وہ فرید عصر وحید دہر اپنی صنف میں یکتا، اور اپنے زمانہ کے امام تھے۔ علم حدیث اور علم معرفت علل حدیث، اسماء رجال، احوال رواۃ، باوجود صداقت، امانت، ثقاہت، عدالت، قبول شہادت، صحت اعتقاد، سلامت مذہب ان پر ختم ہے۔ اور علم حدیث کے علاوہ دیگر علوم سے بھی واقف تھے۔

۲۱۔ کفایۃ الطالب ص ۱۵۔

۲۲۔ فہرست نجاشی ص ۱۹۲۔

۲۳۔ فہرست نجاشی ۱۵۔

۲۴۔ ہجری کی سجستانی کی طرف نسبت، خلاف قاعدہ ہے یا "ہجر" ایک الگ نام ہے۔ جیسا کہ معجم میں ہے۔ بعض کا گمان ہے کہ مسعود سجستانی اور "ہجری" دو افراد ہیں اور حدیث غدیر کے بارے میں دونوں کی ایک ایک کتاب کا نام لیا گیا ہے۔ ابن شہر آشوب کی مناقب اور معالم میں جو مرقوم ہے کہ پہلے کا نام مسعود شجری اور دوسرے کا نام معاویہ ہجری ہے وہ غلط ہے۔

۲۵۔ ترجمہ ذہبی فی تذکرۃ ج ۳ ص ۸۱

۲۶۔ المناقب ج ۱ ص ۵۲۹۔

۲۷۔ الاقبال ص ۴۳۔

۲۸۔ مستدرک الوسائل ج ۳ ج ص ۴۹۸۔

۲۹۔ مناقب ابن شہر آشوب میں بلال ہے اور فہرست شیخ میں بلال

۳۰۔ فہرست طوسی ص ۹۲۔

۳۱۔ المناقب ج ۱ ص ۵۲۹۔ المعالم ص ۵۹۔

۳۲۔ فہرست طوسی ص ۹۲۔

۳۳۔ ذہبی نے اپنے تذکرہ ج ۳ ص ۲۰۰ میں ان کے حالات لکھے ہیں۔ وہ ماہر استاد اور علم حدیث پر بھرپور توجہ رکھتے تھے۔ معمر تھے، ان کی سندیں عالی ہیں انھوں نے تصنیف بھی کی ہے اور تالیف بھی

۳۴۔ الاقبال ص ۴۳۔

۳۵۔ جزری نے طبقات القراء ج ۲ ص ۷۱ پر ان کے حالات لکھے ہیں۔ جن میں ہے کہ وہ استاد، ثقہ اور عظیم شخص تھے۔ علم حدیث اور اسمائے رجال میں مشغول ہوئے۔ حدیث اور غیر حدیث میں ان کے شیوخ تقریباً ایک ہزار ہیں اور سبکی نے اپنی "طبقات" ج ۵ ص ۲۱۶ تا ۲۱۹، پر ان کی تعریف و توصیف کے پل باندھے ہیں۔ اور ابن کثیر نے ان کا ذکر اپنی تاریخ ج ۱۴ ص ۲۲۵ پر کیا ہے لکھتے ہیں: حافظ کبیر، مورخ اسلام، شیخ المحدثین اور خاتم شیوخ اور حفاظ تھے۔ ابن حجر نے درر۔ ج ۳ ص ۳۲۸ و ۳۳۶۔ پر ان کے حالات میں لکھا ہے، فن حدیث میں ماہر تھے۔ انھوں نے تاریخ اسلام جمع کی ہے اور محدثین کے حالات لکھنے میں متقدمین سے آگے بڑھ گئے ہیں، پھر ان کی تالیفات کا ذکر کیا ہے اور ان کی تعریف کی ہے۔

۳۶۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۳۱۔

۳۷۔ ان کے برگزیدہ حالات زندگی ضوء لامع ج ۹ ص ۲۵۵ سے ۲۶۰ تک مرقوم ہیں جن میں فقہ، اصول فقہ، حدیث، معانی، اور بیان میں ان کے اساتذہ کا تذکرہ ہے۔ کئی حضرات نے ان کو تدریس اور فتوے کے اجازے دیے ہیں۔ مختلف علوم میں ان کی تصانیف کا نام لے کر ان کی تعریف کی ہے اور اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابیطالب کو ان کی تصنیف قرار دیا ہے۔ "شقائق نعمانیہ" میں ص ۲۹ سے ۴۹ تک ان کے مفصل حالات مذکور ہیں اور فوائد بہیہ کے حاشیوں میں بھی ان کا تذکرہ ہے۔

۳۹۔ الضوء اللامع ج ۹۔

۴۰۔ اس کا تذکرہ علامہ امینیؒ نے "الغدیر" ج ۱ ص ۱۵۷ پر فرمایا ہے۔

۴۱۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۵ ص ۲۰۸۔

۴۲۔ ابن خلکان اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں "وہ امام شافعی کے اصحاب میں، متاخرین میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔ جن کی امامت و فطانت اور مختلف علوم جیسے، اصول، فروع، ادب وغیرہ میں مہارت پر سب کا اتفاق ہے، ۴۱۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۷۸ھ میں وفات پائی۔ سوانح نگاروں نے ان کی اور ان کی کتابوں کی بڑھ چڑھ کر تعریف کی ہے۔ ج ۱ ص ۳۴۔

۴۳۔ ینابیع المودۃ ص ۳۶۔

۴۴۔ ولادت ۴۸۸ھ، وفات ۵۶۹ھ، ان کے حالات، تذکرہ ذہبی ج ۴ ص ۱۱۸ میں مرقوم ہیں۔ سمعانی لکھتے ہیں: زبردست حافظ، صاحب فضل و پاکیزہ سیرت اور پسندیدہ طریقت والے تھے اور حافظ عبدالقادر سے نقل ہے "ان کی بہت سی تصنیفیں ہیں جس میں ایک "زاد المسافر" ہے جس کی پچاس جلدیں ہیں۔ وہ قرآن و علوم قرآنی میں امام تھے۔ سوانح کی کتابوں میں ان کی تعریف و توصیف میں متعدد جملے مرقوم ہیں۔

۴۵۔ القول الفصل ج ۱ ص ۴۴۵

۴۶۔ سورۂ عبس آیت ۱۱۔۱۲۔

بارہویں فصل

حدیث غدیر کی سند

حدیث غدیر کی سند

۱۔ سند حدیث کے بارے میں حفاظ کرام اور علمائے اعلام کے اظہارات

ہم نے یہ بحث نہ اس حدیث کی صحت کو ثابت کرنے کی خاطر چھیڑی ہے اور نہ اس کا تواتر ثابت کرنا مقصود ہے۔ اس لئے کہ خود حدیث اور اس کے معانی کہ جن پر حدیث قائم ہے۔ اس حدیث کے بارے میں ہر طرح کی گفتگو سے بے نیاز ہیں کس میں طاقت ہے کہ اس حدیث کی صحت کا انکار کرے؟ جبکہ اس کے سلسلوں کے اکثر راوی، صحیح مسلم اور صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ اور کس دشمن کے لئے ممکن ہے کہ اس کے اجمالی لفظی اور تفصیلی معنوی تواتر کا انکار کرے؟

جبکہ قریب و بعید اور دور و نزدیک کے ہر راوی نے اس کی گواہی دی ہے۔ اور روایت کی ہے اور حدیث، تفسیر، تاریخ اور علم کلام کے اکثر مؤلفین نے اس کو ثابت کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے تو اس کے بارے میں جداگانہ کتابیں لکھی ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ نے جب سے اس کا اعلان کیا ہے، اس وقت سے لے کر اب تک اس کی آواز کانوں کے پردوں سے ٹکراتی رہی ہے اور جب تک شب و روز کا سلسلہ قائم ہے اس کا چرچا باقی رہے گا۔ اس کا انکار کرنے کی جرات وہی کر سکتا ہے جو نصف النہار کے

آفتاب عالمتاب کا انکار کر سکے۔

ہم نے تو یہ بحث ایک قیمتی حقیقت سے پردہ اٹھانے کے لئے چھیڑی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس حدیث کی صحت اور اس کے تواتر پر علمائے فریقین کا اتفاق ہے۔ تاکہ قاری محترم یہ جان لے کہ جو شخص اس وادی سے دور ہے وہ صراط مستقیم سے منحرف ہے اور جس چیز پر امت کا اجماع ہے اس سے خارج ہے، حالانکہ اس پہ دعویٰ ہے کہ امت خطا پر اجماع نہیں کرتی۔ ان میں بعض افراد کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ حافظ ابو عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ۔ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں "یہ حدیث حسن اور صحیح ہے"(۱)۔

۲۔ حافظ ابو جعفر طحاوی، متوفی ۳۲۱ھ۔ کہتے ہیں کہ ابو جعفر نے فرمایا ہے "اس حدیث کو رد کرنے والے نے رد کیا ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ یہ محال ہے اور لکھا ہے کہ مدینہ سے حج پر روانہ ہوتے وقت علی علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمراہ نہیں تھے جب آنحضرتؐ اپنے راستے میں "جحفہ" میں غدیر خم سے گذرے۔ اس بارے میں انھوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہے جس کو ہم سے "احمد" نے اپنی سند کے ساتھ اور ان سے جعفر بن محمد نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم جابر بن عبداللہ کے پاس پہونچے تو انھوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حج کی حدیث بیان کی اور فرمایا "علیؑ یمن سے آکر نبی اکرمؐ کے ساتھ ملحق ہوئے"۔ اس کے بعد باقی ماندہ حدیث کو ذکر کیا۔

ابو جعفر کہتے ہیں:۔ یہ حدیث صحیح السند ہے اور اس کا کوئی راوی بھی مطعون نہیں۔

ہماری گذارش اس کے بارے میں یہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

نے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں غدیر خم میں یہ قول حج سے مدینہ کی طرف واپسی کے موقع پر فرمایا تھا نہ کہ مدینہ سے حج کے لئے نکلتے وقت۔

جبکہ اس قائل کا کہنا ہے کہ اس قصہ میں یہ حدیث سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے۔ اور پیغمبر اکرمؐ نے غدیر خم میں وہ قول مدینہ سے حج کے لئے نکلتے وقت ارشاد فرمایا تھا نہ کہ حج کر کے مدینہ کی طرف واپسی کے موقع پر!

ابو جعفر کہتے ہیں: اس سلسلہ میں صحیح یہ ہے کہ حکم نے[۲] اس کو عائشہ بنت سعد سے نہیں لیا بلکہ مصعب بن سعد سے لیا ہے۔ اسی طرح اس کو "لیث" کے علاوہ اس شخص نے روایت کیا ہے جس کی روایت مامون ہے وہ روایت کا حافظ ہے اور اس کی روایت حجت ہے اور وہ ہے شعبۃ بن الحجاج[۳]۔

۳۔ فقیہ ابو عبد اللہ محاملی بغدادی، متوفی ۳۳۰ھ۔ نے اس حدیث کو اپنی امالی میں صحیح قرار دیا ہے[۴]۔

۴۔ ابو عبد اللہ حاکم، متوفی ۴۰۵ھ۔ نے اس حدیث کو متعدد طریقوں سے نقل کر کے اس کو صحیح تسلیم کیا ہے[۵]۔ جیسا کہ ساتویں اور دسویں فصل کے شمارہ ۱۲۸ میں اسکی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

۵۔ ابو محمد احمد بن محمد عاصمی "زین الفتی" میں کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اس حدیث کو امت نے تسلیم کیا ہے اور یہ اصول کے موافق ہے۔ پھر اس کو انھوں نے مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ اشارہ کیا جا چکا ہے[۶]۔

۶۔ حافظ ابن عبد البر قرطبی، متوفی ۴۶۳ھ۔ حدیث "مواخات" کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ حدیث رایت اور حدیث غدیر، یہ سب کے سب باقی رہنے والے

آثار ہیں"(۷).

۷۔ فقیہ ابوالحسن ابن مغازلی شافعی، متوفی ۴۸۳ھ۔ اپنی کتاب "المناقب" میں اپنے استاد ابی القاسم فضل بن محمد اصبہانی سے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: ابوالقاسم کا کہنا ہے "یہ حدیث رسول اللہ صلعم سے صحیح ہے جس کو تقریباً سو افراد نے نقل کیا ہے جن میں "عشرۂ مبشرہ" بھی شامل ہیں۔ اور یہ حدیث بے عیب ہے جس میں کوئی خرابی نہیں اور علیؑ اس فضلیت میں یکتا ہیں جس میں ان کا کوئی شریک نہیں۔

۸۔ حجۃ الاسلام ابوحامد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ۔ کہتے ہیں، حجت نے اپنا چہرہ نمایاں کر دیا۔ اور غدیر خم کے دن آنحضرتؐ کے خطبہ میں موجود متن حدیث پر تمام کے تمام جمہور نے اجماع کیا ہے "جب پیغمبرؐ نے فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" تب عمر نے کہا: مبارک ہو مبارک ہو"(۸)۔ پوری بحث معنی حدیث کے بیان کے موقع پر ان شاء اللہ آئے گی۔

۹۔ حافظ ابوالفرج ابن جوزی حنبلی، متوفی ۵۹۷ھ۔ "المناقب" میں لکھتے ہیں "علماء سیر و تاریخ کا اتفاق ہے کہ واقعۂ غدیر، نبی صلعم کی آخری حج سے واپسی کے موقع پر ۱۸ ذی الحجہ کو رونما ہوا۔ اور آنحضرتؐ کے ہمراہ صحابیوں، اعراب اور مکہ و مدینہ کے اطراف کے رہنے والوں پر مشتمل ایک لاکھ بیس ہزار (۱۲۰۰۰۰) افراد موجود تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حضورؐ کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کی تھی۔ اور آپؐ سے یہ گفتگو سماعت کی تھی۔ اور اس واقعہ کو شعراء نے بھی بڑے پیمانہ پر نقل کیا ہے۔

۱۰۔ ابو مظفر سبط ابن جوزی حنفی، متوفی ۶۵۴ھ۔ حدیث کو اول و آخر اور حضرت عمر کی مبارکباد سمیت کئی طریقوں سے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: ان سب روایات کو احمد بن حنبل نے "الفضائل" میں کچھ اضافوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ روایت جس میں عمرؓ کا قول "اصبحت مولای و مولی

کل مؤمن و مؤمنة" ہے، ضعیف ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔ ضعیف وہ حدیث ہے جس کو ابوبکر احمد بن ثابت خطیب نے عبداللہ بن علی بن بشر سے اور انھوں نے علی بن عمر دار قطنی سے، انھوں نے ابی نصر حبشون[۸] بن موسیٰ بن ایوب خلال سے کہ جسے انھوں نے "ابوہریرہ" سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔

اور اس کے آخر میں کہتا ہے، جب نبیؐ نے فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" تو یہ آیت نازل ہوئی "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی..."

ان کا کہنا ہے کہ اس حدیث کو نقل کرنے میں حبشون تنہا ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم نے حبشون کی حدیث سے استدلال ہی نہیں کیا بلکہ ہم نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو احمد نے "الفضائل" میں براء بن عازب سے نقل کیا ہے۔ اور ان کی سند صحیح ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد کہتے ہیں کہ: علماء سیرؒ کا اتفاق ہے کہ غدیر کا واقعہ، نبی اکرمؐ کی آخری حج سے واپسی پر ۱۸ ذی الحجہ کو رونما ہوا۔ آنحضرتؐ نے صحابیوں کو جمع کیا جن کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار (۱۲۰۰۰۰) تھی۔ اور فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" الخ حضورؐ نے اس کی تصریح کی ہے اشارے اور کنائے سے کام نہیں لیا ہے۔ حدیث کے معنی کے ذیل میں اس کی بحث ان شاء اللہ آئے گی۔

۱۱۔ ابن ابی الحدید معتزلی، متوفی ۶۵۵ھ۔ نے اس حدیث کو عام طور پر شہرت یافتہ روایات میں شمار کیا ہے جو امیرالمؤمنین علیہ السلام کے فضائل میں ہے۔ اور ان کا یہ بیان پہلے نقل کیا جا چکا ہے[۱] کہ امیرالمؤمنین علیہ السلام نے شوریٰ کے دن جس حدیث سے استدلال کیا تھا وہ مستفیض ہے اور اس میں حدیث غدیر بھی ہے[۲]۔

۱۲۔ حافظ ابوعبداللہ گنجی شافعی، متوفی ۶۵۸ھ۔ "احمد کے سلسلے سے" اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ "احمد" نے اس حدیث کو اپنی مسند میں

اسی طرح نقل کیا ہے۔ اگر ایک ہی سند کے ساتھ کوئی راوی روایت نقل کرے تو وہی تمہارے لیے کافی ہے چہ جائیکہ اس کے سلسلوں کو احمد جیسا امام جمع کرے [۳]۔ چنانچہ اس حدیث کو حافظ ابو سعید ترمذی کی جامعہ سے ان کے سلسلوں سے نقل کرنے کے بعد حافظ ابو عبداللہ لکھتے ہیں "حافظ دار قطنی نے ایسے طرق کو ایک کتاب میں لکھا ہے اور حافظ ابن عقدہ کوفی نے اس کے بارے میں ایک جداگانہ کتاب لکھی ہے اور اہل سیر و تاریخ نے قصہ غدیر خم کو نقل کیا ہے۔ نیز اس قصہ کو محدث شام نے اپنی کتاب میں مختلف طریقوں سے متعدد صحابیوں اور تابعین سے نقل کیا ہے۔ اس کی خبر مجھے اعلیٰ طریقے سے مشایخ نے دی ہے۔ اور انھوں نے اپنی سند کے ساتھ محاملی سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ "میرا کہنا ہے کہ یہ حدیث مشہور اور حسن ہے جس کو ثقات نے نقل کیا ہے۔ ان سندوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانے سے اس روایت کی صحت ثابت ہوجاتی ہے" [۱۴]۔

۱۴۔ شیخ ابو المکارم علاء الدین سمنانی، متوفی ۷۳۶ھ۔ عروۃ الوثقیٰ میں رقمطراز ہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے لئے جن پر ملائکہ کرام کا سلام ہو فرمایا "انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ و لکن لا نبی بعدی" "تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور آخری حج کے بعد غدیر خم میں، مہاجرین و انصار کے مجمع میں، آپ کا بازو پکڑ کر ارشاد فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ" اس حدیث کی صحت پر سب کا اتفاق ہے۔ پس وہ سید اولیاء ہیں۔ ان کا دل، محمد علیہ السلام کے دل پر تھا۔ اور اس راز سے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے یار غار سید الصدیقین ابو بکر نے پردہ اٹھایا ہے جب انھوں نے ابو عبیدہ بن جراح کو حضرت علی علیہ السلام کو بلانے کے لئے بھیجا تو کہا: اے

ابو عبیدہ! تم اس امت کے امین ہو۔ میں تمہیں ایسے شخص کی طرف بھیج رہا ہوں جس کا مرتبہ وہ ہے جسے ہم ماضی میں گنوا بیٹھے ہیں۔ تم ان کے ساتھ ادب و احترام کے ساتھ گفتگو کرنا۔ یہ حدیث کافی طویل ہے۔

۱۴۔ شمس الدین ذہبی شافعی، متوفی ۷۴۸ھ۔ نے جیسا کہ گذشتہ فصل کے شمارہ ۱۷ میں بیان ہو چکا ہے۔ حدیث غدیر کے بارے میں ایک الگ کتاب لکھی ہے اور "تلخیص المستدرک" میں اس حدیث کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے اور ان میں سے کئی طریقوں کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور ان کا یہ قول بھی آئندہ آئے گا کہ: حدیث کا ابتدائی حصہ متواتر ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے یہ فرمایا ہے۔ لیکن "اللھم وال من والاہ" ایسا اضافہ ہے جس کی سند قوی ہے۔ اور بزرگ صحابہ کے ایک گروہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ جن میں بعض کے الفاظ سے آپ کو عنقریب آگاہ کیا جائے گا۔

۱۵۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر شافعی دمشقی، متوفی ۷۷۴ھ۔ نے سنن حافظ نسائی سے اس نے محمد بن مثنی سے اس نے یحیی بن حماد سے اس نے ابی عوانہ سے، اس نے اعمش (سلیمانی) سے، اس نے حبیب بن ثابت سے، اس نے ابی طفیل سے اور اس نے زید بن ارقم سے نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم آخری حج سے واپس ہوئے اور غدیر خم میں اترے تو گھنے درختوں کے نیچے کی جگہ کو صاف کرنے کا حکم دیا۔ اس مقام کو صاف کیا گیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا، ایسا لگتا ہے کہ مجھے بلاوا آگیا ہے اور میں نے قبول کر لیا ہے۔ اور میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں جن میں ایک چیز دوسری سے بڑی ہے۔ اور وہ ہیں کتاب خدا اور میری عترت اہل بیت" یہ دھیان رکھو کہ تم ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہو۔ وہ ایک دوسرے

سے جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچ جائیں۔ اس کے بعد فرمایا "اللہ میرا مولا ہے اور میں ہر مؤمن کا ولی ہوں۔ پھر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: جس کا میں ولی ہوں اس کا یہ ولی ہے۔ اے اللہ تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے" الیٰ آخر حدیث۔ اس کے بعد راوی کہتا ہے کہ نسائی اس اعتبار سے تنہا ہے[۱۵]۔ ہمارے استاد ابو عبداللہ ذھبی کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔ انھوں نے "رحبہ" میں ہونے والے مناشدہ (مکالمہ) کی حدیث نقل کر کے لکھا ہے کہ اس کی سند اچھی ہے اور احمد کے سلسلے سے زید سے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کہا ہے: یہ سند اچھی ہے جس کے راوی ثقہ ہیں اور ترمذی نے اس سند پر مشتمل ایک حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اور اس کو ابن جریر طبری کے طریقہ سے سعد بن ابی وقاص سے نقل کر کے لکھا ہے: ہمارے استاد ذھبی کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن اور غریب ہے[۱۶]۔

اور اس کو ایک اور سلسلے سے جابر ابن عبداللہ سے نقل کیا ہے اور کہا ہے: ہمارے شیخ ذھبی کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

اور دوسرے متعدد طریقوں سے اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ: ذھبی کا قول ہے کہ حدیث کا ابتدائی حصہ متواتر ہے اور مجھے یقین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کو فرمایا ہے۔ لیکن "اللھم وال من والاہ" تو یہ ایک ایسا اضافہ ہے جس کی سند قوی ہے[۱۷]۔

۱۲۔ حافظ نورالدین ھیثمی، متوفی ۸۰۷ھ۔ نے مذکورہ حدیث "رکبان" کو "احمد" اور "طبرانی" کے سلسلے سے نقل کر کے لکھا ہے "احمد کے راوی ثقہ ہیں"۔

اور "حدیث مناشدہ" کو احمد کے طریقہ سے ابی طفیل سے نقل کر کے لکھا ہے "فطر

کے علاوہ اس کے راوی صحیح ہیں اور فطر ثقہ ہے"۔

اور احمد کے ایک اور سلسلے سے اس کو سعید بن وہب سے نقل کیا ہے اور کہا ہے "اس کے راوی صحیح ہیں" اور بزار کے طریقہ سے سعید اور زید سے نقل کر کے کہتے ہیں "فطر کے علاوہ اس کے رجال صحیح ہیں اور فطر ثقہ ہے"

اور ابی یعلیٰ کے طریقہ سے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے نقل کیا ہے اور اس کے راویوں کو موثق بتایا ہے۔

اور احمد کے طریقہ سے زیاد بن ابی زیاد سے نقل کیا ہے اور اس کے راویوں کو ثقہ بتایا ہے۔ اور حبشی بن جنادہ سے طبرانی کے طریقہ سے نقل کیا ہے اور اس کے راویوں کو موثق بتایا ہے۔ ان کے علاوہ کچھ اور سلسلوں اور سندوں سے اس حدیث کو نقل کر کے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور اس کے راویوں کو موثق بتایا ہے"(۱۸)۔

۱۷۔ شمس الدین جزری شافعی، متوفی ۸۳۳ ھ۔ نے حدیث غدیر کو اسی (۸۰) سلسلوں سے نقل کیا ہے۔ اور اس کے تواتر کو ثابت کرنے کے لئے "اسنی المطالب" نام کا ایک رسالہ لکھا ہے جو چھپ چکا ہے۔ اور "رحبہ" کے دن امیرالمؤمنین علیہ السلام کے "مناشدہ" کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں "یہ حدیث اس سند کے اعتبار سے "حسن" اور دوسری بہت سی سندوں کے اعتبار سے صحیح ہے"۔ امیرالمؤمنین علیہ السلام سے بطور متواتر منقول ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بھی متواتر ہے۔ ایک بڑے گروہ نے اس کو ایک جم غفیر سے نقل کیا ہے۔ اس علم سے ناواقف شخص اگر اس کو ضعیف قرار دے تو اس کی کیا حیثیت ہے۔ جبکہ یہ بطور مرفوع، ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن عوام، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمن بن عوف، عباس بن عبدالمطلب، زید بن ارقم، براء بن عازب، بریدۃ بن حصیب، ابوہریرہ، ابو

سعید خدری، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عباس، حبشی بن جنادہ، عبداللہ بن مسعود، عمران بن حصین، عبداللہ بن عمر، عمار بن یاسر، ابوذر غفاری، سلمان فارسی، سعد بن زرارہ، خزیمہ بن ثابت، ابوایوب انصاری، سہیل بن حنیف، حذیفہ بن یمان، سمرۃ بن جندب، زید بن ثابت، انس بن مالک اور دوسرے صحابہ" سے وارد ہوئی ہے۔

اور ان میں سے ایک جماعت کے قول جن کی خبر قطعی ہے یہ حدیث صحیح ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ یہ قول نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے غدیر خم میں صادر ہوا ہے۔ جیسا کہ ہمیں ہمارے استاد ابو عمر محمد بن احمد بن قدامہ مقدسی نے اس کی خبر دی ہے کہ ہمیں امام فخرالدین علی بن احمد مقدسی نے خبر دی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے حدیث "مناشدہ" کو متعدد طریقوں سے ذکر کیا ہے۔

۱۸۔ حافظ ابن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ۔ نے اس کو بہت سے مقامات پر متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے اور کہا ہے (۱۹) کہ "میرا دعویٰ ہے کہ مؤلف ابو الحجاج مزی، متوفی ۷۴۲ھ نے عبدالبر سے بڑھکر ذکر نہیں کیا ہے۔ جتنا عبدالبر نے ذکر کر دیا ہے وہی کافی ہے" لیکن اس نے حدیث موالاۃ کو کچھ اشخاص سے ذکر کیا ہے جن کے صرف نام گنوائے ہیں اور ابن جریر طبری نے اس کو ایک کتاب میں جمع کیا ہے جس میں مذکورہ افراد سے کئی گنا زیادہ نام گنوائے ہیں اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور ابوالعباس ابن عقدہ نے اس کے سلسلوں کو جمع کرنے پر توجہ دی ہے۔ اور ستر (۷۰) یا اس سے زیادہ صحابیوں سے اس حدیث کو نقل کیا ہے (۲۰)۔

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ "سب سے زیادہ جس شخص نے جید حدیثوں سے حضرت علی علیہ السلام کے مناقب جمع کئے ہیں وہ نسائی صاحب کتاب "خصائص" ہیں! رہ گئی حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" تو اس کو ترمذی اور نسائی نے نقل کیا ہے جس

کے بہت سے سلسلے ہیں. جن کو ابن عقدہ نے اپنی ایک کتاب میں یکجا کیا ہے. جن میں بہت سے طریقے صحیح اور حسن ہیں. ہم نے تو امام احمد سے روایت کی ہے. جن کا قول ہے "ہم تک کسی بھی صحابی سے اتنی حدیثیں نہیں پہونچیں جتنی حضرت علی علیہ السلام سے پہونچی ہیں"[۲۱].

۱۹۔ ابوالخیر فضل اللہ بن روزبہان خنجی شیرازی شافعی "ابطال الباطل" میں جس کو انھوں نے "نہج الحق" کی رد میں لکھا ہے کہتے ہیں کہ "اور یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے غدیر خم میں اس وقت ارشاد فرمائی جب آپ نے علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا "الست اولی؟" یہ صحاح میں ثابت ہے. اور اس کے راز کو ہم نے "کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ" کے ترجمہ میں ذکر کر دیا ہے.

۲۰۔ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی ۹۱۱ھ. کہتے ہیں یہ حدیث متواتر ہے "اور ان کے بعد کے بہت سے حضرات نے اس کو ان سے نقل کیا ہے. چنانچہ آئندہ آپ ملاحظہ فرمائیں گے.

۲۱۔ حافظ ابوالعباس شہاب الدین قسطلانی، متوفی ۹۲۳ھ. کہتے ہیں "اور ترمذی اور نسائی کی ذکر کردہ حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" تو اس کے بارے میں شافعی کہتے ہیں: اس میں ولایت سے مراد، ولاء اسلام ہے. چنانچہ ارشاد رب العزت ہے "ذلک بان اللہ مولی الذین آمنوا و ان الکافرین لا مولی لھم" اور عمر کا قول "اصبحت مولی کل مؤمن" یعنی ہر مؤمن کے ولی. اس حدیث کے طریقے بہت زیادہ ہیں جن کو ابن عقدہ نے اپنی ایک کتاب میں جمع کیا ہے اور اس کی اکثر سندیں صحیح اور حسن ہیں"[۲۲].

۲۲۔ حافظ شہاب الدین ابن حجر ہیثمی مکی، متوفی ۹۷۴ھ. حدیث غدیر سے شیعوں کے استدلال کو رد کرتے ہوئے کہتے ہیں: اس شبہ کے جواب کے لئے جوان کا سب سے

قوی شبہ ہے۔ ایک مقدمہ اور حدیث کو بیان کرنے اور اس کے مخرج کو ذکر کرنے کی ضرورت ہے جس کا بیان یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ اور اس کو ایک جماعت جیسے ترمذی، نسائی اور احمد نے نقل کیا ہے۔ جس کے طریقے بہت زیادہ ہیں۔

اسی بنا پر اس کو سولہ صحابیوں نے نقل کیا ہے اور احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اس کو تیس صحابیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے سنا ہے، اور خلافت علی علیہ السلام کے دور میں جب آپؑ سے لوگوں نے نزاع کیا تو ان صحابیوں نے حضرتؑ کے حق میں اس کی گواہی دی تھی۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اور آگے بھی آئے گا۔

اس کی اکثر سندیں صحیح اور حسن ہیں۔ نہ اس کی صحت کو مشکوک قرار دینے والے کی بات قابل غور ہے۔ اور نہ اس شخص کی جس کا کہنا ہے کہ علی علیہ السلام اس وقت یمن میں تھے۔ چونکہ یہ ثابت ہے کہ وہ یمن سے واپس آگئے تھے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے ساتھ حج کیا تھا۔ اور کچھ لوگوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ "اللھم وال من والاہ" کا اضافہ، جعلی اور ناقابل قبول ہے کیونکہ یہ بہت سے طریقوں سے وارد ہے۔ جن میں اکثر کو ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے[۴۳]۔

اس کے بعد اس نے اس حدیث پر اعتراض کرنے والے کی بات کو رد کرتے ہوئے اس کے تواتر اور معنی کے بارے میں گفتگو کی ہے۔ اور امیرالمومنین علیہ السلام کے فضائل شمار کرتے ہوئے رقمطراز ہے "چوتھی حدیث، نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے غدیر خم کے دن فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اللھم: وال من والاہ و عاد من عاداہ" اور پہلے بھی عرض ہو چکا ہے کہ اس حدیث کو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے تیس صحابیوں[۴۴] نے نقل کیا ہے اور یہ کہ اس کے بہت سے طریقے صحیح یا حسن

ہیں اور اس کے معنی کے بارے میں بھی مکمل بحث ہو چکی ہے[۲۵]۔

راوی اس شعر کی شرح میں لکھتے ہیں:

و علی صنو النبی و من دین فؤادی و داده و الولاء

علیؑ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے داماد اور وہ شخصیت ہیں کہ جن کی مودت اور ولایت میرا عقیدہ ہے۔

جس سے مراد ان کی نصرت و حمایت اور خلافت میں ان کے ساتھ جھگڑنے والوں کی تردید ہے، جس کے سلسلے میں نہ انھوں نے اجماع کی پروا کی اور نہ امر خلافت میں ان کے خلاف بغاوت یا ان سے جھگڑنے میں کوئی باک سمجھی بلکہ ان کے ساتھ نزاع کی اور ان پر جھوٹے الزام عائد کیے۔

اس کی وجہ عملی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے بطور صحیح وارد ہے "اے اللہ! دوست رکھ اسے جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ بے شک علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔ اور وہ میرے بعد ہر مؤمن کے ولی ہیں"۔ اور دوسری وجہ ان کی حمایت و نصرت کے سلسلے میں تاکید ہے چونکہ بنی امیہ میں ان کے دشمنوں کا ایک مخصوص اور منظم گروہ تھا۔ اور خوارج بھی دشمن تھے جنھوں نے منبروں سے ہزار مہینوں تک آپ پر سب و شتم کی بارش کی۔ اسی وجہ سے امت کی نصیحت اور حق کی نصرت کی خاطر بڑے بڑے حفاظ حدیث ان کے فضائل بیان کرنے میں مشغول ہو گئے۔

اسی وجہ سے احمد کو کہنا پڑا کہ "جتنے فضائل علیؑ کے ہیں اتنے کسی اور کے نہیں" اور اسماعیل قاضی، نسائی اور ابو علی نیشاپوری کا کہنا ہے "صحیح اور حسن اسناد کے ساتھ کسی صحابی کے حق میں اتنے فضائل وارد نہیں ہوئے جتنے علی علیہ السلام کے حق میں

وارد ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایک صحیح روایت میں ہے "اللہ تعالیٰ علیؑ سے محبت کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم علیؑ سے محبت کرتے ہیں" بلکہ ترمذی کی روایت ہے کہ "علی علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے نزدیک سب سے محبوب تھے"۔

اس کے بعد کہتے ہیں۔ جب آیۂ مباہلہ (سورۂ آل عمران۔۶۰) نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے علیؑ، فاطمہؑ اور ان کے دونوں فرزندوںؑ کو بلا کر فرمایا "اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں"

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا ارشاد ہے "انا سید ولد آدم و علیؑ سید العرب" "میں بنی آدم کا سردار ہوں اور علیؑ عرب کے سردار ہیں۔ لیکن حاکم کی تصحیح اس پہ معترض ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ و عاد من عاداہ" جس کو تیس صحابیوں نے نقل کیا ہے۔

خداوند متعال نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو حکم دیا کہ وہ چار اشخاص کو دوست رکھیں اور آپ کو یہ خبر دی کہ وہ ان کو دوست رکھتا ہے ان میں سے ایک علی علیہ السلام ہیں۔

اور یہ فرمایا کہ جو مؤمن ہے وہ ان کو دوست رکھتا ہے اور جو منافق ہے وہ ان سے بغض رکھتا ہے اور یہ کہ جو ان کو سب و شتم کرے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم پر سب و شتم کی۔

اور یہ کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے تنزیل قرآن پر جنگ کی ہے اسی طرح علی علیہ السلام تاویل قرآن پر جنگ کریں گے۔

اور ان کے بارے میں دو شخص ہلاک ہوں گے۔ ایک محبت میں افراط کرنے والا اور

دوسرا بغض میں مرنے والا۔ اور ان کا قاتل ابن ملجم لعین، آخرین میں سب سے زیادہ شقی ہوگا۔ جیسا کہ ناقہ کو پے کرنے والا اولین میں سب سے زیادہ شقی تھا[۲۶]۔

۲۳۔ جمال الدین عطاء اللہ حسینی شیرازی، متوفی ۱۰۰۰ھ۔ نے اپنی اربعین میں حدیث غدیر اور اس قصہ کے بارے میں آیہ "سئل سائل" کے نزول کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ قصہ حارث کو چھوڑ کر اصل حدیث، حضرت علی علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے بطور متواتر نقل ہوئی ہے۔ اس کو راویوں کی ایک کثیر تعداد نے صحابیوں کے جم غفیر سے نقل کیا ہے۔ اور اس کو ابن عباس نے روایت کیا ہے..... پھر ابن عباس اور حذیفہ بن اُسید غفاری کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں اور حدیث رکبان کو ذکر کیا گیا ہے۔

۲۴۔ جمال الدین ابوالمحاسن یوسف بن صلاح الدین حنفی نے "رحبہ" کے مناشدہ کو ابو طفیل سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے "اگر کوئی شخص اس بات کا انکار کرے کہ حضرت علی علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے ساتھ حج کے لئے نہیں گئے اور راستے میں غدیر خم سے نہیں گذرے تو اس کی بات قابل توجہ نہیں ہے۔

اس کے بعد کہتے ہیں "علی علیہ السلام یمن سے تشریف لائے، اس لیے کہ اگر چہ وہ مدینہ سے آنحضرتؐ کے ساتھ نہیں نکلے لیکن واپسی پر غدیر خم سے پیغمبرؐ کے ساتھ گذرے۔ اور احتمال یہ ہے کہ یہ حدیث واپسی پر بیان ہوئی ہے، جس کی تائید ایک حدیث صحیح سے ہوتی ہے جس میں زید بن ارقم کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے حج سے واپسی پر غدیر خم میں یہ ارشاد فرمایا تھا۔ یعنی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم آخری حج سے واپس لوٹے اور غدیر خم میں پہونچے..... تا آخر حدیث[۲۷]۔

۲۵۔ شیخ نورالدین قاری ہروی حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ۔ نے مختلف طریقوں سے حدیث

کی روایت کرنے کے بعد لکھا ہے "حاصل کلام یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے جس میں کوئی شبہ نہیں، بلکہ بعض حفاظ نے اس کو متواتر قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے تیس (۳۰) صحابیوں نے سنا ہے۔ اور حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے زمانہ میں جب آپ سے نزاع کی گئی تو انھوں نے حضرتؑ کے لیے اس کی گواہی دی[۲۸]۔ اور انہی کا قول ہے کہ: اس حدیث کو احمد نے اپنی "مسند" میں نقل کیا ہے اور کم سے کم یہ حدیث "حسن" ہے پس اس کے ثبوت میں اعتراض کرنے والے کی بات قابل قبول نہیں ہے۔ اور جو شخص یہ کہہ کر رد کرتا ہے کہ علیؑ یمن میں تھے اس کی بات بعید ہے اس لیے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ علیؑ یمن سے واپس آگئے تھے۔ اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے ساتھ حج کیا تھا۔ اور شاید اس قائل کے یہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے گمان کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے مدینہ سے غدیر خم پہونچ کر یہ ارشاد فرمایا تھا۔ پھر بعض کا کہنا ہے کہ "اللھم : وال من والاہ" کا اضافہ جعلی اور ناقابل قبول ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں، اس لیے کہ یہ اضافہ بہت سے طریقوں سے وارد ہوا ہے جن میں اکثر کو ذھبی نے صحیح قرار دیا ہے[۲۹]۔

۲۶۔ زین الدین مناویؒ شافعی، متوفی ۱۰۳۱ھ۔ رقمطراز ہیں: ابن حجر کا قول ہے کہ یہ حدیث کثیر الطرق ہے جن کو ابن عقدہ نے اپنی ایک کتاب میں یکجا کیا ہے جن میں سے کچھ صحیح ہیں اور کچھ "حسن" اور بعض میں ہے کہ یہ حدیث حضرتؑ نے غدیر خم کے دن ارشاد فرمائی تھی۔ اور بزار[۳۰] نے اپنی روایت میں اضافہ کیا ہے "اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ و احب من احبہ و ابغض من ابغضہ و انصر من نصرہ و اخذل من خذلہ" اور جب ابوبکر اور عمر نے سنا تو دار قطنی کی سعد بن ابی وقاص سے منقول روایت کے

مطابق دونوں نے کہا "امسیت یا بن ابیطالب مولیٰ کل مؤمن و مؤمنۃ" اے فرزند ابوطالب! آپ ہر مؤمن اور مؤمنہ کے مولا ہو گئے" انھوں نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جب عمر سے کہا گیا کہ آپ علیؑ کے ساتھ اس طرح پیش آتے ہیں جس طرح کسی بھی صحابی کے ساتھ پیش نہیں آتے تو وہ بولے "علی میرے مولا ہیں"

پھر آیۂ "سئل سائل بعذاب واقع" کے غدیر کے دن نازل ہونے پر مبنی حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ھیثمی کا قول ہے کہ "احمد کے تمام راوی ثقہ ہیں" ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: اس کے راوی "صحیح" کے راوی ہیں اور مصنف سیوطی کا قول ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے[۳۱]۔

۲۷۔ نورالدین حلبی شافعی، متوفی ۱۰۴۴ھ۔ نے اس روایت کو ذکر کیا ہے جو اس حدیث کی صحت کے بارے میں ابن حجر سے نقل ہو چکی ہے اور یہ کہ یہ حدیث صحیح اور حسن طریقوں سے نقل ہوئی ہے۔ اس کی صحت کے منکر کا قول بے معنی ہے اور اس کے آخر کا حصہ جعلی نہیں ہے۔ یہ بہت سے طریقوں سے وارد ہوئی ہے جن میں سے کثیر کو ذھبی نے صحیح قرار دیا ہے[۳۲]۔

۲۸۔ شیخ احمد بن کثیر مکی شافعی، متوفی ۱۰۴۷ھ۔ "وسیلۃ المال فی مناقب الآل" میں اس حدیث کو حذیفہ ابن اُسید، عامر بن لیلیٰ، ابن عباس اور براء بن عازب کے الفاظ میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "بزار نے اس حدیث کو صحیح راویوں کے ذریعہ، فطر بن خلیفہ اور ام سلمہؓ سے نقل کیا ہے اور وہ ثقہ ہے۔

پھر اسکے الفاظ اور سعد بن ابی وقاص کے الفاظ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے "فضائل میں دار قطنی نے معقل بن یسارؓ سے نقل کیا ہے "ان کا کہنا ہے کہ میں نے ابوبکر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ: علی بن ابی طالب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی

عترت ہیں" یعنی جن سے تمسک کرنے اور ہدایت پانے کی نبیؐ نے تاکید کی ہے اس لیے کہ وہ ہدایت کے ستارے ہیں جو ان کی پیروی کرے گا وہ ہدایت پاجائے گا۔ ابوبکرؓ نے ان کو بطور خاص اس لیے عترت کہا ہے کہ وہ اس امر میں امام، شہر علم و عرفان کے باب ہیں وہ امام ائمہ اور عالم امت ہیں۔ لگتا ہے کہ یہ خصوصیت انھوں نے، غدیر خم کے میدان میں، تمام ائمہ میں سے نبی کریم کے علی علیہ السلام کو مخصوص کرنے سے لی ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا، اور یہ حدیث صحیح ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں جو اس سے منافات رکھتا ہو۔ اس کو صحابیوں کے ایک جم غفیر سے نقل کیا گیا ہے اور یہ سنا ہے اور مشہور ہے۔ ثبوت کے لئے آپ کے پاس آخری حج کا مجمع ہی کافی ہے۔

شیخ الاسلام عسقلانیؒ کہتے ہیں "حدیث "من کنت مولاہ" کو ترمذی اور نسائی نے نقل کیا ہے جس کے کثیر سلسلے ہیں۔ جن کو ابن عقدہ نے ایک کتاب میں جمع کیا ہے۔ جن کی متعدد سندیں صحیح اور "حسن" ہیں اس کی دلیل ابو طفیلؓ کی روایت ہے کہ خلافت کے زمانہ میں علی علیہ السلام نے لوگوں کو "رحبہ" میں جمع کیا جو عراق کا ایک مقام ہے۔ اس کے بعد آپ نے کھڑے ہو کر خدا کی حمد و ثنا کی۔ الخ[۴۳]

۲۹۔ شیخ عبدالحق دہلوی بخاری، متوفی ۱۰۵۲ھ۔ شرح المشکاۃ میں لکھتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "بلا شک یہ حدیث صحیح ہے، جس کو ترمذی، نسائی اور احمد جیسی ایک جماعت نے نقل کیا ہے، اس کے سلسلے کثیر ہیں۔ جس کو سولہ صحابیوں نے نقل کیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس حدیث کو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے تیس صحابیوں نے سنا ہے۔ اور حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے زمانہ میں جب ان سے نزاع کی گئی تو انھوں نے گواہی دی۔ اس کی بہت سی سندیں صحیح اور حسن ہیں۔ اس کی

صحت کے منکر کی بات قابل توجہ نہیں اور نہ اس شخص کی بات قابل توجہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ "اللهم ! وال من والاہ" جعلی ہے۔ اس لیے کہ اس کو مختلف طریقوں سے روایت کیا گیا ہے جن میں اکثر کو ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔

اپنی "لمعات" میں اس نے لکھا ہے "یہ حدیث صحیح ہے جس میں کوئی شک نہیں اور اس کو ایک جماعت نے نقل کیا ہے جیسے "ترمذی" الخ۔" اس کے بعد لکھتا ہے "شیخ ابن حجر صواعق محرقہ میں یہی لکھتے ہیں۔

۳۰۔ شیخ محمود بن محمد شیخانی قادری مدنی "صراط السوی فی مناقب آل النبی" میں لکھتے ہیں" اور اپنی نقل شدہ صحیح احادیث میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ قول بھی ہے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" جس کو ترمذی، نسائی اور امام احمد وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ اور شیخین نے تو بہت سی صحیح حدیثیں نقل کی ہیں۔

اس کے بعد انھوں نے حدیث "رحبہ" کو سعید بن وھب کے الفاظ میں نقل کیا ہے اور کہا ہے "ذہبی کا قول ہے" یہ حدیث صحیح ہے۔

پھر انھوں نے ابی طفیل اور زید بن ارقم سے حدیث "رحبہ" کو احمد کی روایت سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے "حافظ ذہبی کا کہنا ہے "یہ حدیث صحیح مگر غریب ہے"۔[۴۴]

پھر ابو عوانہ کے طریقے سے ابو طفیل کے ذریعہ زید سے نقل کر کے لکھا ہے "حافظ ذہبی کہتے ہیں "یہ حدیث صحیح ہے"

اس کے بعد دو حافظوں ابی یعلیٰ اور حسن بن سفیان کے سلسلے سے نقل کیا ہے اور کہا ہے "حافظ ذہبی کہتے ہیں "یہ حدیث حسن ہے اور اس پر جمہور اہل سنت کا اتفاق ہے"

رہ گیا یہ قول کہ جس میں اہل بدعت یعنی یمن کے رہنے والے اسماعیلی تنہا ہیں۔

اور

اس طرح انھوں نے اہل جمعہ و جماعت اور اہل سنت کی مخالفت کی ہے۔ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی آخری حج سے واپسی کے موقع پر غدیر خم میں ان کے اس قول کے بارے میں کہ جس میں حضرتؐ نے صحابیوں کو جمع کر کے تین مرتبہ دہرایا تھا "الست اولی بکم من انفسکم ؟" کیا میں تمہارے نفوس پر تم سے زیادہ حق نہیں رکھتا ؟ جس کا جواب لوگوں نے تصدیق و اعتراف میں دیا۔ پھر آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا تھا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ و اخذل من خذلہ و انصر من نصرہ و ادر الحق معہ حیث دار" یہ دعویٰ کیا ہے کہ مولا کے معنی اس حدیث میں اولیٰ کے ہیں نہ کہ ناصر وغیرہ کے جو مشترکہ معانی ہیں۔

"اسماعیلیہ"[۱۰۴] کے اس مدعی کا کہنا ہے "نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی مراد یہ ہے کہ وہی ولایت جو رسولؐ کو لوگوں پر حاصل تھی وہی علی علیہ السلام کو بھی حاصل ہے۔ اور آنحضرتؐ نے اپنے پہلے قول "الست اولی بکم من انفسکم ؟" کو اس کی سند قرار دیا ہے۔

اس مدعی کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ اگر مولی کے معنی ناصر یا سید وغیرہ کے ہوتے تو نہ صحابہ کو جمع کر کے ان کو گواہ بناتے اور نہ علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر ان کو بلند کرتے اس لیے کہ ان کو ہر ایک جانتا تھا۔ اور نہ ہی ان کے لیے ان الفاظ میں دعا کرنے کی ضرورت تھی۔ یعنی "اللھم وال من والاہ" الخ۔

مدعی کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ ایسی دعا صرف امام معصوم کے لیے ہو سکتی ہے جس کی طاعت و فرمانبرداری حضرتؐ کے بعد فرض ہو اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ حضرتؐ نے حق کو علیؑ کے تابع قرار دیا ہے نہ کہ متبوع۔ اور یہ خصوصیت صرف اس کو حاصل ہو سکتی ہے جس کی طاعت و عصمت واجب ہو۔

مدعی کا دعویٰ ہے کہ "اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ علیؑ ہی وصی ہیں. اور یہ نبی کریمؐ کی طرف سے نص ہے اور یہ کہ ان سے پہلے والوں کی خلافت، معصیت اور نافرمانی تھی". مدعی کا افتراء اتمام کو پہونچا.

میرا کہنا ہے "کچھ صحیح اور حسن حدیثیں پہلے نقل ہو چکی ہیں، مدعی نے جن حدیثوں کو ذکر کیا ہے وہ ان میں نہیں ہیں، بلکہ صحیح یہ حدیث ہے جسے ہم نے ذکر کیا ہے. یعنی "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اور یہ بھی صحیح ہے جسے ہم نے ذکر کیا ہے "اللھم: وال من والاہ" اور یہ بھی صحیح ہے جسے ہم ذکر کر چکے ہیں "ان للہ ولی المؤمنین و من کنت ولیہ فھذا ولیہ. اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ و انصر من نصرہ"

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا لوگوں کے لیے یہ قول بھی صحیح ہے جسے ہم نے نقل کیا ہے کہ "أتعلمون انی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم ؟" "کیا تم جانتے ہو کہ مجھے مؤمنین کے نفسوں پر خود ان سے زیادہ اختیار ہے؟ سب نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ! حضرتؐ نے فرمایا "جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے. اے اللہ تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے.

اور صحیح سرکار دو عالمؐ کا یہ قول بھی ہے جسے ہم نے ذکر کیا ہے "میں دیکھتا ہوں کہ مجھے بلا لیا جائے گا اور میں اس دعوت کو قبول کروں گا. پس میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں. اللہ کی کتاب اور میرے اہل بیتؑ، ان دونوں کے ساتھ رہنا، اور یہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گی. یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچ جائیں".

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: اللہ میرا مولا ہے اور میں ہر مؤمن کا ولی ہوں اس کے بعد علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا "من کنت مولاہ فھذا ولیہ، اللھم: وال من والاہ و عاد من

عاداہ" جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ ولی ہے۔ اے اللہ! تو دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے۔

اور صحیح پیغمبر اکرمؐ کا یہ قول بھی ہے جس کو ہم نے ذکر کیا ہے " الست اولیٰ بکل مؤمن من نفسہ ؟" کیا میں ہر مؤمن سے زیادہ اس کے نفس پر اختیار نہیں رکھتا؟ سب نے کہا: ہاں! فرمایا: پس یہ مولا ہے اس کا جس کا میں مولا ہوں اے اللہ! تو دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ اس کے بعد عمرؓ نے آپ سے ملاقات کی اور بولے " مبارک ہو آپ کو! آپ ہر مؤمن و مؤمنہ کے مولا ہوگئے۔

یہ تھیں صحیح اور حسن روایتیں جن میں مدعی کے اختراعات و افتراآت کا کوئی وجود نہیں (۱۶۹)۔ مذکورہ احادیث اور ان کے علاوہ دوسرے حدیثوں کے طریقوں کو ابن عقدہ نے اپنی ایک کتاب میں جمع کیا ہے۔

۳۱۔ سید محمد برزنجی شافعی، متوفی ۱۱۰۳ھ۔ نے اپنی تالیف "النواقض" میں لکھا ہے "جان لو کہ شیعوں کا دعویٰ ہے کہ یہ حدیث حضرت علی علیہ السلام کی امامت پر نص جلی ہے اور یہ ان کا سب سے بڑا اعتراض ہے۔ وہ حدیث جس کو ہم نے ذکر کیا ہے وہ ہے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اور جس میں وہ اضافہ نہیں ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے جس کی مختلف طریقوں سے روایت کی گئی ہے (۱۷۰)۔

۳۲۔ ضیاء الدین صالح بن مہدی مقبلی، متوفی ۱۱۰۸ھ۔ نے حدیث غدیر کو اپنی کتاب "الابحاث المسددہ فی الفنون المتعددہ" میں یقین تک پہونچانے والی متواتر احادیث میں قرار دیا ہے۔ اور " ھدایۃ العقول الی غایۃ السؤول" کے تعلیقہ میں، علامہ سید عبداللہ ابن علی وزیر نے اپنی مشہور تاریخ "طبق الحلوی" میں سید محمد ابراہیم سے نقل کیا

ہے کہ ، حدیث "من کنت مولاہ" کے ایک سو پچاس طریقے ہیں . لیکن سارے حفاظ حدیث ان سے واقف نہیں .

اور علامہ سید محمد بن اسماعیل ، امیر یمانی صنعانی [۲۸] متوفی ۱۱۸۲ھ . کا قول ہے کہ اس حدیث کے ایک سو پچاس طریقے ہیں .

علامہ مقبلی اس حدیث کے کچھ طریقوں کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں . اگر یہ حدیث معلوم نہیں تو دین میں کوئی چیز معلوم نہیں . انھوں نے اس کو "فصول" میں متواتر لفظی قرار دیا ہے اور اسی طرح حدیث منزلت کو بھی "جلال" نے ، حدیث غدیر کے تواتر میں ، فصول کے کلام کا اقرار کیا ہے . لیکن "حدیث منزلت" میں تواتر کو تسلیم نہیں کیا . بلکہ یہ کہا ہے کہ حدیث منزلت ، صحیح اور مشہور تو ہے مگر متواتر نہیں [۲۹] .

اور سید امیر محمد صنعانی مذکور نے "روضۃ الندیہ فی شرح التحفۃ العلویہ" میں کہا ہے : اکثر ائمہ حدیث کے نزدیک ، حدیث غدیر متواتر ہے . حافظ "تذکرۃ الحفاظ" میں طبری کے حالات میں لکھتے ہیں "محمد بن جریر نے اس کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے . اور ذہبی کا کہنا ہے میں جب اس سے واقف ہوا تو اس کے طریقوں کی کثرت سے مجھ کو دہشت ہوئی اور ذہبی نے حاکم کے حالات میں لکھا ہے . ان کے بہت اچھے سلسلے ہیں جن کو میں نے ایک الگ کتاب میں لکھا ہے . میرا قول یہ ہے کہ شیخ مجتہد ، ضیاء الدین صالح بن مہدی مقبلی ، نزیل حرم الٰہی نے اس حدیث کو ان متواتر احادیث میں شمار کیا ہے جن کو اس نے اپنی "ابحاث" میں جمع کیا ہے . اور وہ علم و تقویٰ و عدالت کے ائمہ میں سے ہیں . اور ائمہ کے اس کے تواتر کے ساتھ اتصاف کے باوجود وہ اس کے سلسلوں کے بیان سے اکتاتے نہیں بلکہ بعض سلسلوں کو تبرک کے طور پر بیان کرتے ہیں [۳۰] .

۴۳ ۔ شیخ محمد صدر العالم "معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ" میں کہتے ہیں : جان لو کہ

"حدیث موالاۃ" سیوطی کے نزدیک متواتر ہے جیسا کہ اس نے "قطف الازھار" میں ذکر کیا ہے میں ان کے سلسلوں کو بیان کر دیتا ہوں تاکہ تواتر کی وضاحت ہو جائے۔ پس ملاحظہ فرمائیے: احمد اور حاکم نے ابن عباس اور ابن ابی شیبہ سے اور احمد نے ابن شیبہ کے ذریعہ، بریدہ، احمد، ابن ماجہ سے، انھوں نے براء و طبرانی سے انھوں نے جریر اور ابو نعیم سے انھوں نے جندع انصاری اور ابن قانع سے، انھوں نے حبشی بن جنادہ اور ترمذی سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں یہ حدیث حسن مگر غریب ہے۔ اور نسائی، طبرانی اور ضیاء مقدسی نے ابی طفیل سے، انھوں نے زید بن ارقم سے یا حذیفہ بن اسید، ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے ابی ایوب ابن ابی شیبہ ابن ابی عاصم اور ضیاء سے انھوں نے سعد ابن ابی وقاص اور شیرازی سے "القاب" میں انھوں نے عمر اور طبرانی سے انھوں نے مالک بن حویرث اور ابو نعیم سے "فضائل صحابہ" میں انھوں نے یحیی بن جعدہ سے انھوں نے زید بن ارقم سے اور ابن عقدۃ سے "کتاب موالاۃ" میں، انھوں نے حبیب بن بدیل بن ورقاء قیس بن ثابت، زید بن شراحیل انصاری اور احمد سے انھوں نے علی اور تیرہ مردوں، سے اور ابن ابی شیبہ سے اور انھوں نے جابر سے نقل کیا ہے۔

اور احمد اور ابن ابی عاصم نے "السنۃ" میں زاذان بن عمر سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں نے علی علیہ السلام سے "رحبہ" میں سنا ہے۔ آخر حدیث تک نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں، احمد نے براء بن عازب اور زید بن ارقم سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے ان کے الفاظ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: اور طبرانی نے ابن عمر اور ابن ابی شیبہ سے انھوں نے ابوہریرہ، بارہ صحابیوں، احمد، طبرانی اور ضیاء سے، انھوں نے ابو ایوب اور صحابیوں کی ایک جماعت اور حاکم سے، انھوں نے، علی، طلحہ، احمد، طبرانی اور ضیاء سے انھوں نے علی، زید بن ارقم، تیس صحابیوں اور ابو نعیم سے "فضائل صحابہ" میں اور

انھوں نے سعد، خطیب اور انس سے نقل کیا ہے۔

اور عبد اللہ بن احمد، ابو یعلی، ابن جریر، خطیب اور ضیاء نے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: میں نے علیؑ کو "رحبہ" میں دیکھا اور انھوں نے پوری حدیث نقل کی ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں: اور طبرانی نے عمرو بن مرہ اور زید بن ارقم سے ایک ساتھ نقل کیا ہے اور طبرانی اور حاکم نے ابی طفیل سے انھوں نے زید بن ارقم سے نقل کیا ہے اس کے بعد انھوں نے پوری حدیث کو لکھا ہے اور کہا ہے: اور طبرانی نے حبشی بن جنادہ سے اور ابو نعیم نے "فضائل صحابہ" میں زید بن ارقم اور براء بن عازب سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

۴۴۔ سید ابن حمزہ حرانی دمشقی حنفی، متوفی ۱۱۲۰ھ نے حدیث غدیر کو ترمذی، نسائی، طبرانی، حاکم اور ضیاء مقدسی سے نقل کر کے سیوطی کا قول نقل کیا ہے کہ "یہ حدیث متواتر ہے"۔[۴۱]

۴۵۔ ابو عبداللہ زرقانی مالکی، متوفی ۱۱۲۲ھ نے حافظ ابوالعباس القسطلانی کے قول کا ذکر کرتے ہوئے[۴۲] انھیں علم میں کمال، استنباط و فہم میں دقت، حسن سیرت، صفائے باطن، با اثر و رسوخ اور حسن اخلاق کا مرقع بتایا ہے۔ اس کے بعد سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں "اور طبرانی وغیرہ نے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غدیر خم میں جو جحفہ میں ایک مقام ہے۔ آخری حج سے واپسی پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ پھر انھوں نے پوری حدیث کو ذکر کیا ہے اور اسی حدیث میں ہے۔ اے لوگو! اللہ میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں۔ اور میں ان سے زیادہ ان کے نفسوں پر حق رکھتا ہوں۔ پس جس کا میں مولا ہوں، اس کا علیؑ مولا ہے "اللھم: وال من والاہ و عاد من عاداہ" اے اللہ! تو دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن

رکھ اسکو جو علیؑ کو دشمن رکھے، مدد کر اس کی جو علیؑ کی مدد کرے اور چھوڑ دے اس کو جو علیؑ کو چھوڑ دے اور حق کو ادھر پھیر دے جدھر علیؑ پھریں۔

کچھ لوگوں کا یہ گمان کہ "اللھم؛ وال.... الخ" اضافی اور جعلی ہے یہ غلط ہے۔ اس لیے کہ یہ کلمات تیسرے طریقوں سے وارد ہوئے ہیں جن میں اکثر کو ذھبی نے صحیح قرار دیا ہے۔

اور دارقطنی نے سعد سے روایت کی ہے کہ "جب ابو بکر و عمر نے یہ سنا تو دونوں بولے "اے فرزند ابو طالب آپ ہر مومن و مومنہ کے مولا ہوگئے، پھر اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ آیۂ "سئل سائل" اس قصہ کے بارے نازل ہوئی ہے۔ اس کے بعد ابن عقدہ کے حالات لکھ کر ان کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے یہ حدیث متواتر ہے جس کو سولہ (۱۶) صحابیوں نے بیان کیا ہے[۳۳]۔ اور احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے تیس (۳۰) صحابیوں نے سنا اور خلافت علیؑ میں جب ان سے نزاع کی گئی تو ان لوگوں نے اس کی گواہی دی۔ پس جو شخص اس کو صحیح نہ ملنے اور یہ کہکر رد کرے کہ علیؑ یمن میں تھے اس کی بات قابل قبول نہیں، اس لئے کہ علیؑ کا یمن سے واپس آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ حج کرنا ثابت ہے[۳۴]۔

۳۶۔ شہاب الدین حفظی شافعی[۳۵]، بارہویں صدی ہجری کے شاعر غدیر "ذخیرۃ الاعمال فی شرح عقد جواہر اللآل" میں لکھتے ہیں "یہ حدیث صحیح ہے جس میں کوئی شک نہیں اس کو ترمذی، نسائی اور احمد نے نقل کیا ہے، اس کے طریقے با کثرت ہیں۔ امام احمد کا قول ہے کہ ایام خلافت میں جب حضرت علی علیہ السلام سے نزاع کی گئی تو تیس صحابیوں نے اس حدیث کی ان کے حق میں گواہی دی

۳۷۔ میرزا محمد بدخشی کہتے ہیں" یہ حدیث صحیح و مشہور ہے اور کسی متعصب منکر

ہی کو اس کی صحت میں شک ہو سکتا ہے مگر اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے کہ حدیث کثیر الطرق ہے جن کو ابن عقدہ نے ایک الگ کتاب میں جمع کیا ہے اور ذہبی نے ان میں اکثر طریقوں کے صحیح ہونے کی صراحت کی ہے اور صحابیوں کی کثیر تعداد نے اسکی روایت کی ہے"[۳۹]۔

اور "مفتاح النجا فی مناقب آل العباء" میں لکھا ہے کہ حکیم نے "نوادر الاصول" میں اور طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ "الکبیر" میں ابی طفیل کے ذریعہ "حذیفہ بن اسید" سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے "غدیر خم" میں درخت کے نیچے خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! مجھے اس لطیف خبیر نے خبر دی ہے.... تا آخر حدیث، اس کے بعد مرقوم ہے کہ، احمد نے براء بن عازب اور زید بن ارقم سے روایت کی ہے چنانچہ ان دونوں کے الفاظ میں روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔ اور احمد نے علی، ابو ایوب انصاری، عمرو بن مرۃ اور ابو یعلی سے، انھوں نے ابوہریرہ، ابن ابی شیبہ سے اور بارہ صحابیوں سے اور بزار سے اور انھوں نے ابن عباس، عمارہ، بریدہ اور طبرانی سے، انھوں نے ابن عمر مالک بن حویرث، ابوایوب جریر، سعد بن ابی وقاص، ابی سعید خدری، انس اور حاکم سے انھوں نے علی طلحہ اور ابو نعیم سے فضائل صحابہ میں، انھوں نے سعد اور خطیب سے اور انھوں نے انسؓ سے روایت کی ہے، پھر حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے، ایک اور روایت میں طبرانی نے عمرو بن مرہ، زید بن ارقم اور حبشی بن جنادہؓ سے ان الفاظ میں مرفوعاً نقل کیا ہے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ و انصر من نصرہ و اعن من اعانہ" جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں اے اللہ! تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ مدد کر اسکی جو علیؑ کی مدد کرے اور اعانت فرما اس کی جو

علیؑ کی اہانت کرے

اور ابن مردویہ کے نزدیک یہ حدیث ابن عباس سے مرفوعاً ان الفاظ میں منقول ہے "اللهم من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه و عاد من عاداه و اخذل من خذله و انصر من نصره و احب من احبه و ابغض من ابغضه"

ایک اور روایت میں ابی نعیم سے فضائل صحابہ میں زید بن ارقم اور براء بن عازب سے ایک ساتھ مرفوعاً منقول ہے "الا ان الله ولیی و انا ولی کل مؤمن، من کنت مولاه فعلی مولاه"

اور احمد سے ایک اور روایت میں اور ابن حبان، حاکم اور حافظ ابی بشر اسماعیل بن عبداللہ عبدی اصفہانی جو "سمویہ" کے نام سے مشہور ہیں کی روایت میں ابن عباس کے ذریعہ بریدہ سے ان کے الفاظ نقل کیے ہیں اور طبرانی نے ایک اور روایت میں ابی طفیل کے ذریعہ زید بن ارقم سے نقل کیا ہے جن کے الفاظ مذکور ہیں اور ترمذی اور حاکم کے نزدیک زید بن ارقم سے منقول ہے چنانچہ راوی نے ان کے الفاظ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے "میرا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے اور حافظ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی ترکمانی فارقی دمشقی نے اس کے بہت سے طریقوں کی صحت کے بارے میں صراحت کی ہے اور وہ کثیر الطرق ہیں حافظ ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید کوفی نے جو "ابن عقدہ" کے نام سے مشہور ہیں ان کو جمع کیا ہے اور احمد نے ابی طفیل سے نقل کیا ہے "علی علیہ السلام نے لوگوں کو رحبہ میں جمع کیا" اس کے بعد حدیث رحبہ کو ذکر کیا ہے

۳۸۔ محقق شام عمادی حنفی دمشقی متوفی ۱۱۷۱ھ نے اس کو متواتر احادیث میں شمار کیا ہے اور جیسا کہ انھوں نے کتاب کے آغاز میں دعوی کیا ہے انھوں نے دس

سے زیادہ مشائخ سے اس کو ترمذی، بزار احمد، طبری، ابی نعیم، ابن عساکر، ابن عقدہ اور ابی یعلی سے نقل کیا ہے (۴۷).

۳۹۔ ابوالعرفان صبان شافعی متوفی ۱۲۰۶ھ اس حدیث کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس کو نبی کریمؐ سے تیس صحابیوں نے نقل کیا ہے۔ اور اس کے بہت سے طریقے صحیح یا حسن ہیں (۴۸).

۴۰۔ سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ کہتے ہیں: میرے نزدیک ثابت ہے کہ نبی کریمؐ نے وہاں یعنی "غدیر خم" میں امیرؑ کے حق میں فرمایا تھا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اور بعض روایات کے مطابق اس سے زیادہ فرمایا لیکن جیسا کہ شیعوں کا دعویٰ ہے اس میں امامت کبریٰ اور زعامت عظمیٰ (۴۹) پر کوئی دلالت نہیں (۵۰). اس نے یہ بھی کہا ہے کہ "ذہبی کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ذہبی سے یہ بھی منقول ہے کہ اس کے جملہ "من کنت مولاہ" متواتر ہے اور یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ نبی کریمؐ نے یہ فرمایا ہے۔ لیکن "اللھم وال من والاہ" زیادہ تو ہے مگر قوی السند ہے (۵۱).

۴۱۔ شیخ محمد حوت بیروتی شافعی متوفی ۱۲۷۶ھ لکھتے ہیں: حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کو ابی داؤد کے علاوہ دوسرے اصحاب سنن نے نقل کیا ہے اور احمد نے اس کی روایت کی ہے اور سب نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور ان الفاظ میں بھی مروی ہے "من کنت ولیہ فعلیٌ ولیہ" اس کو احمد، نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے (۵۲).

۴۲۔ مولوی ولی اللہ لکھنوی "مرأۃ المؤمنین فی مناقب اھل بیت سید المرسلین" میں متعدد طریقوں سے حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں (جس کا ترجمہ یہ ہے) "معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے متعدد طریقے ہیں وہ شخص خطا کار

ہے جو اس کی صحت کا انکار کرے۔ اس لیے کہ علمائے حدیث کی ایک جماعت جیسے ترمذی اور نسائی نے اس کو نقل کیا ہے۔ اور صحابیوں کی ایک جماعت نے اس کی روایت کی ہے اور حضرت علیؑ کے دور خلافت میں ان کے حق میں گواہی دی ہے اس کے بعد انھوں نے حدیث مناشدہ اور دعا کے قبول ہونے کا ذکر کیا ہے۔

۴۳۔ حافظ معاصر شہاب الدین ابوالفیض احمد بن محمد صدیق حنفی اپنی کتاب "تشنیف الاذان" میں لکھتے ہیں: اور حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" نبی کریمؐ سے متواتر ہے جس کو ساٹھ اشخاص نے نقل کیا ہے۔ اگر ہم سب کی سندیں جمع کرنا چاہیں تو سلسلہ بہت طویل ہوجائے گا لیکن ہم عام فائدہ کی غرض سے اس کے راویوں کو نقل کیے دے رہے ہیں جس کو اسکے اسانید اور سلسلوں کی واقفیت درکار ہو وہ "متواتر" میں ہماری کتاب کی طرف رجوع کرے، ملاحظہ فرمائیے۔

اس کو احمد نے اپنی مسند میں اور ابن ابی عاصم نے "السنۃ" میں علیؑ اور تیرہ صحابیوں سے نقل کیا ہے۔ اور نسائی نے "خصائص" میں علیؑ اور دس سے زیادہ افراد سے نقل کیا ہے۔ اور ان سے اور ان کے ساتھ ایک جماعت سے طحاوی نے "مشکل الآثار" میں نقل کیا ہے اور اسی طرح بزار سے "المسند" میں اور ابن عساکر اور دوسروں نے نقل کیا ہے۔ اور ابن "راہویہ" نے "المسند" میں ابن جریر نے "تہذیب الآثار" میں ابن ابی عاصم نے "السنۃ" میں محاملی نے "امالی" میں اور ابن عقدہ اور خطیب نے ابن عباس کی حدیث سے نقل کیا ہے۔

اور احمد اور نسائی نے "الکبریٰ" اور "خصائص" میں ابن ماجہ، حسن بن سفیان اور دولابی نے "الکنی" میں اور اور ابن عساکر نے "تاریخ" میں براء بن عازب سے نقل کیا

ہے۔

اور احمد، ترمذی اور نسائی نے "الکبریٰ" میں ابن حبان نے "صحیح" میں، بزار اور دولابی نے الکنی میں طبرانی، حاکم اور دوسروں نے زید بن ارقم سے نقل کیا ہے۔

احمد اور نسائی الکبریٰ اور خصائص میں، سمویہ نے اپنی "فوائد" میں، عثمان بن ابی شیبہ اور ابن جریر نے "تہذیب" میں، ابن حبان، حاکم اور طبرانی نے "الصغیر" میں، ابو نعیم نے "الحلیہ" میں "تاریخ اصبہان" اور "فضائل" میں اور ابن عقدہ اور ابن عساکر نے اتنے طریقوں سے جو متواتر کی حد تک پہونچتے ہیں. بریدہ سے نقل کیا ہے۔

احمد اور نسائی نے الکبریٰ میں اور طبرانی نے ابو ایوب کی حدیث سے نقل کیا ہے۔

ترمذی، ابن عقدہ، طبرانی اور دار قطنی نے اس کی روایت کی ہے اور انکے طریقے سے ابن عساکر نے حذیفہ بن اسید کی حدیث نقل کی ہے مگر ترمذی کے نزدیک وہ شک پر ہے

اور اس کو نسائی، ابن ماجہ اور سعید بن منصور نے اور ابن جریر نے تہذیب میں.

اور بزار، ابن عقدہ اور ابن عساکر نے سعد بن ابی وقاص کی حدیث سے نقل کیا ہے۔

اور ابن ابی شیبہ نے اور بزار نے اپنی دونوں مسندوں میں، اور ابو یعلی اور طبرانی نے "اوسط" میں اور ابن عقدہ نے اور طبرانی نے "الصغیر" میں اور ابن عقدہ اور ابو نعیم نے الحلیہ اور التاریخ میں اور "خطیب" اور ابن عساکر نے انس بن مالک سے نقل کیا ہے

حاکم نے اور طبرانی نے "اوسط" میں ابو نعیم نے "التاریخ" میں اور ابن عساکر نے ابی سعید سے نقل کیا ہے۔ اور عثمان بن ابی شیبہ نے، اور نسائی نے اپنی دونوں "سنن" میں اور ابن عقدہ، ابو یعلی اور طبرانی نے اور باغیاسی نے اپنی "جزء" میں، اور ابو نعیم نے تاریخ اصبہان میں، اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں جابر بن عبداللہ سے نقل کیا ہے۔

طبرانی نے عمرو بن ذی مر سے نقل کیا ہے

عثمان بن ابی شیبہ نے اپنی "سنن" میں اور ابن عقدہ طبرانی اور ابن عدی نے اور ان کے سلسلے سے ابن عساکر نے ابن عمر سے نقل کیا ہے۔

اور ابن عقدہ طبرانی اور ابن عساکر نے مالک بن حویرث سے نقل کیا ہے۔

ابو نعیم نے "الحلیہ" میں اور طبرانی، ابو طاہر مخلص، ابن قانع اور ابن عساکر نے حبشی بن جنادہ سے نقل کیا ہے۔

اور طبرانی اور ابن عقدہ نے جریر بن عبداللہ بجلیؓ سے نقل کیا ہے

بزار نے عمارہ سے اس کی روایت کی ہے۔

طبرانی، ابن عقدہ اور ابن عساکر نے عمار بن یاسر سے اس کی روایت کی ہے۔

اور ابن عساکر نے رباح بن حارث، عمر بن خطاب اور بنیط بن شریط سے اس کی روایت کی ہے۔

ابن عقدہ اور ابن عساکر نے سمرۃ بن جندب سے اس کو نقل کیا ہے

طوسی نے اپنی "امالی" میں ابی لیلی سے اس کی روایت کی ہے۔

ابو نعیم نے "الصحابہ" میں جندب انصاری سے اس کو نقل کیا ہے

اور ابن عقدہ نے "کتاب موالاۃ" میں ایک جماعت سے متعدد سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔ جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

حبیب بن بدیل، قیس بن ثابت، زید بن شرحبیل، عباس بن عبدالمطلب، حسن بن علی اور ان کے بھائی، عبداللہ بن جعفر، سلمۃ بن الاکوع، زید بن ابی ثابت، ابوذر، سلمان فارسی، یعلی بن مرہ، خزیمہ بن ثابت، سہل بن حنیف، ابو رافع، زید بن حارثہ، جابر بن سمرہ، حمزۃ السلمی، عبداللہ بن ابی اوفی، عبداللہ بن بسر مازنی، عبدالرحمن بن یعمر

وطلحہ، ابو طفیل، سعد بن جنادہ، عامر بن عمیرہ، حبہ بن جوین، ابوامامہ، عامر بن لیلی، وحشی بن حرب، عائشہ اور ام سلمہ [۵۲].

اور حاکم نے طلحہ بن عبیداللہ سے نقل کیا ہے [۵۳].

"و تمت کلمۃ ربک صدقاً و عدلاً. لا مبدل لکلماتہ و ھو السمیع العلیم. و ان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن و ان ھم الا یخرصون" [۵۴].

حوالہ جات

۱۔ صحیح ترمذی ج ۲ ص ۲۹۸۔

۲۔ صحابہ سے حدیث نقل کرنے والوں میں سعد بن ابی وقاص کی روایت، الغدیر ج ۱ ص ۳۸ سے ۴۲ تک ملاحظہ کیجئے۔ اسی طرح سعد بن ابی وقاص کی حدیث غدیر کی روایت کے مصادر کہ جس کی طرف ساتویں فصل کے شمارہ ۴۴ میں اشارہ ہوا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

۳۔ مشکل الآثار ج ۲ ص ۳۰۸۔

۴۔ جیسا کہ کنزالعمال ج ۶ ص ۳۹۹ میں ہے۔

۵۔ مستدرک الصحیحین ج ۳۔

۶۔ ساتویں اور دسویں فصل شمارہ ۹۹ ملاحظہ فرمائیے۔

۷۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۴۷۳۔

۸۔ سر العالمین ص ۹۔

۹۔ "تذکرہ" میں اسکا نام ابی نصیر خیشون بتایا گیا ہے حالانکہ اس میں غلطی ہے۔ آگے آپ حبشون کی حدیث کی صحت کو ملاحظہ فرمائیں گے۔

۱۰۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۸۔

۱۱۔ پانچویں فصل شمارہ ۱ ملاحظہ فرمائیے۔

۱۲۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۳۴۹۔

۱۳۔ کفایۃ الطالب ص ۱۵۔

۱۴۔ کفایۃ الطالب ص ۱۷۔

۱۵۔ یہ جھوٹا اور بے بنیاد دعویٰ ہے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔ الغدیر ج ۱ ص ۲۹ تا ۳۷ اور وہ مصادر دیکھئے جن کی طرف ہم نے گذشتہ فصل میں۔ زید بن ارقم کے تذکرہ میں نمبر ۴۲ کے تحت اشارہ کیا ہے۔

۱۶۔ اس کی غربت کی وجہ صرف یہی نظر آتی ہے کہ یہ امیرالمومنینؑ کے فضائل میں ہے۔

۱۷۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۲۰۹۔

۱۸۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۴ اور ۱۰۹۔

۱۹۔ جن میں ایک، تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۳۷ ہے۔

۲۰۔ تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۳۹۔

۲۱۔ فتح الباری ج ۷ ص ۶۱۔

۲۲۔ المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۱۳۔

۲۳۔ الصواعق المحرقہ ص ۲۵۔

۲۴۔ یہ صرف "مرحب" کے دن علی کے گواہ ہیں، تمام راوی نہیں۔

۲۵۔ الصواعق المحرقہ ص ۴۳۔

۲۶۔ شرح ہمزیہ بوصیری ص ۲۲۱۔

۲۷۔ المعتصر من المختصر ص ۴۱۳۔ اور زید کے الفاظ میں انھوں نے اس حدیث کو نسائی کے طریقہ سے خصائص ص ۱۵ پر نقل کیا ہے۔

۲۸۔ المرقات فی شرح المشکاۃ ج ۵ ص ۵۶۸۔ علامہ امینیؒ لکھتے ہیں "جب تیس راویوں کا نقل کرنا موجب تواتر ہے تو ہم نے سو سے زیادہ صحابیوں سے نقل کیا ہے اور حافظ ابوالعلاء عطار نے ۲۵۰ طریقوں سے ذکر کیا ہے تو یہ نقل موجب تواتر کیوں نہیں ہوگی"۔

۲۹۔ المرقات فی شرح المشکاۃ ج ۵ ص ۵۸۳۔

۳۰۔ اس اضافہ کی صرف بزار کی طرف نسبت محض ایک جھوٹ ہے جبکہ اس کو بڑی تعداد میں حافظین حدیث نے نقل کیا ہے جیسا کہ ہم نے آپ کو آگاہ کیا ہے۔

۳۱۔ فیض القدیر فی شرح الجامع الصغیر ج ۶ ص ۲۱۸۔

۳۲۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۳۷۔

۳۳۔ پانچویں فصل نمبر ۳۔

۳۴۔ اصطلاحی اور غیر اصطلاحی معنوں میں اس کے غریب ہونے کی وجہ صرف یہی نظر آتی ہے کہ یہ حدیث حضرت علیؑ کے فضائل میں ہے۔

۳۵۔ حدیث کے معنی کے بیان میں آئے گا کہ یہ دلیل صرف اسماعیلیہ سے مخصوص نہیں بلکہ یہ آشکارا حق کا تقاضا ہے۔ اور یہ دعویٰ ہر اس شخص کا ہے جو نبی کریمؐ کے بعد علیؑ کے لیے ان کی جانشینی کے اعتبار سے اسی ولایت کا قائل ہے جو آنحضرتؐ کے پاس تھی۔

۳۶۔ مدعی نے صرف وہی باتیں بیان کی ہیں جن کو اس شخص نے صحیح قرار دیا ہے۔ اضافہ میں صرف اس مدعی نے صرف استدلال کا بیان لکھا ہے جو ضروری تھا۔ اگر اس شخص کو اس میں کوئی اعتراض تھا تو اس نے ظاہر کیوں نہیں کیا؟ اس سلسلہ میں آپ اس مطلب کا خلاصہ آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔

۳۷۔ حفاظ کی تصریح گذر چکی ہے کہ حدیث کا ابتدائی حصہ صحیح ہے اور آخری بھی دونوں کی سندیں قوی ہیں اس کتاب کے قرائن معینہ کے عنوان کے ذیل میں ان شاء ا... فیصلہ کن بات کہی جائے گی۔

۳۸۔ الغدیر میں بارہویں صدی کے شعرائے غدیر میں ان کے حالات زندگی اور اشعار موجود ہیں۔

۳۹۔ حدیث منزلت کا تواتر ان پر مخفی رہ گیا حالانکہ یہ متفق علیہ ہے۔

۴۰۔ تعلیقہ ہدایۃ العقول الی غایۃ السؤول ج ۲ ص ۳۰۔

۴۱۔ البیان والتعریف ج ۲ ص ۱۳۶ اور ۲۳۰۔

۴۲۔ اس بحث کا نمبر ۱۲ ملاحظہ فرمایئے۔

۴۳۔ وہ صرف اتنے صحابیوں کی تعداد معلوم کر پائے ہیں حالانکہ حدیث ان کے نزدیک متواتر ہے۔ جبکہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس حدیث کے راوی سو صحابیوں سے زیادہ ہیں۔

۴۴۔ شرح المواھب ج ۷ ص ۱۳۔

۴۵۔ ان کے اشعار اور حالات زندگی بارہویں صدی کے شعرائے غدیر کے زمرے میں الغدیر میں درج ہیں۔

۴۶۔ نزل الابرار ص ۲۱۔

۴۷۔ الصلاۃ الفاخرہ ص ۴۹۔

۴۸۔ اسعاف الراغبین حاشیہ نورالابصار ص ۱۵۳۔

۴۹۔ معنی حدیث کے بیان میں آپ کو اس کی دلالت سے آگاہ کیا جائے گا۔ کلام سے ہماری غرض صرف یہ ہے کہ وہ سند کو صحیح مانتے ہیں۔

۵۰۔ روح المعانی ج ۲ ص ۲۴۹۔

۵۱۔ روح المعانی ج ۲ ص ۳۵۰۔

۵۲۔ اسنی المطالب ص ۲۲۷۔

۵۳۔ تشنیف الاذان ص ۷۷۔

۵۴۔ سورۂ انعام۔ ۱۱۵ اور ۱۲۴۔

تیرہویں فصل

حدیث غدیر کے معنی پر ایک نظر

حدیث غدیر کے معنی پر ایک نظر

۱۔ حدیث غدیر کے معنی

یہاں تک اس حدیث مبارک کے نبی کریمؐ سے صادر ہونے کے بارے میں کسی طرح کے شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ رہ گئی اس کی ہمارے مولا امیرالمؤمنینؑ کی امامت پر دلالت، تو ہم کسی اور چیز میں شک کریں تو کر سکتے ہیں مگر اس میں ہم کوئی شک نہیں کر سکتے کہ لفظ مولا، چاہے اپنے لغوی معنوں میں صراحت رکھتا ہو یا مختلف معنوں میں مشترک ہونے کی بنا پر مجمل ہو اور چاہے امامت پر اس کی دلالت کے سلسلے میں کہ جس کو ثابت کرنے کا ہمارا دعویٰ ہے۔ قرائن سے خالی ہو یا قرائن پر مشتمل ہو۔ یہ لفظ اس مقام پر صرف اور صرف "امامت" پر دلالت کرتا ہے۔ اس لیے کہ اس موقع پر موجود ایک جم غفیر نے اور اس کے بعد جن لوگوں تک اس کی خبر پہونچی کہ جن کی بات لغت میں مستند مانی جاتی ہے انھوں نے اس لفظ سے یہی معنی اخذ کیے اور ان کے بعد شعراء اور ادب کے حلقوں میں حتی ہمارے زمانہ تک یہی معنی سمجھ میں آتے رہے ہیں اور یہ چیز اس سے مراد لیے گئے معنی پر قطعی دلیل ہے۔

ان افراد میں سر فہرست ہمارے مولا امیرالمؤمنینؑ ہیں کہ جب انھوں نے معاویہ

کے ایک خط کے جواب میں چند اشعار مرقوم فرمائے تھے جن کو آپ آئندہ ملاحظہ فرمائیں گے. اور ان میں کا ایک واضح شعر یہ ہے:

و اوجب لی ولایتہ علیکم　　　　رسول اللہ یوم غدیر خم

اور غدیر خم کے دن رسول اللہ نے میرے لیے اپنی ولایت تم پر واجب قرار دی

ان میں ایک حسان بن ثابت ہیں جو غدیر میں موجود تھے اور انھوں نے نبی کریمؐ سے اجازت مانگی تھی کہ وہ حدیث غدیر کو نظم کی شکل دینا چاہتے ہیں چنانچہ انکا ایک شعر یہ ہے:

فقال لہ قم یا علی: فاننی　　　　رضیتک من بعدی اماماً و ھادیاً

پس حضرتؐ نے فرمایا: اے علی! تم اٹھ کھڑے ہو اسی لیے کہ میں اپنے بعد تمہارے امام اور ہادی ہونے سے راضی ہوں منجملہ ان افراد کے عظیم صحابی قیس بن سعد بن عبادہ انصاری ہیں جو لکھتے ہیں:

و علی امامنا و امام　　　　لسوانا اتی بہ التنزیل

یوم قال النبیؐ من کنت مولا　　　　ہ فھذا مولاہ خطب جلیل

اور اسی قبیل کی ایک فرد، محمد بن عبداللہ حمیری ہیں جو کہتے ہیں

تناسو نصبہ فی یوم خم　　　　من البادی و من خیر الانام

ان میں ایک شخص عمرو بن عاص صحابی ہے جو کہتا ہے۔

و کم قد سمعنا من المصطفیٰ　　　　وصایا مخصصۃ فی علی

و فی یوم خم رقی منبراً　　　　و بلغ و الصحب لم ترحل

فامنحہ امرۃ المومنین　　　　من اللہ مستخلف المنحل

و فی کفہ کفہ معلناً　　　　ینادی بامر العزیز العلی

وقال فمن کنت مولی له علی له الیوم نعم المولیٰ

ہم نے مصطفیٰؐ سے علیؑ سے مخصوص بہت سی وصیتیں سنی ہیں۔ اور غدیر کے دن تو آنحضرتؐ نے منبر پر چڑھ کر ان کے بارے میں پیغام پہونچایا جسے تمام صحابیوں نے سنا چنانچہ آپؐ نے علیؑ کو خدا کی جانب سے مومنوں کا امیر بنایا۔ جبکہ آپ کے ہاتھ میں علی کا ہاتھ تھا اور آ خدا کے حکم سے اس پیغام کا اعلان فرما رہے تھے چنانچہ آنحضرتؐ نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں آج سے علیؑ اس کا مولا ہے۔

اور ان میں سے ایک کمیت بن زید اسدی ہیں جن کی شہادت ۱۲۶ھ میں ہوئی۔ وہ کہتے ہیں:

و یوم الدوح دوح غدیر خم ابان له الولایة لو اطیعا

ولکن الرجال تبایعوها فلم ار مثلها خطراً مبیعاً

اور ان میں سے ایک سید اسماعیل حمیری متوفی ۱۷۹ھ ہیں جو اپنے متعدد اشعار میں کہتے ہیں:

لذلک ما اختاره ربه لخیر الانام وصیاً ظهیراً

فقام نجم بعیث الغدیر و حط الرحال و عاف المسیراً

و قمّ له الدوح ثم ارتقی علی منبر کان رحلاً و کوراً

و نادیٰ ضحی باجتماع الحجیج فجاؤا الیه صغیراً کبیراً

فقال و فی کفه حیدر یلیح الیه مبیناً مشیراً

الا ان من انا مولی له فمولاه هذا قضاً لن یجوراً

فهل انا بلغت؟ قالوا نعم فقال: اشهدوا غیباً او حضوراً

یبلغ حاضرکم غائباً و اشهد ربی السمیع البصیراً

فقوموا بامر مليک السماء   يبايعه کل عليه اميراً
فقاموا لبيعته صافقين   اکفا فاوجس منهم نکيراً
فقال: الهي، وال الولي   و عاد العدو له و الکفورا
و کن خاذلاً للاولى يخذلون   و کن للاولى ينصرون نصيرا
فکيف ترى دعوة المصطفىٰ   مجاباً بها ام هباءً أثيراً
احبک يا ثاني المصطفىٰ   و من اشهدوا الناس فيه الغديرا

اور ان افراد میں سے بارہویں صدی کے ایک شاعر عبدی کوفی اپنے ایک طویل قصیدہ بائیہ میں رقمطراز ہیں:

و کان عنها لهم في خم مزدجر   لما رقى احمد الهادي على قتب
و قال، والناس من دان اليه و من   ثاو لديه و من مصغ و مرتقب
قم يا علي، فاني قد امرت بان   ابلغ الناس و التبليغ اجدر بي
اني نصبت علياً هادياً علماً   بعدي و ان علياً خير منتصب
فبايعوک و کل باسط يده   اليک من فوق قلب عنک منقلب

اور ان میں سے عربی اور ادب کے استاذ ابو تمام متوفی ۲۳۱ھ اپنے قصیدۂ رائیہ میں کہتے ہیں:

و يوم الغدير استوضح الحق اهله   بضحياء لا فيها حجاب و لا ستر
اقام رسول الله يدعوهم بها   ليقربهم عرف و ينآهم نکر
يمد بضبعيه و يعلم، انه   ولي و مولاکم فهل لکم خبر
يروح و يغدو بالبيان لمعشر   يروح بهم غمر و يغدو بهم غمر
فکان لهم جهر باثبات حقه   و کان لهم في بزهم حقه جهر

اور یہی معنی علوم عربیہ کے ان ماہرین نے اختیار کیے ہیں جو لغت کے معانی اور الفاظ کی وضع سے واقف ہیں اور ان کے شعروں اور ترکیبوں کو بالکل مستند اور درست مانا جاتا ہے۔ جیسے دعبل خزاعی، حمانی کوفی امیر ابی فراس، مرتضی علم الہدیٰ، سید شریف رضی، حسین بن حجاج، ابن رومی، کشاجم، صنوبری، مفجع، صاحب بن عباد، ناشی صغیر، تنوخی زاہی، ابی العلا، سروی، جوہری، ابن علویہ، ابن حماد، ابن طباطبا، ابی الفرج، مھیار، صولی نیلی اور فنجکردی وغیرہ جو اساطین ادب اور اعلام لغت کہے جاتے ہیں [1] اور گزشتہ صدیوں سے آج تک متواتر انہی کے نقوش پر قدم رکھے گئے ہیں اور کسی کے اندر اتنا دم خم نہیں کہ وہ ان سب کو غلط قرار دے، حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جو لغت میں مصدر اور ادب میں مراجع امت ہیں۔

ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی بھی ہے جنھوں نے یہی معنی اخذ کیے ہیں اگر چہ ان کے قصائد نہیں ہیں۔ لیکن انھوں نے اپنی باتوں میں اس کی صراحت کی ہے یا ان کی تقریروں میں اس کی جانب واضح اشارے پائے جاتے ہیں۔

انہی لوگوں میں شیخین کا شمار بھی ہوتا ہے۔ جنھوں نے امیرالمومنین ؑ کی خدمت میں مبارکباد عرض کی اور آپ ؑ کی بیعت کرتے ہوئے فرمایا "اے فرزند ابوطالب! آپ ہر مومن اور مومنہ کے مولا ہو گئے" [2]۔

اے کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ "مولا" کے کون سے معنی کو ہمارے مولا پر منطبق کیا جا سکتا ہے کہ جو اس دن تک ان میں نہیں پائے جاتے تھے اور جن کے ان کی ذات میں پیدا ہو جانے پر وہ لوگ آئے ہوں اور انھوں نے مبارکباد دی ہو؟ آیا وہ معنی نصرت اور محبت ہیں کہ جو اس وقت سے علی کی ذات میں موجود تھے جب سے حضرت اپنے خسر معظم حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کے ساتھ پستان ایمان سے سیر ہوئے تھے؟ یا ان دونوں کے

علاوہ کوئی اور معنی ہیں کہ جن کا اس موقع اور محل پر مراد لیا جانا ممکن ہی نہیں ؟

خدا کی قسم نہ وہ معنی ہیں اور نہ یہ۔ بلکہ حضرت نے وہی معنی مراد لیے کہ جن کو وہاں پر موجود تمام لوگوں نے سمجھا کہ علیؑ ان دونوں حضرات اور تمام مسلمان کے نفوس پر ان سے اولیٰ ہیں اور انہی معنی پر ان دونوں حضرات نے حضرت امیرؑ کی بیعت کی تھی اور آپ کو مبارکباد دی تھی

انہی لوگوں میں سے ایک حارث بن نعمان فہری، یا جابر ہے کہ جن سے خداوند متعال نے اس روز بہت جلدی انتقام لے لیا کہ جب وہ سرکار دو عالمؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے محمدؐ! آپ نے ہمیں شہادتین، نماز، زکات اور حج کا حکم دیا اور اس پر راضی نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ نے اپنے چچا زاد بھائی کو دونوں بازوؤں سے اٹھاکر ہم پر فضیلت دے دی اور کہا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے

یہ فضیلت کہ جس کو اس کافر، حاسد نے بہت بڑا سمجھا اور شک کرنے لگا کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے یا رسول اللہؐ کی عطا ہے آیا ممکن ہے کہ اس فضیلت کا لازمہ وہ دو معنی یا ان کے علاوہ کوئی اور معنی ہوں؟

میرا خیال ہے کہ آپ کا ضمیر آزاد آپ کو اس امر کی اجازت نہیں دے گا اور پوری صراحت کے ساتھ آپ سے کہے گا کہ اس لفظ سے مراد وہ "ولایت مطلقہ" ہے کہ جس کو طواغیت قریش نے آنحضرتؐ کی ذات میں واضح معجزات، روشن دلائل اور سخت جنگوں کے بغیر تسلیم نہیں کیا تھا یہاں تک کہ اللہ کی نصرت سے فتح نصیب ہوئی اور آپ نے دیکھا کہ لوگ جوق در جوق اللہ کے دین میں داخل ہو رہے تھے۔ یہ معنی امیرالمومنینؑ کی ذات والا صفات میں ان پر زیادہ ثقیل اور گراں ہیں چنانچہ جس شخص کے دل میں کچھ اور معنی تھے جیسے حارث بن نعمان، اسے نے جب یاوہ گوئی کرنا چاہی تو خدائے عزیز

مقتدر نے اس کو عذاب کی لپیٹ میں لے لیا۔

اور اسی گروہ میں وہ لوگ بھی ہیں جو کوفہ میں "رحبہ" کے مقام پر امیرالمؤمنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے "السلام علیک یا مولانا" امامؑ نے سامعین کو اس کے صحیح معنی سے واقف کرنے کے لئے اس لفظ کی وضاحت چاہی اور فرمایا "میں کیوں کر تمہارا مولا ہوں جبکہ تم عرب کے ایک قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟" تو ان لوگوں نے جواب دیا: ہم نے سرکار دو عالمؐ سے سنا ہے کہ وہ غدیر خم کے دن فرما رہے تھے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ"

قاری محترم کو اس بات کا علم ہو گیا کہ وہ مولویت جو عربوں کے نزدیک ایک بڑی چیز تھی اور ہر کس و ناکس کو اس کا اہل ماننے کے لئے تیار نہیں تھے، وہ محبت و نصرت نہیں اور نہ ہی یہ اس لفظ کے معنی ہیں بلکہ اس مولویت سے مراد صرف اور صرف وہ "ریاست کبریٰ" ہے کہ جس کو وہ بغیر کسی سبب کے تسلیم نہیں کرتے تھے اور یہی وہ چیز ہے جس کی امیرالمؤمنینؑ نے اس مجمع سے وضاحت طلب فرمائی تھی، جس کے جواب میں ان لوگوں نے کہا تھا۔ انھوں نے یہ معنی پیغمبر اکرمؐ کی حدیث سے اخذ کیے ہیں۔ اور یہ معنی ایسے ہیں جو محلوں میں رہنے والی عورتوں سے بھی مخفی نہیں تھے۔ چنانچہ ہم پہلے، زمخشری کی "ربیع الابرار" کے حوالے سے "دارمیہ حجونیہ" سے نقل کر چکے ہیں کہ جس سے معاویہ نے جب امیرالمؤمنینؑ سے محبت اور خود اس سے بغض رکھنے کا سبب دریافت کیا تو اس نے کئی دلائل پیش کیے جن میں ایک دلیل یہ تھی کہ رسول اللہؐ نے غدیر خم میں معاویہ کے سامنے امیرالمؤمنینؑ کو ولی مقرر فرمایا تھا۔ اور معاویہ سے بغض کی وجہ یہ بتائی کہ اس نے اس شخص کے ساتھ جنگ کی جو اس امر کا معاویہ سے زیادہ حقدار تھا اور اس سے ایسی چیز کا مطالبہ کیا جس کا معاویہ اہل نہیں تھا اور اس پر بھی معاویہ نے

اس عورت سے پرخاش نہیں کی۔

ان سب سے بڑھکر خود امیرالمومنینؑ کا "رحبہ" کے دن اس سے استدلال اور لوگوں کو قسم دینا ہے۔ چنانچہ ہم اس کے اسانید اور صحیح و متواتر طریقوں سے آپ کو آگاہ کر چکے ہیں۔ یہ قصہ اس وقت رونما ہوا جب آپؑ کے دور خلافت میں آپ سے تنازعہ کیا گیا۔ اور آپ کو معلوم ہوا کہ لوگ اس سلسلہ میں آپ پر الزام لگاتے ہیں کہ آپ رسول اللہؐ سے اپنی فضیلت اور دوسروں پر آنحضرت کی طرف سے آپ کو مقدم کیے جانے کی روایت نقل کرتے ہیں۔ جیساکہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور برہان الدین حلبی کا قول ہے کہ "حضرت نے اس وقت اس حدیث سے استدلال فرمایا جب خلافت آپ کی طرف پلٹ کر آگئی تو حضرت نے اپنے منازعین کی رد میں ایسا کیا"

ایسی صورت میں کیا آپ کو لفظ مولا کے اس کے علاوہ کوئی اور معقول معنی کچھ میں آتے ہیں کہ جو ہماری سمجھ میں آئے ہیں اور جن کو خود حضرت امیرؑ وہاں موجود صحابیوں اور ان لوگوں نے سمجھا ہے کہ جنہوں نے آپ کی فضیلت کو مخفی رکھنے کے لیے اس معنی کی گواہی کو چھپایا جس کی وجہ سے انھیں دردناک عذاب کا سامنا کرنا پڑا۔ ورنہ خلافت اگر محبت و نصرت کے معنی میں ہو تو اس میں جھگڑنے کی کوئی معقول وجہ نہیں جبکہ یہ دونوں چیزیں تمام مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں؟ مگر یہ اس درجہ ہوں کہ جس کو ہم آئندہ توصیف کریں گے اور وہی اولویت مطلوبہ کے معنی ہیں۔

افراد امت میں سے جو شخص موارد حجت سے واقف ہے۔ اور مجتمعات امت اور جملہ کتابوں میں اس عہد قدیم سے لے کر ہمارے ادوار تک وہ اچھی طرح باخبر ہے کہ ان لوگوں نے اس حدیث سے وہی معنی اخذ کیے کہ جن سے امامت مطلقہ پر استدلال کیا جا سکتا ہے جس سے مراد ہر شخص کے نفس اور مال پر دین و دنیا میں اولویت کا حامل ہونا

ہے۔ جو رسول اللہؐ اور ان کے بعد کے منصوص خلفاء کے لیے ثابت ہے بہر کیف اس سے آگاہی حاصل کرنے کی ذمہ داری کو ہم محقق و متتبع افراد کے حوالے کرتے ہیں اور یہاں اس بات کو طول نہیں دیتے۔

۲۔ مَفعَل بمعنی افعَل

لفظ مولا کے لغوی معنی یا "اولیٰ" ہیں یا اس کے معانی میں سے ایک معنی "اولیٰ" ہیں۔ اور اس کی دلیل آپ کے لیے وہی کافی ہے جو سورۂ حدید کی ایک آیت کے سلسلے میں مفسرین و محدثین نے کی ہے "فالیوم لا یؤخذ منکم فدیة و لا من الذین کفروا مأویکم النار هی مولاکم و بئس المصیر" اس کی بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ صرف اور صرف آگ تمہارے لیے اولیٰ ہے۔ جبکہ بعض نے اس کو اس آیت میں اس لفظ کے ایک معنی قرار دیا ہے۔

پہلے گروہ میں بعض افراد درج ذیل ہیں۔

۱۔ ابن عباس نے اپنی تفسیر میں[۳]

۲۔ کلبی[۴]

۳۔ فراء[۵] یحیی بن زیاد کوفی نحوی متوفی ۲۰۷ھ

۴۔ ابو عبیدہ معمر بن مثنی بصری متوفی ۲۱۰ھ ان سے اس چیز کو رازی[۶] نے نقل کیا ہے اور لبید کے ایک بیت سے ان کے استشہاد کو ذکر کیا ہے۔

فغدت کلا الفرجین تحسب انه مولی المخافة خلفها و امامها

اس کو ان سے شیخ مفید نے معنی مولا کے بارے میں اپنے رسالہ میں نقل کیا ہے اور شریف مرتضی نے "الشافی" میں اس کی کتاب "غریب القرآن" سے نقل کرتے ہو

بیت "لبید" سے اس کے استشہاد کو ذکر کیا ہے۔ اور شریف جرجانی[۷] نے اس نقل کو دلیل بنا کر "ماتن" پر اعتراض کیا ہے۔

۵۔ اخفش اوسط ابوالحسن سعید بن مسعدۃ نحوی متوفی ۲۱۵ھ، فخر رازی نے اس سے "نہایۃ العقول" میں نقل کیا ہے اور بیت "لبید" سے اس کے استشہاد کو ذکر کیا ہے۔

۶۔ ابو زید سعد بن اوس لغوی بصری متوفی ۲۱۵ھ، اس معنی کو ان سے صاحب "جواہر عبقریہ" نے نقل کیا ہے۔

۷۔ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۱۵ھ اس معنی کو اس نے اپنی "صحیح" میں نقل کیا ہے[۸]۔

۸۔ ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ نے "قرطین"[۹] میں نقل کیا ہے اور لبید کے شعر سے استدلال کیا ہے۔

۹۔ ابو العباس ثعلب احمد بن یحیی نحوی شیبانی متوفی ۲۹۱ھ قاضی زوزانی حسین ابن احمد متوفی ۴۸۶ھ "سبعۃ معلقہ" کی شرح میں لبید کے مذکورہ شعر کی شرح میں کہتے ہیں کہ ثعلب کا قول ہے کہ اس شعر میں "مولی" کے معنی "اولی بالشیء" کے ہیں جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے "ماویکم النار هی مولاکم" یعنی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

۱۰۔ ابو جعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اس کو اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے[۱۰]۔

۱۱۔ ابو بکر انباری محمد بن قاسم لغوی نحوی متوفی ۳۲۸ھ نے اپنی تفسیر "مشکل القرآن" میں اسی معنی کا ذکر کیا ہے۔ ان سے شریف مرتضیٰ نے الشافی میں نقل کیا ہے۔ اور لبید کے بیت سے ان کے استدلال کو ذکر کیا ہے۔ اور اسی طرح ابن بطریق نے "العمدہ" میں اس معنی کو بیان کیا ہے[۱۱]۔

۱۲۔ ابوالحسن رمانی علی بن عیسی نحوی معروف بہ وراق متوفی ۳۸۴ھ یا ۳۸۲ھ ان

ہے فخر رازی نے ان معنی کو "نہایۃ العقول" میں نقل کیا ہے۔

۱۳۔ ابوالحسن واحدی متوفی ۴۶۸ھ اور وسیط میں ہے کہ "ماویکم النار ھی مولاکم" یعنی جو تم گناہ کر چکے ہو ان کی بنا پر وہ آگ تمہارے لیے زیادہ سزاوار ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ، آگ ہے جو آپ کے اوپر ولی ہے اس لیے کہ وہی تمہارے امر کی حاکم و مالک ہے اور وہ ہر چیز سے تمہارے لیے بہتر ہے۔

۱۴۔ ابوالفرج ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ نے یہی معنی اپنی تفسیر "زادالمسیر" میں ابی عبیدہ سے نقل کیے ہیں اور ان کو پسند کیا ہے۔

۱۵۔ ابوسالم محمد بن طلحہ الشافعی[۱۲] متوفی ۶۵۲ھ نے یہی معنی بیان کیے ہیں۔

۱۶۔ شمس الدین سبط ابن جوزی[۱۳] حنفی متوفی ۶۵۴ھ نے یہی معنی اخذ کیے ہیں۔

۱۷۔ محمد بن ابی بکر رازی صاحب "مختار الصحاح" غریب القرآن میں جس سے وہ ۶۶۸ھ میں فارغ ہوئے کہتے ہیں "مولی یعنی اولی بالشی" اور اسی سے خداوند متعال کا ارشاد ہے "ماویکم النار ھی مولاکم" یعنی تمہارا ٹھکانہ آگ ہے جو تمہاری مولا ہے یعنی تمہارے لیے زیادہ سزاوار ہے۔ اور "مولیٰ" کے لغت میں آٹھ معنی ہیں جن میں سے ایک کو اس نے "اولیٰ بالشیء" بتایا ہے۔

۱۸۔ تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ نے اس معنی کو ابوعبیدہ سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔[۱۴]

۱۹۔ ابن صباغ مالکی متوفی ۸۵۵ھ نے "اولیٰ بالشیء" کو مولیٰ کے معنی میں شمار کیا ہے جو قرآن مجید میں مستعمل ہے۔[۱۵]

۲۰۔ جلال الدین محمد بن احمد محلی شافعی متوفی ۸۵۴ھ نے "تفسیر جلالین" میں یہی معنی مراد لیے ہیں۔

۲۱۔ جلال الدین احمد خجندی نے یہی معنی مراد لیے ہیں اور "توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل" میں اس سے نقل ہے کہ مولا کا اطلاق کئی معنی پر ہوتا ہے جن میں سے ایک "اولیٰ" ہیں چنانچہ خداوند متعال کا ارشاد ہے "ھی مولاکم" وہ تمہاری مولا ہے یعنی تمہارے لیے زیادہ سزاوار ہے۔

۲۲۔ علاءالدین قوشجی متوفی ۸۷۹ھ نے اس معنی کو شرح تجرید میں بیان کیا ہے

۲۳۔ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ نے "حاشیہ تفسیر بیضاوی" میں لبید کے شعر سے استناد کرتے ہوئے یہی معنی مراد لیے ہیں۔

۲۴۔ سید امیر محمد صنعانی نے "روضۂ ندیہ" میں فقیہ حمید محلی سے نقل کرتے ہوئے یہی معنی اخذ کیے ہیں۔

۲۵۔ سید عثمان[۱۶] حنفی مالکی متوفی ۱۲۶۸ھ نے یہی معنی مراد لیے ہیں

۲۶۔ شیخ حسن عدوی حمزاوی[۱۷] مالکی متوفی ۱۳۰۳ھ نے کہا ہے "ھی مولاکم" وہ تمہاری مولا ہے یعنی تمہارے کفر اور شک کی بنا پر ہر مقام سے تمہارے لیے زیادہ سزاوار ہے۔

۲۷۔ سید محمد مؤمن شبلنجی[۱۸] نے یہی معنی مراد لیے ہیں

دوسرے گروپ کے افراد

۲۸۔ ابو اسحاق احمد ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ "الکشف والبیان" میں لکھتے ہیں "ماویکم النار ھی مولاکم" تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اور وہی تمہاری مولا ہے یعنی تمہاری مالک اور تمہارے لیے اولی ہے اور تمہارا مسکن قرار پانے کی ہر چیز سے زیادہ حقدار ہے۔ اس کے بعد لبید کے مذکورہ شعر سے استناد کیا ہے۔

۲۹۔ ابو الحجاج یوسف بن سلیمان شنتمیری[۱۹] متوفی سنہ۴۷۶ھ نے لبید کے قول میں یہی معنی اخذ کیے ہیں اور پھر آیۂ کریمہ سے استناد کیا ہے

۳۰۔ حسین بن مسعود فرّاء بغوی متوفی سنہ۵۱۰ھ نے "معالم التنزیل" میں یہی معنی نقل کیے ہیں

۳۱۔ زمخشری متوفی سنہ۵۳۸ھ نے یہ معنی اختیار کیے ہیں اور لبید کے شعر سے استناد کرنے کے بعد لکھا ہے "اس سے یہ مراد لینا کہ وہ تمہاری ناصر ہے جائز نہیں"[۲۰]۔

۳۲۔ ابو البقاء[۲۱] محب الدین عکبری بغدادی متوفی سنہ۶۱۶ھ اس معنی کے حامی ہیں۔

۳۳۔ قاضی ناصر الدین بیضاوی[۲۲] متوفی سنہ۶۹۲ھ کی مراد یہی معنی ہیں اور اس نے لبید کے شعر سے بھی استناد کیا ہے۔

۳۴۔ حافظ الدین نسفی[۲۳] متوفی ۷۰۱ یا سنہ۷۱۰ھ اسی معنی کے حامی ہیں۔

۳۵۔ علاء الدین علی بن محمد خازن بغدادی[۲۴] متوفی ۷۴۱ھ کی مراد یہی معنی ہیں۔

۳۶۔ ابن سمین احمد بن یوسف حلبی متوفی سنہ۷۵۶ھ اپنی تفسیر "المصون فی علم الکتاب المکنون" میں لکھتے ہیں "ھی مولاکم" وہ تمہاری مولا ہے۔ اس میں یہ بھی جائز ہے کہ مولا "مصدر" ہو یعنی وہ تمہارے اوپر صاحب ولایت ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ مکان ہو یعنی تمہاری ولایت کی جگہ ہے اور تمہارے لیے زیادہ سزاوار ہے جیسے کوئی کہے "ھو مولاہ" یعنی وہ تمہارے لیے زیادہ سزاوار ہے

۳۷۔ نظام الدین نیشاپوری نے یہی معنی مراد لیے ہیں[۲۵]۔

۳۸۔ شربینی شافعی[۲۶] متوفی سنہ۹۷۷ھ کی مراد یہی معنی ہیں اور لبید کے شعر سے بھی اس نے استناد کیا ہے۔

۳۹۔ ابو السعود[۲۷] محمد بن محمد حنفی قسطنطینی متوفی ۹۸۲ھ نے یہ معنی مراد لے کر

باقی معانی کو ذکر کیا ہے

۴۰۔ شیخ سلیمان جمل نے تفسیر جلالین کے حاشیہ میں کہ جس کا نام "فتوحات الہٰیہ" رکھا ہے اور ۱۱۹۸ھ میں پایہ تکمیل تک پہونچایا ہے یہی معنی ذکر کیے ہیں

۴۱۔ مولی جار اللہ، آبادی، حاشیہ "تفسیر بیضاوی" میں لکھتے ہیں مولی زائد کے حذف کے بعد اولی سے مشتق ہے۔

۴۲۔ محب الدین افندی نے اس معنی کو اپنی کتاب میں لبید کے شعر کی شرح میں بیان کیا ہے[۲۸]۔

یہ افراد جو عربی زبان کے امام اور لغت کے ماہر ہیں یہ نہ جان لیتے کہ یہ لفظ کے لغوی معنی ہیں تو ان کے لیے اس کی تفسیر بیان کرنا صحیح نہ ہوتا۔

رہ گیا "اولی" کے معنی ذکر کرنے کے بعد بیضاوی کا یہ قول کہ "مولاکم" حقیقت میں "مصراکم" کے معنی میں ہے یعنی تمہاری منزل جس کے بارے میں کہا جاتا ہے "اولی بکم" جیسے کوئی کہے "ھو مئنة الکرم" تو یہ اس قول کی جگہ ہے کہ "انہ الکریم" یعنی وہ کریم ہے یا "مکانکم عما قریب" یعنی عنقریب وہ تمہاری منزل ہوگی۔ یہ "ولی" سے ہے اور اس سے مراد قرب ہے۔ یا "ناصرکم" یعنی تمہاری مددگار ہے جیسا کہ یہ قول ہے "تحیة بینھم ضرب وجیع" ان کے درمیان سلام دردناک چوٹ ہے۔ یا اس سے مراد ہے "متولیکم" یعنی جس طرح دنیا میں تم اس کے اسباب کے متولی تھے اسی طرح آج وہ تمہاری متولی ہے

تو اس قول سے اس کی مراد لغوی معنی نہیں کہ جس کی پہلے ہی اس نے صراحت کردی ہے بلکہ اس کی مراد اس سے "حاصل معنی" ہے جس کا اندازہ ان کے قول کے مقدمہ "ھی اولی بکم" اور لبید کے شعر سے استناد کرنے سے ہوتا ہے جس میں اس معنی

کے علاوہ کسی اور معنی کو کوئی احتمال نہیں اور ان کا یہ قول کہ "مکانکم الذی یقال فیہ" اسی پر دال ہے۔ دوسرے معنی کا ٹھکانے کے لیے انھوں نے بہت سے راستے اختیاد کیے ہیں جو معنی "اولیٰ" کے علاوہ ہر ایک سے سازگار ہیں اس کیے کہ معنی "اولی" کو انھوں نے لغوی اعتبار سے نہیں ٹھکایا بلکہ اپنے اس مقدمہ اور شعر سے استناد کے ذریعہ ٹھکایا ہے اور اسے صرف اور صرف مرادی معنی قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

اسی سے ملتا جلتا ایک قول "تفسیر نسفی" میں بھی ہے۔

اور خازن کا قول ہے کہ "ھی مولکم" وہ تمہاری مولا ہے یعنی تمہاری "ولی" ہے، اور کہا گیا ہے کہ تمہارے گذشتہ گناہوں کی وجہ سے وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ وہی تمہاری ولی ہے اس لیے کہ وہ تمہارے امر کی مالک ہے اور تم نے خود کو اس کے سپرد کیا ہے پس وہ تمہارے لیے ہر چیز سے زیادہ بہتر ہے ایک قول کے مطابق آیت کے معنی یہ ہیں "نہ تمہارا کوئی مولا ہے اور نہ مددگار اس لئے کہ جس کی مولا آگ ہو اس کا کوئی مولا نہیں ہوتا"

رہ گئی اس کی تفسیر "ولی" کے ذریعہ تو وہ ہماری رائے سے منافات نہیں رکھتی چونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ولی اور مولیٰ تمام معنی میں یکساں ہیں جن میں ایک معنی "اولی بالامر" ہیں اس کی تفصیل آپ آئندہ ان شاء اللہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ پس دونوں قول میں صرف تعبیر کا فرق ہے حقیقت دونوں کی ایک ہے اس کے بعد جو بیان ہے وہ صرف معنی کو ٹھکانے کے لیے ہے جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ تیسرے قول میں لازم معنی کا ذکر ہے چاہے وہ معنی ولی ہوں یا اولی پس اس میں اور لفظ کی تفسیر میں جو پہلے ہو چکی ہے کوئی معاندت نہیں۔

قرآن مجید میں کچھ اور آیتیں بھی ہیں جن میں "مولی" کو "اولی بالامر" کے معنی

میں استعمال کیا گیا ہے جیسے

سورۂ بقرہ میں ہے "انت مولانا" ثعلبی الکشف والبیان میں کہتا ہے "ای ناصرنا و حافظنا و ولینا و اولی بنا" یعنی ہمارا حافظ و ناصر اور ولی اور ہم سے اولی ہے

اور سورۂ آل عمران میں ہے "بل اللہ مولاکم" احمد بن حسن زاہد درواجکی اپنی مشہور تفسیر زاہدی میں لکھتا ہے یعنی خدا اطاعت کا زیادہ حقدار ہے

اور سورۂ توبہ میں خداوند متعال کا ارشاد ہے "ما یکتب اللہ لنا ھو مولنا و علی اللہ فلیتو کل المؤمنون" ابو حیان[29] کے بقول کلبی کا کہنا ہے یعنی وہ موت و حیات کے اعتبار سے ہمارے نفوس پر زیادہ حقدار ہے" ایک قول ہے کہ وہ ہمارا مالک و سردار ہے لہذا جیسے چاہے تصرف کرتا ہے اور بجستانی عزیزی[30] کا قول ہے یعنی وہ ہمارا "مولی" ہے اور "مولیٰ" کے آٹھ معانی ہیں ۱۔المعتِق (آزاد کرنے والا) ۲۔المعتَق (آزاد شدہ) ۳۔ولی ۴۔اولی بالشیء ۵۔چچازاد ۶۔داماد ۷۔پڑوسی ۸۔حلیف

معنی حدیث کے بارے میں رازی کا نظریہ

رازی نے بڑے ہاتھ پیر مارے ہیں اور بڑی منہ زوری کے ساتھ شبہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ ایک گروہ سے اولیٰ کے معنی نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

خداوند متعال کا ارشاد ہے "ماویکم النار ھی مولاکم و بئس المصیر" یہاں لفظ مولی کے بارے چند قول ہیں:

پہلا قول:۔ ابن عباس کہتے ہیں "مولاکم ای مصیرکم" تمہارا مولا یعنی تمہارا ٹھکانہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ "مولا"، "مولی" کی جگہ ہے اور "مولی" سے مراد قرب ہے لہذا اس کے معنی یہ ہوں گے کہ آگ تمہارا وہ مقام ہے جس سے تمہیں نزدیک ہونا اور اس میں

داخل ہوتا ہے۔

دوسرا قول :۔ کلبی کہتے ہیں "مولاکم" کا مطلب ہے وہ تمہارے لیے زیادہ سزاوار ہے یہ زجاج، فراء اور ابی عبیدہ کا قول ہے۔ جان لیجیے کہ یہ بات جو انھوں نے کہی ہے یہ معنی ہیں، لفظ کی تفسیر نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر لغت میں "مولا" اور "اولی" کے ایک ہی معنی ہوں تو ایک کا دوسرے کی جگہ استعمال صحیح ہو، تو اس صورت میں یہ کہنا ضروری ہوگا کہ "ھذا اولی فلان" اور چونکہ یہ باطل ہے لہذا معلوم ہوا کہ جو بات انھوں نے کہی ہے یہ معنی ہیں تفسیر نہیں ہے۔

اس نکتہ سے ہم نے آپ کو اس لیے آگاہ کیا ہے کہ جب شریف مرتضی نے حضرت علیؑ کی امامت کے بارے میں سرکار دوعالمؐ کے قول "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" سے تمسک کیا ہے اور کہا ہے کہ مولا کے ایک معنی اولی ہیں اور اس آیت کی اس تفسیر میں اہل لغت کے اقوال کو دلیل بنایا ہے کہ مولا کے معنی اولی ہیں اور جب یہ ثابت ہے کہ لفظ میں اس معنی کا احتمال ہے تو اس سے یہی معنی مراد لینا واجب ہے۔ اس لیے کہ اسکے علاوہ جو معنی ہیں یا وہ واضح طور پر ثابت ہیں جیسے ان کا چچا زاد بھائی [۴۱] اور ناصر ہونا، یا واضح طور پر منتفی ہیں جیسے معتِق اور معتَق ہونا۔ پس پہلی صورت میں یہ حدیث عبث ہوگی اور دوسری صورت میں جھوٹ۔ لیکن ہم نے دلیل کے ساتھ واضح کردیا ہے کہ اس سلسلہ میں ان کا قول معنی ہیں تفسیر نہیں ہے لہذا اس سے استدلال ساقط ہے [۴۲]۔

اور "نہایۃ العقول" میں رازی کا کہنا ہے "مولا" اگر "اولی" کے معنی میں آئے تو مولا اگر کسی کلمہ کے ساتھ مقارن ہو تو "اولی" کا بھی اس کے ساتھ تقارن صحیح ہونا چاہیے جبکہ ایسا نہیں ہے۔ پس مولا کا ولی کے معنی میں ہونا ممتنع ہے۔

توضیح :۔ واضع کے تصرف کی حد صرف یہ ہے کہ وہ مفرد الفاظ کو مفرد معنی کے لیے

وضع کرتا ہے لیکن جب الفاظ اپنے مفرد معانی کے لیے وضع ہو جائیں تو ان کو ایک دوسرے کے ساتھ ضم کرنا یہ واضع کا کام نہیں بلکہ عقلی مسئلہ ہے. مثلاً جب ہم کہیں "الانسان حیوان" تو انسان کا ایک مخصوص حقیقت پر دلالت کرنا وضعی ہے اسی طرح حیوان کا بھی ایک مخصوص حقیقت پر دلالت کرنا وضعی ہے لیکن حیوان اور انسان کے درمیان نسبت وضعی نہیں بلکہ عقلی ہے.

جب یہ بات ثابت ہو گئی تو لفظ اولی اگر ایک معنی کے لیے موضوع ہے اور لفظ "من" دوسرے معنی کے لیے تو ایک کا دوسرے کی جگہ استعمال ہونا وضعی ہوگا، عقلی نہیں، اور جب یہ ثابت ہو گیا تو اگر لفظ "اولیٰ" کا پورے کا پورا مفہوم بغیر کسی کمی بیشی کے وہی ہو جو لفظ مولی کا ہے اور عقل کے حکم کے مطابق لفظ من کا مفہوم وہی ہو جو لفظ اولی کا ہے تو اسی کا لازمہ یہ ہے کہ لفظ مولی کا مفہوم بھی وہی ہونا چاہئے اس لیے کہ یہ مقارنت دو لفظوں کے مابین نہیں بلکہ دو مفہوموں کے مابین ہے.

اس بات کی وضاحت کے جہاں ایک لفظ استعمال ہوتا ہے صحیح نہیں ہے کہ وہاں دوسرا بھی استعمال ہو چنانچہ یہ نہیں کہا جاتا "ھو مولیٰ من فلان" جبکہ یہ کہنا صحیح ہے "ھو مولی و ھما مولیان" اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ "ھو اولی" من کے بغیر و "ھما اولیان" آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں "ھو مولی الرجل و مولی زید" لیکن یہ نہیں کہہ سکتے "ھو اولی الرجل و اولی الزید" یہ کہہ سکتے ہیں "ھما اولی رجلین و ھم اولی رجال" یہ نہیں کہہ سکتے "ھما مولی رجلین یا ھم مولی رجال" یہ کہا جاتا ہے "ھو مولاہ و مولاک" مگر یہ نہیں کہا جاتا "ھو اولاہ و اولاک".

یہ کہنا صحیح نہیں ہو گا کہ "ما اولاہ؟" تو کہا جاتا ہے. اس لیے کہ یہ افعل تعجب کے لیے ہے "افعل تفضیل" نہیں ہے. اس بنا پر کہ وہ فعل ہے اور یہ اسم ہے. وہاں ضمیر

منصوب ہے اور یہاں مجرور ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ "مولیٰ" کو اولی پر حمل کرنا جائز نہیں یہاں رازی کی بات مکمل ہو گئی۔

اگر آپ تعجب کریں تو اس بات پر کہ رازی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ مشتقات کے صیغے لازم و متعدی ہونے کے اعتبار سے مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں۔ معنی میں اتحاد اور الفاظ میں ترادف معانی کے جوہریات میں واقع ہوتا ہے۔ الفاظ کی گردان، صیغوں اور مختلف النوع ترکیبوں سے پیدا ہونے والے عوارض میں نہیں ہوتا۔ پس "مولا" اور "اولیٰ" میں جو اختلاف اولی کے ساتھ "ب" کے لازم ہونے اور مولا کے اس سے مجرد ہونے سے وجود میں آیا ہے یہ صرف اس مادہ کے صیغہ افعل میں ہے جیسا کہ "من" کی مصاحبت ہمیشہ اس صیغہ کا مقتضیٰ ہے۔ پس "فلان اولی بفلان" اور "فلان مولی فلان" کے معنی جب دوسرے کے مقابلہ میں اولویت مراد ہو تو ایک ہی ہوں گے جیسا کہ افعل کو تثنیہ، جمع اور ان کی ضمیروں کا مضاف بنا کر استعمال کیا جاتا ہے اور بغیر حرف کے استعمال ہوتا ہے جیسے "زید افضل الرجلین یا افضلھما یا افضل القوم یا افضلھم" اگر اس کے بعد کا کلمہ مفرد ہو تو اضافت کے ساتھ استعمال نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہ نہیں کہا جاتا "زید افضل عمرو" جبکہ وہ اس سے افضل ہے۔ چنانچہ کوئی عاقل بھی اس میں شک نہیں کر سکتا کہ سب میں معنی ایک ہی ہیں اور یہی حال افعل کے باقی صیغوں کا بھی ہے جیسے اعلم، اشجع، احسن، اسمح، اجمل، وغیرہ.....

خالد بن عبداللہ ازہری اپنی کتاب "التصریح" کے باب تفضیل میں کہتے ہیں مرادف، اس وقت دوسرے مرادف کی جگہ استعمال ہوتا ہے جب اس کی راہ میں کوئی مانع نہ ہو۔ جبکہ یہاں مانع ہے اور وہ ہے استعمال۔ اس لیے کہ اسم تفضیل کے ساتھ حروف جر میں سے صرف "من" استعمال ہو سکتا ہے۔ اور کبھی کبھی جب علم ہوتا ہے تو اس کو بھی

حذف کر دیا جاتا ہے جیسے "والآخرۃ خیر و ابقی"

علاوہ بر این رازی نے جس سکتے کا سہارا لینے کی کوشش کی ہے۔ یہ چیز مولی کے دوسرے معانی میں بھی پائی جاتی ہے جس کو رازی اور دوسروں نے ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک معنی "ناصر" ہیں جو اس نے حدیث کے لیے اختیار کیے ہیں حالانکہ ناصر کی جگہ یہ استعمال نہیں ہوا کہ "هو اولیٰ دین الله" حضرت عیسیٰؑ نے بھی "من انصاری الی الله" کی جگہ "من موالی الی الله" نہیں کہا۔ اور نہ ہی حواریوں نے "نحن انصار الله" کی جگہ "نحن موالی الله" کہا۔ انہی میں سے ایک معنی ولی ہیں چنانچہ مؤمن کے لئے کہا جاتا ہے "هو ولی الله" جبکہ لغت میں اس سے مراد مولا نہیں جبکہ یہ کہا جاتا ہے "الله ولی المؤمنین و مولاهم"۔ (۴۴)

اب آئیے آپ کو مولی کے ایک اور معنی سے آگاہ کریں اور وہ ہے "المنعَم علیہ" یعنی جس کو نعمت دی جائے۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ جب یہ "علی" کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو مخالف اصل ہو جاتا ہے پس رازی صاحب پر واجب ہے کہ وہ اس استعمال کو روک دیں۔ یا یہ کہیں کہ پورا لفظ اور اس کے حروف "مولی" کے معنی ہیں لیکن راتوں رات اس نے یہ طے کر لیا کہ یہ بات "اولیٰ بہ" میں نہیں!

یہی حالت الفاظ کی تفسیر، مشتقات اور برفرض ثبوت ترادف بہت سے مترادفات میں بھی پائی جاتی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے "اصحف بہ و حجفہ" و "اکب لوجہہ و کبّہ الله" و "احرص بہ و حرصہ" و "زریت علیہ زریاً و ازریت بہ" و "نسا الله فی اجلہ و انسا فی اجلہ" و "رفقت بہ و ارفقتہ" و "خرجت بہ و اخرجتہ" و "غفلت عنہ و اغفلتہ" و "ابذیت القوم و بذوت علیہم" و "اشلت الحجر و شلت بہ"۔

جیسا کہ کہا جاتا ہے "رامت الناقۃ ولدها ای عطفت علیہ" و "اختالہ ای خدعہ" و

"صل علیہ ای دعا لہ" و "خنقتہ العبرة ای غص بالبکاء" و "احتنک الجراد الارض" اور قرآن میں ہے "لاحتنکن ذریتہ بمعنی استولی علیہا و استولین علیہم" اور کہا جاتا ہے "استولی علیہ یعنی غلبہ و تمکن منہ" اور سب کے معنی ایک ہی ہیں اور کہا جاتا ہے "احجف فلان بعبدہ یعنی کلفہ مالا یطلق"

"شاہ صاحب" نے حدیث کے بارے میں کہا ہے "پیغمبر اکرمؐ کے قول الست اولی بالمومنین من انفسہم میں اولی ولایت سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں "محب" چنانچہ اولی بالمومنین یعنی مؤمنین میں سب سے زیادہ محبوب جب کہا جاتا ہے "بصر بہ و نظر الیہ و راہ" تو سب کے معنی ایک ہی ہیں۔

چنانچہ آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ یہ اختلاف ان تمام مترادف الفاظ میں موجود ہے جن کو رمانی متوفی ۳۸۴ھ نے اپنی ایک جداگانہ کتاب [۴۲] میں جمع کیا ہے۔ اور کسی ایک لغوی نے بھی محض حروف مصاحبت میں کیفیت کے اختلاف کی وجہ سے اس کا انکار نہیں کیا جیسا کہ ترکیب سے پیدا ہونے والے کسی بھی اختلاف کا انھوں نے انکار نہیں کیا چنانچہ یہ کہنا جائز ہے کہ "عندی درہم غیر جید" لیکن یہ جائز نہیں "عندی درہم الا جید" یہ تو کہا جاتا ہے کہ "انک عالم" لیکن یہ نہیں کہا جاتا کہ "ان انت عالم"۔

"الی" ضمیر پر داخل ہوتا ہے مگر "حتی" داخل نہیں ہوتا جبکہ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ "ام اور او" کو ملاحظہ فرمایئے دونوں کلمے شک و تردید کے لیے ہیں لیکن ترکیب میں ان میں چار طرح کے فرق پائے جاتے ہیں اسی طرح "ھل اور ہمزہ" بھی دونوں استفہام کے لیے ہیں مگر ان میں دس طرح کے فرق پائے جاتے ہیں "ایان اور متی" کے معنی تو ایک ہی مگر ان میں تین طرح کے فرق ہیں۔ "کم اور کاین" ایک ہی معنی دیتے ہیں مگر ان میں پانچ فرق ہیں "ای اور من" دونوں ایک ہی ہیں مگر ان میں چھ فرق ہیں

اور "عند اور لدن اور لدیٰ" معنی میں ایک ہی ہیں جبکہ ان میں چھ وجہوں سے فرق ہے
اور شاید رازی کے کلام میں اسی واضح "تہافت" کی طرف، نظام الدین نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں اشارہ کیا ہے. چنانچہ وہ رازی کے اس کلام، "و حینئذ یسقط الاستدلال به" کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: میرا نظریہ یہ ہے کہ اس اسقاط میں بحث ہے جو کسی سے پوشیدہ نہیں۔

شبہ! علماء کے نزدیک

رازی کا پیدا کردہ یہ شبہ کوئی ایسا شبہ نہیں جو عربوں اور عالموں سے مخفی رہا ہے بلکہ رازی سے پہلے اور بعد کے علماء سبھی اس سے واقف تھے مگر وہ اس کو باطل سمجھتے تھے. لہذا انھوں نے بغیر کسی جھجھک کے یہ بات کہی ہے کہ مولی کے معنی اولی ہیں۔
تفتازانی [۴۵] اور قوشجی "شرح تجرید" میں کہتے ہیں: (اور دونوں کی عبارت ایک ہی ہے) مولی کے معنی معتق، حلیف، پڑوسی، ابن عم، ناصر، اور اولی بالتصرف کے ہیں چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے "ماویکم النار ھی مولاکم ای اولی بکم" تمہارا ٹھکانہ آگ ہے جو تمہاری مولی ہے یعنی تمہارے لیے زیادہ سزاوار ہے. اس کو ابو عبیدہ نے ذکر کیا ہے اور نبی کریمؐ کا ارشاد ہے "ایما امراۃ نکحت بغیر اذن مولاھا" یعنی جو عورت بھی اپنے مولا کی اجازت کے بغیر نکاح کرے. یہاں مولا سے مراد اس عورت کا مالک ہے. اور اشعار میں اس کی مثالیں وافر مقدار میں ہیں۔

خلاصہ یہ کہ لفظ مولی کلام عرب میں "متولی"، مالک امر اور اولی بالتصرف کے معنی میں بہت استعمال ہوا ہے اور کثیر تعداد میں ائمہ لغت سے منقول ہے اس سے مراد یہ ہے کہ یہ اس معنی کا اسم ہے نہ کہ بمنزلہ اولی اس کی صفت ہے کہ جس پر یہ اعتراض

کیا جا سکے کہ یہ اسم تفضیل کا صیغہ نہیں اور اولیٰ مولیٰ کی جگہ استعمال نہیں ہو سکتا۔

ان دونوں اشخاص نے اس کو حدیث کے امامت پر استدلال کی تفہیم کی خاطر ذکر کرنے کے بعد دیگر مختلف جہات سے اس کو رد کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس جہت سے رد نہیں کیا ہے اور اس کو بدستور قبولیت کی منزل میں باقی رکھا ہے

جیسا کہ شریف جرجانی نے "شرح مقاصد" میں اس کی قبولیت کے سلسلے میں ان دونوں حضرات کے نقش قدم کو اختیار کیا ہے اور اس پر اضافہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کے ذریعہ "قاضی عضد" کے اس اعتراض کو رد کیا جا سکتا ہے کہ "مفعل" کو "افعل" کے معنی میں کسی نے بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ چنانچہ شریف جرجانی کہتے ہیں "اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ لفظ مولیٰ، متولی، مالک امر اور اولیٰ بالتصرف کے معنی میں کلام عرب میں عام طور پر استعمال ہوا ہے اور ائمہ لغت سے منقول ہے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں "ھی مولیکم" یعنی "اولیٰ بکم" اور آنحضورؐ کا ارشاد ہے "ایما امراۃ نکحت بغیر اذن مولاھا" یہاں مولا سے مراد "اولیٰ بالامر" اور "مالک تدبیر" ہے۔

اور ابن حجر[۲۰] نے حدیث سے استدلال کی رد پر قائم رہتے ہوئے، مولیٰ کے اولیٰ بالشی کے معنی میں استعمال ہونے کو تسلیم کیا ہے۔ لیکن اس نے "متعلق اولویت" میں مناقشہ کیا ہے کہ آیا تمام امور میں اولویت مراد ہے یا اس سے مراد بعض جہات میں اولویت ہے؟ چنانچہ اس نے دوسرے قول کو اختیار کیا ہے۔ اور حدیث سے اسی معنی کے سمجھنے کو شیخین یعنی ابوبکر و عمر کی طرف ان کے اس قول کی بنا پر نسبت دی ہے "امسیت مولیٰ کل مؤمن و مؤمنۃ" اور اس قول کو ابن حجر سے شیخ عبدالحق نے اپنی "لمعات" میں ذکر کیا ہے۔

اسی طرح شیخ شہاب الدین احمد بن عبدالقادر شافعی نے "ذخیرۃ المآل" میں اسی کی

پیروی کرتے ہوئے لکھا ہے "تولیٰ سے مراد ولایت ہے جس کے معنی صدیق، ناصر، اولیٰ بالاتباع اور قریبی کے ہیں جیسا کہ خداوند متعال کا ارشاد ہے "ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ" بیشک ابراہیم کے قریب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی ہے اور اس حدیث سے یہی معنی عمر نے بھی سمجھے ہیں اسی لیے جب انھوں نے اس حدیث کو سنا تو بول اٹھے "ھنیا یابن ابی طالب!" مبارک ہو اے فرزند ابو طالب! "امسیت ولی کل مؤمن و مؤمنة" آپ ہر مؤمن اور مؤمنہ کے ولی ہو گئے۔

اور "مشکل القرآن" میں انباری کا یہ قول پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ "مولیٰ" کے آٹھ معنی ہیں جن میں سے ایک "اولیٰ بالشی" ہیں، اور رازی نے بھی، انباری سے اور ابو عبیدہ سے نقل کیا ہے اور "نہایۃ العقول" میں لکھا ہے کہ "ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ جس شخص نے بھی یہ کہا ہے کہ لفظ مولیٰ کے سلسلے میں ایک احتمال یہ ہے کہ وہ اولیٰ کے معنی میں ہے، اس نے اس حدیث کی حضرت علیؑ کی امامت پر دلالت کرنے کی بات بھی کی ہے اس لیے کہ کیا ابو عبیدہ اور ابن انباری نے یہ نہیں کہا ہے کہ لفظ مولیٰ کے معنی اولیٰ ہیں جبکہ یہ دونوں حضرات ابوبکر کی امامت کے قائل ہیں[۲۷]۔

اور شریف مرتضیٰ نے ابن عباس مبرد سے نقل کیا ہے کہ یا ولی کے معنی آیہ ہیں کہ وہ اولیٰ اور احق ہے اور اس کے مانند مولیٰ بھی ہے۔

اور ابو نصر فارابی جوہری متوفی ۳۹۳ھ لبید کے قول کے بارے میں کہتے ہیں "اس کی اس سے مراد وہ بہترین مقام ہے جس میں خوف ہوتا ہے۔

اور ابو زکریا خطیب تبریزی[۲۸] جعفر بن علبہ حارثی کے اس قول میں:

الھنی بقری سجل حین احلبت علینا الموالیا و العدو المباسل

مولیٰ کے آٹھ معنی میں ولی اور اولیٰ بالشی، کو شمار کیا ہے[۲۹]۔

اور عمرو بن عبدالرحمن فارسی قزوینی سے کشف الکشاف میں لبید کے شعر کے بارے میں منقول ہے "مولی المخافة" کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز زیادہ حقدار ہے کہ اس میں خوف پایا جائے۔

اور سبط ابن جوزی [۴۰] نے اس کو مولیٰ کے ان دس معنوں میں شمار کیا ہے جو علماء عربیہ کی طرف منسوب ہیں اور اسی طرح ابن طلحہ شافعی نے بھی [۴۱]۔ اور انھوں نے لکھا ہے کہ اولیٰ ان معانی میں سر فہرست ہے جو قرآن میں استعمال ہوتے ہیں۔

شبلنجی [۴۲] نے بھی ان کی پیروی کی ہے اور اس کو علماء کی طرف نسبت دی ہے۔

اور "المعلقات السبع" کی شرح لکھنے والے دو حضرات عبدالرحیم بن عبدالکریم اور رشید النبی۔ لبید کے شعر کے بارے میں لکھتے ہیں "مولی مخافة" سے اس نے اس کو مراد لیا ہے جس سے ڈرنا زیادہ سزاوار ہو"۔

ان سب اقوال سے آپ کو صاحب "تحفہ اثنا عشریہ" کے اس انکار کی حقیقت معلوم ہو گئی ہو گی کہ اہل عرب نے مولیٰ کو "اولی بالشی" کے معنی میں استعمال نہیں کیا۔ یا تو شاہ صاحب کا یہ خیال خام ہے کہ جن حضرات کو ہم نے پیش کیا ہے یہ فارسی ادب کے ائمہ ہیں؟ یا ان کے خیال میں ان لوگوں کو لغت کے موارد سے اتنی آگاہی نہیں جتنی شاہ صاحب کو ہے؟ اس کا فیصلہ ہم آپ کے ضمیر پر چھوڑتے ہیں۔

علاوہ بر این رازی کا یہ انکار کہ اولیٰ بطور مضاف استعمال نہیں ہوا ہے، صد در صد قابل قبول نہیں چونکہ آپ جان چکے ہیں کہ یہ تثنیہ اور جمع کی طرف مضاف ہوا ہے۔ اور حدیث میں دیکھا گیا ہے کہ یہ "نکرہ" کی طرف بھی مضاف ہوا ہے۔ چنانچہ "صحیح بخاری" [۴۳] بہت سی سندوں کے ساتھ کہ جن کے الفاظ بھی یکساں ہیں، ابن عباس سے رسول اللہؐ کی ایک حدیث منقول ہے جس میں آپ نے فرمایا "الحقوا الفرائض باهلها

فما ترکت الفرائض فلاولی رجل ذکر"[۴۴] اور احمد سے منقول ایک روایت میں ہے "فلا ولی ذکر" اور "فلا ولی رجل ذکر"[۴۵] اور نہایۃ ابن اثیر میں ہے "لاولیٰ رجل ذکر"[۴۶]۔

اور "حدیث غدیر" میں جو ہماری رائے ہے اس سے نبی اکرمؐ کی وہ حدیث پردہ اٹھاتی ہے جو سیاق میں اسی حدیث سے بہت بڑی حد تک ملتی جلتی ہے اور وہ یہ ہے "ما من مؤمن الا انا اولی الناس بہ فی الدنیا والاخرۃ" اور اگر چاہو تو اس کی جگہ اسے پڑھ لو "النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم۔ فایما مؤمن ترک مالاً فلیرثہ عصبتہ من کانوا فان ترک دیناً او ضیاعاً فلیاتنی و انا مولاہ"۔ بخاری نے اس کو اپنی صحیح میں نقل کیا ہے[۴۷] اور مسلم نے بھی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے جن کے الفاظ یہ ہیں "ان علی الارض من مؤمن الا انا اولی الناس بہ۔ فایکم ما ترک دیناً او ضیاعاً فانا مولاہ"[۴۸]۔

رازی کا ایک اور اعتراض

رازی نے اپنی کتاب، نہایۃ العقول میں ایک اور تیر مارا ہے اور کہتے ہیں: کسی بھی نحو و لغت کے امام نے مفعل (جو فعل و مصدر یا زمان و مکان کے لیے موضوع ہے) کو افعل کی جگہ استعمال ہونے کا ذکر نہیں کیا ہے کہ جو افادۂ تفضیل کے لیے وضع کیا گیا ہے

اور آپ کو جب ان نصوص کے بارے میں علم ہو گیا کہ جو ہم نے "مولیٰ" کے "اولیٰ بالشی" کے معنی میں استعمال ہونے کے بارے میں بیان کی ہیں تو آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ان کا اور ان کے ماننے والوں جیسے، قاضی عضد ایجی "مواقف" میں اور شاہ صاحب ہندی "تحفۂ اثنا عشریہ" میں، کابلی کی "صواقع" میں اور عبدالحق دہلوی کی "لمعات" میں، قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی "سیف مسلول" میں جو نظریہ پیش کیا ہے وہ غلط

ہے۔ ان میں سے بعض نے تو ہٹ دھرمی کی حد کر دی ہے اور یہاں تک کہا ہے کہ: اہل عرب نے اس کا انکار کیا ہے۔ جبکہ آپ کو معلوم ہے کہ شبہ کی بنیاد رازی نے رکھی ہے اور اسے کسی اور کی طرف منسوب بھی نہیں کیا۔ ان لوگوں نے تو جیسے ہی امامیہ کی رائے کے برخلاف حدیث کی دلالت میں کوئی خدشہ دیکھا رازی کی اندھی تقلید کر بیٹھے

میں ان لوگوں کی اس بنا پر سرزنش نہیں کرتا کہ ان کو اہل لغت کے اقوال کا اور عرب کے الفاظ کو استعمال کرنے کے انداز کا علم نہیں۔ اس لیے کہ یہ لوگ اس فن سے بہت دور ہیں اور عربی سے ان کا دور کا بھی رشتہ نہیں چاہے وہ رازی ہوں یا ہندی، ایجی ہوں یا کابلی، دہلوی ہوں یا پانی پتی یہ لوگ کہاں خالص عرب ہیں؟ اور عربی سے ان کا کیا واسطہ ہے؟ جی ہاں! جب سر پیر کی کوئی تمیز نہ رہ جائے تو پھر ایسے لوگ بھی عربی زبان کے بارے میں فتویٰ دینے بیٹھ جاتے ہیں جن کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔

اذا ما فصلت علیا قریش فلا فی العیر انت و لا النفیر

کیا وہ لوگ جنھوں نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ لفظ مولیٰ "اولی بالشی" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے وہ موارد لغت میں اس شخص سے زیادہ آگاہ نہیں تھے کہ جو اندھیرے میں ہاتھ پیر مارتا ہے؟ کیوں نہیں؟ ان میں ایسے لوگ تھے جو مصادر لغت، ائمہ ادب، ماہرین عربی اور مراجع تفسیر تھے

کیا ان کی یہ صراحت اس بات کی قطعی دلیل نہیں کہ مفعل کبھی کبھی افعل کے معنی میں آتا ہے؟ ایسی صورت میں اس صد در صد انکار کا کیا جواز ہے؟....

اور اس سفسطہ کے بانی، رازی کے لیے تو ابی الولید ابن شحنہ حنفی حلبی کا یہ قول "روض المناظر" میں ۶۰۶ھ کے حوادث کے بارے میں کافی ہے کہ "رازی کو دوسرے علوم میں ید طولیٰ حاصل تھا مگر عربی زبان میں نہیں" اور ابو حیان، [۳۹] رازی کے کلام کو

نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں "ان کی تفسیر عربی کے قواعد و مقاصد سے خارج ہے، ان کا کلام بیشتر ان لوگوں کے کلام سے مشابہ ہے جو خود کو حکماء کہتے ہیں" اور شوکانی (۵۰) اس آیت "لا تخف نجوت من القوم الظالمین" کے بارے میں کہتے ہیں "رازی نے یہاں بہت سست اشکالات کیے ہیں جو اس بات کے مستحق نہیں کہ انھیں کلام اللہ کی تفسیر میں ذکر کیا جائے جبکہ انکا جواب ایک عام آدمی بھی دے سکتا ہے"۔

رہ گئی مفعل کی زمان و مکان پر دلالت، تفضیل پر "افعل" کی دلالت کے مانند، اور تمام مشتقات کے خاصہ کی طرح، الفاظ کے جوہریات سے متعلق نہیں بلکہ ہیئتوں کے عوارض سے متعلق ہے اور یہ ایسا معاملہ ہے کہ اس میں قاعدہ کے مطابق ہی چلنا پڑتا ہے جبتک کہ عربوں سے اس کے خلاف ثابت نہ ہوجائے۔ مگر جب عربوں سے اس کے خلاف ثابت ہوجائے تو پھر معانی الفاظ کے بارے میں فیصلے کا حق انہیں کو حاصل ہے۔

اب اگر رازی کی یہ بات مان لی جائے کہ مولیٰ، فعل یا زمان و مکان سے مخصوص ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس کے، فاعل، مفعول اور فعیل کے معنی میں استعمال ہونے کا بھی انکار کرے جبکہ اس نے تصریح کی ہے کہ یہ ناصر، معتِق، معتَق، اور حلیف کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور تمام اہل عرب بھی اس پر اس کے ساتھ ہیں اور سب نے پکار پکار کر کہا ہے کہ "مولیٰ" ولی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور بہت سوں نے اس کے معانی میں شریک، قریب، محب، عتیق، عقید، مالک اور ملیک کو بھی ذکر کیا ہے۔

علاوہ بر این جن لوگوں کے نزدیک "اولیٰ" مولیٰ کے معنی میں ہے اور ان کی ایک اکثریت ہے کہ جن کے اقوال کو حجت سمجھا جاتا ہے۔ ان کی مراد یہ نہیں کہ اولیٰ، مولیٰ کی صفت ہے تاکہ یہ مناقشہ کیا جاسکے کہ معنی تفضیل، مولیٰ کے معنی سے خارج اور اس پر اضافہ ہے پس یہ دونوں متفق نہیں بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ یہ اس معنی کا اسم ہے....

مان لیتے ہیں کہ رازی اور اس کے چیلے چانٹوں کو اس بات کا علم نہیں کہ لفظ مولیٰ کے علاوہ کوئی اور لفظ بھی لغت عرب میں اس طریقہ سے استعمال ہوا ہے لیکن ان کا نہ جاننا اس بات کا موجب نہیں کہ لفظ مولیٰ بھی اس طریقے پر استعمال نہ ہو جبکہ اس کے بارے میں نصوص موجود ہیں، لغت عرب میں کتنے ہی ایسے استعمالات ہیں جو ایک مادہ سے مخصوص ہیں۔

مثال :۔ لفظ عجاف ہے جو اعجف کی جمع ہے۔ افعل کی جمع فعال کے وزن پر صرف اسی مادہ میں آئی ہے جیسا کہ جوہری نے صحاح میں، رازی نے خود اپنی تفسیر میں اور سیوطی[۵۱] نے اس کی صراحت کی ہے۔

اور قرآن کریم میں آیا ہے "وقال الملک انی اریٰ سبع بقرات سمان یاکلهن سبع عجاف" (سورۂ یوسف) اسی قبیل سے عربی کا ایک شعر ہے جو قبیلہ مضر کے سردار ہاشم بن عبد مناف کی شان میں ہے۔

عمرو العلا هشم الثريد لقومه و رجال مكة مسنتون عجاف

دوسری مثال : جو مشدد کلمہ بھی فعَلت (مفتوح العین) کے وزن پر متعدی ہوتا ہو جیسے رددت و عددت اس کا مضارع مضموم العین ہوتا ہے مگر تین حرفوں میں جو مضموم اور مکسور استعمال ہوتے ہیں اور وہ ہیں شدّ، نمّ اور علّ اور کچھ لوگوں نے بثّ کا بھی اضافہ کیا ہے[۵۲]۔

تیسری مثال : اسمائے افعال میں تثنیہ اور جمع کی ضمیر کبھی ظاہر نہیں ہوتی جیسے "صه" اور "مه"۔ مگر "ھا" جو "خذ" کے معنی میں ہے وہ ظاہر ہوتی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے "ھاؤما، ھاؤم اور ھاؤن" چنانچہ قرآن مجید میں ہے "ھاؤم اقرؤا کتابیہ" ابن ہشام کی "تذکرہ" اور سیوطی کی "الاشباہ والنظائر" ملاحظہ فرمائیے۔

چوتھی مثال: تفاعل کے مصدر کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ تفاعل کے وزن پر آتا ہے جس کا "عین کلمہ" ہمیشہ مضموم ہوتا ہے۔ مگر مادہ تفاوت میں نہیں ہوتا۔ چنانچہ جوہری نے پہلے یہ لکھا ہے کہ اس کا واؤ مضموم ہے۔ اس کے بعد ابن سکیت سے نقل کیا ہے کہ کلابیعنی کے نزدیک یہ مفتوح ہے اور عنبری سے نقل کیا ہے کہ مکسور ہے۔ ابوزید سے نقل کیا ہے کہ مفتوح بھی ہے اور مکسور بھی[۵۳] جبکہ سیوطی[۵۴] نے بیان کیا ہے کہ اس پر تینوں حرکتیں آتی ہیں۔

پانچویں مثال: فعَل "مفتوح العین" ہے کہ جس کا مضارع مکسور آتا ہے۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کا مضارع مضموم العین نہیں ہوتا۔ مگر وجَد کا مضارع کہ وہ مضموم العین ہوتا ہے۔ عامری اس کے "عین" کو مضموم پڑھتے ہیں جیسا کہ صحاح میں ہے اور ان کا شاعر لبید کہتا ہے۔

لو شئت قد نقع الفؤاد بشربة فدع الصوادی لایجدن غلیله

اور ابن قتیبہ[۵۵] اور فیروزآبادی[۵۶] نے مزہر[۵۷] میں ابن خالویہ سے "شرح دریدیہ" میں تصریح کی ہے کہ ان کا قول ہے کہ کلام عرب میں فعَل یفعُل کہ جس کا "ف" کلمہ واؤ ہو۔ وجود نہیں رکھتا مگر صرف ایک کلمہ ہے اور وہ ہے وجَد یجُد

چھٹی مثال: افعَل کا اسم فاعل "فاعل" کے وزن پر نقل ہوا مگر "ابقل، اورس" اور "ایفع" کا اسم فاعل، فاعل کے وزن پر ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے "ابقل الموضع فھو باقل" اور "اورس الشجرۃ فھو وارس" اور "ایفع الغلام فھو یافع"[۵۸] اور صحاح میں "بلد عاشب" جس کی فعل ماضی صرف "اعشب" کے وزن پر آتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے "اعشب الارض"۔

ساتویں مثال: افعَل کا اسم مفعول، کبھی بھی فاعل کے وزن پر نہیں آتا مگر صرف

ایک مقام پر، چنانچہ عرب کہا کرتے ہیں "اسامت الماشیۃ فی المرعیٰ فھی سائمہ" یہاں عربوں سے "مسائمہ" نقل نہیں ہوا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے "فیہ تسیمون" یہ "اسام یسئم" سے ہے۔ اس کو سیوطی نے ذکر کیا ہے[۵۹]۔

اس طرح کی نادر مثالیں، ابن سیدہ کی مخصص اور لسان العرب میں بکثرت موجود ہیں اور سیوطی نے اس طرح کے چالیس صحیفے نقل کیے ہیں[۶۰]۔

رازی کا جواب

ان سب باتوں کا رازی کے پاس ایک جواب ہے جو اس کی بدنفسی کا مظہر ہے۔ وہ "نہایۃ العقول" میں کہتا ہے "اور ائمہ لغت کا جو یہ قول انھوں نے نقل کیا ہے کہ مولیٰ کے معنی اولیٰ کے ہیں، یہ ان کے لیے دلیل نہیں، اس لیے کہ اس طرح کی نقل، لغت کے اثبات کے لیے دلیل قرار پانے کی صلاحیت نہیں رکھتی چنانچہ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر چہ ابوعبیدہ نے، آیت "ماویکم النار ھی مولاکم" میں مولیٰ کے معنی میں کہا ہے کہ اس سے مراد اولیٰ ہے اور اس کو اخفش، زجاج، اور علی بن عیسی نے بھی ذکر کیا ہے اور لبید کے شعر کو سند بھی بنایا ہے۔ لیکن یہ ان لوگوں کی سہل انگاری ہے۔ تحقیق نہیں اس لیے کہ بڑے بڑے اہل نقل جیسے خلیل اور ان کے مانند دوسروں نے اس معنی کو صرف اس آیت یا دوسری آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ اور وہ بھی بطور مرسل نقل کیا ہے "مسند" نہیں اور لغت کی اصلی کتابوں میں اس کو نقل نہیں کیا ہے۔ رازی کا جواب مکمل ہوا۔

اے کاش! مجھے یہ معلوم ہوتا کہ رازی کو یہ بات کس نے بتا دی کہ یہ ان لوگوں کی طرف سے غفلت ہے تحقیق نہیں؟ آیا وہ تمام لغوی معانی جو ان لوگوں سے نقل ہوئے

ہیں ان میں ہر ایک کے بارے میں قول مشہور ہے؟ یا لفظ مولیٰ کا اس کے نزدیک حساب و کتاب ہی الگ ہے؟ اور اگر کوئی لغوی کسی معنی کو ثابت کرے تو کیا اس کی ذمہ داری صرف یہی نہیں ہے کہ وہ عربی کے کسی شعر یا قرآن مجید کی کسی آیت کو بطور سند پیش کرے؟ اگر یہی ہے تو یہ کام تو انھوں نے کیا ہے؟

خلیل اور اس جیسے لوگوں کے ذکر نہ کرنے کو اس نے کیسے ان لوگوں کی غلطی کی دلیل بنا دیا؟ جبکہ یہ لفظ ائمہ لغت سے نقل ہوا ہے اور لغت کی شرط یہ نہیں ہے کہ معنی مذکور تمام کتابوں میں موجود ہوں اور کیا لغت کے بارے میں رازی صاحب صرف "العین" اور اس جیسی کتابوں پر انحصار و اعتماد کرتے ہیں؟

اور لغت کی نقل میں یہ شرط کس نے لگائی ہے کہ اس کی سند مُعَنعَن ہو؟ کیا اس کی شرط صرف یہی نہیں کہ اس کی سند میں کوئی شعر، آیہ کریمہ، سنت ثابتہ یا قابل قبول استعمال ہو؟

کیا رازی کو ان سے بہتر کچھ لوگوں کا علم ہے کہ جن سے یہ تمام معانی اخذ کیے جائیں؟ جب کوئی ایک شخص عربی کے کسی لفظ کے معنی اس سے بیان کرتا ہے تو وہ مان لیتا ہے لیکن پتہ نہیں یہاں کیوں نہیں مانتا؟

میں کہتا ہوں کہ رازی کا یہاں ایک خاص مقصد ہے جس سے وہ آگے نہیں بڑھنا چاہتا۔

اور کیا اس شخص کے نزدیک لغوی معنی کی شرط ان کا صرف لغت کی کسی کتاب میں پایا جانا ہے؟ اور اگر وہ کسی آیت کی تفسیر، حدیث کے معنی یا عربی کے شعر کی شرح میں ہو تو اس کی کوئی قیمت نہیں؟

جبکہ ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ لغت کے سلسلے میں علماء، ہر عربی دان حتیٰ ایک عرب

کنسیز کے قول پر بھی اعتماد کرتے ہیں (۶۱)۔

اور ان میں سے اکثر کے نزدیک اس کے لیے ایمان، عدالت اور بلوغ وغیرہ شرط نہیں، چنانچہ یہ ہیں قسطلانی (۶۲) جن کا قول ہے "شافعی کا اپنا قول ہی لغت میں حجت ہے" اور سیوطی (۶۳) نے فرمایا ہے۔ اہل لغت میں سے اگر ایک بھی نقل کرے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اسے مانا جائے گا اور انباری کا بیان نقل کیا گیا ہے کہ۔ اگر ایک عادل بھی کہے تو قبول ہے اور یہ شرط نہیں کہ دوسرا بھی اس کی موافقت کرے (۶۴)۔ اور کسی شیخ یا عرب کے قول سے لغت ثابت ہوجاتی ہے (۶۵)۔ اور ابن جنّی کی "خصائص" سے اس کا قول منقول ہے کہ۔ جو شخص یہ کہے کہ لغت کا علم صرف نقل سے ہوتا ہے تو وہ غلط کہتا ہے۔ اس لیے کہ لغت کے لیے نقل کی ضرورت نہیں بلکہ وہ قرائن سے بھی ثابت ہو جاتی ہے چنانچہ اگر کوئی شخص شاعر کے اس شعر کو سنے:

قوم اذا الشر ابدی ناجذیه لهم طاروا الیه زرافات و وحدانا

تو جان جائے گا کہ زرافات کے معنی جماعات ہیں۔ اور اس کا کہنا ہے کہ لغت کسی قرینے یا عربی شاعر کے قول سے ثابت ہو جاتی ہے (۶۶)۔

یہ تمام مصادر لفظ مولیٰ میں موجود ہیں مگر رازی کو یہی معلوم نہیں کہ لغوی معنی کیسے ثابت ہوتے ہیں؟ اسی وجہ سے آپ نے دیکھا ہے کہ وہ بلا وجہ چیخ چلا رہے ہیں۔

گویا کتاب "العین" سے استدلال کرتے وقت وہ اس بات کو بھول گئے یا بھولنے کی اداکاری کی ہے جو انھوں نے "المحصول" میں کہی ہے کہ تمام اہل لغت کا اتفاق ہے کہ کتاب "العین" مخدوش ہے جیسا کہ سیوطی (۶۷) نے اس بیان کو ان سے نقل کیا ہے۔

اور مجھے نہیں معلوم کہ لغت کی اصلی کتابوں سے کیا مراد ہے؟ اور اس نام کو ان کتابوں سے کس نے مخصوص کیا ہے کہ جن میں وہ الفاظ موجود ہوں وہ مقام حجیت میں

ان معانی سے مطابقت کرتے ہوں. اور کس نے قرآن، حدیث اور عربی ادب کے بارے میں تالیف شدہ کتابوں کو ان کی فہرست سے خارج کیا ہے؟

اور کیا ارباب معاجم کی نیت بھی ان سے استدلال کے صحیح ہونے میں دخیل ہے؟ یا ارباب کتب کا ثقہ ہونا، فن میں ماہر ہونا اور عربوں کے موارد استعمال کے بارے میں آشنا ہونا ہی اس کو حجیت سے ہمکنار کرتا ہے. اور یہ سب چیزیں ان ائمہ لغت اور اعلام کی کتابوں میں موجود ہیں جن سے یہ نقل ہوا ہے کہ مولیٰ کے معنی اولیٰ ہیں.

۳۔ مَفعَل بمعنی فعیل

آئیے ہم آپ کو شاہ ولی اللہ صاحب ہندی کے (اس حماقت آمیز) تحفۂ اثنا عشریہ میں اس حماقت آمیز شور و غل سے آگاہ کریں جس کے ذریعہ انھوں نے عربی زبان پر حملہ کیا ہے اور "دلالت حدیث" کی تردید میں یہ گمان کیا ہے کہ جب تک "مولیٰ" ولی کے معنی میں استعمال نہ ہو اس وقت تک یہ دلالت نامکمل ہے. جبکہ مَفعَل، فعیل کے معنی میں نہیں آتا.

شاہ صاحب اہل لغت کی اس صراحت کی کاٹ کرنا چاہتے ہیں کہ مولی ولی کے معنی میں ہے جس سے مراد "مولی امر" ہے جیسے عورت، غلام، یتیم مملکت اور بادشاہ کے بعد اس کے عہدہ کا ولی ہوتا ہے.

البتہ "دہلوی" صاحب سے فراء متوفی ۲۰۷ھ کا، معانی القرآن میں اور ابی العباس مبرد کا یہ قول مخفی رہ گیا کہ ولی اور مولی کے لغت عرب میں ایک ہی معنی ہیں. اور انھیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ اس پر ائمہ لغت کا اجماع ہے اور انھوں نے اپنی لغت کی اور دوسری کتابوں میں ولی کو مولی کے معنی میں شمار کیا ہے. جیسا کہ انباری کی "مشکل

القرآن" میں ہے۔ ثعلبی کی "الکشف والبیان" میں اس آیت کے ذیل میں ہے کہ "انت مولانا" اس کے علاوہ جوہری [۶۸] کی صحاح میں، سجستانی [۶۹] کی غریب القرآن میں، فیروزآبادی [۷۰] کی قاموس میں، واحدی کی الوسیط میں، تفسیر قرطبی [۷۱] میں اور نہایہ ابن اثیر [۷۲] میں موجود ہے۔ اور ان کا کہنا ہے کہ حضرت علیؑ کے لیے حضرت عمر کا قول اسی قبیل سے ہے کہ "اصبحت مولی کل مؤمن" اور تاج العروس [۷۳] میں ہے جس میں خداوند متعال کے اس قول سے کہ "بان للہ ولی الذین آمنوا و ان الکافرین لا مولیٰ لھم" اور پیغمبر اکرمؐ کی اس حدیث سے کہ "و ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن مولاھا" اور حدیث غدیر یعنی "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" سے استناد کیا ہے [۷۴]۔

۴۔ مولیٰ کے معانی پر ایک نظر

علماء لغت نے "مولیٰ" کے معنی میں، مالک اور معتق کے علاوہ "سید" کو بھی ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ ولی کے معنی "امیر اور سلطان" بتاتے ہیں۔ جبکہ ان کا اتفاق ہے کہ ولی اور مولیٰ کے معنی ایک ہی ہیں اور ان میں سے ہر ایک معنی اولویت بالامر سے جدا نہیں۔

چنانچہ امیر اپنے معاشرہ کا نظام چلانے، ان کی تہذیب و تادیب سے متعلق امور انجام دینے اور ان پر ہونے والے ظلم و فساد کو روکنے کے اعتبار سے اپنی رعایا سے اولیٰ ہوتا ہے۔ اور اسی طرح "سید" بھی جن لوگوں پر سردار ہوتا ہے وہ ان کے امور پر تصرف کے سلسلے میں ان سے اولیٰ ہوتا ہے۔

اور ان دونوں اوصاف کا دائرہ امامت و سیادت کی مقدار کے مطابق گھٹتا، بڑھتا رہتا ہے۔ چنانچہ "والی شہر" کا دائرہ رئیس دیوان سے بڑا ہوتا ہے۔ اس سے بڑا ایک صوبہ کا والی ہوتا ہے۔ اور ملوک و سلاطین کا دائرہ سب پر فوقیت رکھتا ہے اور اس وسعت کی

انتہا نبی اور خلیفہ الٰہی پر ہوتی ہے جو تمام عالم کے امور و نوامیس کے لیے مبعوث ہوتا ہے۔

اور ہم ان لوگوں سے اگر "اولیٰ بالشی" کے مولیٰ کے معانی میں سے نہ ہونے پر معاہدہ کر بھی لیں تب بھی ان دو معانی کے مولیٰ کے معانی میں سے ہونے پر کوئی معاہدہ نہیں کر سکتے اور یہ کہ حدیث کے مطابق صرف وہی معنی ہو سکتے ہیں جو سب سے بلند ہوں اور ان کا دائرہ وسیع ہو۔ خاص کر جب ہمیں یہ معلوم ہے کہ مولیٰ کے جو ستائیس معانی ہی ان میں سے صرف انہی معنی کو حدیث میں مراد لیا جا سکتا ہے جو ان دو کے مطابق ہوں۔ اور وہ معنی یہ ہیں:

۱۔ رب
۲۔ العم (چچا)
۳۔ ابن العم
۴۔ الابن
۵۔ ابن اخت (بھانجا)
۶۔ المعتِق (آزاد کرنے والا)
۷۔ المعتَق (آزاد شدہ)
۸۔ العبد (غلام)
۹۔ المالک (مالک)
۱۰۔ التابع (تابع)
۱۱۔ المنعِم (احسان کرنے والا)
۱۲۔ المنعَم علیہ (جس پر احسان کیا گیا ہو)
۱۳۔ الشریک (شریک)
۱۴۔ الحلیف (جس کے ساتھ معاہدہ ہو)
۱۵۔ الصاحب (ساتھی)
۱۶۔ الجار (پڑوسی)
۱۷۔ النزیل (مقیم)
۱۸۔ الصھر (داماد)
۱۹۔ القریب (نزدیک)
۲۰۔ العقید (معاہدہ کرنے والا)
۲۱۔ الولی
۲۲۔ الاولیٰ بالشی
۲۳۔ السید (مالک و معتق کے علاوہ)
۲۴۔ المحب

۲۵۔ الناصر ۲۶۔ المتصرف فی الامر

۲۷۔ المتولی فی الامر۔

اگر پہلے معنی مراد لیے جائیں تو اس سے کفر لازم آتا ہے۔ اس لیے کہ "اللہ" کے سوا عالمین کا کوئی رب نہیں، دوسرے اور تیسرے سے چودہویں معنی تک مراد لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ حدیث جھوٹی ہے۔ اس لیے کہ نبیؐ ان کے بھائی کی اولاد کے چچا ہیں اگر انکا کوئی بھائی ہو اور امیرالمؤمنینؑ اس اولاد کے چچا کے فرزند ہیں۔ اور حضورؐ جناب عبداللہ کے فرزند ہیں اور امیرالمؤمنینؑ ان کے بھائی ابوطالبؑ کے فرزند، اور واضح ہے کہ ان دونوں کی ماؤں کا نسب مختلف ہے جو ایک کی خالہ ہے وہ دوسرے کی خالہ نہیں۔ پس حضورؐ جس کے بھانجے ہیں امیرالمؤمنینؑ اس کے بھانجے نہیں۔ اور آپ کو بخوبی علم ہے کہ جس کو حضورؐ نے آزاد کر دیا امیرالمؤمنینؑ نے دوبارہ اس کو آزاد نہیں کیا۔

اور یہ بھی واضح ہے کہ یہ دونوں اولین و آخرین کے آزاد مردوں کے سردار ہیں اور کسی مؤنث زادے کے آزاد کردہ نہیں۔ اور نازیبا اور غیر مناسب ہونے کے اعتبار سے "عبد" کا بھی یہی حال ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ وصی رسولؐ، پیغمبرؐ کے غلاموں کے مالک نہیں قرار پائے۔ لہذا اس سے مالک بھی مراد نہیں لیا جا سکتا، اور نبی کریمؐ بھی اپنے مرسل یعنی خداوند متعال کے علاوہ کسی کے تابع نہیں تھے۔ پس اتنے جم غفیر میں یہ اعلان کرنے کا بھی کوئی مطلب نہیں کہ "جس کا میں تابع ہوں اس کا علی بھی تابع ہے" اور نبی کریمؐ پر کسی کا احسان بھی نہیں بلکہ دوسروں پر ان کے احسانات ہیں۔ پس اس سے منعم علیہ مراد لینا بھی درست نہیں۔ اور نبی اعظمؐ تجارت وغیرہ میں بھی کسی کے شریک نہیں تھے کہ ان کا وصیؑ بھی اس کا شریک ہو رہ گیا ام المؤمنین حضرت خدیجہؑ کے لیے ان کا تجارت کرنا تو یہ کام انھوں نے بعثت سے پہلے کیا تھا۔ اور شریک کی حیثیت سے بھی نہیں

بلکہ کارکن کی حیثیت سے کیا تھا اور اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی حضرت علیؑ اس سفر میں ان کے ہمراہ نہیں تھے۔ اور نہ ان کا تجارت میں کوئی دخل تھا۔ اور نبی عظمتؐ کسی کے حلیف بھی نہیں تھے کہ جس کے ذریعہ وہ عزت حاصل کرتے۔ اس لیے کہ عزت بس اللہ، اس کے رسولؐ اور مؤمنین کے لیے ہے۔ مسلمانوں کو تو آنحضرتؐ کی وجہ سے عزت نصیب ہوئی پس اس مقام پر ان معنیٰ کا ارادہ کیونکر ممکن ہے۔ اور بر فرض یہ معنیٰ ثابت بھی ہوں تب بھی دونوں کے مابین کوئی تلازم نہیں۔

رہ گیا، صاحب، جار، نزیل، صہر اور قریب چاہے قریب سے مراد رشتہ دار ہو یا قرب مکانی مراد ہو۔ تو ان میں سے کوئی معنیٰ بھی اس لفظ سے مراد نہیں لئے جا سکتے اس لیے کہ اس جم غفیر کے درمیان بیچ راستے میں اور شدت کی گرمی کے باوجود نبی کریمؐ نے آگے بڑھ جانے والوں کو واپس بلانے اور پیچھے سے آنے والوں کو ایسی جگہ رکنے کا حکم دیا جو ان کی منزل نہیں تھی علاوہ بر این خدا کی طرف سے جو پیغام آیا تھا وہ بھی دھمکی آمیز تھا کہ اگر آپ نے یہ پیغام نہ پہونچایا تو گویا کوئی پیغام نہ پہونچایا۔ چنانچہ نبی اکرمؐ نے ایسی حالت میں وہ محفل منعقد فرمائی جب لوگ سفر کی تھکن سے چور تھے شدت کی گرمی تھی اور وہ جگہ بھی اتنی گرم تھی کہ لوگ اپنی چادریں پاؤں کے نیچے رکھنے پر مجبور ہوگئے۔ ایسے میں آنحضرتؐ، منبر پر رونق افروز ہوں اور خداوند متعال کی طرف سے یہ اعلان فرمائیں کہ عنقریب وہ داعی اجل کو لبیک کہنے والے ہیں۔ اور اس عالم میں وہ ایسے امر کی تبلیغ کا اہتمام فرمائیں کہ جس کی تبلیغ کا وقت آپکی زندگی کے ساتھ ہی ختم ہونے والا ہے۔ اور دین و دنیا میں اس کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ چنانچہ ایسے میں وہ اپنے پروردگار کی طرف ان امور کی خبر دیں جن کی کوئی وقعت نہیں۔ اور وہ یہ کہ جس کا میں صحابی، پڑوسی، داماد، نزیل یا قریبی ہوں (دونوں معنیٰ میں) اس کے لیے علیؑ بھی ایسے ہی ہیں!

خدا کی قسم کوئی دیوانہ یا کمزور عقل والا بھی ایسی باتیں نہیں کر سکتا چہ جائیکہ اس عقل اول انسان کامل، نبی حکمت اور خطیب بلاغت سے ان امور کی توقع ہو۔

پس یہ بہت بڑا بہتان ہو گا کہ اگر کوئی نبی اسلامؐ کی طرف، اس لفظ سے ان میں سے کسی معنی کا ارادہ کرنے کی نسبت دے۔ اور بالفرض اگر نبی اسلامؐ نے ان میں سے کسی معنی کا ارادہ کیا بھی ہو تو اس میں امیرالمؤمنینؑ کے لیے کون سی بڑی فضیلت ہے کہ جس کی بنا پر "بخ بخ" اور تہنیت کی رٹ لگائی جائے۔ اور سعد بن وقاص اپنی حدیث میں ان کو...... پر فضیلت دیں یا ان کے نزدیک وہ چیز دنیا و مافیھا سے بہتر ہو کہ جس دنیا میں ان کی عمر، عمر نوح کے برابر ہو۔

رہ گیا "منعم" یعنی احسان کرنے والا، تو یہ ضروری نہیں کہ جس پر رسول خداؐ نے احسان کیا ہے اس پر علیؑ بھی احسان کریں۔ بلکہ اس کے برعکس ضروری ہے۔ ہاں! اگر اس سے مراد یہ ہو کہ نبی اکرمؐ نے جس شخص پر بھی دین، ہدایت، تہذیب و ارشاد، دنیاوی عزت اور اخروی نجات کی شکل میں احسان کیا ہے علیؑ بھی اس پر یہ تمام احسانات کرنے والے ہیں، اس لیے کہ وہ نبی اکرمؐ کے قائم مقام، مبلغ، ان کی شریعت کے محافظ اور دین کی تبلیغ کرنے والے ہیں۔ اسی لیے خداوند قدوس نے ان کے ذریعہ دین کو کامل فرمایا۔ اور اس واضح اعلان کے بعد نعمتوں کی انتہا کردی۔ تو ایسی صورت میں یہ معنی "امامت" سے الگ نہیں کہ جو ہماری مراد ہے اور جن معانی کو ہم ثابت کرنے کے درپے ہیں یہ انہیں کے سیاق میں آتے ہیں۔

اور اگر اس کے معنی "عقید" ہوں تو اس سے یہ مراد لینا ضروری ہے کہ یہ بعض قبیلوں کے ساتھ نصرت اور مدد کا معاہدہ ہو۔ لیکن امیرالمؤمنینؑ کے لیے ایسا ہونے کا کوئی مطلب نہیں البتہ وہ پیغمبر اکرمؐ کے ہر فعل و ترک میں ان کے تابع ہیں مگر ایسی صورت

میں تمام مسلمانوں جیسے ہوں گے۔ اور اتنا بڑا اہتمام کر کے ان کے لیے اس بات کا ذکر بطور خاص کوئی معنی نہیں رکھتا، ہاں! اگر یہ مراد لی جائے کہ اسلامی حکومت کی تنظیم و تدبیر اور اسے داخلی و خارجی فتنوں اور شورشوں سے بچانے کے لیے، علیؑ کو سرکارؐ کے ہر معاہدہ اور عقد میں دخل تھا۔ تو یہ کسی حد تک صحیح ہے۔ اور اگر اس سے اوصاف و فضائل میں معاہدہ مراد لینا ممکن ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "عقید الکرم" اور "عقید الفضل" یعنی کریم اور فاضل، تو اس کو عربی ذوق قبول نہیں کرتا۔ پس پیغمبر اکرمؐ نے یہ مراد لیا ہو گا کہ جس کا میں "عقید فضل" ہوں وہ علیؑ کے لیے بھی ایسا ہی عہد کرے۔ تو ایسی صورت میں یہ معنی، ہمارے معنی سے قریب ہیں۔

اور اس سے بھی قریب یہ معنی ہیں کہ اس سے مراد سرکار دوعالمؐ کے وہ عہد و پیمان ہیں جو آپؐ نے مسلمانوں کے ساتھ منعقد کیے تھے کہ وہ دین پر قائم رہیں، دین کی بہتری کے لیے کوشش کریں اور اس کا دفاع کریں۔ تو ایسی صورت میں اس میں کوئی مانع نہیں لیکن اس کا مطلب یہی ہو گا کہ علی میرے بعد خلیفہ اور امام ہیں۔

محب و ناصر

بالفرض اگر سرکار دوعالمؐ نے ان دو معنی کا ارادہ کیا ہو تو اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ آنحضورؐ نے لوگوں کو علی کی محبت و نصرت پر اکسایا تھا چونکہ وہ مؤمنین میں سے تھے اور ان کے مدافع تھے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ نے علیؑ کو لوگوں کی نصرت کرنے اور ان سے محبت رکھنے کا حکم دیا تھا۔ ہر صورت یہ جملہ یا خبریہ ہو گا یا انشائیہ۔

پہلا احتمال کہ جس میں حضرت علیؑ سے محبت کو مؤمنین پر واجب قرار دیا گیا ہے تو یہ ایسا احتمال ہے جس کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہے چونکہ یہ کوئی ایسا امر مجہول نہیں

جس کی پہلے تبلیغ نہ ہوئی ہو۔ اور اس وقت اس کا حکم دیا گیا ہو۔ اور اس کی تبلیغ میں سستی کرنے کو، رسالت کی تبلیغ نہ کرنے کے مساوی قرار دیا جائے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی صراحت موجود ہے چنانچہ اس کی تبلیغ کے لیے تمام لوگوں کو روکا جائے۔ اور ایک تکلیف دہ مقام پر ایک ہولناک منظر پیدا کیا جائے

پھر اس کے ذریعہ دین کی تکمیل ہو۔ نعمتیں اتمام کو پہونچیں اور پروردگار کی رضایت حاصل ہو گویا کوئی نئی چیز پیش کی گئی ہو اور ایسی چیز کی تشریح کی گئی کہ جو پہلے نہ تھی اور اسکو مسلمان نہ جانتے ہوں پھر تہنیت پیش کرنے والا یہ کہہ کر تہنیت پیش کرے۔ کہ آپ میرے اور ہر مؤمن و مؤمنہ کے مولا ہوگئے۔ یہ اعلان کرتے ہوئے کہ ایک عظیم امر وجود میں آیا ہے جس کو کہنے والا اس سے پہلے نہیں جانتا تھا۔

یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ جبکہ وہ شب و روز اس آیت کی تلاوت کرتے تھے "والمؤمنون بعضھم اولیاء بعض" اور یہ بھی پڑھتے تھے "انما المؤمنون اخوة" کہ جس سے ان کے درمیان محبت کے لازمی ہونے کا پتہ چلتا ہے کہ جس طرح دو بھائیوں کے درمیان محبت لازمی ہوتی ہے ہم اپنے نبی اعظمؐ کے بارے میں اس طرح کی تبلیغ کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے۔ اور ہمارا معبود حکیم بھی اس طرح کے عبث کاموں سے پاک و منزہ ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ آنحضورؐ نے اپنے اس قول سے امیرالمؤمنینؑ کی محبت اور نصرت کو واجب قرار دیا ہے۔ لیکن یہ احتمال بھی اتنا ہی سست ہے جتنا پہلا احتمال تھا۔ اس لیے کہ کوئی ایسا امر نہیں تھا جس کو انشاء کیا جاتا اور نہ کوئی ایسا حکم تھا کہ جس کی تشریح کی جاتی کہ اس کے لیے انشائی بیان کی ضرورت ہوتی۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں علاوہ براین اگر یہ دونوں احتمال صحیح ہوئے تو پیغمبر اکرمؐ کو اس موقع پر یہ فرمانا

چاہیے تھا "من کان مولاہ فھو مولاہ علی. ای محبہ و ناصرہ" یعنی جو میرا محب و ناصر ہے وہ علیؑ کا محب و ناصر ہے۔

یہ دونوں لفظ کے معنی سے خارج ہیں، شاید سبط ابن جوزی [۵] نے اسی معنی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہا ہے۔ اس حدیث میں لفظ مولیٰ کو ناصر کے معنی میں نہیں لیا جا سکتا عنقریب اس کی پوری بات نقل کی جائے گی۔

اس کو بھی چھوڑیئے! اور یہ دیکھئے کہ ان دو معنوں کی بنیاد پر صرف امیرالمؤمنینؑ کی محبت اور نصرت ہی واجب نہیں بلکہ یہ چیز تمام مسلمانوں کے درمیان مساوی ہے پس اس کو مختص کرنے اور اس کے لیے اتنا اہتمام کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

اور اگر اس سے خاص محبت اور نصرت مراد ہو جیسے وجوب متابعت اور امتثال اوامر اور ان کے حضور سر تسلیم خم کرنا تو یہی حجیت و امامت کے بھی معنی ہیں خاص کر جب یہ لفظ نبیؐ کے قول میں اسی لفظ جیسا ہو جو خود آنحضورؐ نے اپنے لیے استعمال کیا ہے۔ اور ایک ہی سیاق میں پائے جانے والے دو لفظوں سے الگ الگ معنی مراد لینا کلام کو باطل کرتا ہے۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ حضرتؐ نے اس بات کی خبر دی ہو کہ لوگوں سے محبت اور ان کی نصرت کرنا علیؑ پر واجب ہے مگر اس صورت میں واجب تو یہ تھا کہ آنحضورؐ یہ بات حضرت علیؑ کو بتاتے اور خود ان کو امر کی تاکید کرتے، نہ کہ تمام سامعین کو سناتے یہی حال وجوب کو ایجاد کرنے کا بھی ہے کہ جو چوتھا احتمال ہے

چنانچہ اگر ایسا ہوتا تو حضورؐ کو اسقدر اہتمام کرنے، لوگوں کو سنانے اور خطبہ ارشاد فرمانے کی ضرورت نہیں تھی مگر یہ کہ حضرتؐ نے لوگوں کی توجہ مبذول کرنا چاہی ہو اور حضرت سے ان کی محبت کے رشتے کو مستحکم کرنا چاہا ہو کہ جب انھیں یہ معلوم ہو جائے گا

کہ علیؑ انکے محب و ناصر ہیں تو لوگ علیؑ کی پیروی کریں گے اور ان کے امر کی مخالفت اور قول کی تردید نہیں کریں گے

اور نبی کریمؐ نے اس حدیث کے شروع میں جو یہ فرمایا ہے "من کنت مولاہ" یعنی جس کا میں مولا ہوں تو اس سے ہمیں یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ آنحضورؐ نے اس سے حضرت امیرؑ کی محبت و نصرت مراد نہیں لی ہے. مگر وہ محبت و نصرت اس حد میں ہو کہ جس حد میں خود آنحضورؐ کی محبت و نصرت تھی

اس لیے کہ امت سے انکی محبت و نصرت ایسی نہیں تھی جیسی مؤمنین میں آپس میں ہوتی ہے بلکہ آنحضورؐ اپنی امت سے محبت کرتے تھے اور صرف اس بنا پر ان کی نصرت فرماتے تھے کہ وہ ان کی دین، دنیا، جملہ امور کے مالک ان کے معاشرے کے کارساز، دین و کیان کے محافظ اور ان کے نفوس پر ان سے زیادہ اختیار رکھتے تھے

چنانچہ آنحضورؐ اگر اپنی امت کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتے تو سرکش بھیڑیے ان کی تکہ بوٹی کر دیتے، وحشی جانور اس امت کو نوچ نوچ کر کھا جاتے. ظلم و تعدی کے ہاتھ ہر طرف سے ان کی جانب دراز ہوتے تباہیاں ہوتیں، اموال لوٹ لیے جاتے. جانوں کا اتلاف کیا جاتا. عزتیں لوٹ لی جاتیں. اور سماج میں اس تفرق و تشتت کے رونما ہوجانے کی صورت میں دعوت نبوی کو عام کرنے، دین کا سفرہ بچھانے اور کلمہ علیائے الٰہی کو سربلند کرنے کی غرض فوت ہو جاتی

پس جو شخص محبت و نصرت میں اس حد پر ہو وہ خدا کی زمین میں اس کا اور اس کے رسول کا خلیفہ نہیں تو اور کون ہو گا. اور اس فرض کی بنا پر اس حدیث کی معنی وہی ہوں گے جن کا احتمال ہم نے دیا ہے

حدیث سے جن معنی کو مراد لینا ممکن ہے

تمام معانی میں سے صرف ولی، اولیٰ بالشیٔ، سید، (معتق اور مالک کے علاوہ) متصرف فی الامر اور متولی امر ہی رہ گئے ہیں جن کو اس حدیث سے مراد لیا جا سکتا ہے

"مولیٰ" سے واجب ہے کہ وہی معنی مراد لئے جائیں جو "اولیٰ" کے معنی ہیں اس لیے کہ دوسرے معنی صحیح نہیں جیسا کہ ہم آپ کو بتا چکے ہیں

اور سید[76] کو مراد لیا جائے تو وہ مذکورہ معنی میں اولیٰ بالشیٔ" کے معنی سے الگ نہیں، اس لیے کہ سید ہی دوسرے پر مقدم ہوتا ہے۔ خاص کر ایسے لفظ کے معنی میں جسے نبی کریمؐ نے پہلے اپنے لیے استعمال کیا ہو اور پھر اسی نہج پر اپنے "ابن عم" کے لیے استعمال کیا ہو۔ اور اس کو ایسی سیادت کے معنی میں لینا تو محال ہے جو غلبہ اور ظلم سے حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ یہ تو صرف عام دینی سیادت ہے جس کا اتباع تمام ماتحتوں پر واجب ہے

یہی حال "متصرف فی الامر" کا بھی ہے جس کو رازی[77] نے اس آیہ کریمہ کے ذیل میں قفال سے نقل کیا ہے "و اعتصموا باللہ هو مولیکم" رازی کہتا ہے کہ قفال کا قول ہے "هو مولکم" وہ تمہارا مولا ہے۔ یعنی تمہارا سید ہے اور تمہارے امور میں تصرف کرنے والا ہے۔ اور ان دونوں معنی کو مفتی روم سعید چلپی اور شہاب الدین احمد خفاجی بیضاوی پر اپنے اپنے حاشیے میں لکھا ہے صواعق میں اس کو حقیقی[78] معنوں میں شمار کیا ہے۔ اور صواعق کے ترجمہ میں کمال الدین جہرمی اور محمد بن عبدالرسول برزنجی نے "نواقض" میں شیخ عبدالحق نے اپنی "لمعات" میں اسی کی روش اختیار کی ہے

پس اس مقام پر صرف یہی ممکن ہے کہ اس لفظ کو صرف ایسے صاحب تصرف کے

معنی میں استعمال کیا جائے جس کو خداوند سبحان نے اتباع کے لیے منتخب فرمایا ہے اور وہ انسان کو شاہراہ ہدایت پر لے کر چلتا ہے اور وہ انسانی معاشرے میں ہر طرح کا تصرف کرنے کا دوسروں سے زیادہ حق رکھتا ہے ایسا شخص صرف نبی مبعوث یا امام ہی ہو سکتا ہے جس کی طاعت فرض ہے اور وہ حکم الٰہی سے نبی کا منصوص کردہ ہو اپنے افعال و اقوال میں نبی سے الگ نہ ہو اور نبی تو جب تک وحی نہ آجائے کوئی بات ہی نہیں کرتا۔

یہی حکم "متولی امر" کا بھی ہے جس کو مولا کے معنی میں شمار کیا ہے ابو العباس مبرد نے اس آیۂ کریمہ کے ذیل میں "ان اللہ مولی الذین آمنوا" وہ کہتے ہیں کہ ولی اور مولیٰ کے معنی ایک ہی ہیں وہی مخلوق خدا کا حقدار اور ان کے امور کا ملک ہوتا ہے[۷۹] اور ابوالحسن واحدی نے اپنی تفسیر وسیط میں اور قرطبی[۸۰] نے آل عمران کی اس آیت کے ذیل میں "بل اللہ مولاکم" اور ابن اثیر[۸۱]، زبیدی[۸۲] اور ابن منظور[۸۳] نے اور انہی حضرات کے بقول یہ حدیث بھی اسی قبیل سے ہے "ایما امراۃ نکحت بغیر اذن مولاھا فنکاحہا باطل" ایک روایت میں مولا کی جگہ ولی ہے جس سے مراد متولی امر ہے اور بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر میں ماکتب ھو مولانا (توبہ) اور اپنی تفسیر[۸۴] میں اس آیت کے ذیل میں "واعتصموا باللہ ھو مولاکم"[۸۵] اور سورۂ تحریم کی اس آیت کے ذیل "میں واللہ مولاکم"[۸۶] اور ابو السعود عمادی[۸۷] نے تحریم کی اس آیت کی تفسیر میں واللہ مولاکم اور اس آیت کے ذیل میں "ھی مولاکم" اور راغب نے مفردات میں! اور احمد بن حسن زاہد درواجکی کی تفسیر سے منقول ہے "مولا" لغت میں اس شخص کو کہتے جو تمہارے مصالح کا نگران و محافظ اور تمہارے امور کا ذمہ دار ہو اور دشمنوں کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے اسی لئے ابن عم اور معتق کو "مولا" کہتے ہیں رفتہ رفتہ یہ اس شخص کا نام ہوگیا ہے جو کسی چیز سے لازم ہو اس کے علاوہ زمخشری نے "الکشاف"

میں ابو ابو العباس احمد بن یوسف شیبانی کواشی متوفی ۶۸۰ھ نے اپنی تلخیص میں اور نسفی نے آیۂ کریمہ "انت مولانا" کے ذیل میں اور نیشاپوری نے غرائب القرآن میں آیۂ "انت مولانا" اور آیۂ "فاعلموا ان اللہ مولاکم" اور آیۂ "ھی مولاکم" کے ذیل میں یہی معنی مراد لئے ہیں۔

اور قسطلانی کا بخاری اور مسلم میں منقول نبی کریمؐ کی پہلے ذکر شدہ حدیث نبی "انا مولاہ" کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ میں میت کا وارث ہوں اور اس کے امور کی نگرانی کروں گا اور سیوطی نے "تفسیر جلالین" میں اس آیت "انت مولانا" اور آیۂ کریمہ "فاعلموا ان اللہ مولاکم" اور آیۂ مبارکہ "لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولانا" کے ذیل میں یہی معنی بیان کیے ہیں پس یہ معنی بھی "اولیٰ" کے معنی سے الگ نہیں ہیں خاص کر اس معنی سے جنہیں نبی کریمؐ نے اپنی ذات سے متصف قرار دیا ہو۔

اس کے علاوہ اس مقام پر لغت کی گہرائیوں میں غور و خوض مجامع ادب اور جوامع عربیہ کا دقت سے مطالعہ کرنے کے بعد جب اس نتیجہ تک پہونچے ہیں کہ "مولی" کے حقیقی معنی "اولی بالشئ" کے علاوہ کچھ نہیں اور یہ تمام معانی کے لئے جامع ہے اور اگر ذرا سی توجہ کی جائے تو پتہ چلے گا کہ تو پتہ چلے گا کہ تمام معانی میں ماخوذ ہے اور صرف اس معنی کی مناسبت سے ان معانی پر لفظ مولیٰ کا اطلاق ہوا ہے چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ "رب" بمعنی پروردگار سبحانہ و تعالیٰ ہر صاحب قہر و غلبہ سے اپنے مخلوق پر اولیٰ ہے جیسا اس کی حکمت کا تقاضا ہوا اس نے عالمین کو پیدا کیا اور اپنی مشیت کے مطابق جیسا چاہتا ہے تصرف کرتا ہے

۲۔ "عم" بمعنی چچا، اپنے بھتیجے کی میراث کا دوسرے لوگوں سے زیادہ حقدار ہوتا

ہے اس پر مہربانی ہے اور اس کے باپ کا قائم مقام ہوتا ہے جو اس پر زیادہ حق رکھتا ہے۔

۳۔ "ابن عم" یعنی چچا زاد بھائی، اپنے چچا زاد بھائی سے اتحاد و معاونت میں اولیٰ ہے اس لئے کہ دونوں ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔

۴۔ "ابن" یعنی بیٹا، اپنے باپ کی فرمانبرداری اور تابعداری میں دوسرے لوگوں سے اولیٰ ہوتا ہے چنانچہ خداوند متعال کا ارشاد ہے "واخفض لهما جناح الذل من الرحمة"۔

۵۔ "ابن اخت" یعنی بھانجا بھی اپنے ماموں کی فرمانبرداری کا دوسرے لوگوں سے زیادہ سزاوار ہوتا ہے کہ جو اس کی ماں کا بھائی ہے۔

۶۔ معتِق یعنی آزاد کرنے والا جو کسی کو آزاد کرتا ہے اس کرم کرنے کا دوسروں سے زیادہ سزاوار ہوتا ہے۔

۷۔ "معتَق" یعنی جس کو آزاد کیا گیا ہو اس بات کا زیادہ ہے کہ وہ معتِق کی نیکیوں کو پہچانے اور طاعت وبندگی کے ذریعہ اس کا شکر بجالائے۔

۸۔ "عبد" یعنی بندہ، بھی اپنے مولا کی اطاعت کا دوسروں سے زیادہ حقدار ہے اور یہ ایسا واجب امر ہے جس سے اس کی سعادت وابستہ ہے۔

۹۔ "مالک" اپنے مملوکین کے اموال و امور میں تصرف کا دوسروں سے زیادہ حق رکھتا ہے بشرطیکہ حد ظلم میں داخل نہ ہو۔

۱۰۔ "تابع"، پر زیادہ لازم ہے کہ وہ اپنے متبوع کی دوسروں سے زیادہ مدد و نصرت کرے۔

۱۱۔ "منعَم علیہ" یعنی جس کو انعام دیا جائے اپنے منعِم کا شکر ادا کرنے کا دوسروں سے زیادہ سزاوار ہے۔

۱۲۔ "شریک" حقوق شرکت کی رعایت اور اپنے شریک کو نقصان سے محفوظ رکھنے کا زیادہ سزاوار ہوتا ہے۔

۱۳۔ "حلیف" کا مسئلہ بھی واضح ہے وہ بھی جس کے ساتھ حلف کرے اس کی حفاظت اور اس سے ظالموں کے ظلم و ستم کو دفع کرنے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

۱۴۔ یہی حال " صاحب " کا بھی ہے وہ بھی دوسروں کی بنسبت حقوق صحبت ادا کرنے کا زیادہ سزاوار ہوتا ہے۔

۱۵۔ جیسا کہ "ہمسایہ " بھی اپنے ہمسایوں کے حقوق کی رعایت و حفاظت کرنے کا دور والوں سے زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

۱۶۔ اسی کے مانند "نزیل" ہے کہ جو شخص ان کے شہر میں اترے یا ان کے ہاں پناہ لے اور ان کے ہمسائے میں رہے وہ دوسروں سے اولیٰ ہوتا ہے۔

۱۷۔ "صہر" یعنی خسر جس سے رشتہ مصاہرت قائم کرے اس کے حقوق کی حفاظت کرنے میں دوسروں سے اولیٰ ہے کہ ان کے امور انجام دے اور ان کو تقویت پہونچائے چنانچہ حدیث میں ہے باپ تین ہوتے ہیں ایک وہ جس کی تم اولاد ہو دوسرا وہ جو تمہیں بیٹی دے اور تیسرا وہ جو تمہیں علم سکھائے۔

۱۸۔ "قریب" کی حالت بھی یہی ہے کہ وہ اپنے قریبیوں کے امور ان کے دفاع اور ان کے مفادات میں کام کرنے کا دوسروں سے زیادہ سزاوار ہوتا ہے۔

۱۹۔ "منعَم" جس پر احسان کرے اس پر فضل کرنے کا زیادہ سزاوار اور اس امر کا سزاوار ہوتا ہے کہ اس کی نیکی کا بدلہ نیکی سے دیا جائے

۲۰۔ "عقید" بھی اپنے عاقد کی مدد و نصرت میں حلیف مانند ہی اولیٰ ہے۔

۲۱ و ۲۲۔ اور انہی دونوں کے مانند ہیں محب و ناصر بھی اپنے محبوب و منصور سے محبت و

نصرت میں دوسروں سے اولیٰ ہیں۔

اور ۲۳۔ "مولیٰ"، ۲۴۔ "سید"، ۲۵۔ "متصرف فی الامر" اور ۲۶۔ "متولی امر" کے معنی تو آپ جان ہی چکے ہیں۔

ایسی صورت میں مولا کے صرف ایک ہی معنی ہیں اور وہ ہیں "اولیٰ بالشی" اور یہ اولویت اس کے تمام موارد استعمال میں مختلف ہوئی ہے۔ پس اشتراک معنوی ہے۔ جو اشتراک لفظی سے زیادہ بہتر ہے جو کثیر الوضع ہوتا ہے جو نہ نص سے ثابت ہے اور نہ کسی اصل محکم سے۔

ہم سے پہلے شمس الدین ابن بطریق[۸۸] مختصر طور پر اس نظریے کا ذکر کیا تھا جو چھٹی صدی ہجری کے جید علماء میں سے تھے اور اہل سنت[۸۹] کے اکثر علماء کے الفاظ میں بھی اس قسم کے اشارے ملتے ہیں جو مولیٰ کے معنی میں ہمارے بیان کردہ نظریہ سے مشابہ ہیں۔

مولی سے اولیٰ کے معنی مراد لیے جانے کی ایک وجہ تبادر ہے۔ جیسا کہ بعض نے اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ ایک حدیث ہے جس کو مسلم[۹۰] نے رسول اللہؐ سے روایت کیا ہے۔ غلام اپنے آقا کو کبھی مولا نہ کہے اور ابھی معاویہ نے اپنی حدیث میں اضافہ کیا ہے اس لیے کہ تمہارا مولا صرف اللہ ہے اور اکثر ائمہ حدیث نے اپنی تالیفوں میں اس کو ذکر کیا ہے۔

معنی حدیث کے بارے میں قرینے

یہاں تک کسی بھی محقق کے لیے یہ بات تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ "مولیٰ" کے معنی "اولی بالشی" کے ہیں لیکن بالفرض اگر ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ یہ

اس کے ایک معنی ہیں اور مولیٰ مشترک لفظی ہے۔ تب اس حدیث کے ساتھ کچھ متصل قرینے ہیں اور کچھ منفصل جو اس بات سے مانع ہیں کہ اس سے کوئی اور معنی مراد لیے جائیں۔ ان قرینوں کو ملاحظہ فرمائیے۔

پہلا قرینہ:-

مقدمہ حدیث ہے جو سرکار دو عالمؐ کا یہ قول مبارک ہے "الست اولیٰ بکم من انفسکم؟" یا اس کے ہم معنی جو دوسرے الفاظ ہیں۔ اور اسی قول کے بعد آنحضرتؐ نے یہ ارشاد فرمایا "فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ"۔

اور اس کو علماء فریقین کی کثیر تعداد نے نقل کیا ہے۔ چنانچہ اہل سنت کے حفاظ اور ائمہ میں سے درج ذیل افراد نے اسے روایت کیا ہے:

۱۔ احمد بن حنبل	۲۔ ابن ماجہ	۳۔ نسائی
۴۔ شیبانی	۵۔ ابو یعلیٰ	۶۔ طبری
۷۔ ترمذی	۸۔ طحاوی	۹۔ ابن عقدہ
۱۰۔ عنبری	۱۱۔ ابو حاتم	۱۲۔ طبرانی
۱۳۔ قطیعی	۱۴۔ ابن بطہ	۱۵۔ دار قطنی
۱۶۔ ذہبی	۱۷۔ حاکم	۱۸۔ ثعلبی
۱۹۔ ابو نعیم	۲۰۔ ابن سمان	۲۱۔ بیہقی
۲۲۔ خطیب	۲۳۔ سجستانی	۲۴۔ ابن مغازلی
۲۵۔ حسکانی	۲۶۔ عاصمی	۲۷۔ خلعی
۲۸۔ سمعانی	۲۹۔ خوارزمی	۳۰۔ بیضاوی

۳۱۔ ملا	۳۲۔ ابن عساکر	۳۳۔ ابو موسیٰ
۳۴۔ ابو الفرج	۳۵۔ ابن اثیر	۳۶۔ ضیاء الدین
۳۷۔ قزاوغلی	۳۸۔ گنجی	۳۹۔ تفتازانی
۴۰۔ محب الدین	۴۱۔ وصابی	۴۲۔ حموینی
۴۳۔ ایجی	۴۴۔ ولی الدین	۴۵۔ زرندی
۴۶۔ ابن کثیر	۴۷۔ الشریف	۴۸۔ شہاب الدین
۴۹۔ جزری	۵۰۔ مقریزی	۵۱۔ ابن الصباغ
۵۲۔ ھیثمی	۵۳۔ میبدی	۵۴۔ ابن حجر
۵۵۔ اصیل الدین	۵۶۔ سمودی	۵۷۔ کمال الدین
۵۸۔ بدخشی	۵۹۔ شیخانی	۶۰۔ سیوطی
۶۱۔ حلبی	۶۲۔ ابن باکثیر	۶۳۔ سہارنپوری
۶۴۔ ابن حجر مکی		

ان کے علاوہ بھی بڑی تعداد میں اس حدیث کے راوی ہیں جن کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا. اور سنی راویوں کے علاوہ شیعہ راوی اتنے ہیں جن کا شمار ناممکن ہے۔

اور یہ مقدمہ اتنا صحیح اور ثابت ہے کہ جس کے اعتراف کے بغیر کوئی چارہ نہیں جیسا کہ مذکورہ علمائے اعلام میں سے اکثر نے اس کی تصریح کی ہے. پس اگر پیغمبرؐ کی مراد کچھ اور ہوتی تو وہ الفاظ کو دہراتے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سرکار دوعالم سے کچھ چھوٹ گیا ہو. اس لیے کہ کلام کے الفاظ ایک دوسرے سے متصل ہیں اور حضورؐ مقام تبلیغ میں تھے آپ سے بڑا کوئی فصیح بھی نہیں تھا. پس آپ کا کلام بالکل مرتبط تھا. اور حق تو یہ ہے کہ آپ کا ہر لفظ وحی کے اشارے پر ادا ہوتا تھا. لہذا یہ ماننا پڑے گا کہ مقدمہ اور ذی المقدمہ

دونوں میں لفظ مولیٰ کے معنی ایک ہی ہیں۔

اگر اس سے زیادہ وضاحت درکار ہو تو ملاحظہ فرمائیے سبط ابن جوزی حنفی[۱۸] کے تذکرہ کو جس میں "مولا" کے دس معنی بتائے گئے ہیں اور دسویں معنی "اولیٰ" ہیں، وہ کہتے ہیں کہ : حدیث سے مراد "مخصوص طاعت" ہے۔ پس دسویں معنی ہی متعین ہیں اور وہ ہیں اولیٰ اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کے نفس سے میں اولیٰ ہوں علیؑ بھی اس کے نفس سے اولیٰ ہے۔

اور حافظ ابوالفرج یحیی بن سعید ثقفی اصفہانی نے بھی اپنی کتاب مرج البحرین" میں یہی معنی بیان کیے ہیں چنانچہ انھوں نے اپنے اساتذہ سے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ پھر رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: جس کا میں ولی اور اس کے نفس سے اولیٰ ہوں، علیؑ بھی اس کے ولی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ تمام معنی کی بازگشت دسویں معنی کی طرف ہے اور سرکارؐ کا یہ قول بھی اس پر دلالت کرتا ہے "الست اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم" اور یہ حضرت کی امامت اور ان کی طاعت پر نص صریح ہے۔ اور ابن طلحہ شافعی[۳۰] نے تصریح کی ہے کہ ایک گروہ نے اس حدیث میں اس لفظ کو "اولیٰ" پر حمل کیا ہے اور اس طرح کے اور جملے بھی آپ اپنے مقام پر ملاحظہ فرمائیں گے

دوسرا قرینہ:۔

حدیث کے ذیل میں حضورؐ کا یہ ارشاد ہے "اللهم وال من والاه و عاد من عاداه" بعض سلسلوں میں یہ جملہ بھی ہے "و انصر من نصره و اخذل من خذله" یا اس کے ہم معنی کچھ جملے ہیں۔

ہم اس کی روایت کرنے والے بہت سے راویوں کا ذکر کر چکے ہیں لہذا ان کے دوبارہ ذکر سے بات کو طول دینے کا کوئی سبب نہیں، اور سند حدیث [۳۰] کے بارے میں وارد شدہ کلمات کے ذیل میں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ بہت سے علماء نے حدیث کو اس کے ذیل کے ساتھ صحیح قرار دیا ہے۔ اہل تحقیق کے لیے چند صورتیں پیش کی جاتی ہیں جن کی بنا پر وہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ قرینہ صرف "اولویت" کے ساتھ سازگار ہے کہ جس کا لازمہ "امامت" ہے۔

پہلی صورت۔ جب پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کے اس بلند و بالا مقام اور تمام امت پر ریاست عامہ اور اپنے بعد ان کی امامت مطلقہ کہ، جسے خدا نے انھیں عطا کیا تھا تبلیغ کا فریضہ انجام دے دیا تو حضرت یہ جانتے تھے کہ اس امر کی تکمیل اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب کثیر تعداد میں اعوان و انصار ہوں، لشکر ہو، اہل ولایت اور عمّال ہوں جبکہ حضرت کو یہ بھی معلوم تھا کہ اس مجمع میں حاسدین بھی موجود ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے [۳۱]۔ اور ایسے لوگ بھی ہیں جو حضرت علیؑ سے کینہ رکھتے ہیں اور منافقین کے زمرے میں کچھ ایسے بھی ہیں جو زمانۂ جاہلیت سے حضرت امیرؑ کے دشمن ہیں۔ اور یہ چیز بعد میں اہل حرص و طمع کو اس امر پر اکسائے گی کہ وہ حضرت سے بڑے بڑے عہدوں اور عطا و بخشش میں امتیازی سلوک روا رکھنے کا مطالبہ کریں گے لیکن حضرت علیؑ کو "حق" اس بات کی اجازت نہیں دے گا کہ وہ ان کے مطالبے پورے کریں اس لیے کہ ان کے اندر اس طرح کی لیاقت و صلاحیت کا فقدان ہے لہذا وہ لوگ حضرت سے منہ موڑ لیں گے اور اپنے اس ارشاد گرامی میں سرکار دو عالمؐ اشارۃً اس امر کی پیش گوئی بھی فرما چکے تھے کہ: اگر تم علیؑ کو امیر بنالو (اگر چہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایسا نہیں کرو گے) تو تم انھیں ہادی اور مہدی پاؤ گے۔ ایک اور حدیث میں ہے: اگر تم

علیؑ کو خلیفہ بنالو (جبکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایسا نہیں کروگے) تو تم انھیں ہادی اور مہدی پاؤگے [۹۵]۔

اسی لیے نبی کریمؐ نے حضرت کے دوستوں اور ناصروں کو دعائیں دیں اور حضرتؑ کا ساتھ چھوڑ دینے والوں اور ان کے دشمنوں کو بد دعائیں دیں تاکہ امر خلافت پایہ تکمیل کو پہونچ جائے۔ اور لوگ یہ جان لیں کہ حضرت امیرؑ کی ولایت و محبت خدا کی ولایت و محبت اور آپؑ کی دشمنی، پروردگار کے غضب اور دشمنی کا موجب ہے تاکہ لوگ حق اور اہل حق کے قریب ہو جائیں۔

اور اس قسم کی دعا جس کا لہجہ "عام" ہو صرف ایسے ہی شخص کے لیے ہو سکتی ہے جس کی یہ شان و عظمت ہو اسی وجہ سے مؤمنین میں ایک دوسرے کی محبت جو خداوند قدوس نے واجب قرار دی ہے، اس قول کی بنا پر نہیں اور نہ ہی ان کی بعض جزئیات کی بنا پر ایک دوسرے سے دشمنی اس حد تک پہونچ سکتی ہے۔ اس قسم کی دعا تو صرف ایسے شخص کی خاطر ہی ہو سکتی ہے جو دین کا ستون، اسلام کی علامت اور امت کا امام ہو اور اس سے الگ ہو جانے کی بنا پر حق کے کمزور پڑ جانے اور اسلامی اتحاد کے بکھر جانے کا اندیشہ ہو۔

دوسری صورت: یہ دعا اپنے "موصول" کی طرف سے "عموم افرادی" اور "حذف متعلق" کی جانب سے اپنے "عموم ازمانی اور احوالی" کے ساتھ امامؑ کی عصمت پر دلالت کرتی ہے۔ چونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر جگہ اور ہر حال میں، حضرت کی پیروی اور نصرت اور ان کے دشمنوں اور منحرفوں سے دوری واجب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام حالات میں حضرت کا اس حال میں ہونا ضروری ہے کہ نہ ان سے کوئی معصیت ہو نہ حق کے خلاف کچھ کہیں اور نہ عمل کریں اور ہمیشہ حق کے ساتھ رہیں۔ اس لیے کہ

اگر ان سے معصیت کا ارتکاب ہو جائے تو حضرت کا انکار اور ان سے دشمنی رکھنا واجب ہو جائے گا. لیکن چونکہ پیغمبرؐ نے کسی بھی حالت کو مستثنیٰ نہیں کیا ہے جس سے ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ ان تمام حالات و اطوار میں حضرت کا اس صفت پر ہونا ضروری ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

اور جس شخص کے اندر یہ صفت ہو اس کا امام ہونا واجب ہے، اس لیے کہ یہ بات قبیح ہے کہ اس سے کم رتبہ رکھنے والا شخص اس کا امام کہلائے. جیسا کہ اپنے مقام پر اس کی تشریح ہو چکی ہے. اور جب وہ شخص امام ہوگا تو وہی تمام لوگوں کے نفوس پر خود ان سے بھی زیادہ اولویت رکھتا ہوگا.

تیسری صورت: یہ دعا جو کلام پیغمبرؐ کے ذیل میں ہے اور یقیناً پہلے والے کلام سے مربوط ہے. اس کے لیے انسب یہ ہے کہ آنحضورؐ کی غرض اس سے یہ رہی ہو کہ وہ حاضرین پر حضرت علیؑ کی طاعت و پیروی واجب اور فرض قرار دیں چنانچہ دعا میں حضرت کی پیروی کرنے کی ترغیب ہے. اور حضرت کے مقابلہ میں تمرد و سرکشی سے ڈرایا گیا ہے. اور یہ اسی وقت ہوگا جب مولیٰ کے معنی "اولیٰ" ہوں لیکن اگر اس سے مراد محب و ناصر ہوں تو اس صورت میں یہ ضروری نہیں کہ جو رسولؐ کا محبوب و منصور ہو وہ علیؑ کا بھی محبوب و منصور ہو گا.

پس یہ دعا حضرت کے لیے اس وقت مناسب ہوگی جب وہ محبت و نصرت کریں، لوگوں کے لے نہیں ہوگی کہ جب وہ حضرتؑ کی پیروی کریں اور لوگوں میں سے جو حضرتؑ کی دشمنی پر اتر آئے گا اس کے خلاف ہوگی. مگر اس کی غرض یہ ہو کہ حضرت امیرؑ اور امت کے درمیان مودت کے رشتوں کو مضبوط کیا جائے. چونکہ اس سے امت کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ حضرت ہر ایک سے محبت کرتے ہیں اور ہر حال اور ہر دور میں

ہر شخص کی نصرت کرتے ہیں، اس طرح حضرت امیرؑ ان کے لیے ہر ہلاکت سے بچنے اور ہر خوف و ہراس کی منزل میں امان اور ہر نقصان کے موقع پر پناہ گاہ ثابت ہوں گے جیسے بادشاہ اپنی رعایا کے لیے ہوتے ہیں۔ محبت و نصرت کی یہ دو خصوصیتیں جب سرکار دوعالمؐ میں اس درجہ موجود ہیں تو جو شخص ان کے نقش قدم پر چلنے والا ہے تو اس میں بھی اسی درجہ موجود ہونا چاہئیں ورنہ سیاق کلام میں خرابی لازم آئے گی پس اگر ہم قوم کے ہمنوا بن کر چلیں بھی تو اس صورت میں جیسا ہم نے بیان کیا ہے محبت و نصرت کے معنی بھی وہی ہیں جو "امامت" کے معنی ہیں اور اس سے بھی "اولیٰ" ہی کے معنی ادا ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں اور الفاظ بھی ہیں جن کو حفاظ حدیث نے اپنی مختلف کتابوں میں نقل کیا ہے، اور وہ بھی اس معنی کے ساتھ میل کھاتے ہیں جو "مولیٰ" کے معانی کو ہم نے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

تیسرا قرینہ:-

سرکار دوعالمؐ کا یہ قول ہے: اے لوگو! تم کس چیز کی گواہی دیتے ہو؟ تو لوگوں نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، فرمایا: پھر کس بات کی گواہی دیتے ہو؟ عرض کیا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے فرمایا: تمہارا ولی کون ہے؟ عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہمارا مولا ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا "من یکن اللہ و رسولہ مولاہ، فان ھذا مولاہ" یعنی جس کا اللہ اور رسول مولا ہے اس کا یہ بھی مولا ہے۔ الخ۔

یہ جریر کے الفاظ ہیں۔ اور اسی سے ملتے جلتے امیرالمومنینؑ، زید بن ارقم اور عامر بن

یعلی کے الفاظ بھی ہیں۔ اور ایک صحیح سند کے مطابق حذیفہ بن اسید ؓ کے الفاظ میں ہے:
کیا تم گواہی نہیں دیتے ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے؟ یہاں تک کہ لوگوں نے عرض کی: ہاں! ہم اس کی گواہی دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ رہنا، پھر آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! بیشک اللہ میرا مولا ہے، میں مومنین کا مولا اور ان کے نفوس پر ان سے اولیٰ ہوں، پس جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے یعنی علیؑ (۲۸)۔

پس ولایت کا توحید و رسالت کی گواہی کے ساتھ آنا، اور اس کے بعد اللہ عزوجلّ اور اس کے بعد رسولؐ کی مولویت مطلقہ کا تذکرہ کیا جانا اسی صورت میں ممکن ہے جب ولایت کے معنی امامت ہوں کہ جس کا لازمہ وہ اولویت ہے جو ان کو تمام لوگوں پر حاصل ہے۔

چوتھا قرینہ:۔

حدیث غدیر کے بعد پیغمبر اکرمؐ کا یہ قول ہے "اللہ اکبر علی اکمال الدین اتمام النعمۃ و رضی الرب برسالتی و الولایۃ لعلی بن ابیطالب"، یعنی دین کے اکمال ، نعمتوں کے اتمام اور پروردگار عالم کے میری رسالت اور علی بن ابیطالبؑ کی ولایت سے راضی ہونے پر اللہ کی کبریائی شاہد ہے۔ اور شیخ الاسلام حموینی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں "اللہ اکبر، تمام نبوتی و تمام دین اللہ بولایۃ علی بعدی" یعنی میری نبوت کے خاتمے اور میرے بعد علیؑ کی ولایت سے دین کے اکمال پر اللہ کی کبریائی گواہ ہے (۲۹)۔

پس "امامت" کے علاوہ کہ جس سے دین کا کمال و قوام ہے اور اس کے پایوں کی مضبوطی ہے وہ کون سے معنی ہیں کہ جس کو اگر مراد لیا جائے تو آپؐ کی نظر میں دین

کامل ہوگا، نعمتیں پوری ہوں گی اور خداوند متعال رسالت سے راضی ہوگا۔
پس جو اس معنی کا پاکیزہ مصداق ہو گا وہی لوگوں کے نفوس پر ان سے زیادہ با اختیار ہوگا۔

پانچواں قرینہ:-

بیان ولایت سے پہلے سرکار دوعالم کا یہ قول ہے "کانی دعیت فاجبت" یا "یوشک ان ادعی فاجیب" یا "الا وانی اوشک ان افارقکم" یا "یوشک ان یاتی رسول ربی فاجیب" جن سب کا مفہوم یہ ہے کہ عنقریب داعی اجل میرے پاس آنے والا ہے اور میں اس دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں حفاظ حدیث نے اس فقرے کو بارہا بارہا ذکر کیا ہے[98]۔
اس سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ پیغمبرؐ نے ایک اتنے اہم ترین امر کی تبلیغ نہیں فرمائی تھی اور خوف تھا کہ اس کی تبلیغ سے پہلے آپؐ دنیا سے رخصت نہ ہوجائیں اور اگر حکم الہٰی نہ آتا تو جو کچھ آپؐ نے پہونچایا تھا وہ بھی بے نتیجہ رہ جاتا اور اس اہتمام کے بعد آنحضرتؐ نے امیرالمؤمنینؑ اور عترت طاہرہؑ کی ولایت کے علاوہ کسی اور چیز کا اعلان نہیں کیا، وہ اہلبیتؑ جن کو حضورؐ نے مقدم فرمایا تھا جیسا کہ بطور مسلّم نقل ہوا ہے[99]۔
پس کیا یہ جائز ہے کہ یہ اہم مسئلہ جو "مولایت" پر منطبق ہوتا ہے اس کے معنی "امامت" کے بغیر کچھ اور ہوں کہ جس کی اکثر صحاح میں تصریح کی گئی ہے اور کیا اس امامت کا مالک اس کے علاوہ بھی کوئی ہو سکتا ہے کہ جو لوگوں کے نفوس پر ان سے زیادہ اختیار رکھتا ہو؟

چھٹا قرینہ:-

حضرت علیؑ کی ولایت کے اعلان کے بعد پیغمبر اکرمؐ کا یہ ارشاد ہے کہ: مجھے تہنیت

پیش کرو، مجھے مبارکباد دو، اس لیے کہ خداوند متعال نے مجھے نبوت اور میرے اہل بیتؑ کو امامت سے مخصوص فرمایا ہے[100]۔

اس عبارت میں صراحت ہے کہ اس سے مراد "امامت" ہے جو حضورؐ کے اہل بیتؑ سے مخصوص ہے جن کے سید و سردار اور جن میں سب سے پہلے امیرالمومنینؑ ہیں اور اس وقت وہی مراد تھے۔

پھر یہ کہ خود تہنیت، بیعت، مبارکباد اور ولایت کی خوشی میں جشن منانا اور اس کا تین دن تک جاری رہنا، یہ سب کچھ صرف "خلافت" و "اولویّت" کے معنی کے ساتھ سازگار ہے۔ اسی لیے آپ نے تاریخ میں دیکھا ہے کہ شیخین یعنی حضرت ابوبکر اور عمر نے امیرالمومنین حضرت علیؑ کے ساتھ ملاقات کی اور آپؑ کو خلیفہ و ولی ہونے کی مبارکباد دی[101]۔ اور اسی میں معنی "مولی" کی وضاحت ہے کہ جس کو پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ چنانچہ جس شخص کے لیے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہو وہی لوگوں کے نفوس پر ان سے زیادہ اولویت رکھنے والا ہو گا۔

ساتواں قرینہ:-

بیان ولایت کے بعد حضور ختمی مرتبتؐ کا یہ ارشاد ہے "فلیبلغ الشاھد الغائب"[102] جو حاضر ہے وہ غائب تک اس خبر کو پہونچا دے۔

کیا آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے اتنی تاکید جو فرمائی تھی کہ جو حاضر ہے وہ غائب تک اس خبر کو پہونچا دے، کیا یہ ایسے امر کی تبلیغ تھی کہ جس کو کتاب و سنت سے ہر شخص جانتا تھا کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کی محبت و نصرت میں زندگی بسر کرنا چاہیے۔ اور وہ بھی اتنے زبردست اہتمام کے ساتھ؟ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی کمزور رائے رکھنے

والا شخص بھی آپ کو اتنا کمزور مشورہ دے۔ لیکن اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ آپ یہ مان جائیں گے کہ سرکار دوعالمؐ نے ایسے اہم کام کی تبلیغ کا ارادہ فرمایا تھا جس کی اس سے پہلے فرصت نہیں ملی تھی اور جمہور مسلمین کی ایک بڑی تعداد جو اس مجمع میں موجود نہیں تھی وہ بھی اس امر سے واقف نہیں تھی۔ اور وہ اہم کام "امامت" کی تبلیغ ہی ہو سکتا ہے کہ جس میں دین کے کمال، نعمتوں کے اتمام اور رضایت پروردگار عالم کا راز مضمر تھا۔ اور جو لوگ اس مجمع میں موجود تھے ان کی سمجھ میں بھی یہی آیا تھا اور حضورؐ نے کوئی دوسرا لفظ بھی استعمال نہیں کیا تھا جو اس امر کی تبلیغ کے شایان شان ہو اور یہ اہم کام مولیٰ کے معنی میں صرف "اولیٰ" کے ساتھ میل کھاتا ہے۔

آٹھواں قرینہ:۔

بیان ولایت کے بعد ابوسعید اور جابر [۱۰۳] کے الفاظ میں آنحضورؐ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ۔ دین کے اکمال، نعمتوں کے اتمام اور میری رسالت اور میرے بعد علیؑ کی ولایت پر اللہ کی کبریائی شاہد ہے۔ اور وہب [۱۰۴] کے الفاظ میں ہے: علیؑ میرے بعد تمہارے ولی ہیں، اور حضرت علیؑ کے الفاظ ہیں: میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں [۱۰۵]۔

اسی طرح ترمذی، احمد، حاکم، نسائی، ابن ابی شیبہ، طبری اور دوسرے بہت سے حفاظ نے صحیح السند طریقوں سے آنحضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: بیشک علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں، اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے: وہ میرے بعد تمہارے ولی ہیں۔

اور ابونعیم [۱۰۶] اور دوسروں کی صحیح السند روایات میں آنحضورؐ کا یہ ارشاد گرامی ہے۔ جو میری طرح جینا، میری طرح مرنا اور اس دائمی جنت میں رہنا چاہتا ہو (جس کو میرے

پروردگار نے تعمیر کیا ہے) اسے چاہیے کہ میرے بعد علیؑ سے محبت رکھے اور میرے بعد آنے والے ائمہؑ کی اقتداء کرے اس لیے کہ وہ میری عترتؑ ہیں جن کو میری طینت سے خلق کیا گیا ہے. تا آخر حدیث۔

اور ابو نعیم نے ایسی صحیح سند کے ساتھ جس کے تمام راوی ثقہ ہیں، حذیفہ، زید اور ابن عباس سے آنحضورؐ کا ارشاد گرامی نقل کیا ہے کہ: جو شخص میری طرح جینا، میری طرح مرنا اور اس عصائے یاقوت سے متمسک ہونا چاہتا ہو جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بنا کر فرمایا: "کن فیکون" ہو جا تو وہ ہو گیا، اسے چاہیے کہ وہ میرے بعد علی بن ابیطالبؑ سے محبت کرے۔

ان تعبیرات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ولایت کا وہ مرتبہ جو امیرالمؤمنینؑ کے لیے ثابت ہے، وہ صاحب رسالتؐ کے مرتبہ کے سیاق میں ہے، اگر چہ دونوں مرتبوں میں اولیت اور اولویت کا فرق موجود ہے چاہے لفظ "بعدی" سے "بُعد زمانی" مراد لیا جائے یا "بُعد مرتبہ ای"۔ پس ایسی صورت میں مولیٰ سے لوگوں پر جملہ امور میں "اولویت" کے علاوہ کوئی اور معنی مراد لینا ممکن ہی نہیں. اس لیے کہ "مولی" سے اس قید کے ساتھ اگر نصرت و محبت کے معنی مراد لیے جائیں تو حدیث کے معنی بدل جائیں گے اور تعریف کے بجائے تنقیص ہو جائے گی، جیسا کہ ظاہر ہے۔

نواں قرینہ:-

تبلیغ ولایت کے بعد آنحضورؐ کا یہ قول مبارک ہے "اللھم، انت شھید علیھم انی قد بلغت و نصحت" پروردگارا! تو شاہد ہے کہ میں نے تبلیغ و نصیحت کا حق ادا کر دیا ہے۔

پس تبلیغ و نصیحت کے سلسلہ میں امت پر گواہ قرار دینا اس بات کا متقاضی ہے کہ

پیغمبر اکرمؐ نے اس روز جس امر کی تبلیغ کی تھی وہ ایسا امر تھا جس کی تبلیغ اس سے پہلے نہیں فرمائی تھی اس کے علاوہ "مولی" کے دوسرے معنی جیسے محبت و نصرت جو تمام مسلمانوں میں عام تھے۔ ان کے لیے خاص کر علیؑ کے بارے میں کسی طرح کی گواہی مقرر کرنے کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا، مگر یہ کہ علیؑ کی محبت و نصرت اس حد تک ہو کہ جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

دسواں قرینہ:۔

بیان حدیث سے پہلے سرکار دوعالمؐ کا یہ فرمان ہے کہ: خداوند متعال نے مجھے ایسی رسالت دے کر بھیجا ہے جس سے مجھ پر سخت دباؤ ہے، اور میرا خیال ہے کہ اگر میں اس کی تبلیغ کروں گا تو لوگ مجھے جھٹلا دیں گے لیکن پروردگار نے مجھے تہدید کی کہ اگر میں نے اس کی تبلیغ نہ کی تو وہ مجھے عذاب دے گا[۱۰۷]۔

یا خداوند متعال نے مجھ پر ایسی ذمہ داری عائد کی ہے جس نے مجھے سخت مجبور کر دیا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ لوگ میری تکذیب کریں گے لیکن پروردگار نے مجھے دھمکایا ہے کہ میں اس پیغام کو پہونچا دوں ورنہ وہ مجھے عذاب میں مبتلا کرے گا[۱۰۸]۔

یا میں نے منافقوں اور تکذیب کرنے والوں کے طعنوں کے بارے میں پروردگار کے حضور عرض کیا تو اس نے مجھے دھمکی دی کہ میں اس پیغام کو پہونچا دوں ورنہ وہ مجھ پر عذاب نازل کرے گا[۱۰۹]۔

اور ابن عباس سے مروی ہے کہ جب نبی کریمؐ کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ علی بن ابیطالبؑ کو اپنا قائم مقام بنائیں تو نبی کریمؐ مکہ کی جانب روانہ ہوئے اور فرمایا: میری قوم ابھی دور جاہلیت و کفر سے زیادہ دور نہیں، اگر میں نے علیؑ کو اپنا قائم مقام بنا دیا تو کہیں گے کہ

انھوں نے اپنے "ابن عم" کی طرفداری سے کام لیا ہے. اس کے بعد آپ نے آخری حج بجالایا. اور حج سے فارغ ہونے کے بعد پلٹے، جب "غدیر خم" کے مقام پر پہونچے تو........ تاآخر حدیث.

اور ابن عباس اور جابر انصاری کہتے ہیں: خداوند متعال نے محمد مصطفیٰ کو حکم دیا کہ وہ علیؑ کو لوگوں کا امام بنائیں اور ان کے ولی ہونے کی انھیں خبر دیں مگر نبیؐ اس امر سے خائف تھے کہ لوگ ان پر اپنے بھائی کی جانبداری کرنے کا الزام لگا کر انھیں طعنہ دیں گے لہذا خداوند متعال نے جبرئیل کے ذریعہ یہ حکم سنایا "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک... الخ" یہ سن کر حضورؐ نے غدیر خم کے میدان میں علیؑ کی ولایت کا اعلان کر دیا[10].

اور ابن عباس سے نقل ہے کہ جب خداوند متعال نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ وہ علیؑ کو اپنا قائم مقام بنائیں اور ان کے بارے جو اللہ کا ارشاد ہے اسے بیان کریں تو نبی کریمؐ نے عرض کی: پروردگارا! میری قوم نئی نئی جاہلیت سے کنارہ کش ہوئی ہے. (کتابوں میں یوں ہی لکھا ہے.) اس کے بعد حضورؐ حج کے لیے روانہ ہوئے. حج سے واپسی پر جب "غدیر خم" کے مقام پر پہونچے..... تاآخر حدیث[11].

اور زید بن علی سے منقول ہے کہ: جب جبرئیل ولایت کا حکم لے کر آئے تو نبیؐ سخت مشکل میں پڑ گئے. اور عرض کی: میری قوم نئی نئی جاہلیت سے الگ ہوئی ہے. چنانچہ آیۂ کریمہ "یا ایھا الرسول... الخ" نازل ہوئی[12].

یہ سب چیزیں اس نباء عظیم کی طرف اشارہ کرتی ہیں جس کے ابلاغ کی صورت میں پیغمبر اکرمؐ کو منافقوں کی طرف سے فتنے اور تکذیب کا خطرہ تھا. پس وہ چیز جس سے سرکار دوعالمؐ گھبرا رہے تھے اور جس کی بنا پر یہ الزام آسکتا تھا کہ آپؐ اپنے "ابن عم"

کی حمایت کر رہے ہیں، اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ امر علیؑ سے مخصوص تھا، وہ محبت و نصرت جیسی چیز نہیں تھی کہ جس میں تمام مسلمان شریک تھے۔ اور وہ چیز صرف "ولایت امر" یا اس کے ہم معنی ہی ہو سکتی ہے۔

گیارہواں قرینہ:۔

کثیر اسناد و احادیث میں یوم غدیر کے وقوف کے سلسلہ میں "نصب" کی تعبیر استعمال ہوئی ہے۔ چنانچہ عمر بن خطاب سے منقول ہے کہ رسول اللہؐ نے علیؑ کو امام مقرر فرمایا[۱۱۳]۔ اور خود حضرت علیؑ سے نقل ہے کہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا کہ مجھے لوگوں کا امام منصوب کریں[۱۱۴]۔ اور عاصمی کی روایت کے مطابق ان کا ایک اور ارشاد ہے کہ آنحضرتؐ نے مجھے امام مقرر فرمایا اور امام حسینؑ کا یہ ارشاد پہلے گذر چکا ہے کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو غدیر خم کے دن امام منصوب کیا[۱۱۵]۔ اور عبداللہ ابی جعفر سے نقل ہے کہ ہمارے نبیؐ نے غدیر خم کے دن اپنی امت کے لیے سب سے افضل، سب سے بہتر اور سب سے اچھے انسان کو امام مقرر کیا[۱۱۶]۔ اور قیس بن سعد سے نقل ہے، رسول اللہؐ نے ان کو غدیر خم کے دن منصوب فرمایا[۱۱۷]۔ اور ابن عباس و جابر انصاری سے منقول ہے، اللہ نے محمدؐ کو حکم دیا کہ وہ علیؑ کو لوگوں کا امام مقرر فرمائیں اور انھیں حضرت کے ولی ہونے کی خبر پہونچائیں[۱۱۸]۔ اور ابو سعید خدری سے ہے، جب رسول اللہؐ نے علیؑ کو غدیر خم کے دن منصوب کیا تو انھیں ان کے ولی ہونے کی بابت آگاہ کیا[۱۱۹]۔

پس یہ لفظ اس راز سے پردہ اٹھاتا ہے کہ اس روز علیؑ کے لیے ایک ایسا مرتبہ ایجاد کیا گیا جس سے اس سے پہلے لوگ آگاہ نہیں تھے اور وہ محبت و نصرت کا مرتبہ نہیں تھا کہ

جو سب کے علم میں تھا اور تمام مسلمان اس مرتبہ پر فائز تھے. جیسا کہ ثابت ہے کہ یہ لفظ والیوں اور حاکموں کے منصوب کیے جانے کے موقعے پر استعمال ہوتا ہے. چنانچہ یہ کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے زید کو فلاں صوبہ کا والی مقرر کیا ہے. یہ نہیں کہا جاتا کہ اس کو رعیت بنایا یا محب و ناصر یا محبوب و منصور بنایا ہے کہ جس میں بادشاہ کی رعیت میں پائے جانے والے تمام افراد شریک ہوتے ہیں.

علاوہ از این بہت سی اسناد میں اس لفظ کے ساتھ لفظ ولایت آیا ہے اور اس کے ساتھ للناس یا للامۃ کا استعمال ہوا ہے.

اس سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ جو مرتبہ اس سے ان کے لیے ثابت ہوتا ہے وہ حاکمیت مطلقہ کا مرتبہ ہے اور وہ حاکمیت تمام امت پر ہے. اور یہی ہیں امامت کے معنی کہ جو مولیٰ سے مراد لے گئے معنیٰ، اولویت کا لازمہ ہے.

اور یہی معنی ابن عباس کے مذکورہ قول سے بھی مستفاد ہوتے ہیں جس میں وہ کہتے ہیں کہ جب نبیؐ کو حکم دیا گا کہ وہ علیؑ کو اس مقام پر فائز کریں جس پر وہ خود فائز ہیں[۳۰]. اور نبی کریمؐ کے پہلے ذکر شدہ اس قول میں بھی انہی معنی کی تصریح کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے لیے امام مقرر کروں جو میرے بعد تمہارے درمیان رہے جو میرا وصی اور جانشین ہو اور جس کی طاعت اللہ نے اپنی کتاب میں مومنین پر فرض کی ہے اور اس کی طاعت کو میری طاعت کے قریب قرار دیا ہے اور تمہیں اس کو ولی تسلیم کرنے کا حکم دیا ہے[۳۱]. اور آنحضورؐ کے اس قول سے بھی کہ بیشک اللہ نے اس کو تمہارا ولی اور امام بنایا ہے ہر ایک پر اس کی طاعت کو فرض کیا ہے اس کا حکم نافذ ہے اور اس کا قول قابل عمل ہے[۳۲].

بارہواں قرینہ:-

ذکر حدیث کے بعد ابن عباس کا یہ قول ہے: پس خدا کی قسم لوگوں پر اس کی اطاعت واجب ہو گئی ایک حدیث میں "فی رقاب القوم" ہے (۴۳) اور دوسری میں "فی اعناق القوم" (۴۴).

یہ چیز حدیث سے مستفاد ایک نئے معنی کا پتہ دیتی ہے جس سے قبل از ایں مسلمان آگاہ نہیں تھے اور یہ ہر فرد کے لیے ثابت ہے.

اور اس کی تاکید انھوں نے قسم کے ساتھ کی ہے اور وہ ایک عظیم چیز ہے جو مسلمانوں کے ذمہ پر آن پڑی ہے اور رسالت کے ساتھ ہی جس کا اقرار لازمی ہے اور اس میں امام کے برابر کوئی دوسرا نہیں اور وہ چیز صرف خلافت ہی ہو سکتی ہے جس سے وہ اسلامی سماج میں امتیازی حیثیت کے مالک ہو جاتے ہیں اور یہ اولویت کے معنی سے الگ نہیں.

تیرہواں قرینہ:-

وہ روایت ہے جس کو شیخ الاسلام حموینی نے "فرائد السمطین" میں ابوہریرہ سے نقل کیا ہے: جب رسولؐ آخری حج سے واپس ہوئے تو آیت نازل ہوئی "یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الخ" اور جب آپ نے پروردگار متعال کا یہ قول سنا "واللہ یعصمک من الناس" تو آپ کا دل مطمئن ہو گیا. چنانچہ ذکر حدیث کے بعد وہ کہتے ہیں یہ آخری فریضہ تھا جسے اللہ نے اپنے بندوں پر واجب کیا اور جب رسول کریمؐ نے اس کو پہونچا دیا تو یہ آیت نازل ہوئی "الیوم اکملت لکم دینکم الخ".

اس لفظ سے ہمیں یہ خبر معلوم ہوتی ہے کہ نبی کریمؐ نے اپنے فریضے کا اعلان

کیا تھا جس کی تبلیغ پہلے نہیں کی تھی اور یہ فریضہ محبت و نصرت کی تبلیغ نہیں ہو سکتا اس لیے کہ کتاب و سنت میں ایک زمانہ تک اس کو پہنچوایا جاتا رہا ہے۔ پس رہ جاتے ہی صرف "امامت" کے معنی جس کو سرور دو عالمؐ نے ایسے مناسب وقت کے لیے چھوڑ رکھا تھا کہ لوگوں کو ہر وحی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی عادت پڑ جائے اور کوئی بھی اس کے سامنے سرکشی نہ کرے اور یہ چیز صرف معنی "اولیٰ" کے ساتھ سازگار ہے۔

چودہواں قرینہ:-

زید بن ارقم کی متعدد طریقوں سے نقل حدیث میں ہے کہ میں زید بن ارقم کے پاس آیا اور کہا: کہ میرے ایک رشتہ دار نے مجھ سے غدیر کے دن تمہاری علیؑ کی شان میں ایک حدیث نقل کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس حدیث کو تمہاری زبانی سنوں انھوں نے کہا کہ تم اہل عراق ہو مجھے پتہ ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے۔ میں نے کہا میری طرف سے تم مطمئن رہو تب اس نے کہا کہ سنو! ہم جحفہ میں تھے کہ پیغمبر اکرمؐ ظہر کے وقت ہمارے سامنے تشریف لائے اور وہ علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، چنانچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! کیا تم نہیں جانتے کہ میں مؤمنین پر ان کے نفوس کی بنسبت اولیٰ ہوں؟ سب نے عرض کی ہاں! یا رسول اللہؐ۔ تب آپؐ نے فرمایا: پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ الخ[۲۵]۔

اور عبداللہ بن علا سے ہے کہ زھری نے جب حدیث غدیر نقل کی تو انھوں نے زہری سے کہا کہ اسے شام نقل نہ کرنا[۲۶]۔

اور سعید بن مسیب سے نقل ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے سعد بن ابی وقاص سے عرض کی میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں لیکن مجھے تم سے ڈر بھی لگتا ہے۔ کہا پوچھو اور

گھبراؤ مت۔ اس لیے کہ میں تمہارا چچا ہو۔ میں نے پوچھا کہ غدیر خم کے دن رسول اللہؐ نے تم لوگوں سے کیا ارشاد فرمایا۔ کہنے لگے: کہ ظہر کے وقت آنحضرتؐ ہمارے درمیان قیام فرما ہوئے اور علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہو اس کا یہ مولا ہے۔ اے اللہ! تو دوست رکھ اس کو جو اسے دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو اسے دشمن رکھے[۲۷]۔

ان تمام باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث کے معنی لوگوں کے نزدیک ایسے تھے کہ جن کی بناپر اس کا راوی مطمئن نہیں ہوتا تھا کہ وصی رسولؐ کو عراق اور شام میں نقصان نہیں پہونچے گا۔ اسی وجہ سے زید کو عراقی سے خوف ہوا چونکہ ان دنوں جو دشمنی و نفاق عراقیوں میں تھا اس کا اسے علم تھا۔

لہذا اس نے اپنے راز کو اس وقت تک ظاہر نہیں کیا جب تک اسے شر سے محفوظ رہنے کا اطمینان نہیں ہو گیا۔ اور یہ جائز نہیں کہ حدث کے معنی ایسے ہوں کہ جن کا مصداق ہر مسلمان بن سکتا ہو بلکہ اس کے معنی صرف اور صرف ایسے ہیں جو امامؑ سے مخصوص ہیں جس کی وجہ سے وہ دوسروں پر فضیلت رکھتے ہیں اور وہ ہیں معنی "خلافت" جو اولویت کے ساتھ متحد ہیں۔

پندرہواں قرینہ:۔

"رحبہ" کے دن امیرالمومنینؑ کا اس حدیث کو حجت بنانا ہے کہ جب خلافت آپ کو مل گی تو جن لوگوں نے آپ کے ساتھ تنازعہ کیا ان کی رد میں آپؑ نے اس سے استدلال فرمایا۔ اگر اس کے معنی محبت و نصرت ہوتے تو ان سے خلافت پر کیوں کر استدلال کیا جا سکتا ہے کہ جس کا لازمہ "اولویت علی الناس" ہے۔

سولہواں قرینہ:-

حدیث "رکبان" میں یہ بیان گذر چکا ہے کہ کچھ لوگ جن میں ابو ایوب انصاری بھی تھے انھوں نے امیرالمومنینؑ کو ان الفاظ میں سلام کیا "السلام علیک یا مولانا!" تو آپ نے یہ فرمایا: میں تمہارا مولا ہوں؟ حالانکہ تم عرب کا ایک قبیلہ ہو؟ تو انھوں نے عرض کی ہم نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت علیؑ کا تعجب اور کشف حقیقت کا ارادہ ان افراد کے سامنے جو مجمع میں موجود تھے ان معنی کے بارے میں نہیں تھا جن میں تمام مسلمان شریک تھے۔ جن کی بناپر ان کے قول کا مطلب یہ ہوتا ہے "السلام علیک یا محبنا او ناصرنا" خاص کر اس علت کے بعد جس میں آپؑ نے فرمایا تھا: حالانکہ تم عرب کا ایک گروہ ہو

عربوں کو اپنے معاشرہ میں محبت و نصرت کے وجود سے کوئی انکار نہیں تھا بلکہ وہ تو اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ ان میں سے کوئی ان کا اس معنی میں مولا ہو جسے ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

اور یہ مولویت اس کے لیے یا زبردست طاقت و قوت سے حاصل ہو سکتی ہے یا کسی نص الٰہی سے جو تمام مسلمانوں پر لازمی ہو۔ اور وہ اولیٰ ہی کے معنی ہو سکتے ہیں جو امامت اور ولایت مطلقہ کے مترادف ہے جس کی خبر حضرت علیؑ نے ان سے پوچھی تھی اور انھوں نے حدیث غدیر سے استناد کرتے ہوئے اس کا جواب دیا تھا۔

سترہواں قرینہ:-

پہلے یہ بات گذر چکی ہے کہ حضرت نے "رحبہ" اور "رکبان" کے دنوں میں لوگوں

سے اپنے حق میں گواہی طلب کی تھی۔ کچھ لوگوں نے اس گواہی کو چھپائے رکھا جس کی بنا پر وہ اندھے یا بروص ہوگئے۔ اور کچھ دوسری بیماریوں میں مبتلا ہوئے جبکہ وہ لوگ غدیر کے مجمع میں موجود تھے

کیا یہ ممکن ہے کہ اتنا شدید عذاب ان پر محبت و نصرت جیسے معنی کے کتمان کی بنا پر نازل ہوا ہوگا کہ یہ دونوں چیزیں تمام مسلمانوں میں پائی جاتی تھیں اور اگر ایسا ہے تو ضروری تھا کہ یہ عذا ان بے شمار مسلمانوں پر نازل ہوتا جنھوں نے محبت و نصرت کے معنی کو چھپایا ہی نہیں بلکہ ان کے پیوند توڑ دیے اور ان کی جڑوں میں پانی پھیر دیا۔ آپس میں بڑے جھگڑے اور قتل و غارت گری مچائی۔ مگر عذاب صرف ان لوگوں پر نازل ہوا جنھوں نے اس نباء عظیم کو چھپایا تھا جو امیرالمومنینؑ کی مولائیت مطلقہ کے بارے میں تھی۔ کہ جن کی امامت و اولویت پر نصوص کا اتفاق اور قرائن کا ہجوم ہے

پھر یہ شہادت جو انھوں نے نہیں دی تو وہ کسی امر عادی کے بارے میں نہیں تھی کہ جس میں تمام مسلمان شریک ہوں۔ بلکہ حتمی طور پر وہ ایک ایسا قضیہ تھا جو امیرالمومنینؑ کی ذات سے مخصوص تھا۔ اور گویا وہ نہیں چاہتے تھے کہ امامؑ اس کے ذریعہ سرخرو اور سرفراز ہوں لہذا انھوں نے اس کو مخفی رکھا تھا۔ لیکن اس نیک دعوت نے اظہار حق کے ذریعہ ان کو رسوا کر دیا۔ اور ان کو مرتے دم تک بدنما اور جھوٹا ثابت کر دیا جس کا تذکرہ کتابوں میں ہوتا رہے گا اور زبانوں پر بھی جاری رہے گا یہاں تک کہ اللہ زمین اور اس پر موجود ہر چیز کا وارث بن جائے۔

اٹھارہواں قرینہ:-

احمد، نسائی، ھیثمی اور محب الدین طبری کے طریقہ سے ایک حدیث صحیح میں

"مناشدۂ رحبہ" کے بیان میں کہ تذکرہ ہو چکا ہے کہ امیرالمؤمنینؑ نے رحبہ میں جب حدیث غدیر کے بارے میں کچھ لوگوں کو قسم دی تو اصحاب رسالتمآبؐ میں سے کچھ حضرات نے گواہی دی کہ ہم نے اس حدیث کو سرکارؐ سے سنا ہے۔

ابو طفیل کا بیان ہے کہ میں جب چلا تو میرے دل میں ایک طرح کی الجھن تھی۔ زید بن ارقم سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا: میں نے علیؑ کو ایسے ایسے فرماتے ہوئے سنا ہے۔ وہ بولے تو پھر تم کیوں منہ بناتے ہو۔ میں نے تو رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے

آپ کی نظر میں وہ کونسی چیز تھی جسے ابو طفیل عجیب یا قابل انکار سمجھتے تھے؟ کیا وہ صدور حدیث تھی؟ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ وہ شیعہ تھے اور امیرالمؤمنینؑ کی محبت میں غرق تھے اور ثقہ تھے۔ پس جس حدیث کو ان کے مولا نے بیان کیا ہو اس میں وہ شک نہیں کر سکتے تھے۔ ابو طفیل کے لیے عجیب یا قابل انکار حدیث کے معنی تھے۔ اور ان کے تعجب کی وجہ قوم کا ان معنی سے انحراف تھا جبکہ وہ اصلی عرب تھے اور ان کو الفاظ اور ان کی حقیقت کا علم تھا۔

وہ سب رسول اللہؐ کے پیروکار اور صحابی تھے۔ پس انھوں نے یہ احتمال دیا کہ ان سب نے اس حدیث کو نہیں سنا۔ یا کچھ چیزیں ان کے اور اسماع حدیث کے درمیان حائل ہو گئیں۔ اسی بنا پر زید بن ارقم نے ان کو یاد دلایا کہ تم کیسے انکار کر سکتے ہو جبکہ میں نے خود رسول اللہؐ سے سنا ہے۔ زید کو یہ علم ہو گیا تھا کہ خواہشات نفسانی ان کو معنی حدث کے سامنے جھکنے سے روک رہی ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ عظیم معنی صرف "خلافت" ہی ہے کہ جو "اولویت" کے مساوی ہے محبت و نصرت نہیں کہ جو اسلامی سماج کے ہر فرد میں موجود تھی۔

انیسواں قرینہ:-

حارث فہری کا حدیث غدیر کے معنی کا انکار ہے جس کی تفصیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور اس امر کی وضاحت کر چکے ہیں کہ معانی "مولیٰ" میں سے یہ لفظ صرف "اولیٰ" کے سازگار ہے۔

بیسواں قرینہ:-

حافظ ابن سمان ناقل ہیں، جیسا کہ "ریاض النضرہ"[۲۸]، "ذخائر عقبیٰ"[۲۹] جو محب طبری کی ہے، شیخ احمد بن باکثیر مکی کی "وسیلۃ المآل"، خوارزمی کی مناقب[۳۰] اور "صواعق"[۳۱] میں حافظ دار قطنی سے، عمر سے منقول ہے کہ عمر کے پاس دو اعرابی جھگڑتے ہوئے آئے تو آپ نے حضرت علیؑ سے عرض کی، ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ ان میں سے ایک بولا: یہ ہمارے درمیان فیصلہ کریں گے؟! یہ سننا تھا کہ عمر نے اس شخص کو گریبان سے پکڑ کر جھٹکا دیا اور کہا: مردود! تو جانتا ہے کہ یہ کون ہیں؟ یہ میرے اور ہر مؤمن کے مولا ہیں اور جس کے یہ مولا نہیں وہ مؤمن ہی نہیں۔

وہی شخص راوی ہے کہ ایک شخص کا عمر بن خطاب سے جھگڑا ہو گیا۔ تو عمر نے کہا میرے اور تمہارے درمیان یہ شخص جو بیٹھا ہوا ہے یہ فیصلہ کرے گا۔ اور آپ نے علی بن ابیطالبؑ کی طرف اشارہ کیا۔ اس پر وہ شخص بولا: یہ شخص جو "ابطن" ہے؟ یہ سن کر عمر اس پر جھپٹ پڑے اس کا گریبان پکڑ کر اسے زمین سے اٹھایا اور کہا: تم جانتے ہو کہ تم نے کس کی توہین کی ہے؟ یہ میرا اور ہر مسلمان کا مولا ہے۔

اور فتوحات اسلامیہ[۳۲] میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ نے ایک اعرابی کے بارے میں فیصلہ کیا جس پر وہ راضی نہ ہوا تو عمر نے اس کا گریبان پکڑ کر کہا: مردود! یہ

تیرے اور ہر مؤمن و مؤمنہ کے مولا ہیں۔

اور طبرانی نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ عمر سے کہا گیا کہ تم حضرت علیؑ کی اتنی قدر کرتے ہو جتنی پیغمبرؐ کے دوسرے صحابیوں کی نہیں کرتے۔ تو آپ نے جواب دیا: بیشک وہ میرے مولا ہیں اور اسی حدیث کو زرقانی مالکی نے دار قطنی سے نقل کیا ہے[۲۴۲]۔

پس جو مولویت امیرالمؤمنینؑ کے لیے ثابت ہے کہ جس کا اعتراف عمر نے اپنے اور ہر مؤمن کے بارے میں کیا ہے کہ مولویت وہی ہے جس کا اعتراف انھوں نے غدیر خم میں کیا تھا۔ اور یہاں اس اعتراف کو بھی اس کے ساتھ کر دیا ہے کہ وصی نبیؐ جس کا مولا نہ ہو یعنی جو شخص اس کی مولویت کا اعتراف نہ رہے وہ مؤمن ہی نہیں۔ کیا عمر، علیؑ کے محب یا ناصر نہیں تھے ضرور تھے مگر اس حد تک نہیں تھے کہ ان کے اندر محبت و نصرت سے ملزوم ایمان بھی ہوتا کہ اگر وہ محبت و نصرت نہ ہو تو ایمان بھی نہیں رہتا۔ اور یہ چیز صرف اسی وقت ہو سکتی ہے جب علیؑ کے لیے خلافت بھی ثابت ہو اس لیے کہ عادی نوعیت کی محبت و نصرت جس کی دعوت تمام مسلمانوں کو دی گئی تھی وہ ایسی نہیں ہوتی کہ جس کے انتفا سے ایمان بھی منتفی ہو جائے۔ اور یہ نظریہ قائم بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ صحابہ و تابعین کے درمیان اختلاف اور بغض و حسد رہا ہے اور بعض مواقع پر سبّ و شتم تک کی نوبت بھی آتی رہی ہے۔ اور بعض تو نبی اکرمؐ کے حضور میں ایسا کرتے رہے ہیں لیکن حضورؐ نے ان کو ایمان سے خارج نہیں کیا۔ اور جو لوگ تمام صحابیوں کی عدالت کے قائل ہیں انھوں نے بھی کسی ایک کی عدالت میں کوئی شبہ نہیں کیا۔ پس وہ ولایت جس کی یہ صفت ہو اس کے معنی میں صرف امامت ہی باقی بچتے ہیں جو منظور نظر اولویت کا لازمہ ہیں چاہے اس کلمہ سے حدیث غدیر کی جانب اشارہ کیا جائے جیسا کہ احادیث غدیر کے ذیل میں حافظ محب الدین طبری کی روایت میں اس کی طرف

اشارہ ہے. یا راوی کے نزدیک یہ ایک ہمہ جہت مسلم الثبوت حقیقت ہو

تتمہ

ابن اثیر[۱۳۴]، حلبی[۱۳۵] اور کچھ دیگر حضرات نے ایک ڈھیلا اور پھسپھسا سا قول نقل کیا ہے جس میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے "من کنت مولاہ" فرمانے کا سبب یہ تھا کہ اسامہ بن زید نے ایک مرتبہ حضرت علیؑ سے کہا "لستَ مولای انما مولای رسول اللہ" آپ میرے مولا نہیں، میرے مولا تو رسول اللہؐ ہیں اس پر حضور اکرمؐ نے فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے

اب دیکھنا یہ ہے کہ جس شخص نے اس مجہول روایت کو نقل کیا ہے اس نے حدث کی عظمت کو گھٹانے اور اس کی اہمیت کو کم کر کے اسے دو آیتوں کے آپسی تنازع کی صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے ان کے درمیان پیغمبر اکرمؐ نے اپنے اس فقرے کے ذریعہ مصالحت کروا دی تھی حالانکہ اسے یہ نہیں معلوم یا اگر معلوم ہے تو وہ تجاہل سے کام لے رہا ہے کہ اپنے اس زعم ناقص کے ذریعہ وہ ان متضافر حدیثوں کو ٹھکرا رہا ہے جو آیہ تبلیغ کے نزول کی اشاعت کا سبب بنی ہیں اور ان مقدمات و موخرات کو رد کر رہا ہے کہ جو اسی جھوٹ کے ساتھ سازگار نہیں جیسے آیہ کمال دین، اتمام نعمت اور اس اعلان ولایت سے پروردگار کا راضی ہونا ہے یہ عظمت دو شخصوں کے درمیان صلح کرانے کی قیمت نہیں ہو سکتی اور اگر اس کو مان بھی لیا جائے تب بھی وہ شخص یہ بھول گیا کہ اس کلمہ سے اسی معنیٰ کی تاکید اور منکر پر اتمام حجت ہوتی ہے.

مان لیجئے کہ اس واضح بیان کا سبب وہی ہے جسے اوپر ذکر کیا گیا ہے، تب بھی ہم یہ کہتے ہیں کہ اسامہ نے مولا کے جس معنیٰ کا امیرالمومنینؑ کے سلسلہ میں انکار کیا ہے اور

اس کو کسی اور کے علاوہ خاص کر رسول اللہؐ کے لیے ثابت کیا ہے۔ یقیناً وہ ایسے معنی ہیں جن میں کوئی نہ کوئی فضیلت ہے۔ وہ ایسے معنی نہیں جس میں اسامہ سمیت سبھی شریک ہوں۔ اور اس اعتبار سے کوئی مسلمان بھی ایک دوسرے پر برتری نہ رکھتا ہو۔ اور وہ عجیب اور مسلّم الثبوت معنی صرف ولایت یا اس کے قائم مقام معانی مولا میں سے کوئی معنی ہو سکتے ہیں۔

ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ چونکہ جانتے تھے کہ امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ان کے ابن عم کے ساتھ تنازعہ کریں گے اور ان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ وہ حضورؐ کے بعد امت کی اصلاح نہ کر سکیں لہذا حضورؐ نے اس عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا اور دین کے حوالے سے علیؑ کے مقام و مرتبہ اور پیغمبرؐ سے ان کے قرب و منزلت اور جلالت و عظمت کو بیان کیا اور یہ واضح کر دیا کہ امت میں کوئی شخص بھی قول یا عمل میں علیؑ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ان کا کام صرف یہ ہے کہ علیؑ کی اطاعت کریں ان کے حکم کو مانیں اور ان کے مقام و مرتبہ کو تسلیم کریں اس لیے کہ وہی حضورؐ کے بعد ان کے قائم مقام ہیں۔ پس حضرت نے اپنے خطبے کے ذریعہ کہ جسے آپ نے ارشاد فرمایا تھا ہر طرح کی گمراہی، لغزش اور عذر و معذرت کا باب بند کر دیا اور ہمیں اس کے معنی کے تواتر کو ثابت کرنے میں زیادہ جد و جہد کی ضرورت نہیں۔

اسی طرح کی ایک ڈھیلی ڈھالی روایت وہ ہے جس کو احمد بن حنبل نے اپنی مسند[۳۱] میں اور دیگر حضرات نے بریدہ سے نقل کیا ہے کہ میں جنگ یمن میں علیؑ کے ہمراہ تھا۔ میں نے علیؑ سے ایک لغزش دیکھی تو واپس آکر میں نے آنحضورؐ کی خدمت میں شکایت کی اور علیؑ کی تنقیص کی۔ جب میں نے دیکھا کہ سرکار دوعالمؐ کے چہرے کا رنگ

متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: اے بریدہ! کیا میں مومنین کے نفوس پر ان سے زیادہ حق نہیں رکھتا؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں؟ اے اللہ کے رسول! تو حضرتؐ نے فرمایا

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ" جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے

لگتا ہے کہ اس داستان کے راوی نے بھی پہلی داستان کے راوی کی طرح اس واقعہ کو ہلکا بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ اس کو ایک شخصی واقعہ کے قالب میں ڈھالا ہے۔ ہم جبکہ حدیث غدیر کو تقریباً متواتر طریقوں سے ثابت کر چکے ہیں اب اس کے ثابت کرنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اس میں یہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے کہیں اس کو بصورت نوعی ظاہر فرمایا ہے۔ اور کہیں بصورت شخصی، تاکہ بریدہ کو یہ باور کرائیں کہ جس چیز کو وہ علیؑ کی غلطی سمجھتے ہیں اس کا الزام انہیں علیؑ پر لگانے کا کوئی حق نہیں جیسا کہ دوسرے حکام کی شان ہوتی ہے کہ جن کے سپرد رعایا کے امور کیے جاتے ہیں۔ پس جب کوئی حاکم ایسی بات کرے جس میں عوام کی مصلحت ہو اور وہ کسی بازاری آدمی کو اچھی نہ لگے تو اسے حق نہیں پہونچتا کہ وہ حاکم کی تنقیص کرے اس لیے کہ عوام کی مصلحت کو کسی ایک شخص کی رائے پر قربان نہیں کیا جا سکتا۔ اور مرتبہ ولایت شخصی خواہشات پر حاکم ہے پس پیغمبر اکرمؐ نے یہ چاہا کہ بریدہ اپنی حد کے اندر رہے اور جو مرتبہ ولایت" امیرالمومنینؑ کے لیے ثابت ہو چکا ہے اس سے تجاوز نہ کرے جیسا کہ حضورؐ نے اپنے قول مبارک "الست اولی بالمؤمنین من انفسھم؟" کے ذریعے اس مرتبہ کو علیؑ کے لیے ثابت کیا ہے۔

"ھذا بیان للناس و ھدیً و موعظۃ للمتقین" [۳۰]۔

۲۔ معنی مولا اور ولایت کی تفسیر کرنے والی حدیث

ان تمام قرائن پر مقدم اس لفظ کے معنی میں خود رسول اللہؐ کی تفسیر ہے اور اس کے بعد امیر المؤمنینؑ کی تفسیر ہے جو حرف بہ حرف حضورؐ کی تفسیر کے مطابق ہے۔

علی بن حمید قرشی[۳۸] نے موفق باللہ حسین بن اسماعیل جرجانی، المرشد باللہ کے والد کی "سلوۃ العارفین" سے ان کی اسناد کے ساتھ نبی کریمؐ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے جب حضورؐ سے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کے معنی کے بارے میں پوچھا گیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ میرا مولا ہے وہ میرے نفس پر اولیٰ ہے اس کے سامنے میرا حکم نہیں چلتا اور میں مؤمنین کا مولا ہوں اور ان کے نفوس پر اولیٰ ہوں اور میرے سامنے ان کا حکم نہیں چلتا اور جس کا میں مولا ہوں اور اس کے نفس سے اولیٰ ہوں اور میرے سامنے اس کا حکم نہیں چلتا علیؑ بھی اس کا مولا ہے اس کے نفس سے اولیٰ ہے اور علیؑ کے سامنے اس کا حکم نہیں چلتا اور معاویہ کے مقابلے میں عبداللہ بن جعفر کے احتجاج پر مبنی ایک حدیث میں ان کا قول پہلے بیان ہو چکا ہے[۳۹] "اے معاویہ! میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے" جب آنحضورؐ منبر پر جلوہ افروز تھے اور میں، عمر بن ابی سلمہ، اسامہ بن زید، سعد بن ابی وقاص، سلمان فارسی، ابوذر، مقداد اور زبیر بن عوام سامنے موجود تھے، حضرت نے فرمایا تھا: کیا میں مؤمنین کے نفوس پر ان سے اولیٰ نہیں ہوں؟ تو ہم نے عرض کی: ہاں یا رسول اللہؐ حضرتؐ نے فرمایا "الیس ازواجی امہاتکم؟" کیا میری بیویاں تمہاری مائیں نہیں ہیں؟ ہم نے عرض کی: ہاں یا رسول للہ! فرمایا جس کا میں مولا ہوں علیؑ بھی اس کے نفس پر اس سے اولیٰ ہے، پس حضور نے اپنا دست مبارک علیؑ کے شانہ پر رکھا اور فرمایا کہ اے اللہ جو اس سے دوستی رکھے تو اس

کو دوست رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اس کو دشمن رکھ۔

اے لوگو! میں مؤمنین کے نفوس پر ان کی بنسبت اولیٰ ہوں میرے ہوتے ہوئے ان کا حکم نہیں چلتا اور میرے بعد علیؑ ان کے نفوس پر ان کی بنسبت اولیٰ ہے علیؑ کے ہوتے ہوئے ان کا حکم نہیں چلے گا۔ یہاں تک کہنے کے بعد عبداللہ نے کہا اور ہمارے نبیؐ نے غدیر خم میں اور دوسرے مقامات پر سب سے افضل، اولیٰ اور بہتر شخص کو امام مقرر فرمایا اور ان پر حجت تمام کی اور انہیں ان کی اطاعت کا حکم دیا اور انھیں یہ بتایا کہ علیؑ کی منزلت پیغمبرؐ کے نزدیک وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ کے نزدیک تھی اور یہ کہ حضور کے بعد ہر مؤمن کے ولی ہیں اور یہ کہ پیغمبر جس کے ولی ہیں علیؑ بھی اس کے ولی ہیں اور پیغمبر جس کے نفس سے اولیٰ ہیں علیؑ بھی اس کے نفس پر اس سے اولیٰ ہیں اور لوگوں میں وہ پیغمبر کے جانشین اور وصی ہیں تا آخر حدیث۔

اور شیخ الاسلام حموینی [۲۷۰] نے امیر المؤمنینؑ کے دوران عثمان میں کیے گئے احتجاج پر مبنی حدیث کی روایت میں آپ کا یہ قول نقل ہوچکا ہے کہ پھر رسول اللہؐ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ خداوند متعال میرا مولا ہے اور میں مؤمنین کا مولا اور ان کے نفوس پر ان کی بنسبت اولیٰ ہوں؟ سب نے کہا ہاں! فرمایا اے علیؑ! اٹھو چنانچہ میں اٹھ کھڑا ہوا تو حضور نے ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے اے اللہ تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو علیؑ کو دشمن رکھے یہ سن کر سلمان اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے رسول! یہ کیسی ولایت ہے؟ فرمایا: یہ ایسی ولایت ہے جیسی میری ولایت ہے میں جس کے نفس پر اس کی بنسبت اولیٰ ہوں علیؑ بھی اس کے نفس پر اس کی بنسبت اولیٰ ہے۔

اور صفین کے دن امیر المؤمنینؑ کے مناشدہ کے تذکرہ میں پہلے آپ کا قول گذر

چکا ہے "پھر رسول اللہؐ نے فرمایا اے لوگو! بیشک اللہ میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں اور ان کے نفوس پر ان کی بنسبت اولیٰ ہوں پس میں جس کا مولا ہوں علیؑ اس کا مولا ہے اے اللہ، تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے مدد کر اس کی جو علیؑ کی مدد کرے اور چھوڑ دے اس کو جو علیؑ کو چھوڑ دے یہ سن کر سلمان فارسی کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہؐ! یہ کیسی ولایت ہے؟ فرمایا ایسی ہی جیسی میری ولایت ہے جس کے نفس پر اس کی بنسبت میں اولیٰ ہوں علیؑ بھی اس کے نفس پر اس کی نسبت اولیٰ ہے۔

اور حافظ عاصمی نے "زین الفتیٰ" میں روایت کی ہے علی بن ابیطالبؑ سے نبی کریمؐ کے قول مبارک "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: حضورؐ نے مجھے امام مقرار فرمایا تھا، جب میں اٹھا تھا پس جو میری مخالفت کرے گا وہ گمراہ ہے۔

کھڑے ہونے سے حضرتؑ کی مراد، غدیر کے دن آپ کا قیام ہے کہ جب نبی کریمؐ نے آپ کو حکم دیا تھا تاکہ آپ کو بلند کرکے، آپ کو پہچنوائیں اور امت کا امام مقرر فرمائیں [۱۳۱] اور حسان بن ثابت نے اسی روز اپنے اس شعر میں اس کی طرف اشارہ کیا تھا

"فقال له: قم یا علی: فاننی رضیتک من بعدی اماماً و هادیاً

اور ایک حدیث میں کہ جس کو سید علی ہمدانی نے "مودۃ القربیٰ" میں نقل یا ہے رسول اللہؐ نے فرمایا! کیا اللہ میرے نفس پر میری نسبت اولیٰ نہیں کہ جس کا امر و نہی مجھ پر چلتا ہے اور میرا امر و نہی اس پر نہیں چلتا؟ سب نے کہا ہاں! یا رسول اللہ! فرمایا اللہ اور میں جس کے مولا ہیں پس یہ علیؑ بھی اس کا مولا ہے جو تم پر امر و نہی کرے گا اور تمہارا امر و نہی اس پر نہیں چلے گا۔ اے اللہ! تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست

رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو انہیں دشمن رکھے، اس کی مدد کر جو ان کی مدد کرے اور چھوڑ دے اس کو جو انہیں چھوڑ دے اے اللہ! تو ان پر گواہ رہنا کہ میں نے ان تک پیغام پہونچا دیا ہے اور نصیحت کا حق ادا کر دیا ہے

اور امام حافظ واحدی نے حدیث غدیر کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔ یہ ولایت جس کو نبیؐ نے علیؑ کے لئے ثابت فرمایا ہے اس کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا چنانچہ اس آیت کے بارے میں روایت کی گئی ہے "وقفوھم انھم مسئولون" ان کو روکے رکھو ان سے پوچھا جائے گا یعنی حضرت علیؑ کی ولایت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ ان سے یہ پوچھا جائے گا کہ کیا انہوں نے نبی کریمؐ کی وصیت کے مطابق علیؑ کے ساتھ دوستی اور موالات کا حق ادا کیا یا اس کو ضائع اور برباد کر دیا؛ چنانچہ ان سے مطالبہ کیا جائے گا اور انھیں سزا دی جائے گی۔

ان کی حدیث کو شیخ الاسلام حموینی نے "فرائد السمطین" کے چودہویں باب میں جمال الدین زرندی نے "نظم درر السمطین" میں، ابن حجر نے "صواعق" میں اور حضرمی نے "رشفہ"[۱۴۴] میں نقل کیا ہے۔

اور حموینی نے حاکم ابی عبداللہ ابن بیع کے سلسلے سے محمد بن مظفر سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن محمد بن غزوان نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے علی بن جابر نے حدیث بیان کی ان کو محمد بن خالد حافظ ابن عبداللہ نے نقل کیا، ان کو محمد بن فضیل نے خبر دی، ان کو محمد بن سوقہ نے ابراہیم سے، ابراہیم نے اسود سے، اسود نے عبداللہ بن مسعود سے نقل کر کے بتایا کہ، رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس فرشتہ آیا اور بولا اے محمد! پوچھو ان رسولوں سے جو تم سے پہلے آئے ہیں کہ انہیں

کس بات پر مبعوث کیا گیا ہے؟ تو ان سب نے جواب دیا کہ آپ کی اور علی بن ابیطالبؑ کی ولایت پر۔

وہ کہتے ہیں کہ علیؑ سے روایت کی گئی ہے کہ "ولایت کو اصول دین میں سے ایک اصل قرار دیا گیا ہے"۔

اور حاکم ابن بیع کے سلسلہ سے نقل کیا ہے کہ ہم سے محمد بن علی نے نقل کیا ان سے احمد بن حازم نے بیان کیا ان سے عاصم بن یوسف یربوعی نے سفیان بن ابراہیم دلوی، انھوں نے اپنے باپ سے، انھوں نے ابی صادق سے نقل کیا ہے کہ علیؑ نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیادیں تین ہیں جن میں کوئی ایک چیز بھی دوسری کے بغیر فائدہ نہیں پہونچا سکتی اور وہ ہیں، نماز، زکات اور معاملات۔

اور عمر بن خطاب[۱۳۴] کا یہ قول پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جس کا مولا امیر المؤمنینؑ نہ ہو وہ مؤمن ہی نہیں۔

اور آلوسی[۱۳۵] اس آیت کے بارے میں کہتا ہے "وقفوہم انہم مسئولون" اس کے بارے میں چند اقوال کو نقل کرنے کے بعد کہ ان اقوال میں سب سے بہتر یہ ہے کہ سوال، عقائد و اعمال کے بارے میں ہوگا جن میں سرفہرست "لا الہ الا اللہ" ہے اور سب سے عمدہ قول یہ ہے کہ باز پرس "ولایت علیؑ" کے بارے میں ہوگی۔

اور بیہقی کے سلسلہ سے حافظ حاکم نیشاپوری سے ان کی اسناد کے ساتھ رسول اللہ سے منقول ہے کہ "قیامت کے دن جب اللہ تبارک و تعالیٰ اولین و آخرین کو اکٹھا کرے گا اور جہنم پر پل صراط قائم کرے گا تو وہی شخص اس پل سے گذر پائے گا جس کے پاس ولایت علی بن ابیطالبؑ کا پروانہ ہوگا"[۱۳۶]۔

اور ان دو آیتوں یعنی "وقفوہم انہم مسئولون" اور "سئل من ارسلنا قبلک من

وسلنا" کے اسی موضوع کے بارے میں نازل ہونے کے سلسلے میں جو کثیر مصادر ہمارے پاس موجود ہیں یا جن کو حفاظ نے حدیث برائت و جواز کی شکل میں نبی کریمؐ سے نقل کیا ہے ان سب کو نقل کرنے کی ہمارے پاس گنجائش نہیں۔

پس میں گمان نہیں کرسکتا کہ آپ کا ضمیر آزاد، ان الفاظ کے " خلافت" اور لوگوں پر "اولویت" کے علاوہ کسی اجنبی معنیٰ پر دلالت کرنے کی گواہی دے گا جب کہ یہ معنیٰ اصول دین میں سے ایک اصل ہیں اور ان کے انتفا سے ایمان منتفی ہوجاتا ہے اور کسی عامل کا عمل اس کے بغیر صحیح نہیں۔

یہ اولویت جس کو اصول دین میں شمار کیا گیا ہے اور یہ مولویت جس کے منتفی ہوجانے سے ایمان ختم ہوجاتا ہے جیسا کہ حضرت " عمر " کے کلام میں بیان ہوچکا ہے [۱۳۷] اس کی صراحت ایک اور مقام پر "عمر" نے ابن عباس سے کی ہے، جس کو "راغب" [۱۳۸] نے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں میں عمر بن خطاب کے ساتھ جارہا تھا، رات کا وقت تھا، وہ خچر پر سوار تھے اور میں گھوڑے پر اسی اثنا میں عمر نے وہ آیت پڑھی جس میں علی بن ابیطالبؑ کا ذکر تھا اور کہا اے فرزندان عبدالمطلبؑ! خدا کی قسم تم میں علیؑ مجھ سے اور ابو بکر سے زیادہ اس امر کے حقدار تھے میں نے اپنے دل میں کہا خدا مجھے نہ چھوڑے اگر میں علیؑ کو چھوڑ دوں، پس میں نے اس سے کہا "یہ آپ کہہ رہے ہیں اے امیر المؤمنین جبکہ کیا آپ نے اور آپ کے ساتھی نے اس امر کو ہم سے نہیں چھینا ہے؟ وہ بولے، ٹھیک ہے اے فرزندان عبدالمطلبؑ اب تو تم عمر بن خطاب کے اصحاب ہو، چنانچہ وہ آگے بڑھ گئے اور میں تھوڑا سا پیچھے رہ گیا تو عمر نے کہا، چلو، اور بولے کہ اپنی بات دہراؤ، میں نے کہا آپ نے ایسی بات کہی ہے کہ جس کا ہم نے جواب دیا ہے اگر آپ خاموش رہتے تو ہم بھی خاموش تھے۔ تب عمر بولے خدا کی

قسم ہم نے علیؑ سے دشمنی کی بنا پر ایسا نہیں کیا بلکہ ہم نے ان کو چھوٹا سمجھا اور ہمیں خوف ہوا کہ عرب و قریش ان پر متفق نہیں ہونگے چونکہ علیؑ نے ان کا خون بہایا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے یہ جواب دینے کا ارادہ کیا کہ رسول اللہؐ نے تو انہیں مبعوث فرمایا ہے پس رسول اللہؐ نے انہیں چھوٹا نہیں سمجھا لیکن آپ اور آپ کے ساتھی انہیں چھوٹا سمجھتے ہیں؟ پس عمر بن خطاب نے کہا کوئی حرج نہیں، آپ کا کیا خیال ہے؟ خدا کی قسم علیؑ کی اجازت کے بغیر نہ ہم کوئی فیصلہ کرتے ہیں اور نہ کسی چیز پر عمل کرتے ہیں۔

اور شرح نہج البلاغہ[۱۴۹] میں ہے کہ: عمر نے کہا: اے ابن عباس! خدا کی قسم آپ کے یہ ساتھی رسول اللہؐ کے بعد تمام لوگوں میں خلافت کے زیادہ حقدار تھے مگر ہم ان سے دو چیزوں کی بنا پر خائف تھے۔ ابن عباس نے پوچھا: وہ دو چیزیں کیا ہیں؟ اے امیرالمومنین! انھوں نے کہا: ایک یہ کہ علیؑ چھوٹے تھے اور دوسرے ان کو بنی عبدالمطلبؑ سے زیادہ محبت ہے اور ہم نے ان کو کمسن ہونے اور بنی عبدالمطلبؑ سے محبت کرنے کی بنا پر خلافت کے لیے ناپسند کیا[۱۵۰]۔

اور مطلوب معنی میں امیرالمومنینؑ کی ولایت کی گواہی نور اور حکمت ہے جو ان کے چاہنے والوں کے دلوں میں رکھ دی گئی ہے اسی لیے غدیر کا جشن منعقد کیا گیا اور اسی کی تعیین کے لیے انبیاءؑ مبعوث کیے جاتے رہے۔ جیسا کہ بیہقی[۱۵۱] کی نقل کردہ اس طویل حدیث میں وارد ہوا ہے۔ جس میں ابن عباس اور حمص کے ایک شامی کی گفتگو کا تذکرہ ہے۔ اس میں شامی کہتا ہے: اے ابن عباس! مجھے میری قوم نے جملہ اخراجات دے کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔ لہذا آپ مجھے میری حاجت پوری کیے بغیر نہیں لوٹا سکتے۔ اس لیے کہ میری قوم، علیؑ کے سلسلہ میں قریب یہ ہلاکت ہے۔ آپ میری قوم کی مشکل آسان

کیجیے۔ خدا آپ کی مشکل آسان کرے گا۔ ابن عباس نے کہا: اے شامی بھائی! اس امت میں علم و فضل کے لحاظ سے علیؑ ایسے ہی ہیں جیسے وہ عبد صالح تھے جن سے حضرت موسیٰؑ کی ملاقات ہوئی تھی۔ پھر آپ نے حدیث ام سلمہؓ کا ذکر کیا جس میں حضرت علیؑ کے بے شمار فضائل ہیں۔

شامی نے کہا: اے ابن عباس! آپ نے میرا سینہ، نور وصلت سے بھر دیا۔ آپ نے میری مشکل آسان کی۔ خدا آپ کی مشکل آسان کرے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ علیؑ میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا ہیں۔

"هذا صراط ربک مستقیماً قد فصلنا الآیات لقوم یذکرون" (۱۵۲)۔

۷۔ معنی حدیث کے بارے میں اقوال

معنی مولی کی حقیقت و حقانیت اس قدر واضح اور اظہر من الشمس ہو گئی ہے کہ اب دشمن کے لیے اسے تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔ البتہ جو شخص ہٹ دھرمی اور راہ حقیقت و دین سے انحراف پر تل جائے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ہم نے کچھ ایسے علماء کے اقوال جمع کیے ہیں جنہوں نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس حقیقت کا اعتراف اور اعلان کیا ہے۔ آپ بھی ان کے اصلی اقوال ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ ابن زولاق حسن بن ابراہیم ابو محمد مصری متوفی ۳۸۷ھ "تاریخ مصر" میں رقمطراز ہیں: ۱۸ ذی الحجہ ۳۶۲ھ کو جو غدیر کا دن تھا مصر اور مغاربہ کے لوگ دعا کے لیے جمع ہوئے اس لیے کہ وہ عید کا دن تھا چونکہ رسول اکرمؐ نے علی بن ابیطالبؑ کو منصب خلافت سپرد کیا تھا (۱۵۳)۔

ابن زولاق کے اس کلام سے کہ جو خالص عرب تھا یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس نے اس لفظ سے وہی معنی اخذ کیے ہیں جو ہماری مراد ہیں۔ اور ان کی نظر میں یہ دن صرف امیرالمومنینؑ کے خلیفہ بنائے جانے کا دن ہے۔

۲۔ امام ابوالحسن واحدی متوفی ۴۶۸ھ حدیث غدیر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ ولایت جس کو نبی کریمؐ نے اثبات کیا ہے، قیامت کے دن اسی کے بارے میں پوچھا جائے گا (پوری عبارت کے لیے اس فصل کی سابقہ بحث ملاحظہ فرمائیے)۔

۳۔ حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی متوفی ۵۰۵ھ اپنی کتاب "سر العالمین" میں کہتے ہیں: علماء کے درمیان ترتیب و تحصیل خلافت میں اختلاف ہے کہ اس کے حصول کا طریقہ کیا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اس کے حصول کا ذریعہ نص ہے۔ اور اس مسئلہ میں ان کی دلیل قرآن مجید میں پروردگار عالم کا یہ ارشاد ہے "قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونهم او یسلمون، فان تطیعوا یؤتکم الله اجراً حسناً و ان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذاباً شدیداً" اور رسولؐ کے بعد ابو بکر نے لوگوں کو اپنی طاعت کا حکم دیا تو انھوں نے تسلیم کیا۔ اور اس آیت کے بارے میں بعض مفسرین کا قول ہے "و اذ اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثاً" کہ حدیث میں پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا ہے: اے حمیراء تمہارا باپ میرے بعد خلیفہ ہو گا۔ ایک بیوی نے پوچھا کہ: حضورؐ جب آپ نہیں رہیں گے تو ہم کس کی طرف رجوع کریں؟ تو حضرت نے ابو بکر کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور اس لیے بھی کہ ابو بکر نے ہی مسلمانوں کو بتایا تھا کہ رسول اللہؐ باقی ہیں اور امامت دین کا ستون ہے۔

یہ ہے ان لوگوں کا نظریہ جو نصوص کے قائل ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے تاویل کی ہے اور کہا ہے: اگر علیؑ پہلے خلیفہ ہوتے تو ہم ان سے خلافت سلب نہ کرتے اور نہ

اتنی فتوحات ہوتیں اور نہ ہی مسلمانوں کے فضائل ابھر کر سامنے آتے اور ہاں! علیؑ کے چوتھے خلیفہ ہونے میں بالکل اسی طرح کوئی قباحت نہیں ہے جس طرح حضورؐ کے آخری نبی ہونے میں کوئی قباحت نہیں۔

جن لوگوں نے اس طریقے سے عدول کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں یہ بالکل سست اور باطل تاویل ہے جو تمہارے خیالات و خواہشات کی پروردہ ہے۔ حالانکہ خلافت کا حصول بھی میراث کے حصول کی طرح ہے جیسے داؤد، زکریا، سلیمان اور یحییٰ موروثی خلیفہ تھے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ازواج بھی خلافت میں آٹھویں حصے کی حقدار ہیں۔ لیکن یہ نظریہ باطل اور مردود ہے۔ اس لیے کہ اگر خلافت موروثی ہوتی تو "عباس" اس کے زیادہ حقدار تھے

لیکن حجت و برہان نے خلافت کے چہرے کو بالکل نمایاں کر دیا ہے اور غدیر کے دن پیغمبرؐ کے خطبہ میں موجود حدیث کے متن پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" جس کے بعد عمر نے کہا "بخ بخ یا اباالحسن لقد اصبحت مولای و مولی کل مؤمن و مؤمنۃ" مبارک ہو! مبارک ہو! اے ابوالحسن! آپ میرے اور ہر مؤمن و مؤمنہ کے مولا ہوگئے۔ یہ نظریہ مسلم، پسندیدہ اور محکم ہے۔

اس کے بعد جب ریاست کی خواہش غالب آگئی خلافت کے مختلف دعویدار پیدا ہو گئے۔ اور خواہشات پرستی نے خلافت کو جھنڈوں، پھریروں، لشکروں کے ہجوم اور شہروں کی فتح کے بکھیڑوں میں لاکھڑا کیا۔ خواہشات کے پیالہ نے ان کو ایسا سرمست کیا کہ وہ دور جاہلیت کے اختلاف کی طرف پلٹ گئے۔ قرآن مجید سے منہ موڑ لیا اسے قلیل قیمت پر بیچ ڈالا اور یہ انھوں نے بہت برا سودا کیا۔[۱۵۴]

۲۔ شمس الدین سبط ابن جوزی حنفی متوفی ۶۵۴ھ[۱۵۵] کہتے ہیں: علمائے تاریخ کا اتفاق ہے کہ واقعۂ غدیر" نبیؐ کی آخری حج سے واپسی کے بعد ۱۸ ذی الحجہ کو وقوع پذیر

ہوا۔ صحابہ جمع تھے جن کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ حضورؐ نے فرمایا "من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ" تا آخر حدیث۔ آنحضورؐ نے کسی کنائے اور اشارے سے کام نہیں لیا بلکہ واضح لفظوں میں اس چیز کو بیان کیا ہے۔

اور ابواسحاق ثعلبی اپنی تفسیر میں اپنی اسناد کے ساتھ ذکر کرتے ہیں "نبی کریمؐ نے جب علیؑ کی ولایت کا اعلان فرمایا تو یہ بات اطراف عالم اور ہر شہر و قریہ میں پھیل گئی اس کے بعد آیۃ "سئل سائل" میں جو کچھ بیان ہو چکا ہے اس کو بھی ثعلبی نے لکھا ہے[۱۵۱]۔ اس کے بعد کہتے ہیں، رہ گیا حضورؐ کا یہ ارشاد "من کنت مولاہ" تو اس کے بارے میں علمائے عربی کا کہنا ہے کہ لفظ "مولیٰ" کے کئی معنی ہیں۔ چنانچہ ثعلبی نے اس کے نو (۹) معانی لکھے ہیں اور پھر لکھا ہے "والعاشر بمعنی الاولیٰ" یعنی اس کے دسویں معنی "اولیٰ" ہیں جس کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے "فالیوم لا یؤخذ منکم فدیۃ و لا من الذین کفروا، ماویکم النار ھی مولاکم" یعنی آج فدیہ نہ تم سے اور نہ ہی کفار سے لیا جائے گا تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اس کے بعد ثعلبی نے ایک ایک معنی کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ ان میں سے کوئی معنی بھی مراد نہیں بلکہ حدیث سے جو معنی مراد ہیں وہ ہیں "طاعت مخصوصہ" پس دسویں معنی مراد ہیں اور وہ ہیں "اولیٰ" جس کا مطلب یہ ہو گا کہ میں جس کے نفس پر اس سے زیادہ اولویت رکھتا ہوں، علیؑ بھی اس کے نفس پر اس سے اولیٰ ہے۔ اور اسی معنی کی تصریح حافظ ابوالفرج یحیی بن سعید ثقفی اصفہانی نے اپنی کتاب "مرج البحرین" میں کی ہے انہوں نے اپنے مشائخ سے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے۔ پس رسول اللہؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا "من کنت ولیہ و اولیٰ بہ من نفسہ فعلیؑ ولیہ"۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام معانی کی بازگشت دسویں معنی کی طرف ہے اور اس پر

حضورؐ کا یہ قول بھی دلالت کرتا ہے "الست اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم؟" اور یہ حضرت علیؑ کی امامت اور ان کی طاعت کے لازم ہونے کی نص صریح ہے۔ اور اسی طرح آنحضورؐ کا یہ ارشاد گرامی بھی کہ "وادر الحق معه حیثما دار و کیفما دار" اور حق کو علیؑ کے ساتھ ادھر ہی موڑ دے جدھر وہ مڑیں۔

۵۔ کمال الدین ابن طلحہ شافعی[۱۵۰] متوفی ۶۵۲ھ حدیث غدیر اور اس کے بارے میں آیۂ تبلیغ کے نزول کے تذکرہ کے بعد کہتے ہیں اور حضورؐ کا یہ ارشاد کہ "من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ" لفظ "مَن" پر مشتمل ہے جس کو عموم کے لئے وضع کیا گیا ہے جس کا اقتضاء یہ ہے کہ ہر وہ انسان جس کے مولا رسول اللہؐ تھے علیؑ اس کے مولا ہیں اور لفظ "مولیٰ" پر مشتمل ہے اور یہ ایسا لفظ ہے جو متعدد معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہ قرآن کریم میں کہیں "اولیٰ" کے معنی میں آیا ہے چنانچہ منافقین کے بارے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ماؤیکم النار ھی مولاکم" جس کے معنی ہیں آگ ان کے لیے اولیٰ ہے۔ پھر انھوں نے اس کے معانی میں ناصر، وارث، صدیق، عصبہ، حمیم اور معتق کو ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ اگر یہ لفظ ان معانی کے لیے آیا ہوتا تو آپ اسے کن معنی میں استعمال کرتے؟ یا "اولیٰ" میں استعمال کرتے، جیسا کہ بعض حضرات نے کیا ہے۔ یا "صدیق حمیم" (گہرا دوست) کے معنی میں استعمال کرتے تو ایسی صورت میں حدیث کے معنی یہ ہوں گے کہ جس کے لیے میں اولیٰ، ناصر، وارث، عصبہ، حمیم اور صدیق ہو علیؑ بھی اس کے لیے ایسے ہی ہیں یہ صراحت ہے اس بات کی کہ یہ منقبت عظمیٰ علیؑ کے لیے مخصوص ہے۔ اور حضورؐ نے دوسروں کے لیے علیؑ کو اپنے جیسا قرار دیا ہے کہ جس جس پر لفظ "مَن" کا اطلاق ہوتا ہے اور اس چیز کو علیؑ کے علاوہ کسی اور کے لیے مخصوص نہیں فرمایا۔

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حدیث آیۂ مباہلہ میں، خداوند متعال کے اسرار پر

سے پردہ اٹھاتی ہے جس میں ہے "قل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم و نسائنا و نسائکم و انفسنا و انفسکم" نفس سے مراد، نفس علیؑ ہے۔ جب اللہ تعالی نے نفس رسول اور نفس علیؑ میں مقارنت رکھی ہے اور ان کو ایسی ضمیر کے ذریعہ جمع کیا ہے جس کی اضافت رسولؐ کی طرف ہے، تو رسولؐ نے اس حدیث کے ذریعہ علیؑ کے لیے اس چیز کو ثابت کیا ہے جو خود رسولؐ کے لیے ثابت تھی حضورؐ تمام مؤمنین پر "اولی" تھے، تمام مؤمنین کے ناصر تھے، تمام مؤمنین کے سردار تھے۔ اور ہر وہ معنی کہ جس کا رسولؐ کے لیے اثبات ممکن ہو اور لفظ مولی اس پر دلالت کرتا ہو اس کو آپؐ نے علیؑ کے لیے قرار دیا ہے۔ پس یہ ایک بلند مرتبہ ہے، عظیم منزلت ہے، اعلیٰ درجہ ہے اور ایسا رفیع الشان مقام ہے جس کو حضورؐ نے علیؑ کے لیے مخصوص کیا ہے کسی اور کے لیے نہیں اسی لیے وہ دن محبان علیؑ کے لیے خوشی اور عید کا دن قرار پایا۔

اس کی تشریح و توضیح

جان لو! خداوند متعال اپنے نور سے تمہیں اسرار تنزیل سے آگاہ کرے اور اپنے لطف سے تمہیں ایسی بصیرت عطا کرے جو تمہیں سیدھے راستے پر لے جائے کہ، جب لفظ مولی کے ایک معنی ناصر ہیں اور حدیث کے معنی ہیں جس کا میں مولا ہوں۔ علیؑ بھی اس کے ناصر ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نبیؐ نے علیؑ کو صیغہ عموم کے ذریعہ ہر اس شخص کا ناصر قرار دیا ہے جس کے ناصر رسولؐ تھے۔

یہ صفت، یعنی "ناصریت" نبی نے اس وقت علیؑ کے لیے ثابت کی جب اس کو خداوند سبحان نے علیؑ کے لیے ثابت کیا۔ اس لیے کہ امام ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ایک مرفوع سند کے ذریعہ، اسماء بنت عمیس سے نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں، جب یہ آیت

نازل ہوئی "و ان تظاهرا علیه فان الله هو مولاه و جبریل و صالح المؤمنین" تو میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا "صالح مومنین، علیؑ ہیں"۔

خداوند متعال نے اپنے رسولؐ پر نازل کردہ اس آیت میں جب اس بات کی خبر دی ہے کہ اللہ، جبرئیل اور علیؑ ان کے ناصر ہیں تو ناصریت علیؑ کیے لیے ثابت ہو جاتی ہے۔ تو نبیؐ نے قرآن کریم کی اتباع میں اس صفت کو علیؑ کے لیے ثابت کیا ہے۔

اس کے بعد حضورؐ نے واضح الفاظ میں اس صفت کے لوازم کا تذکرہ علیؑ کے لیے فرمایا ہے اس کو حافظ ابو نعیم [۱۵۸] نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے علیؑ، حضورؐ کی خدمت میں آئے تو حضورؐ نے فرمایا، مرحبا اے سید مسلمین و امام متقین، سیادت مسلمین اور امامت متقین چونکہ پیغمبرؐ کی خصوصیتیں تھیں، خداوند متعال نے نفس علیؑ کو نفس پیغمبرؐ سے تعبیر فرما دیا اور انھیں صفات پیغمبرؐ کا حامل ٹھہرایا۔ (غور کیجیے)

اس کے بعد حضورؐ اسی بنا پر ہمیشہ اپنی صفتوں سے علیؑ کو متصف فرماتے تھے جیسے ہم نے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ حافظ [۱۵۹] نے اپنی سند کے ساتھ انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے ابو برزہ سے ارشاد فرمایا جسے میں سن رہا تھا: اے ابو برزہ خدا نے مجھ سے علی بن ابیطالبؑ کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ وہ علم ہدایت، منار ایمان میرے اولیاء کے امام اور جملہ اطاعت گذاروں کے نور ہیں اے ابو برزہ! علی امام متقین ہیں جو ان سے محبت کرے اس نے مجھ سے محبت کی اور جو ان سے بغض رکھے اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ تم یہ خوشخبری علیؑ کو سنا دو۔

اس حدیث کے واضح ہو جانے کے بعد اس حکمت کا بھی پتہ چل گیا جس کی بنا پر حضور نے اکثر صفتیں علیؑ کے لیے مخصوص فرمائی ہیں کسی اور کے لیے نہیں فرمائیں اور غور و فکر کرنے والوں کو اس کے بارے میں سوچنا چاہیے [۱۶۰]

۲۔ صدر الحفاظ، فقیہ حرمین ابو عبداللہ گنجی شافعی متوفی ۶۵۸ھ حضرت علیؑ کے لیے رسول خداؐ کے اس قول مبارک کہ اگر میں کسی کو خلیفہ بناتا تو تم سے زیادہ حقدار کوئی نہیں تھا، چونکہ تم سب سے پہلے اسلام لائے، رسولؐ کے قرابتدار ہو اور فاطمہ زہرا سیدہ نساء عالمین تمہارے پاس ہیں، کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ حدیث اگرچہ عدم استخلاف پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن حدیث غدیر خم تولیت پر دلیل ہے جو استخلاف ہے اور حدیث غدیر خم ناسخ ہے۔ اس لیے کہ اس کو حضورؐ نے اپنی عمر مبارک کے آخری حصے میں ارشاد فرمایا تھا۔

۷۔ سعید الدین فرغانی متوفی ۶۹۹ھ کہتے ہیں، جیسا کہ ذہبی نے "العبر" میں، قصیدۃ تائیہ ابن فارض حموی متوفی ۵۷۶ھ کی شرح میں ذکر کیا ہے جس کا پہلا شعر یوں ہے:

سقتنی حمیا الحب راحۃ مقلتی　　و کاسی محیا من عن الحسن جلت

اس کے اس شعر کی شرح میں لکھا ہے۔

و اوضح بالتاویل ما کان مشکلاً　　علی بعلم ناله بالوصیۃ

اور اسی طرح یہ بیت بھی مبتدا ہے جس کی خبر محذوف ہے اس میں جو بات محذوف ہے وہ یہ ہے کہ علیؑ کا کتاب و سنت کے مشکل مقامات کو نبیؐ سے حاصل شدہ علم کی روشنی میں تاویل کے ذریعے بیان کرنا۔ کہ نبیؐ نے علی کو اپنے اس قول مبارک کے ذریعہ اپنا وصی اور قائم مقام قرار دیا تھا۔ اور وہ قول ہے "من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ" یہ قول غدیر خم میں ارشاد فرمایا تھا جس کے بارے میں علیؑ نے اپنے چند اشعار میں فرمایا ہے۔

و اوصانی النبیؐ علی اختیاری　　لامته رضی منه بحکمی

و اوجب لی ولایته علیکم　　رسول للہ یوم غدیر خم

اور غدیر خم مدینہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ایسے راستے میں ایک چشمہ ہے جس

راستہ کو آجکل "طریق المشاۃ الی مکہ" کہتے ہیں۔

وصیت سے حاصل شدہ علم کی تاویل میں یہ بیان لاتعداد فضائل و کمالات کا مظہر ہے جس سے رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو مخصوص فرمایا اور ان کو سلام و درود کا وارث قرار دیا۔ راوی کہتا ہے کہ رہ گیا علم کشف اور قرآن مجید کے مشکلات کے حل کرنے میں حضرت علیؑ کا حصہ تو یہ آنحضورؐ کے خاص الخاص معجزات میں سے ہے جس کے بارے میں واضح ترین ارشاد ہے کہ "انا مدینة العلم و علی بابها" اور "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اور اس کے علاوہ متعدد فضائل ایسے ہیں جن کا شمار ممکن نہیں۔

۸۔ علاء الدین ابوالمکارم سمنانی بیاضی کی متوفی ۷۳۶ھ "عروۃ الوثقی" میں لکھتے ہیں۔ آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کے لیے ارشاد فرمایا "انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ و لکن لا نبی بعدی" اور غدیر خم میں آخری حج کے بعد مہاجرین و انصار کے جم غفیر میں آپ کو ہاتھوں پر بلند کر کے ارشاد فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اللهم وال من والاہ و عاد من عاداہ" اور یہ حدیث ایسی ہے جس کے صحیح ہونے پر سب متفق ہیں۔ پس آپ اولیاء کے سردار قرار پائے اور آپ کا قلب قلب محمدؐ پر تھا اور اسی راز کی جانب، سید صدیقین، یار غار حضرت ابوبکر نے اس وقت اشارہ کیا جب آپ نے ابوعبیدہ جراح کو حضرت علیؑ کو بلانے کے لیے بھیجا۔ اے ابوعبیدہ تم اس امت کے امین ہو میں تمہیں ایسے شخص کی جانب بھیج رہا ہوں جس کا مرتبہ اسی شخص کے جیسا ہے جسے ہم نے کل ہی کھویا ہے۔ تمہارے لیے ضروری ہے کہ تم اس کے ساتھ ادب سے گفتگو کرنا۔

۹۔ حسن بن محمد طیبی متوفی ۷۴۳ھ "الکاشف" میں حدیث غدیر کی شرح میں لکھتے ہیں: آنحضورؐ کا یہ ارشاد کہ "انی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم" اس معنی کا حامل ہے کہ "النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم" یہ ارشاد مطلق ہے جس میں یہ نہیں کہ کس چیز میں وہ

مؤمنین کے نفوس پر ان سے زیادہ حق رکھتے ہیں. لیکن بعد کے ارشاد میں اس کو مقید کیا گیا ہے کہ " وازواجه امهاتهم " تاکہ یہ ظاہر فرمائیں کہ وہ آنحضورؐ ، باپ کی جگہ ہیں، اور ابن مسعود کی قرائت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ " النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم و هو اب لهم " اور مجاہد کا قول ہے کہ " کل نبی فهو ابو امته " ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے اسی لیے مؤمنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں. بنابر این حضورؐ کے اس قول مبارک " من کنت مولاہ فعلی مولاہ " میں یہ شباہت پائی جاتی ہے کہ علی باپ کے مانند ہیں. لہذا امت پر ان کا احترام، ان کی توقیر اور ان کے ساتھ نیکی واجب ہے اور حضرت علیؑ پر بھی واجب ہے کہ ان کے ساتھ اس طرح نرمی سے پیش آئیں جیسے باپ اولاد کے ساتھ پیش آتا ہے اسی لیے عمر نے یہ کہہ کر آپ کو مبارکباد دی تھی " یابن ابیطالبؑ اصبحت و امسیت مولی کل مؤمن و مؤمنة "

۱۰۔ شہاب الدین بن شمس الدین دولت آبادی متوفی ۱۰۴۹ھ نے "ہدایۃ السعداء" اور " التشریع " میں لکھا ہے کہ ابوالقاسمؒ کا بیان ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ علی، عثمان سے افضل ہیں وہ غلط نہیں کہتا. اس لیے کہ ابو حنیفہ اور ابن مبارک کا قول ہے کہ جس شخص کا یہ دعویٰ ہو کہ علی، افضل العالمین یا افضل الناس یا اکبرالکبراء ہیں وہ غلط نہیں، اس لیے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے اور دور خلافت میں سب سے افضل تھے. جیسا کہ نبی کریمؐ کا یہ ارشاد گرامی ہے " من کنت مولاہ فعلی مولاہ " جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں یعنی اپنے دور خلافت میں اور اس طرح کا کلام قرآن مجید، احادیث اور اقوال علماء میں ناقابل احصاء ہے.

اور "ہدایۃ السعداء"، "حاصل تمہید" اور "دستور الحقائق" میں خلافت ابوبکر کے بارے میں ہے کہ: جب مکہ سے واپس ہوئے تو "غدیر خم" میں اترے. اونٹوں کے پالان

جمع کرنے کا حکم دیا۔ پھر ان کا منبر بنا کر آپ اس پر جلوہ افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا "الست اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم؟" سب نے کہا: ہاں! تب نبیؐ نے ارشاد فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ و انصر من نصرہ و اخذل من خذلہ" اور پروردگار عالم نے یہ آیت نازل فرمائی "انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوۃ و یؤتون الزکاۃ و ھم راکعون" اہل سنت کا کہنا ہے کہ حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" سے مراد ان کا دور خلافت ہے[۲۲]۔

۱۱۔ ابو شکور محمد بن عبد السعید بن محمد کشی سالمی حنفی "التمہید فی بیان التوحید" میں کہتے ہیں کہ روافض کا قول ہے کہ امامت علی بن ابیطالبؑ کے لیے منصوص ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبیؐ نے ان کو اپنا وصی اور اپنے بعد خلیفہ قرار دیا ہے۔ چونکہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا "اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ الا انہ لا نبی بعدی" کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے نزدیک ایسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ کے نزدیک مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اب چونکہ حضرت ہارونؑ، حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ تھے لہذا علیؑ بھی خلیفہ ہیں۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ نبیؐ نے مکہ سے واپسی پر غدیر خم کے میدان میں ان کو لوگوں کا ولی و سرپرست قرار دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اونٹوں کے پالان جمع کیے ان کا منبر بنایا۔ اس کے بعد آپؐ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور ارشاد فرمایا "الست اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم؟" کیا میں مومنین کے نفوس پر ان سے اولیٰ نہیں ہوں؟ سب نے کہا ہاں! تب حضورؐ نے فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اللھم! وال من والاہ و عاد من عاداہ و انصر من نصرہ و اخذل من خذلہ" اور خداوند متعال کا ارشاد ہے "انما ولیکم اللہ و رسولہ و الذین آمنوا الذین یقیمون الصلوۃ و یؤتون الزکاۃ و ھم راکعون" یہ آیت کریمہ، حضرت

علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے جو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ علیؑ، رسول اللہؐ کے بعد لوگوں میں سب سے اولیٰ تھے۔

پھر موصوف نے مذکورہ باتوں کا جواب دیا ہے، کہتے ہیں کہ رہ گیا یہ قول کہ نبیؐ نے حضرتؑ علیؑ کو ولی مقرر فرمایا ہے، تو ہمارا جواب یہ ہے کہ آپؐ نے ان کے دور میں یعنی عثمان کے بعد اور معاویہ کے زمانہ میں ولی بنایا ہے۔ ہمارا یہی نظریہ بھی ہے اور آیۂ کریمہ کا جواب بھی یہی ہے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ علیؑ اس دلیل کے تحت اپنے دور میں، عثمان کے بعد لوگوں کے ولی اور امیر تھے لیکن آیا اس دور سے پہلے بھی ولی و امیر تھے تو آیت اس امر پر دلالت نہیں کرتی[۱۴]۔

۱۲۔ ابن باکثیر مکی شافعی متوفی سنہ ۱۰۴۷ھ، "وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل" میں مختلف طریقوں سے حدیث غدیر کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں دار قطنی نے فضائل میں معقل بن یسارؓ سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: میں نے ابو بکرؓ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: علی بن ابیطالبؑ، رسول اللہؐ کی عترت ہیں یعنی وہ حضرات جن سے متمسک ہونے اور ہدایت حاصل کرنے پر آنحضورؐ نے اکسایا ہے اس لئے کہ وہ نجوم ہدایت ہیں جو ان کی اقتدار کرے گا وہ ہدایت یافتہ ہے۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علیؑ، کو اس لئے مخصوص کیا ہے کہ وہ اس شان کے امام اور شہر علم و عرفان کے دروازہ ہیں پس وہ ائمہ کے امامؑ اور عالم امت ہیں۔ اور حضرت ابو بکر نے یہ تخصیص پیغمبرؐ کی اتباع میں کی ہے اس لیے کہ حضورؐ نے غدیر خم میں آپ کو مخصوص فرمایا تھا۔ اور یہ حدیث صحیح ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور صحابہ کے ایک جم غفیر سے اس کی روایت کی گئی ہے جو شائع اور مشہور ہے اور اس کے لئے حجۃ الوداع کا مجمع ہی کافی ہے۔

۱۴۔ سید امیر محمد یمنی متوفی ۱۱۸۲ھ "الروضۃ الندیۃ شرح التحفۃ العلویۃ" میں متعدد طریقوں سے حدیث غدیر کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں "فقیہ حمید" نے اس حدیث کے معانی کے بارے میں بہت طویل گفتگو کی ہے اس کے بعض حصہ کو ہم نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ انہی اقوال میں سے ایک یہ ہے کہ حضورؐ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اور لفظ مولیٰ کو اگر بغیر قرینہ کے استعمال کیا جائے تو اس سے مالک متصرف کے معنی سمجھ میں آئیں گے۔ اور اگر بنیادی طور پر اس کے معنی متعدد ہوں کہ جن میں سے ایک معنی مالک متصرف ہیں اور سی لیے کہا جاتا ہے "ھذا مولی القوم" یہ قوم کا مولی ہے تو سمجھ میں یہ تبادر ہوتا ہے کہ یہ ان کے امور میں مالک متصرف ہے۔ پھر ناصر، ابن عم، معتِق، اور معتَق، کو شمار کیا ہے۔ اور کہا ہے۔ انہی میں سے ایک معنی "اولیٰ" ہے چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے "و ماویکم النار ھی مولاکم" یعنی وہ تمہارے لیے اور تمہیں سزا دینے کے لیے زیادہ سزا وار ہے۔ اگر لفظ مولیٰ سے ذہنوں میں مالک متصرف تبادر نہ ہوتا تو یہ لفظ تمام معانی کی طرف مساوی طور پر منسوب ہوتا اور ہم بھی اس کے وہی سب معانی مراد لیتے صرف وہ معانی مراد نہ لیتے جو حضرت علیؑ کے لیے سزاوار نہیں جیسے معتق و معتق۔ پس مالک متصرف بھی اس میں داخل ہوتا، اور جب وہ مؤمنین کے نفوس پر ان سے اولیٰ ہیں تو وہ امام ہیں چنانچہ اسی قبیل سے پیغمبر اکرمؐ کا یہ قول ہے "من کنت مولاہ فھذا ولیہ" جس کا میں ولی ہوں اس کا یہ ولی ہے۔ اور ولی کے معنی مالک تصرف کے ہیں چونکہ ذہن میں یہی تبادر ہوتا ہے۔ چاہے وہ دوسرے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہو اسی بنا پر پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا "والسلطان ولی من لا ولی لہ" جس کا کوئی ولی نہ ہو سلطان اس کا ولی ہوتا ہے اس سے مراد عقد نکاح میں سرپرست ہے۔ یعنی جس کا کوئی حقیقی رشتہ دار نہ ہو امام اس کا سرپرست ہوتا

ہے. پس جب تخصیص پر کوئی دلیل نہ ہو تو تمام معانی کو اس پر حمل کرنا واجب ہے۔

۱۴۔ شیخ احمد عجیلی شافعی "ذخیرۃ المآل شرح عقد جواہر اللآل فی فضائل الآل" میں حدیث غدیر اور حارث بن نعمان فہری کا قصہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ اس امر کی سب سے قوی دلیل ہے کہ علیؑ امامت، خلافت، صداقت، نصرت اور اتباع کے لیے حالات اوقات اور خصوص و عموم ہر اعتبار سے اولیٰ و افضل ہے

اور اس میں ماسبق کی رد و تردید نہیں. اور نہ اس امر کی مخالفت ہے کہ یمن میں کسی شخص نے جو آپ کے ہمراہ تھا آپ کے بارے میں کچھ کہا. لیکن جب حضورؐ حج سے فارغ ہوئے تو آپ نے آپ کی قدر و منزلت پہچنوانے کے لیے یہ ارشاد فرمایا. جیسا کہ بریدہ، علی سے بغض رکھتا تھا. جب آپ یمن گئے تو اس نے کوئی لغزش دیکھی جس کا تذکرہ اس نے نبیؐ سے کر دیا یہ سن کر حضورؐ کے چہرۂ اقدس کا رنگ متغیر ہو گیا. حضرت نے فرمایا! اے بریدہ! کیا میں مومنین کے نفوس پر ان سے اولیٰ نہیں ہوں؟ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے. اے بریدہ! علی پر الزام مت لگاؤ. اس لیے کہ علی مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں اور وہ میرے بعد تمہارے ولی ہیں[۱۴]۔

"و هدوا الی الطیب من القول و هدوا الی صراط الحمید"[۱۵]۔

۸۔ معانی حدیث کے سلسلہ میں توضیح واضح

معنی حدیث کے بارے میں حق کا اعتراف کرنے والے بہت سے افراد کی اس حق کے لازمہ سے چشم پوشی نے کہ جو اظہر من الشمس ہو چکا ہے. ہمیں یہ بات منعقد کرنے پر مجبور کیا ہے اور وہ حق بات یہ ہے کہ جب رسول اللہؐ کی خلافت ہمارے مولا امیرالمومنینؑ کے لیے ثابت ہے تو اس کا لازمہ یہ ہے کہ یہ خلافت بلا فصل ہونا چاہیے۔

جیسا کہ بادشاہ جب کسی کو منصوب کرتا ہے یا مرنے والا جب کسی کو وصی بناتا ہے تو یہ دونوں بلا فصل ہوتے ہیں۔

کیا گواہوں یا دوسروں میں سے کوئی یہ احتمال دے سکتا ہے کہ ملوکیت یا وصایت بادشاہ یا موصی کی موت کے ایک عرصہ کے بعد ثابت ہو؟ یا پہلے کچھ اور لوگ یہ عہدہ سنبھالیں اور اس کے بعد جس کا حق ہے وہ اس عہدہ پر فائز ہو؟

اور اس نصؑ کے بعد کیا یہ معقول ہے کہ ملوکیت یا وصایت کے امر کو ملک یا موصی کے بعد کچھ اور لوگوں کو منتخب کر کے ان کے حوالے کر دیا جائے؟ جیسا کہ اس شخص کے لیے ہوتا ہے جس نے کوئی وصیت وغیرہ نہ کی ہو؟ بخدا ایسا وہی کر سکتا ہے جو حق سے دور ہو جائے کیا ان انتخاب کرنے والوں سے کوئی پوچھ سکتا ہے کہ اگر بادشاہ کی نظر میں کوئی اور ہوتا یا موصی کا رجحان کسی اور کی طرف ہوتا تو وہ اس کی صراحت کیوں نہ کرتے؟

پس یہ رجال کہاں ہیں؟ جو ان لوگوں سے یہ پوچھیں کہ خلافت جو حضرت علیؑ کے لیے نصؑ یوم غدیر سے ثابت ہے یہ عثمان کے بعد ان کے دور خلافت میں ہے۔ کیا رسول اللہؐ اپنے ابن عم سے پہلے والوں کو نہیں جانتے تھے یا ان کے موقف سے آگاہ نہیں تھے۔ یا ان کی ہٹ دھری کا ان کو علم نہیں تھا۔ پس آپؐ نے نصؑ کو علیؑ کے لیے کیوں مخصوص فرمایا؟ جبکہ آپ کو خوف تھا کہ آپ کی رحلت قریب ہے اور آپؐ نے موجودین کو حکم دیا کہ وہ علیؑ کی بیعت کریں۔ ار جو حاضر ہے وہ غائب کو بتائے؟

اگر اس امر میں ان کا کوئی حصہ آپ کو نظر آتا تھا تو پھر آپ نے بیان کو وقت حاجت سے موخر کیوں کیا؟ جبکہ یہ دین کا اہم فریضہ اور دین کی اصل تھی۔ آراء کا اس کے بارے میں مختلف ہونا طبعی تھا اور ایسا ہوا بھی۔ پس نبی رحمتؐ نے کس جواز کے تحت اپنی امت کو دین کے اہم ستون سے محروم رکھا؟

نبی رحمتؐ نے ہرگز ایسا نہیں کیا مگر قوم کا گذشتگان کے بارے میں حُسنِ ظن کہ جو خلافت کے ساتھ کھلواڑ کر رہے تھے۔ اور اس کے حقیقی وارث پر یہ کہہ کر حملہ کر رہے تھے کہ ان کی عمر کم ہے اور وہ بنی عبدالمطلبؑ سے محبت کرتے ہیں جیسا کہ پہلے عرض ہو چکا ہے۔ اس حُسنِ ظن نے مجبور کیا کہ وہ معنیٰ نص سے ہٹ کر خلافت کو خلافت صوری ثابت کریں۔

لیکن رسول اللہؐ کے ساتھ حسن یقین، ہمیں اس امر پر قائم رکھتا ہے کہ آنحضورؐ نے امت کے سامنے واضح طور پر اعلان کر دیا تھا۔

"هدانا الله الى سواء السبيل"

"هذا كتاب انزلناه مبارك، فاتبعوه واتقوا لعلكم ترحمون"

حوالہ جات:-

۱۔ ان کے حالات زندگی اور غدیری قصائد کی تفصیل، ذکر الغدیر کی ج ا اور ج ۱۱ میں ہے۔

۲۔ چوتھی فصل کی دوسری بحث میں حدیث تہنیت کے مصادر پوری تفصیل سے بیان ہو چکے ہیں۔

۳۔ تفسیر فیروز آبادی ص ۳۴۲۔

۴۔ محمد بن سائب مفسر و ماہر نسب متوفی ۱۴۶ھ مقام کوفہ، فخر رازی نے ان سے اپنی تفسیر ج ۳ ص ۹۲ پر نقل کیا ہے۔

۵۔ تفسیر رازی ج ۸ ص ۹۲

۶۔ گذشتہ حوالہ

۷۔ شرح المواقف ج ۳ ص ۲۷۶۔

۸۔ صحیح بخاری ج ۷ ص ۲۳۰۔

۹۔ القرطین ج ۲ ص ۱۴۳۔

۱۰۔ تفسیر طبری ج ۹ ص ۱۱۷۔

۱۱۔ العمدہ ص ۵۵۔

۱۲۔ مطالب السؤول ص ۱۲۔

۱۳۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۹۔

۱۴۔ شرح المقاصد ص ۲۸۸

۱۵۔ الفصول المہمہ ص ۲۸۔

۱۶۔ تاج التفاسیر ج ۲ ص ۱۹۷۔

۱۷۔ النور السباری ج ۷ ص ۲۳۰۔ حاشیہ صحیح بخاری۔

۱۸۔ نور الابصار ص ۷۸۔

۱۹۔ تحصیل عین الذھب ج ۱ ص ۲۴۔ حاشیہ کتاب سیبویہ۔

۲۰۔ الکشاف ج ۲ ص ۳۲۵

۲۱۔ تفسیر ابی البقاء ص ۳۵۔

۲۲۔ تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۴۹۷۔

۲۳۔ تفسیر نسفی ج ۴ ص ۲۲۹۔ حاشیہ تفسیر خازن۔

۲۴۔ تفسیر خازن ج ۴ ص ۲۲۹۔

۲۵۔ تفسیر نیشاپوری حاشیہ تفسیر رازی ج ۸۔

۲۶۔ تفسیر شربینی ج ۴ ص ۲۰۰۔

۲۷۔ تفسیر ابی السعود۔ حاشیہ تفسیر رازی ج ۸ ص ۴۷۔

۲۸۔ تنزیل الآیات علی الشواھد فی الابیات مطبوعہ ۱۳۱۸ھ

۲۹۔ تفسیر ابو حیان ج ۵ ص ۵۲۔

۳۰۔ غریب القرآن ص ۱۵۴۔

۳۱۔ یہ عجیب غفلت ہے اور عنقریب آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ نبیؐ، جعفر، عقیل، طالب اور آل ابوطالب کے ابن عم تھے اور امیرالمؤمنینؑ ان سب کے ابن عم نہیں تھے بلکہ ان کے بھائی تھے اگر لفظ مولیٰ سے یہ مراد لیا جائے تو اس سے جھوٹ لازم آتا ہے چہ جائیکہ یہ چیز بیّن الثبوت ہو۔

۳۲۔ تفسیر رازی ج ۸ ص ۹۳۔

۳۳۔ جیسا کہ راغب نے اپنی مفردات ص ۵۵۵ میں اس کی صراحت کی ہے۔

۳۴۔ ص ۴۵ مطبوعہ مصر ۱۳۲۱ھ

۳۵۔ شرح مقاصد ص ۲۸۹۔

۳۶۔ الصواعق المحرقہ ص ۲۴۔

۳۷۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ امامت کے بارے میں ان کی رائے کیا ہے۔ بلکہ ہمیں اس سے غرض ہے کہ انھوں نے لغت میں کیا تصریح کی ہے۔

۳۸۔ شرح دیوان حماسہ ج ۱ ص ۴۴۴۔

۳۹۔ اور وہ ہیں عبد، سید، ابن عم، داماد، پڑوسی، حلیف، ولی اور اولیٰ بالشی۔

۴۰۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۹۔

۴۱۔ مطالب السؤول ص ۱۲۔

٤٢۔ نور الابصار ص ٧٨.

٤٣۔ صحیح بخاری ج ٢ ص ٧، ٩، ١٠، ١٣.

٤٤۔ اور مسلم نے اس کو اپنی صحیح کی ج ٢ ص ٢ میں نقل کیا ہے

٤٥۔ مسند احمد ج ١ ص ١٣١ اور ص ٣٣٥.

٤٦۔ الحلیہ ج ٢ ص ٣٩.

٤٧۔ صحیح بخاری ج ٧ ص ١٣٠.

٤٨۔ صحیح مسلم ج ٢ ص ٣.

٤٩۔ تفسیر ابی حیان ج ٣ ص ١٣٩.

٥٠۔ تفسیر شوکانی ج ٣ ص ١٤٣.

٥١۔ المزھر ج ٢ ص ٣٣.

٥٢۔ ادب الکاتب ص ٣٦١.

٥٣۔ ادب الکاتب ص ٥٩٣.

٥٤۔ المزھر ج ٢ ص ٣٩.

٥٥۔ ادب الکاتب ص ٣٦١.

٥٦۔ القاموس ج ١ ص ٣٤٣.

٥٧۔ المزھر ج ٢ ص ٣٩.

٥٨۔ المزھر ج ٢ ص ٣٠.

٥٩۔ المزھر ج ٢ ص ٣٧.

٦٠۔ المزھر ج ٢.

٦١۔ ملاحظہ کیجئے المزھر ج ١ ص ٨٣، ٨٣.

٦٢۔ شرح البخاری ج ٧ ص ٧٥.

٦٣۔ المزھر ج ١ ص ٧٧.

٦٤۔ المزھر ج ١ ص ٨٣.

٦٥۔ المزھر ج ١ ص ٨٧.

۶۶۔ المزھر ج ۱ ص ۲۷۔

۶۷۔ المزھر ج ۲ ص ۲۷، ۳۸۔

۶۸۔ الصحاح ج ۲ ص ۵۶۳۔

۶۹۔ غریب القرآن ص ۱۵۳۔

۷۰۔ القاموس ص ۳۰۱۔

۷۱۔ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۴۳۱۔

۷۲۔ النھایہ ج ۴ ص ۲۴۳۔

۷۳۔ تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۹۹۔

۷۴۔ مصادر کے زیادہ ہونے کی وجہ سے، تمام بیان کا اکثر حصہ ذکر نہیں کر سکتے اور زیادہ اہم بھی نہیں ہے

۷۵۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۹۔

۷۶۔ اتنی بڑی تعداد میں ائمہ تفسیر، حدیث اور لغت نے اس کو مولا کے معنی میں شمار کیا ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

۷۷۔ تفسیر رازی ج ۶ ص ۲۷۔

۷۸۔ الصواعق المحرقہ ص ۲۵۔

۷۹۔ اس کو شریف مرتضیٰ نے شافی میں نقل کیا ہے۔

۸۰۔ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۲۳۲۔

۸۱۔ النھایہ ج ۴ ص ۲۳۶۔

۸۲۔ تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۹۸۔

۸۳۔ لسان العرب ص ۲۰۔

۸۴۔ تفسیر بیضاوی ص ۵۰۵۔

۸۵۔ تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۱۱۳۔

۸۶۔ تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۵۳۰۔

۸۷۔ تفسیر ابی السعود۔ حاشیہ تفسیر رازی ج ۸ ص ۱۸۳۔

۸۸۔ العمدہ ص ۶۵۔

۸۹۔ ملاحظہ فرمائیے درواجکی وغیرہ کو، سبط ابن جوزی وغیرہ کا نظریہ آئندہ آئے گا جہاں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ اہل سنت نے کیا کچھ کہا ہے۔

۹۰۔ صحیح مسلم ص ۱۹۷۔

۹۱۔ تذکرۃ الخواص ص ۳۰۔

۹۲۔ مطالب السؤول ص ۱۲۔

۹۳۔ اس کتاب کی بارہویں فصل دیکھئے۔

۹۴۔ آیت یہ ہے "ام یحسدون الناس علی ما آتاھم اللہ من فضلہ" ابن مغازلی نے "مناقب" میں، ابن ابی الحدید نے اپنی "شرح" ج ۲ ص ۲۳۶ میں اور حضرمی شافعی نے "رشفہ" ص ۳ طبع میں نقل کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ اور ان کے مخصوص علم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

۹۵۔ چوتھی فصل کی پہلی بحث کا پہلا حاشیہ ملاحظہ فرمائیے۔

۹۶۔ ملاحظہ فرمائیے، الغدیر ج ۱ ص ۲۲، ۲۶، ۲۷، ۲۱۲، ۳۴، ۴۷، ۲۱ اور ۵۵ جس میں ہیثمی کی "مجمع الزوائد" ج ۹ ص ۱۰۴، ۱۰۶ اور ۱۰۳ سے اور طبرانی کی "معجم کبیر" سے اور ابن صباغ کی "فصول المہمہ" ص ۲۴، ۲۵ سے اور ابن کثیر کی "البدایۃ والنہایۃ" ج ۷ ص ۳۴۷ سے اور یمنی کی "روضۃ الندیہ" سے کہ جس نے علامہ حلی کی "ازہار" سے نقل کیا ہے۔ اور سمہودی کی "جواہر العقدین" سے اور حافظ طحاوی کی "مشکل الآثار" ج ۲ ص ۳۰۷ وغیرہ جیسے کثیر مصادر سے منقول ہے۔

۹۷۔ ملاحظہ فرمائیے، الغدیر ج ۱ ص ۴۳، ۱۸۵، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳ اور ۲۳۵ جس میں حافظ ابو الفتح نطنزی کی "خصائص علویہ"، حموینی کی "فرائد السمطین"، بدخشی کی "مفتاح النجا"، ابن مردویہ، حافظ ابو نعیم اصفہانی کی کتاب "ما نزل من القرآن فی علیؑ"، حافظ سجستانی کی کتاب "الولایۃ" اور حافظ حاکم حسکانی وغیرہ جیسے علمائے اہل سنت سے منقول ہے۔ اس کے علاوہ ملاحظہ فرمائیے "الاکمال" اور اس کتاب کی تیسری فصل۔

۹۸۔ ملاحظہ فرمائیے، الغدیر ج ۱ ص ۲۶، ۲۷، ۳۰، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۶، ۴۷ اور ۱۶۷، حذیفہ بن اسید، زید بن ارقم اور عامر بن لیلی بن ضمرہ کے الفاظ میں۔

۹۹۔ حافظ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ جیسا کہ چوتھی فصل کی پہلی بحث میں گذر چکا ہے۔

۱۰۰۔ چوتھی فصل کی دوسری بحث میں "اسلام میں عید غدیر" کے عنوان سے گذر چکا ہے۔

۱۰۱۔ گذشتہ حوالہ۔

۱۰۲۔ ملاحظہ فرمایئے موسوعۃ غدیر ج ۱ ص ۴۳، ۲۰۰ اور ۱۹۸۔

۱۰۳۔ ملاحظہ فرمایئے موسوعۃ غدیر ج ۱ ص ۴۳، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۶ اور ۲۲۷۔

۱۰۴۔ الغدیر ج ۱ ص ۴۰ منقول از "الاصابہ" ج ۳ ص ۱۴۱ تالیف ابن حجر۔

۱۰۵۔ عثمان کے دور خلافت میں حضرت امیرؑ کا مناظرہ۔ اور اس کتاب کی پانچویں فصل۔

۱۰۶۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۸۶۔

۱۰۷۔ الغدیر ج ۱ ص ۱۹۵، ۱۹۶۔

۱۰۸۔ الغدیر ج ۱ ص ۲۲۱ منقول از "در المنثور" ج ۲ ص ۲۹۸ تالیف سیوطی

۱۰۹۔ الغدیر ج ۱ ص ۱۹۲۔

۱۱۰۔ الغدیر ج ۱ ص ۲۱۹۔

۱۱۱۔ حافظ ابن مردویہ نے اپنے اسناد سے روایت کی ہے۔ جیسا کہ "الغدیر" ج ۱ ص ۲۱۷ میں ہے منقول از "کشف الغمہ" ص ۹۴۔

۱۱۲۔ حافظ ابن مردویہ متوفی ۴۱۶ھ نے زید سے روایت کی ہے۔

۱۱۳۔ الغدیر ج ۱ ص ۵۷۔

۱۱۴۔ ملاحظہ ہو، عثمان کے دور خلافت میں حضرت امیرؑ کا مناظرہ۔ اور اس کتاب کی پانچویں فصل۔

۱۱۵۔ ملاحظہ ہو، اس کتاب کی پانچویں فصل میں امام حسینؑ کا مناظرہ ملاحظہ ہو۔

۱۱۶۔ ملاحظہ ہو، اس کتاب کی چھٹی فصل میں عبداللہ بن جعفر کا احتجاج۔

۱۱۷۔ ملاحظہ ہو، اس کتاب کی چھٹی فصل میں قیس بن سعد کا احتجاج۔

۱۱۸۔ الغدیر ج ۱ ص ۲۱۵ منقول از "شواہد التنزیل" تالیف حافظ حاکم حسکانی۔

۱۱۹۔ الغدیر ج ۱ ص ۲۳۱ منقول از "در منثور" ج ۲ ص ۲۹۵ تالیف سیوطی۔

۱۲۰۔ قرینہ نمبر ۲ ملاحظہ ہو۔

۱۲۱۔ عثمان کے دور خلافت میں حضرت امیرؑ کا مناظرہ۔ اور اس کتاب کی پانچویں فصل۔

۱۲۲۔ الغدیر ج ۱ ص ۲۱۵۔

۱۲۳۔ الغدیر ج ۱ ص ۲۱۷ منقول از حافظ ابن مردویہ متوفی ۴۱۶ھ

۱۲۴۔ الغدیر ج ۱ ص ۵۲ منقول از حافظ سجستانی کی "الولایۃ" سے۔

۱۲۵۔ الغدیر ج ۱ ص ۲۹، ۳۶۔

۱۲۶۔ الغدیر ج ۱ ص ۲۲ منقول از "اسد الغابہ" ج ۱ ص ۳۰۸ تالیف ابن اثیر۔

۱۲۷۔ الغدیر ج ۱ ص ۲۷۳۔

۱۲۸۔ ریاض النضرہ ج ۲ ص ۱۷۰۔

۱۲۹۔ ذخائر عقبیٰ ص ۶۸۔

۱۳۰۔ مناقب خوارزمی ص ۹۷۔

۱۳۱۔ الصواعق المحرقہ ص ۱۰۷۔

۱۳۲۔ فتوحات اسلامیہ ج ۲ ص ۳۰۷۔

۱۳۳۔ شرح مواہب ص ۱۳۔

۱۳۴۔ النہایہ ج ۳ ص ۲۴۶۔

۱۳۵۔ سیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۳۰۳۔

۱۳۶۔ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۴۷۔

۱۳۷۔ آل عمران۔۱۳۸۔

۱۳۸۔ شمس الاخبار ص ۳۸۔

۱۳۹۔ چھٹی فصل نمبر ۱ کے ذیل میں۔

۱۴۰۔ ملاحظہ ہو۔ حضرت امیرؑ کا مناظرات اس کتاب کی پانچویں فصل نمبر ۲ کے ذیل میں۔

۱۴۱۔ الغدیر ج ۱ ص ۱۵، ۲۳، ۱۸۵ اور ۲۱۷۔

۱۴۲۔ الصواعق المحرقہ ص ۸۹۔

۱۴۳۔ رشفۃ الصادی ص ۲۳۔

۱۴۴۔ قرینہ نمبر ۱۰،۲ اسی فصل کی گذشتہ بحث میں۔

۱۴۵۔ تفسیر آلوسی ج ۲۳ ص ۷۳۔

۱۴۶۔ ریاض النضرہ ج ۲ ص ۱۷۲ تالیف محب الدین طبری۔

۱۴۷۔ قرینہ نمبر ۱۰،۲ اسی فصل کی گذشتہ بحث کو ملاحظہ فرمائیے۔

۱۴۸۔ محاضرات راغب ج ۷ ص ۲۱۳۔

۱۴۹۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۰.

۱۵۰۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۱۵.

۱۵۱۔ المحاسن والمساوی ج ۱ ص ۳۰۔

۱۵۲۔ الانعام۔ ۳۶۔

۱۵۳۔ مقریزی کی "خطط" ج ۲ ص ۲۲۲ سے نقل کیا ہے.

۱۵۴۔ سر العالمین ص ۹.

۱۵۵۔ تذکرۃ خواص الامہ ص ۱۸.

۱۵۶۔ ملاحظہ ہو: تیسری فصل میں "آیت عذاب واقع"

۱۵۷۔ مطالب السؤول ص ۱۲.

۱۵۸۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۴.

۱۵۹۔ گذشتہ حوالہ

۱۶۰۔ اس کلام کو اس کی غلطیوں کے ساتھ نقل کیا ہے اگرچہ اس کے بعض اجزاء میں ہمیں اعتراض ہے

۱۶۱۔ اس قول اور اس کے بعد آنے والے اقوال کو نقل کرنے سے ہمارا مقصد صرف اس کے مفاد سے موافقت ہے لیکن اس افضلیت اور ولایت کے زمانے کے بارے میں ہم ان سے موافق نہیں ہیں اور اسکی جامع بحث گذر چکی ہے اور اس بارے میں ہمارا واضح نظریہ آگے آئے گا.

۱۶۲۔ پچھلے قول کے حواشی ملاحظہ ہوں.

۱۶۳۔ اس حدیث کے بارے میں کلام اسی فصل کی پانچویں بحث میں گذر چکی ہے.

۱۶۴۔ سورۃ الحج۔ ۲۳.

چودہویں فصل

غدیر مسلمان شعراء کی نظر میں

غدیر مسلمان شعراء کی نظر میں

تمہید

خدا کا شکر ہے کہ اس کتاب کا بڑا حصہ پایہ تکمیل کو پہونچ گیا اور ایک سب سے نمایاں دینی حقیقت کھل کر سامنے آگئی

اور وہ ہے حدیث غدیر اور اس کے معنی. وہ حدیث جو ہمارے مولا امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی امامت پر روشن دلیل ہے اور ایسی روشن دلیل ہے کہ جس کے بعد نہ کسی کے لئے کچھ کہنے کی گنجائش ہے اور نہ کسی مجادل کے لیے اس میں شبھہ پیدا کرنے کی کوئی صورت

ہم نے اس بحث کے دوران اس امر کی جانب واضح اشارہ کر دیا ہے کہ اس حدیث کے یہی معنی ہیں جنہیں اس حدیث کو سننے والے صحابیوں کے دور سے آج تک عربوں نے سمجھا ہے اور یہ اس لفظ کے لغوی معنی ہیں جو لامحالہ بغیر کسی قرینہ کے سمجھ میں آتے ہیں اپنے اس دعوے پر ہم نے متعدد شواہد پیش کر دیے ہیں لیکن پھر بھی ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس سلسلے میں کہے گئے اشعار ،اور شاعر کی عظمت و منزلت اور عربی زبان میں اس کی مہارت کے بارے میں کچھ لکھ دیں تا کہ قارئین محترم کی بصیرت میں اور اضافہ ہوجائے

۱۔ امیرالمؤمنین علیہ السلام

ابتداء میں تبرک کے طور پر ہم امیرالمؤمنینؑ خلیفہ رسول اللہؐ کا تذکرہ کرتے ہیں جو نبی اکرمؐ کے بعد سے بڑے فصیح اور کلام عرب کے اسرار و رموز سے واقف تھے پیغمبر اکرمؐ کے اس قول مبارک میں کہ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" جو لفظ مولا ہے اس سے حضرت امیرؑ نے امامت مطلقہ اور ویسی ہی اطاعت کے معنی سمجھے ہیں جو رسول اللہؐ کے لیے لوگوں پر فرض کی گئی تھی چنانچہ آپؑ نے فرمایا ہے:

محمد النبی اخی و صنوی (۱) و حمزۃ سید الشھداء عمی

محمد مصطفیٰؐ جو نبی ہیں وہ میرے بھائی اور خسر ہیں اور سید الشہداء حضرت حمزہ میرے چچا ہیں

و جعفر الذی یضحی و یمسی یطیر مع الملائکۃ ابن امی

اور حضرت جعفر طیار جو صبح و شام ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں میرے مادری بھائی ہیں

و بنت محمد سکنی و عرسی منوط لحمھا بدمی و لحمی

اور محمد مصطفیٰؐ کی لخت جگر میری راحت جان اور عروس ہیں جس کا گوشت و خون میرا گوشت و خون ہے

و سبطا احمد و لدای منھا فایکم لہ سھم کسھمی

اور احمد مجتبیٰؐ کے دو نواسے جو فاطمہؑ کے بطن سے ہیں میرے فرزند ہیں پس تم میں کس کا نصیب میرے نصیب جیسا ہے

سبقتکم الی الاسلام طرا علیٰ ما کان من فھمی و علمی (۲)

میں نے اپنے علم و فہم کے مطابق تم سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے

فاوجب لی ولایتہ علیکم رسول اللہ یوم غدیر خم (۳)

پس اللہ کے رسولؐ نے غدیر کے دن تم سب پر میری ولایت کا اقرار واجب قرار دیا ہے

فویل ثم ویل ثم ویل لمن یلقیٰ الالہ غداً بظلمی

پس ویل ہے پھر ویل ہے پھر ویل ہے اس شخص کے لیے جو مجھ پر ظلم کر کے خدا کی بارگاہ میں جائے

کچھ اشعار کے بارے میں

معاویہ نے اپنے ایک خط میں جب اپنے فضائل گنوائے کہ میرا باپ دور جاہلیت میں سردار تھا میں اسلام میں بادشاہ ہو گیا میں رسول اللہؐ کا صہر (داماد)، مومنین کا ماموں اور کاتب وحی ہوں، تو امیرالمومنین علیؑ نے اس کے جواب میں یہ اشعار مرقوم فرمائے اور فرمایا "اے جگر خوارہ کے بیٹے کیا فضائل کے سہارے میرے مقابلہ میں بغاوت کرتا ہے پھر فرمایا اے غلام لکھو!

محمد النبی اخی و صنوی النبی

جب معاویہ نے اس خط کو پڑھا تو حکم دیا کہ اس خط کو مخفی رکھا جائے اور اہل شام اسے نہ پڑھنے پائیں ورنہ وہ علی ابن ابی طالبؑ کی طرف مائل ہو جائیں گے۔

ساری امت نے اس روایت کو قبول کیا ہے اور اس پر اتفاق کیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہر ایک نے اسے اپنے موضوع بحث کے تحت پیش کیا ہے مگر اس پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی۔ بلکہ عنقریب آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ یہ روایت مشہور ہے۔ اور اس

کو موثق حافظوں اور راویوں نے نقل کیا ہے۔ اہل سنت کے بزرگ علماء کی ایک جماعت نے بیہقی سے نقل کیا ہے "یہ اشعار ایسے ہیں جن کو زبانی یاد کرنا ہر مولائی کے لیے واجب ہے تاکہ اسلام میں حضرتؑ کے افتخارات کا اندازہ ہو سکے۔

چنانچہ شیعہ راویوں میں سے اس روایت کو حسب ذیل افراد نے نقل کیا ہے:

۱۔ معلم امت شیخ مفید متوفی ۴۱۳ھ نے اور پوری روایت کو نقل کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں "اس سلسلہ میں امیرالمومنینؑ کے اشعار کو کیسے رد کیا جا سکتا ہے؟ جبکہ یہ اتنے مشہور ہیں کہ اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی اور اتنے عام ہیں کہ ان کو عامہ سے بھی سنا گیا ہے چہ جائیکہ خاصہ سے ان اشعار میں اس بات کا ذکر بھی ہے کہ حضرت سب سے پہلے ایمان لائے اور یہ بھی ہے کہ رسولؐ کے بعد آپؑ ہی امام ہیں جس کی دلیل غدیر کا قصہ ہے جو ان کے خلیفہ بنائے جانے کی دلیل بھی ہے"[۴]۔

۲۔ شیخ کراجکی متوفی ۴۴۹ھ[۵]۔

۳۔ ابو علی الفتال نیشاپوری[۶]۔

۴۔ ابو منصور طبری، ابن شہر آشوب کے ایک استاد[۷]۔

۵۔ ابن شہر آشوب متوفی ۵۸۸ھ[۸]۔

۶۔ ابوالحسن اربلی متوفی ۶۹۲ھ[۹]۔

۷۔ ابن سنجر نجوانی[۱۰]۔

۸۔ شیخ علی بیاضی متوفی ۸۷۷ھ۔

۹۔ مجلسی عظیم متوفی ۱۱۱۱ھ[۱۱]۔

۱۰۔ سید صدرالدین علی خان مدنی متوفی ۱۱۲۰ھ۔

۱۱۔ شیخ ابوالحسن شریف[۱۲]۔

اور اہل سنت کے درج ذیل علماء نے اس کو نقل کیا ہے۔

۱۔ حافظ ابو بکر بیہقی متوفی ۴۵۸ھ پوری روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "ہر مولائی پر واجب ہے کہ ان اشعار کو زبانی یاد کرے تاکہ اس کو اسلام میں مولا کے افتخارات کا علم ہو سکے"

۲۔ ابو الحجاج یوسف بن محمد بلوی مالکی شہرت بن شیخ متوفی تقریباً ۶۰۵ھ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں [۱۳] "اور علیؑ تو ان کا مرتبہ بلند اور شرف عظیم ہے۔ سب سے پہلے انھوں نے اسلام قبول کیا اور وہ فاطمہ بنت نبیؐ کے شوہر ہیں۔ جب ان کے دشمن نے ان کے سامنے اپنے فضائل گنوائے تو انھوں نے چند اشعار میں اپنے افتخارات نظم کیے جن میں انھوں نے اپنے چچا حضرت حمزہ اور جناب جعفر طیار پر فخر کیا ہے" اس کے بعد تمام اشعار نقل کیے ہیں اور آخر میں لکھا ہے کہ اس سے حضرت کی مراد سرکار دو عالم کا یہ قول ہے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ"

۳۔ ابو الحسین حافظ زید بن حسن تاج الدین کندی حنفی متوفی ۶۱۳ھ نے اس روایت کو ابو درید کے سلسلہ سے نقل کیا ہے اور ان میں سے پانچ اشعار ذکر کیے ہیں [۱۴]

۴۔ یاقوت حموی متوفی ۶۲۶ھ نے "معجم ادباء" میں اس کے چھ شعر ذکر کیے ہیں اور ڈاکٹر احمد رفاعی مصری نے حاشیہ میں دو بیت اضافہ کیے ہیں [۱۵]۔

۵۔ ابو سالم محمد بن طلحہ شافعی متوفی ۶۵۲ھ نے سارے اشعار کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان اشعار کو امیرالمومنین علیہ السلام سے موثق راویوں نے نقل کیا ہے اور انھیں زبردست حافظہ کے مالک حافظوں نے نقل کیا ہے [۱۶]۔

۶۔ سبط ابن جوزی حنفی متوفی ۶۵۴ھ نے تمام اشعار کو نقل کیا ہے اور ان کے بعض اشعار میں تھوڑا سا رد و بدل کیا ہے [۱۷]۔

۷۔ ابن ابی الحدید متوفی ۶۵۸ھ نے دو اشعار کو نقل کیا ہے اور باقی کی شہرت پر اکتفا کی ہے[۱۸]۔

۸۔ ابو عبداللہ محمد بن یوسف گنجی شافعی متوفی ۶۵۸ھ۔ امیرالمومنینؑ کے سابق الاسلام ہونے پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں "علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے اپنے چند اشعار میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جن کو موثق راویوں نے ان سے نقل کیا ہے۔ پھر انھوں نے پہلے، تیسرے، پانچویں اور ساتویں شعر کو نقل کیا ہے"[۱۹]۔

۹۔ سعید الدین فرغانی متوفی ۶۹۹ھ نے ابن فارض کے قصیدۂ تائیہ کی شرح میں اس شعر کی شرح کرتے ہوئے دو بیت لکھے ہیں۔

و اوضح بالتاویل ما کان مشکلاً — علی بعلم نالہ بالوصیۃ

وہ دو شعر یہ ہیں:

و اوصانی النبی علی اختیار — لامتہ رضی منہ بحکمی

و اوجب ولایتہ علیکم — رسول اللہ یوم غدیر خم

۱۰۔ شیخ الاسلام ابواسحاق حموینی متوفی ۷۲۲ھ نے ان اشعار کی روایت "فرائد السمطین" میں لکھی ہے اور شروع سے لے کر بیت ولایت تک اشعار نقل کیے ہیں اور اس سے پہلے اس شعر کا اضافہ کیا ہے:

و اوصانی النبی علی اختیار — لامتہ رضی منہ بحکمی

۱۱۔ ابوالفداء متوفی ۷۳۲ھ نے ان اشعار میں سے اس شعر کو نقل کیا ہے جو حضرت علیؑ کے اسلام کے بارے میں ہے[۲۰]۔

۱۲۔ جمال الدین محمد بن یوسف زرندی متوفی تقریباً ۷۵۰ھ یا اس سے کچھ اوپر، نے آخری بیت کو چھوڑ کر تمام اشعار کو اپنی کتاب "نظم درر السمطین" میں نقل کیا ہے۔

۱۳۔ ابن کثیر شامی متوفی ۷۷۴ھ نے ان اشعار کو ابو عبیدہ سے ابو بکر بن درید کے ذریعہ نقل کیا ہے اور ان میں سے پانچ اشعار کو ذکر کیا ہے۔[۲۱]

۱۴۔ خواجہ پارسا حنفی متوفی ۸۲۲ھ نے اپنی کتاب "فصل الخطاب" میں تمام اشعار کو امام تاج الاسلام خدا بادی بخاری کی "اربعین" سے نقل کیا ہے۔

۱۵۔ ابن صباغ مکی مالکی متوفی ۸۵۵ھ نے ان میں چار شعر نقل کیے ہیں اور کہا ہے کہ ان کو زبردست حافظوں نے روایت کیا ہے۔[۲۲]

۱۶۔ غیاث الدین خواند[۲۳] میر نے ان اشعار کو خواجہ پارسا کی فصل الخطاب سے روایت کرتے ہوئے نقل کیا ہے

۱۷۔ ابن حجر متوفی ۹۷۴ھ نے ان میں سے پانچ شعر نقل کیے ہیں اور حافظ بیہقی کا ذکر شدہ کلام نقل کیا ہے۔[۲۴]

"صواعق" کے خطی نسخہ میں سات شعر موجود ہیں اور اسی طرح اس سے منقول بھی ہے[۲۵] اور بیہقی سے اس نقل کے صحیح ہونے کی تائید بھی ہوتی ہے اس لیے کہ انھوں نے تمام اشعار نقل کیے ہیں لیکن چھاپنے والوں نے اس میں سے بیت ولایت اور اسی کے بعد کے اشعار حذف کر دیے ہیں

۱۸۔ متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ نے معاویہ کا خط اور پانچ اشعار ذکر کیے ہیں۔[۲۶]

۱۹۔ اسحاقی نے معاویہ کا خط مذکورہ الفاظ میں نقل کیا ہے[۲۷] اور تمام اشعار ذکر کیے ہیں اور ولایت والے شعر کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

و اوجب طاعتی فرضاً علیکم رسول الله یوم غدیر خم

فویل ثم ویل ثم ویل لمن یرد القیامة و هو خصمی

۲۰۔ حلبی شافعی متوفی ۱۰۴۴ھ نے وہ شعر نقل کیا ہے جو حضرت علیؑ کے اسلام سے

متعلق ہے[۲۸]۔

۲۱۔ شبراوی شافعی شیخ جامع ازہر متوفی ۱۱۷۱ھ نے ان میں سے پانچ اشعار ذکر کیے ہیں[۲۹]۔

۲۲۔ سید احمد قادین خانی نے ان اشعار کو "ہدایۃ المرتاب" میں روایت کیا ہے اور بیہقی سے اس کا قول نقل کیا ہے۔

۲۳۔ سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ نے پہلی اور آخری بیت کو چھوڑ کر تمام اشعار نقل کیے ہیں اور کہا ہے کہ حضرت سے ان اشعار کو موثق راویوں نے روایت کیا ہے[۳۰]۔

۲۴۔ قندوزی حنفی متوفی ۱۲۹۳ھ نے ان اشعار کو ابن حجر کے ذریعہ[۳۱] امام تاج الاسلام خدا بادی بخاری کی "اربعین" سے نقل کیا ہے[۳۲]۔

۲۵۔ سید احمد زینی دحلان متوفی ۱۳۰۴ھ نے وہ شعر نقل کیا ہے جو حضرتؑ کے اسلام سے متعلق ہے اور کہا ہے کہ یہ وہ اشعار ہیں جو حضرتؑ نے معاویہ کو لکھ کر بھیجے تھے[۳۳] اس کے بعد بیہقی کا مذکورہ کلام ذکر کیا ہے۔

۲۶۔ شیخ محمد حبیب اللہ شنقیطی مالکی نے تمام اشعار نقل کیے ہیں اور ان کو ان اشعار میں شمار کیا ہے جن کے بارے میں پورا وثوق ہے کہ یہ حضرت کے اشعار ہیں[۳۴]۔

ایک غلطی کی تصحیح!

میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ اساتذۂ مصر کو غدیر خم کا صحیح تلفظ بھی معلوم نہیں تھا، یا تاریخ نے ان کو یہ نہیں بتایا کہ اس کا قصہ کیا تھا اور کس کے بارے میں تھا. اگر چہ کہنے والے نے کہا ہے کہ یہ ایک مشہور جنگ کا قصہ ہے[۳۵]. یا اس لفظ سے ان کو چڑ ہے اور

اس کے ساتھ وہ سلوک نہیں کرتے جو دوسرے الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں۔ یا وہ یہ چاہتے ہیں کہ امت اسلام اس سے آگاہ نہ ہونے پائے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ انھوں نے اپنی بیشمار کتابوں میں اس لفظ کو صحیح طور پر نہیں لکھا اور اس کو اس حالت میں چھوڑ دیا ہے کہ پڑھنے والا کچھ بھی نہ سمجھ پائے

چنانچہ یہ ہیں ڈاکٹر احمد رفاعی جو ایک ماہر استاد ہیں انھوں نے معجم الادباء[۳۶] کے تعلیقہ میں امیرالمومنینؑ کے اشعار میں سے ولایت سے متعلق شعر کو ان الفاظ میں لکھا ہے

و اوصانی النبی علی اختیار ببیعته غداة غدیر خم؛

اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ انھوں نے اس کتاب کے شہروں، زمینوں اور پانیوں تک کی فہرستیں ۷۲ صحیفوں میں تیار کی ہیں لیکن غدیر خم کو چھوڑ دیا ہے جبکہ اس کا تذکرہ معجم میں متعدد مقامات پر ہے۔

اور "ثمار القلوب" کے مصحح استاد محمد حسین صاحب کو یہ لفظ صرف ایک ہی کتاب میں ملا ہے[۳۷]۔ جو اس کی سطر نمبر ۸۰۶ اور ۱۲ میں مذکور ہے لیکن انھوں نے اس کو "غدیر حم" کی حالت میں لکھا ہے۔ جبکہ "ثمار القلوب" کا خطی نسخہ ہمارے پاس موجود ہے جس میں "غدیر خم" لکھا ہے

اور "لطائف اخبار الدول" کی تصحیح کرنے والے نے تو کمال ہی کر دیا ہے اس لیے کہ انھوں نے امیرالمومنینؑ کے مذکورہ شعر کو یوں لکھا ہے

و اوجب طاعتی فرضاً علیکم رسول اللہ یوم غدا برحمی[۳۸]،

اسی طرح کی تصحیف اور غلطی مصر کے علاوہ دیگر مطبوعات میں بھی آپ کو ملے گی

شاعر

ان اشعار کے شاعر ہیں. امیرالمؤمنین، سید المسلمین، نورانی چہروں والوں کے قائد آخری وصی سب سے پہلے مؤمن، عہد خداوندی کے سب سے زیادہ وفادار، عظیم ترین خصوصیات کے مالک، امر الٰہی کے سب سے زیادہ پابند، معاملات میں سب سے اعلم، چراغ ہدایت، منارۂ ایمان، باب حکمت، ذات خداوندی سے متمسک اور نبی اقدسؐ کے جانشین بر حق علیؑ [۲۰] جن کا تعلق پاک و پاکیزہ ہاشمی خاندان سے ہے کعبۂ مشرفہ میں پیدا ہوئے. اس کو بتوں اور کثافتوں سے پاک کیا. خانۂ خدا یعنی مسجد کوفہ کے محراب میں سنہ ۴۰ ھ میں حالت نماز میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے. اور اس طرح وہ جس مبداء سے چلے تھے. وہیں پر ان کی انتہا ہوئی اور وہ ان دو حدوں کے درمیان اپنی حیات طیبہ کے ہر لمحہ میں مبدا اعلیٰ یعنی ذات پروردگار سے متصل رہے

۲۔ حسان بن ثابت

يناديهم يوم الغدير نبيهم	بخم و اسمع بالرسول مناديا
فقال فمن مولاكم و نبيكم؟	فقالوا و لم يبدوا هناك التعاميا
الهك مولانا و انت نبينا	ولم تلق منا في الولاية عاصياً
فقال له قم يا علي فانني	رضيتك من بعدي اماماً و هادياً
فمن كنت مولاه فهذا وليه	فكونوا له اتباع صدق مواليا
هناك دعا اللهم وال وليه	و كن للذي عادا عليا معاديا

کچھ اشعار کے بارے میں!

اس نباء عظیم کی روایت میں یہ وہ اشعار ہیں جو سب سے پہلے کہے گئے ہیں. اور یہ

اشعار ایک لاکھ یا اس سے زیادہ کے اسی مجمع میں کہے گئے ہیں جو غدیر خم میں موجود تھا. جس میں بڑے بڑے فصحاء و بلغاء اور قریش سے تعلق رکھنے والے ایسے لوگ موجود تھے جو کلام کے اسرار و رموز سے آشنا تھے اس کے علاوہ ضاد کا تلفظ کرنے والے فصحاء کے تاجدار خود نبی اعظمؐ ان اشعار کے سامع تھے چنانچہ آنحضرتؐ نے ان اشعار کو سنا اور ان الفاظ میں ان کو تقریظ سے نوازا "لا تزال یا حسان مویداً بروح القدس ما نصرتنا بلسانک" اے حسان! جب تک تم زبان کے ذریعہ ہماری مدد کرتے رہو گے خدا روح القدس کے ذریعہ سے تمہاری تائید کرتا رہے گا[۴۰].

اور سب سے پہلی کتاب جس میں یہ اشعار نقل ہوئے ہیں وہ سلیم بن قیس ہلالی تابعی کی کتاب ہے وہ صادق و ثابت اور فریقین کے نزدیک قابل اعتبار تھے چنانچہ انھوں نے اس روایت کو تقریباً ان الفاظ میں نقل کیا ہے جو محقق فیض کاشانی کی "علم الیقین" میں موجود ہیں اور آئندہ بیان ہوں گے. اور اس روایت کو بیشمار علمائے اسلام نے نقل کیا ہے جن کی تعداد کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

حفاظ میں سے اس کے راوی یہ ہیں:

۱۔ حافظ ابو عبداللہ مرزبانی محمد بن عمران خراسانی[۴۱] متوفی ۳۸۴ھ نے "مرقات الشعر" میں اپنی اسناد کے ساتھ ابو سعید خدری سے.

۲۔ حافظ خرکوشی ابو سعید متوفی ۴۰۶ھ نے اپنی کتاب "شرف المصطفی" میں.

۳۔ حافظ ابن مردویہ اصفہانی متوفی ۴۱۰ھ نے اپنی اسناد کے ساتھ ابو سعید خدری[۴۲] اور ابن عباس سے[۴۳].

۴۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ نے اپنی کتاب "ما نزل من القرآن فی علی"

میں اپنی اسناد کے ساتھ ابو سعید خدری سے، چنانچہ اس کتاب میں منقول ہے کہ "حسان نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں علیؑ کے بارے میں کچھ اشعار عرض کروں جنھیں آپ بھی سماعت فرمائیں آپؐ نے فرمایا: اللہ کی برکت سے کہو چنانچہ حسان کھڑے ہوئے اور کہا "اے بزرگان قریش! تبعها قولی بشهادة من رسول الله فی الولایة الماضیه"

اس کے بعد حسان نے اس شعر سے آغاز کیا "ینادیهم یوم الغدیر نبیهم"

۵۔ حافظ ابو سعید سجستانی متوفی ۴۷۷ھ نے اپنی کتاب "کتاب الولایۃ" میں اپنی اسناد کے ساتھ ابو سعید خدری سے۔

۶۔ اخطب خطباء خوارزمی مالکی متوفی ۵۶۸ھ نے اس کو "مقتل الامام السبط الشهید" اور "المناقب" میں اپنی اسناد کے ساتھ ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے۔[۴۴]

۷۔ حافظ ابوالفتح نطنزی نے اس کو "الخصائص العلویة علیٰ سائر البریہ" میں اپنی اسناد کے ساتھ ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے اور ابتدا کے چار شعر نقل کیے ہیں۔

۸۔ ابوالمظفر سبط، حافظ ابن جوزی حنفی متوفی ۶۵۴ھ نے[۴۵]

۹۔ صدر الحفاظ گنجی شافعی متوفی ۶۵۸ھ نے[۴۶]

۱۰۔ شیخ الاسلام صدر الدین حموینی متوفی ۷۲۲ھ نے اس کو "فرائد السمطین" کے بارھویں باب میں اپنی اسناد کے ساتھ، خوارزم کے سب سے بڑے خطیب سے نقل کیا ہے۔

۱۱۔ حافظ جمال الدین محمد بن یوسف زرندی شمس الدین حنفی متوفی ۷۵۰ھ سے کچھ اوپر نے اپنی کتاب "نظم درر السمطین" میں نقل کیا ہے۔

۱۲۔ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اسکو اپنے رسالے "الازدهار فیما

عقدہ الشعراء من الاشعار" میں شیخ تاج الدین بن مکتوم حنفی متوفی ۷۴۹ھ کے "تذکرہ" سے نقل کیا ہے۔

شیعہ علماء میں حسب ذیل افراد نے اس کو نقل کیا ہے

۱۔ ابو عبداللہ محمد بن احمد مفجع متوفی ۳۲۷ھ نے اپنے مشہور قصیدہ "بالاشباہ" کی شرح میں اپنی اسناد کے ساتھ جابر بن عبداللہ سے۔

۲۔ ابو جعفر محمد بن جریر بن رستم بن یزید طبری نے "المسترشد" میں اپنی اسناد کے ساتھ ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے صرف تیسرا شعر نہیں لکھا ہے کہ جس میں ہے:

الھک مولانا و انت ولینا ولا تجدن منا لک الیوم عاصیاً۔

۳۔ شیخ معظم ابو جعفر صدوق محمد بن بابویہ قمی متوفی ۳۸۱ھ نے اپنی اسناد کے ساتھ ابو سعید خدری سے[۳۷]

۴۔ شریف رضی متوفی ۴۰۶ھ نے جو صاحب "نہج البلاغہ" ہیں "خصائص الائمہ" میں۔

۵۔ معلم امت، شیخ مفید متوفی ۴۱۳ھ نے، انھوں نے لکھا ہے کہ شیعوں کی اس بات پر دلیل کہ پیغمبرؐ نے غدیر کے دن مولیٰ سے "امامت" کو مراد لیا ہے۔ حسان بن ثابت کا قول ہے جیسا کہ حدیث میں منقول ہے کہ رسول اللہؐ نے غدیر کے دن علیؑ کو امام مقرر کیا اور ان کے سلسلے میں جو فرمانا تھا وہ فرمایا۔ اس کے بعد حسان نے آنحضرتؐ سے اجازت لی اور اس طرح شعر کہنا شروع کیے "ینادیھم یوم الغدیر نبیھم"

جب حسان شعر پڑھ چکے تو نبیؐ نے فرمایا "اے حسان جب تک تم زبان سے ہماری نصرت کرتے رہوگے روح القدس سے تمھاری تائید ہوتی رہے گی" پس اگر نبیؐ نے مولیٰ

سے امامت کو مراد نہ لیا ہوتا تو حسان کی تعریف نہ کرتے بلکہ ان کے اشعار کو ناپسند فرماتے اور ان کی تردید کرتے"[۴۸]

انھوں نے ان اشعار کو، مولی کے معنی کے تحت اپنے ایک رسالے میں لکھا ہے۔ اور اس کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں "اس سلسلے میں حسان کے اشعار مشہور ہیں۔ وہ رسول اللہؐ کے شاعر تھے اور آنحضرتؐ نے ان کے لیے فرمایا تھا "اے حسان جب تک تم اپنی زبان سے ہماری مدد کرتے رہو گے روح القدس سے تمہاری تائید ہوتی رہے گی" اور یہ غدیر کے دن صادر ہونے والے آنحضرتؐ کے قول کی روشنی میں، حضرت علیؑ کی امامت کا کھلا ہوا اقرار ہے جس کی تاویل نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی اس کو حقیقت سے دور کرنا جائز ہے اس کے علاوہ ان اشعار کو انھوں نے اپنی تالیف "النصرۃ لسید العترۃ فی حرب البصرۃ" اور اپنی کتاب "الارشاد" میں نقل کیا ہے"[۴۹]

۶۔ شریف مرتضی علم الھدیٰ متوفی ۴۳۶ھ نے سید حمیری کے قصیدہ بائیہ کی شرح میں۔

۷۔ ابوالفتح کراجکی متوفی ۴۴۹ھ نے۔ اور ان کے قول کا خلاصہ یہ ہے حسان کے یہ اشعار اسے "رکبان" تک لے گئے۔ اور ان میں امیرالمومنینؑ کے امام اور لوگوں کے رئیس ہونے کا اقرار ہے۔ اس لیے کہ انھوں نے غدیر کے دن پیغمبرؐ کے سامنے بھرے مجمع میں ان اشعار سے حضرت علیؑ کی مدح کی تھی۔ اور پیغمبرؐ نے اپنے اس قول سے ان کو سراہا تھا کہ "اے حسان؛ جب تک تم زبان سے ہماری مدد کرتے رہو گے روح القدس سے تمہاری تائید ہوتی رہے گی"[۵۰]

۸۔ شیخ عبیداللہ بن عبداللہ سدابادی نے "المقنع فی الامامۃ" میں روایت کی ہے۔

۹۔ شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی متوفی ۴۶۰ھ نے "تلخیص الشافی" میں

۱۰۔ مفسر کبیر شیخ ابوالفتح خزاعی رازی نے جو ابن شہر آشوب متوفی ۵۸۸ھ کے استاد تھے اس کو اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے [۵۱] اور یہ شعر مزید لکھا ہے [۵۲]۔

فخصص بها دون البرية كلها عليأ و سماه الوزير المواخيأ

۱۱۔ شیخ فتال ابوعلی شہید نے [۵۳]۔

۱۲۔ ابوعلی فضل بن حسن طبری نے [۵۴]۔

۱۳۔ ابن شہر آشوب سروی متوفی ۵۸۸ھ نے [۵۵]۔

۱۴۔ ابوزکریا یحیی بن حسن حلی نے جو ابن بطریق کے نام سے مشہور ہیں [۵۶]۔

۱۵۔ سید ھبۃ الدین نے اپنی کتاب "المجموع الرائق" میں جو قلمی ہے۔

۱۶۔ رضی الدین علی بن طاؤس متوفی ۶۶۴ھ نے [۵۷]۔

۱۷۔ بہاء الدین ابوالحسن اربلی متوفی ۶۹۲ یا ۶۹۳ھ نے [۵۸]۔

۱۸۔ عماد الدین حسن طبری نے [۵۹]۔

۱۹۔ شیخ یوسف بن ابی حاتم شامی نے اپنی کتاب "الدر النظیم" میں دو مقامات پر۔

۲۰۔ شیخ علی بیاضی عاملی نے اپنی کتاب "صراط المستقیم" میں۔

۲۱۔ قاضی نوراللہ مرعشی نے جن کی شہادت ۱۰۱۹ھ میں ہوئی [۶۰]۔

۲۲۔ محقق محسن کاشانی متوفی ۱۰۹۱ھ نے "التهاب نيران الاحزان" سے تقریباً ان الفاظ میں نقل کرتے ہوئے جو سلیم بن قیس تابعی ہلالی کے ہیں اور وہ الفاظ یہ ہیں [۶۱]۔

يناديهم يوم الغدير نبيهم بخم و اسمع بالنبي مناديأ

سے لے کر

فيارب انصر ناصريه لنصرهم امام هدىً كالبدر يجلوا الدياجيأ

تک کل دس شعر ہیں۔

۲۳۔ شیخ ابراہیم قطیفی نے "الفرقۃ الناجیۃ" میں کاشانی کے الفاظ میں۔
۲۴۔ سید ہاشم بحرانی متوفی ۱۱۰۷ھ نے[۳]۔
۲۵۔ علامہ مجلسی متوفی ۱۱۱۱ھ نے[۳]۔
۲۶۔ صاحب حدائق شیخ بحرانی متوفی ۱۱۸۶ھ نے[۳]۔

ان کے علاوہ کچھ اور حضرات بھی ہیں جنہوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ لیکن ہم نے جو ذکر کر دیے ہیں۔ یہی کافی ہیں۔

شاعر

ابو ولید حسان بن ثابت بن منذر بن حرام

حسان کا گھر، شعر و شاعری کا گھر تھا۔ وہ ادب اور شعر گوئی میں زبردست ماہر تھا۔ مرزبانی کے بقول، دعبل اور مبرد کا کہنا ہے "آل حسان کو شعر گوئی میں کمال حاصل تھا چنانچہ ان میں چھ افراد کا سلسلہ ہے جن میں ہر ایک شاعر تھا، سعید بن عبدالرحمان بن حسان بن ثابت بن منذر بن حرام"[۱۵]۔

ابو عبیدہ سے مروی ہے کہ "عربوں کا اجماع ہے کہ حسان تمام ممالک میں سب سے بڑے شاعر تھے۔ اور ان کو تین چیزوں کی وجہ سے شعراء پر فضیلت حاصل تھی وہ انصار کا شاعر تھا۔ دور نبوت میں نبیؐ کے شاعر تھے۔ اور اسلام میں پورے "یمن" کے شاعر تھے"[۱۶]۔

نبی اقدسؐ کی ولادت سے آٹھ سال پہلے پیدا ہوا اور جمہور کے نزدیک ۱۲۰ سال عمر پائی، اس کی کنیت تھی، ابوالولید، ابی المضرب، ابی حسام اور ابی عبدالرحمن، اور پہلی کنیت زیادہ مشہور ہے اس کو "حسام" کہا جاتا تھا چونکہ وہ اپنے اشعار سے اسلام کے

حامیوں کا اکثر دفاع کرتا تھا۔ اور حاکم نے مصعب سے روایت کی ہے کہ ان کے بقول، حسان ساٹھ سال جاہلیت میں اور ساٹھ سال اسلام میں زندہ رہا۔ اس کی بینائی چلی گئی تھی اور ایک قول کی بنا پر وہ بصارت و بصیرت کے بغیر ۵۵ھ میں وفات پاگیا[۶۷] جیسا کہ صحابی کبیر سردار خزرج قیس بن سعد بن عبادہ نے صراحت کی ہے کہ جب امیرالمؤمنینؑ نے ان کو مصر کی گورنری سے معزول کیا اور وہ مدینہ لوٹے تو اثنائے راہ میں حسان ان کے پاس آئے اور ان کی سرزنش کی، حسان پہلے علوی تھا بعد میں عثمان ہوگیا تھا۔ چنانچہ حسان نے کہا "آپ نے عثمان کو قتل بھی کیا اور علیؑ نے آپ کو معزول بھی کر دیا گناہ تمہاری گردن پر باقی رہ گیا مگر علیؑ نے تمہارے ساتھ اچھا نہیں کیا"۔ تو قیس نے یہ کہہ کر حسان کو جھڑک دیا، اے آنکھ اور دل کے اندھے، اگر مجھے اپنے اور تمہارے قبیلے والوں کے درمیان خونریزی ہوجانے کا خطرہ نہ ہوتا تو بخدا میں تمہاری گردن اڑا دیتا۔ اس کے بعد انھوں نے حسان کو اپنے پاس سے نکال دیا[۶۸]۔

۳۔ قیس انصاری

قلت لما بغی العدو علینا		حسبنا ربنا و نعم الوکیل
حسبنا ربنا الذی فتح البصر		ة بالامس و الحدیث

اسی قصیدہ میں کہتے ہیں:

و علی امامنا و امام		لسوانا اتی به التنزیل
یوم قال النبی من کنت مولا		ہ فهذا مولاہ خطب جلیل
انما قاله النبی علی الامة حتم		ما فیه قال و قیل

ترجمہ: میں نے کہا کہ جب دشمن نے ہمارے خلاف بغاوت کی۔ تو ہم نے یہ سوچ

لیا کہ ہمارے لیے ہمارا پروردگار ہی کافی اور وہی بہترین کارساز ہے۔

ہمارا وہ پروردگار ہمارے لیے کافی ہے جس نے کل بصرہ کو فتح کیا اور اس جنگ کا قصہ طویل ہے علیؑ ہمارے اور ہمارے علاوہ سب کے امام ہیں جس کا ذکر قرآن مجید میں آچکا ہے

اس روز جب نبیؐ نے یہ عظیم ارشاد فرمایا تھا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے۔ اور یہ پیغمبرؐ کا امت سے فرمان قطعی تھا جس میں کسی قیل و قال کی گنجائش نہیں

اشعار کے بارے میں

صحابی عظیم خزرج کے سردار قیس بن سعد بن عبادۃ انصاری کے یہ وہ اشعار ہیں جو انھوں نے صفین میں امیرالمومنینؑ کے حضور میں پڑھے تھے

اور ان کو معلم امت شیخ مفید متوفی ۴۱۳ھ نے روایت کیا ہے۔ ذکر اشعار کے بعد کہتے ہیں۔ ان اشعار میں امیرالمومنینؑ کی امامت کا اعتراف موجود ہونے کے ساتھ ہی اس امر کی شہادت موجود ہے کہ شیعوں کے اسلاف موجود تھے اور معتزلہ کا دشمنی کی بناپر شیعوں کا انکار باطل ہے[۷۸]۔

شیخ مفیدؒ نے ان اشعار "معنی مولیٰ" پر مبنی اپنے رسالہ میں ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔ قیس کا قصیدہ ایسا ہے جس میں کسی بھی اہل نقل کو شک نہیں

ان اشعار کے مقبول ہونے کا بالکل اسی طرح یقین ہے جس طرح قیس کے امیرالمومنینؑ کی نصرت میں اہل بصرہ اور صفین کے ساتھ جنگ کرنے کا یقین ہے اور یہ وہ اشعار ہیں جن کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

قلت لما بغی العدو علینا حسبنا ربنا و نعم الوکیل

جب دشمن نے ہمارے خلاف بغاوت کی تو ہم نے کہا کہ ہمارے لیے ہمارا پروردگار ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

پس اس طرح انھوں نے غدیر کی حدیث کی روشنی میں امیرالمؤمنینؑ کی امامت کی قطعی گواہی دی ہے۔ اور تصریح کردی ہے کہ اس قول کے بعد ہر ایک پر ان کی ریاست اور امامت کو تسلیم کرنا واجب ہے۔

اور اس قصیدہ کو سید شریف رضی متوفی ۴۰۶ھ نے "خصائص الائمہ" میں روایت کیا ہے۔ اور دعوی کیا ہے کہ ناقلین حدیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ بصرہ سے واپس ہونے کے بعد قیس نے یہ شعر امیرالمؤمنینؑ کے سامنے پڑھے تھے جو ایک قصیدہ کے ضمن میں تھے جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

قلت لما بغى العدو علينا حسبنا ربنا و نعم الوكيل

اور یہ دو شاعر یعنی "قیس اور حسان" دونوں صحابی ہیں، جنھوں نے مصدر و مورد کو دیکھ کر حضرت امیرالمؤمنینؑ کی امامت کی چشم دید گواہی دی ہے۔

اور اس قصیدہ کو، شیخ عبیداللہ اسد آبادی نے "المقنع" میں نقل کیا ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں۔ علماء کا قول ہے کہ امیرالمؤمنینؑ کے امام منصوص ہونے کی ایک دلیل قیس بن سعد بن عبادۃ کا قول ہے۔ جو برگزیدہ صحابی تھے انھوں نے امیرالمؤمنینؑ کی امامت کی گواہی دی ہے اور یہ کہ ان کے بارے میں نص موجود ہے اور ان کی مخالفت بھی کی گئی۔ اور کمیت بن زید کا قول ہے کہ "قیس بن سعد اور حسان بن ثابت" کا فرمایا ہوا مستند ہے۔

اور علامہ کراجکی متوفی ۴۴۹ھ نے اس قصیدہ کو نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ قصیدہ قیس بن سعد بن عبادہ کی یادگار ہے جسے انھوں نے صفین میں امیرالمؤمنینؑ کے

حضور میں کہا تھا جبکہ ان کے پاس علم تھا[70].

اور ابوالمظفر سبط ابن جوزی حنفی متوفی ۶۵۴ھ نے اس قصیدہ کو نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس قصیدہ کو سعد نے صفین میں امیرالمؤمنینؑ کے سامنے کہا تھا[71].

اور ان کے علاوہ اس قصیدہ کے راوی ہیں ہبۃ الدین راوندی "المجموع الرائق" میں، مفسر کبیر ابوالفتح رازی اپنی تفسیر میں[72] اور شیخ شہید فتال[73]، قاضی نوراللہ مرعشی[74] شہادت ۱۰۱۹ھ، علامہ مجلسی[75] متوفی ۱۱۱۱ھ، سید علی خان متوفی ۱۱۲۰ھ "الدرجات الرفیعہ" میں ذکر جنگ صفین کے تحت صاحب حدائق[76] بحرانی متوفی ۱۱۸۶ھ اور متاخرین میں دیگر بزرگ علماء۔

شاعر

کنیت تھی "ابوالقاسم" اور کہا گیا ہے کہ ابوالفضل تھی نام تھا "قیس بن سعد بن عبادۃ بن دلیم" عظیم صحابی تھے عرب کے اشراف، امراء، سیاستدانوں، شہسواروں، سخاوتمندوں، خطیبوں، زاہدوں اور صاحبان فضل میں شمار ہوتا تھا دین کے ستون اور مذہب کے رکن تھے[77].

۴۔ عمرو بن عاص

معاویۃ الحال لا تجهل و عن سبل الحق لا تعدل

اے معاویہ! تم اس وقت یہ نادانی کا ڈھونگ مت رچاؤ اور حق کے راستوں سے انحراف مت کرو

عمروعاص کا پورا قصیدہ اس فصل کے آخر میں درج ہے۔

اشعار کے بارے میں

یہ قصیدہ جس کا نام "جلجلیہ" ہے اس کو عمرو بن عاص نے معاویہ کے اس خط کے جواب میں لکھ کر روانہ کیا تھا جس میں معاویہ نے اس سے مصر کے خراج کا مطالبہ کیا تھا اور نہ دینے پر معتوب قرار دیے جانے کی دھمکی دی تھی

اس کے دو نسخے مصر کے "مکتبہ خدیویہ" میں موجود ہیں [۷۸].

اور اس کے کچھ حصے کو ابن ابی الحدید نے روایت کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ میں نے اس قصیدہ کو خطیب تبریزی، ابی زکریا یحیی بن علی [۷۹] متوفی ۵۰۲ھ کے قلم سے لکھا ہوا دیکھا ہے [۸۰].

اسحاق کے بقول، معاویہ نے عمرو بن عاص کو لکھا کہ "مصر کے خراج کے مطالبے پر مبنی میرے متعدد خط تمہارے پاس پہونچ چکے ہیں، لیکن تم خراج دینے سے انکار کر رہے ہو۔ تم پہلی فرصت میں مصر کا خراج روانہ کر دو، اور یہ میرا قطعی حکم ہے والسلام" چنانچہ عمرو بن عاص نے اس کے جواب میں یہی قصیدہ لکھا جو جلجلیہ کے نام سے مشہور ہے اور جس کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے:

معاویۃ! الفضل لاتنس لی — و عن نہج الحق لا تعدل

نسیت احتیالی فی جلق — علی اھلھا یوم لبس الحلی

و قد اقبلوا زمراً یھرعون — و یاتسون کالبقر المھل

اور اسی قصیدہ میں ہے:

و لولای کنت کمثل النساء — تعاف الخروج من المنزل

نسیت محاورۃ الاشعری — و نحن علی دومۃ الجندل؟

تم کیا ابو موسیٰ اشعری کا قصہ بھول گئے کہ جب ہم "دومۃ الجندل" میں تھے۔

و العقته عسلاً بارداً | و امزجت ذلک بالحنظل [۸۱]

میں نے اس کو اچھا ٹھنڈا شہد چٹایا جس میں حنظل ملی ہوئی تھی

الست فیطیح فی جانبی | و سهمی قد غاب فی المفصل

و اخلعتها منه عن خدعة | کخلع النعال من الارجل

اور خلافت کو میں نے دھوکے سے اس طرح ان (علیؑ) سے الگ کر لیا جس طرح پاؤں سے جوتے اتارے جاتے ہیں

والبستها فیک لما عجزت | کلبس الخواتیم فی الانمل

اور تمہیں اس کا لبادہ اس طرح پہنا دیا جس طرح انگلیوں میں انگوٹھیاں پہنائی جاتی ہیں اور اسی قصیدہ میں یہ اشعار بھی ہیں:

و لم تک والله من اهلها | و رب المقام و لم تکمل

و سیرت ذکرک فی الخافقین | کسیر الجنوب مع الشمال

نصرناک من جهلنا یابن هند | علی البطل الاعظم الافضل

و کنت و لن ترها فی المنام | فزفت الیک و لا مهرلی

و حیث ترکنا اعالی النفوس | نزلنا الی اسفل الارجل

کم قد سمعنا من المصطفیٰ | وصایا مخصصة فی علیؑ

اور یہ اشعار بھی اس قصیدہ کے ہیں:

و ان کان بینکما نسبة | فاین الحسام من المنجل؟

و این الثریا و این الثری؟ | و این معاویة من علی؟

جب معاویہ نے یہ اشعار سنے تو اس کے بعد کبھی عمرو بن عاص کو چھیڑنے کی

حماقت نہیں کی[۸۳]۔

اور شیخ محمد ازھری نے یہ تمام اشعار حرف بحرف لکھے ہیں جن کو اس نے تاریخ اسحاقی سے نقل کیا ہے لیکن انھوں نے اس شعر کو حذف کر دیا ہے:

و حیث ترکنا لعالی النفوس نزلنا الی اسفل الارجل[۸۳]۔

اور ابن شہر آشوب نے اس قصیدے کے تیرہ اشعار لکھے ہیں[۸۴]۔

اور سید جزائری نے اس کے بیس اشعار کو نقل کیا ہے[۸۵]۔

اور زنوری نے "ریاض الجنۃ" کے "روضۂ ثانیہ" میں پورے قصیدہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے، اس قصیدہ کو "جلجلیہ" کہا جاتا ہے۔ چونکہ اس کے آخر میں یہ مصرع ہے

"و فی عنق علق الجلجل"

اور عظیم شاعر، شیخ عباس زیوری بغدادی نے اپنے مخطوطہ دیوان میں جس کو انھوں نے اپنے قلم سے صحیح کیا ہے اس پورے قصیدہ کو مخمس میں تبدیل کیا ہے چنانچہ مصر کے "مکتبہ خدیویہ" میں موجود اس کے دو نسخوں میں سے ایک میں وہ تخمیس موجود ہے

"یقولون بافواھھم ما لیس فی قلوبھم وللّٰہ اعلم بما تکسون"[۸۶]۔

شاعر

نام: عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم بن سعید قرشی، کنیت: ابو محمد اور ابو عبداللہ عرب کے پانچ چنے ہوئے سیاستدانوں میں ایک تھا۔ فتنے اسی سے شروع ہوتے اور اسی پر ختم، انوکھی چالوں اور سازشوں میں اس کا ماہر اور چابکدست ہونا ثابت اور مشہور ہے جس سے کتابیں بھری پڑی ہیں اگر ظلم و جور اور فسق و فجور کے بارے بلا روک ٹوک مبالغہ آمیز گفتگو کرنا ہو تو اس کی طرف ہر چیز کو نسبت دی جا سکتی ہے جیسا کہ صحابہ

اولین کے کلمات میں آپ کو مل جائے گا[۸۷]۔

"فالبغل نغل و ھو لذلک اھل"[۸۸]۔

۲۳۴ھ میں دنیا اس کے وجود سے پاک ہوئی

۵۔ محمد حمیری

بحق محمد قولوا بحق فان الافک من الشیم اللئام

حمیری کے قصیدے کے بقیہ اشعار اس فصل کے آخر میں درج ہیں

اشعار کے بارے میں

اس قصیدہ کو شیخ الاسلام حموی متوفی ۷۲۲ھ نے فرائد السمطین کے باب ۶۸ میں اپنی اسناد کے ساتھ حافظ کبیر ابی عبداللہ محمد بن احمد نطنزی مصنف کتاب "الخصائص العلویہ علی سائر البریہ" سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابوالفضل جعفر بن عبدالواحد بن محمد بن محمود ثقفی نے بیان کیا۔

ان کا کہنا ہے کہ ہمیں ابو طاہر محمد بن احمد بن عبدالرحیم نے خبر دی کہ ہمیں شیخ نے خبردی کہ ہمیں محمد بن احمد بن معدان نے بتایا کہ ہم سے محمد بن زکریا نے حدیث کی کہ ہم سے عبداللہ ابن ضحاک نے بتایا کہ ہم سے ہشام بن محمد نے اپنے باپ سے روایت کی کہ، طرماح طائی، ہشام مرادی اور محمد بن عبداللہ حمیری معاویۃ بن ابی سفیان کے پاس جمع ہوئے معاویہ نے ایک سونے کا سکہ نکال کر اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا اے عرب کے شاعرو! علی بن ابی طالبؑ کے بارے میں کچھ کہو اور وہی کہو جو حق ہے۔ اور میں صخر بن حرب کی نسل سے نہیں ہوں اگر یہ سکہ ایسے شخص کو نہ دوں جو علیؑ کے بارے میں صرف حق پر مبنی بات کہے۔

یہ سن کر طرماح کھڑے ہوئے اور انھوں نے علیؑ کے بارے میں کچھ کہا۔ لیکن معاویہ نے کہا آپ بیٹھ جائیے۔ اللہ آپ کی نیت سے واقف اور آپ پر حاضر و ناظر ہے

پھر ہشام مرادی کھڑے ہوئے اور انھوں نے بھی کچھ کہا مگر پھر معاویہ بولا "آپ بھی اپنے دوست کے ساتھ بیٹھ جائیے خدا آپ دونوں کو دیکھ رہا ہے۔ اس کے بعد عمرو بن عاص، عبداللہ حمیری سے بولا جو اس کا دوست تھے۔ آپ علیؑ کے بارے میں کہیے اور صرف حق کہیئے۔ پھر اس نے معاویہ سے کہا اے معاویہ! تو نے وعدہ کیا ہے کہ یہ سکہ صرف اس شخص کو دے گا جو علیؑ کے بارے میں صرف حق کہے گا۔

وہ بولا، ہاں! میں صخر بن حرب کی اولاد نہیں کہ اگر یہ میں ان میں سے اس شخص کو نہ دوں جو علیؑ کے بارے میں حق کہے۔

پس محمد بن عبداللہ اٹھے اور انھوں نے اپنے اشعار یہاں سے شروع کیے

بحق محمد قولوا بحق... الخ۔

معاویہ نے کہا کہ "تم نے سب سے سچی بات کہی ہے پس تم یہ ..... لے لو

اور اس کی روایت کی ہے، ہمارے شیخ فقیہ کبیر عمادالدین ابو جعفر محمد بن ابی القاسم بن محمد طبری آملی اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شیخ ابو عبداللہ احمد بن محمد بن شہریار نے بتایا جو شوال ۵۱۲ھ میں امیرالمومنینؑ کے روضہ مبارکہ کے خازن تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم سے شیخ ابوعبداللہ محمد بن محسن خزاعی نے بتایا۔ ان کا قول ہے کہ ہم سے ابوالطیب علی بن محمد بن بنان نے نقل کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابوالقاسم حسن بن محمد سکری نے اپنی کتاب میں نقل کیا۔ ان کے بقول ابوالعباس احمد بن محمد بن مسروق نے بغداد میں انھیں خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن دینار ضبی نے بتایا کہ ہم سے عبداللہ بن ضحاک نے نقل کیا[۸۹] تا آخر سند و متن۔

اور صاحب "ریاض العلماء" نے اس کو شریف مرتضیٰ کے حالات میں، شیخ الاسلام حموی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔

شاعر

محمد بن عبداللہ حمیری، عمرو بن عاص کا ساتھی

علامہ امینیؒ "الغدیر" میں لکھتے ہیں کہ میرے خیال میں قاضی عبداللہ بن محمد حمیری وہی ہے جس کے سپرد معاویہ نے "دیوان خاتم" کیا تھا اور وہ قاضی تھا جیسا کہ جہشیاری نے ذکر کیا ہے[۹۰]۔

اس نے کہا ہے کہ: معاویہ پہلا وہ شخص ہے جس نے "دیوان خاتم" چلایا تھا اس کا سبب یہ ہوا کہ اس نے عمرو بن زبیر کو لکھا کہ وہ، عامل عراق "زیاد" سے ایک لاکھ درہم لے لے عمرو نے خط کو کاٹ کر اس کو دو لاکھ بنا دیا۔ جب زیاد نے حساب پیش کیا تو معاویہ نے کہا میں نے تو صرف ایک لاکھ کے لیے لکھا تھا۔ چنانچہ اس نے زیاد کو لکھا کہ وہ ایک لاکھ اسے واپس کرے۔ اور زیاد نے اس کو جیل میں بند کر دیا۔

اس کے بعد معاویہ نے "دیوان خاتم" قائم کیا اور اس کو عبداللہ بن محمد حمیری کے حوالے کیا جو قاضی تھا۔ اور قوی امکان یہ بھی ہے کہ یہ اشعار خود عبداللہ قاضی کے ہو سکتے ہیں۔ اور غلطی سے باپ کو بیٹے پر مقدم کر دیا گیا ہے[۹۱]۔

۲۔ ابوالمستہل الکمیت

نفی عن عینک الارق الہجوعا و ہم یمتری منہا الدموعا

دخیل فی الفؤاد یہیج سقما و حزنا کان من جذل منوعا[۹۲]

کمیت کا مکمل قصیدہ اس فصل کے آخر میں درج ہے۔

اشعار کے بارے میں

یہ قصیدہ کمیت کے ان شاندار قصائد ہاشمیات میں سے ہے جن کے کل ملا کر ۵۷۸ شعر ہیں۔ جیسا کہ صاحب "الحدائق الوردیہ" نے تصریح کی ہے۔ البتہ اس کو چھاپنے پر مامور ان امین ہاتھوں نے کہ علم کی نشر و اشاعت جن کو سونپی گئی ہے۔ اس میں زبردستی خرابی پیدا کی ہے اور اس میں سے اتنے اشعار کم کر دیے ہیں جن کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ حسان، فرزدق اور ابو نواس کے دیوانوں کی چھپائی میں بھی اس گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا گیا ہے[۳۰]۔

ہاشمیات کا قصیدۂ عینیہ

شیخ مفید "مولیٰ" کے معنی میں اپنے رسالہ میں رقمطراز ہیں: کمیت وہ شخصیت ہے جس کے اشعار کو کتاب خدا میں شاہد بنایا گیا ہے، اور ان کی فصاحت، معرفت لغت، نظم میں ریاست اور عرب میں جلالت پر اہل علم کا اتفاق ہے جہاں وہ کہتے ہیں:

و یوم الدوح دوح غدیر خم ابان له الولایة لو اطیعا

تو حدیث غدیر سے انھوں نے علیؑ کی امامت کو واجب بتایا ہے اور لفظ مولیٰ کی وجہ سے انھیں امامت سے متصف گردانا ہے۔ کمیت جیسا شخص جو لغت و عربیت میں اس جلالت کا مالک ہو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی عبارت کو ان معنی کا لباس پہنائے جو لغت میں کبھی مراد نہیں لیے گئے اور ان سے پہلے کسی نے بھی ان کو استعمال نہ کیا ہو اور نہ ہی ان کی معرفت رکھتا ہو اگر کمیت کے لیے ایسا کرنا جائز ہو تو پھر اس سے چھوٹے، اس سے بڑے اور اس کے درجے کے دوسرے افراد کے لئے بھی ایسا کرنا جائز ہونا چاہیے اور اس طرح لغت کا ستیاناس ہو جائے گا اور ہمارے لیے لغت میں حقیقی معنوں

کی شناخت حاصل کرنے کا باب ہی مسدود ہو جائے گا

اور کراجکی نے اپنے سلسلے سے ھناد بن سری [۹۴] سے روایت کی ہے کہ میں نے امیرالمؤمنین علی بن ابی طالبؑ کو خواب میں دیکھا تو انھوں نے مجھ سے فرمایا: اے ھناد! میں نے عرض کی: لبیک یا امیرالمؤمنین! آپ نے فرمایا: کمیت کا یہ شعر سناؤ "و یوم الدوح دوح غدیر خم..."

ھناد کہتے ہیں: میں نے شعر پڑھا تو حضرت نے فرمایا: اے ھناد! مجھ سے بھی ایک شعر سن لو میں نے عرض کی: ارشاد فرمائیے۔ یا امیرالمؤمنین تو حضرتؑ نے فرمایا:

و لم ار مثل ذاک الیوم یوماً   و لم ار مثله حقاً اضیعا [۹۵]

میں نے نہ اس دن جیسا دن دیکھا اور اس جیسا حق جیسا حق ضائع ہوتے ہوئے دیکھا۔

اور شیخ ابوالفتح اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ کمیت سے روایت ہے کہ اس کے جول میں نے امیرالمؤمنینؑ کو خواب میں دیکھا تو حضرتؑ نے فرمایا: مجھے اپنا قصیدۂ عینیہ سناؤ میں نے قصیدہ پڑھنا شروع کیا تو جب میں اپنے اس شعر پر پہونچا "و یوم الدوح دوح غدیر خم" تو امیرالمؤمنینؑ نے فرمایا: اے کمیت! تم نے سچ کہا، یہ کہہ کر حضرت نے یہ شعر پڑھا۔

و لم ار مثل ذاک الیوم یوماً   و لم ار مثله حقاً اضیعا [۹۶]

اور سید علی خان مدنی نے اس کو "درجات رفیعہ" میں روایت کیا ہے اور عقیلی نے ، حموینی کی "منہاج الفاضلین" اور ابن جوزی کی "مرآۃ الزمان" سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے اور سبط ابن جوزی حنفی نے اس کو اپنے شیخ عمرو بن صافی موصلی سے اور انھوں نے بعض سے نقل کیا ہے [۹۷]۔

اور مرزبانی کا قول ہے "بنی امیہ کے دور میں کمیت شیعہ اور مداح اہل بیتؑ ہونے کے اعتبار سے مشہور تھے۔ چنانچہ بنی امیہ کے بارے میں ان کا یہ شعر ہے:

فقل لبنی امیہ حیث حلوا — و ان خفت المهند و القطیعا

اجاع الله من اشبعتموه — و اشبع من بجوركم اجیعا

اور مروی ہے کہ امام محمد باقرؑ نے جب کمیت سے یہ قصیدہ سماعت فرمایا تو اسے دعائیں دیں[۹۸]۔

اور بیاضی عاملی کی "صراط مستقیم" میں ہے کہ ابن کمیت کی روایت کے مطابق انھوں نے نبیؐ کو خواب میں دیکھا تو حضورؐ نے فرمایا، تم مجھے اپنے باپ کا قصیدہ عینیہ سناؤ۔ چنانچہ سناتے سناتے جب وہ اس شعر پر پہونچے "و یوم الدوح دوح غدیر خم" تو سرکار دو عالمؐ بہت روئے اور فرمایا: تیرے باپ نے سچ کہا ہے۔ خدا اس پر رحم کرے۔ خدا کی قسم میں نے ایسا حق ضائع ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔

ہاشمیات

مسعودی نے کمیت کے ہاشمیات کا ذکر کیا ہے[۹۹] او ابوالفرج[۱۰۰] اور سید عباسی[۱۰۱] نے بقول کمیت کے قصائد ہاشمیات اس کے منتخب اور بہترین اشعار ہیں۔ اور آمدی[۱۰۲] اور ابن عمر بغدادی[۱۰۳] کا کہنا ہے۔ اہل بیتؑ کی شان میں کمیت کے اشعار بہت مشہور ہیں جو اس کے بہترین اشعار ہیں۔

اور سندوبی[۱۰۴] کا قول ہے: کمیت دور اموی کے نامور شاعر اور عربوں کی تاریخ اور لغت سے واقف اور اس کے منتخب اور بہترین اشعار وہ قصائد ہاشمیات ہیں جن میں اس نے آل رسولؐ کے فضائل بیان کیے ہیں۔

ابوالفرج نے اپنے سلسلے سے محمد بن علی نوفلی سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے

باپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: جب کمیت بن زید نے شعر کہے تو سب سے پہلے اس نے "ہاشمیات" کہے اور انھیں مخفی کر دیا. پھر وہ فرزدق بن غالب کے پاس گئے اور ان سے کہا: اے ابوفراس! آپ قبیلہ مضر کے بزرگ اور شاعر ہیں اور میں آپ کا بھتیجا کمیت بن زید اسدی ہوں. وہ بولے: ہاں! تم نے سچ کہا ہے کہ تم میرے بھتیجے ہو. بتاؤ کیا چاہتے ہو؟ کمیت بولے کہ: میں نے کچھ شعر کہے ہیں جنھیں آپ کو دکھانا چاہتا ہوں. آپ دیکھ کر فرمایئے کہ اگر وہ اچھے ہوں تو میں انھیں شایع کروں اور اگر اچھے نہ ہوں تو میں انھیں مخفی رکھوں. اور آپ سے بہتر میرا رازدار کوئی نہیں ہو سکتا.

فرزدق نے کہا: تمہاری عقل تو اچھی ہے. مجھے امید ہے کہ تمہارے اشعار بھی تمہاری عقل کے شایان شان ہی ہوں گے. ذرا سناؤ تو دیکھوں کیا کہا ہے. کمیت نے اپنے اشعار سنانا شروع کیے. یہاں تک کہ فرزدق نے کہا: اے بھتیجے ان اشعار کو بڑے شوق سے شایع کرو خدا کی قسم تم اگلوں اور پچھلوں میں سب سے عمدہ شاعر ہو[۱۰۵].

اور اس کو مسعودی[۱۰۶] اور عباسی[۱۰۷] نے بھی روایت کیا ہے.

شاعر

نام: کمیت بن زید بن خنیس بن مخالد. کنیت: ابوالمستہل. ولادت: ۶۰ھ وفات: ۱۲۶ھ.

ابوالفرج کا کہنا ہے کہ: صف اول کے شاعر، تاریخ اور زبان عربی کے ماہر، قبیلۂ مضر کے شاعر اور ترجمان تھے جو "قحطانیہ" کے شعرا سے تعصب رکھتے تھے کہ جو مطاعن و ایام کے عالم تھے اور ان پر فخر کرتے تھے وہ بنی امیہ کے دور میں تھے اور بنی عباس کا دور حکومت آنے سے پہلے ہی دنیا سے منہ موڑ گئے. وہ بنی ہاشم کے پیرو ہونے کی حیثیت سے

مشہور و معروف تھے

معاذ ھراء سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے اچھا شاعر کون ہے؟ تو اس نے پوچھا، زمانہ جاہلیت میں سے یا مسلمانوں میں سے؟ تو کہا کہ زمانہ جاہلیت والوں میں سے. وہ بولے امرؤ القیس، زہیر اور عبید بن ابرص پوچھا اور مسلمانوں میں سے؟ تو وہ بولے فرزدق، جریر، اخطل اور راعی۔ تب ان سے سوال کیا گیا: اے ابو محمد! تم نے کمیت کا ذکر ہی نہیں کیا؟ ان کو کس صف میں شمار کرتے ہو؟ اس نے کہا، وہ تو اگلوں اور پچھلوں میں سب سے اچھے شاعر ہیں [۱۰۸] اور ان کے بارے میں فرزدق کا قول گذر چکا ہے کہ: بخدا تم اولین و آخرین میں سب سے اچھے شاعر ہو۔

۷۔ سید حمیری وفات ۱۷۳ھ

لام عمرو باللوی مربع	طامسة اعلامها بلقع

سیّد حمیری کا قصیدہ، اس فصل کے آخر میں ملاحظہ فرمائیے [۱۰۹]۔

اشعار کے بارے میں

فضیل رسان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں، میں امام جعفر بن محمدؑ کی خدمت میں ان کے چچا زید شہید کی تعزیت عرض کرنے کی خاطر حاضر ہوا، تو میں نے عرض کی. اجازت ہو تو میں آپ کو "سیّد" کے شعر سناؤں؟ حضرت نے فرمایا: سناؤ. میں نے ایک قصیدہ سنایا جس میں سیّد کہتے ہیں:

فالناس یوم البعث راياتهم	خمس فمنها هالک اربع
قائدها العجل و فرعونهم	و سامری الامة المقطع
و مارق من دينه مخرج	اسود عبد کلمع اوکع

ولایسۃ فاتـدھـا وجـہـہ کانہ الشمس اذا تطلع

تو پردے کے پیچھے سے مجھے گریہ و زاری کی آواز آئی امامؑ نے پوچھا یہ اشعار کس نے کہے ہیں؟ میں عرض کی سید نے کہے ہیں امام نے فرمایا "اللہ اس پر رحم کرے" میں نے عرض کی. میں نے عرض کی میری جان آپ پر قربان! میں نے تو اس کو شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے. امامؑ نے فرمایا "اللہ اس پر رحم کرے" خدا پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ اس کو علیؑ کی خاطر بخش دے. محب علیؑ کا ایک قدم اگر ڈگمگاتا ہے تو دوسرا ثابت رہتا ہے[۱۱۰].

اور ان ہی کی ایک اور روایت میں ہے: پس امامؑ نے مجھ سے پوچھا: یہ اشعار کس کے ہیں؟ میں نے عرض کی کہ یہ سید کے اشعار ہیں. امام نے اس کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتایا کہ: ان کی وفات ہو چکی ہے[۱۱۱] تو امامؑ نے فرمایا "اللہ اس پر رحم کرے" میں نے کہا: میں نے اس کو دیہات میں دیکھا کہ وہ نبیذ (شراب) پی رہا تھا. امامؑ نے فرمایا: کیا اس سے تمہاری مراد شراب ہے. میں نے کہا: ہاں! فرمایا: اگر اللہ محب علیؑ کو معاف کر دے تو کیا یہ اس کے لیے کوئی بڑا کام ہے[۱۱۲]؟

اور حافظ مرزبانی نے "اخبار السید" میں فضیل سے روایت کی ہے کہ میں جناب زید کی شہادت کے بعد امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا آنحضرتؑ گریہ کناں ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں: اللہ زید پر رحم کرے وہ سچے عالم تھے اگر حکومت ان کے ہاتھ آجاتی تو وہ جانتے تھے کہ کس کے حوالے کریں میں نے عرض کی: آپ اجازت دیں تو میں سید کے اشعار پڑھوں؟ فرمایا: تھوڑی دیر رک جاؤ پھر آپ نے پردے گرائے جانے کا حکم دیا چنانچہ پردے گرا دیے گئے اور ایک دروازے کے علاوہ سب دروازے کھول دیے گئے. پھر فرمایا: سناؤ. چنانچہ میں نے یہ قصیدہ شروع کیا "لام عمرو باللوی

مربع" اور اس کے تیرہ اشعار پڑھے
تو میں نے دیکھا کہ پردے کے پیچھے سے عورتوں کے رونے کی آواز آرہی ہے۔ پس امام نے فرمایا "اے اسماعیل اس قصیدہ پر تمہارا شکریہ! میں نے عرض کی: اے مولا! وہ دیہاتوں میں نبیذ پیتے تھے۔ فرمایا: اس جیسے لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے اور اللہ اگر ہمارے چاہنے والوں اور مداحوں کے گناہ بخش دے تو اس کے لیے کوئی بڑی بات نہیں اور کشی نے بھی اس روایت کو الفاظ میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ ذکر کیا ہے[۱۱۳]۔

اور ابوالفرج نے زید بن موسیٰ بن جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا آپ کے سامنے ایک شخص بیٹھا تھا جس کا لباس سفید تھا۔ میں نے دیکھا مگر پہچان نہیں پایا۔ اتنے میں سرکار دو عالمؐ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: اے سیدؔ! اپنا وہ قصیدہ سناؤ "لام عمرو باللوی مربع" راوی کا کہنا ہے کہ سید نے پورا قصیدہ سنایا اور میں نے خواب میں ہی پورے قصیدے کو یاد کر لیا۔

ابو اسماعیل کہتے ہیں کہ زید بن موسیٰ کی زبان میں لکنت تھی اور ان کی آواز بہت کرخت تھی لیکن جب انھوں نے یہ قصیدہ پڑھا تو نہ گڑبڑائے اور نہ کوئی غلطی کی[۱۱۴]۔

اس حدیث کو حافظ مرزبانی نے "اخبار السید" میں نقل کیا ہے۔

ابوداؤد مسترق سے سید نے روایت نقل کی ہے کہ، انھوں نے نبیؐ کو خواب میں دیکھا حضرتؐ نے فرمایا: کچھ سناؤ۔ تو میں نے یہ قصیدہ سنایا:

لام عمرو باللوی مربع — طامسة اعلامها بلقع

جب اس شعر پر پہونچے:

قالوا له، لو شئت اعلمتنا — الی من الغایة و المفزع

تو حضرتؐ نے فرمایا: بس اتنا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد اپنے ہاتھوں کو جھاڑ کر فرمایا:

خدا کی قسم میں نے ان کو بتا دیا تھا(۱۱۵).

اور سید شریف رضی "خصائص الائمہ" میں کہتے ہیں حکایت کی گئی ہے کہ زید بن موسیٰ بن جعفر بن محمدؑ نے رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا کہ وہ کسی بلند مقام پر امیرالمؤمنینؑ کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور کوئی شخص سید ابن محمد حمیری کا یہ قصیدہ پڑھ رہا ہے

لام عمرو باللوی مربع   طامسة اعلامها بلقع

جب پڑھنے والے نے یہ شعر پڑھا:

قالوا له ، لو شئت اعلمتنا   الی من الغاية و المفزع

راوی کہتا ہے کہ سرکار دوعالمؐ علی بن ابیطالبؑ کی جانب دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا "کیا میں نے ان کو نہیں بتایا؟ کیا میں نے ان کو نہیں بتایا؟ پھر آپ نے زید سے فرمایا: اے زید! تم سال بھر میں جتنے زینے طے کرو گے ان کے عدد کے برابر زندہ رہو گے زید کہتا ہے میں نے شمار کیا تو وہ نوّے (۹۰) سے کچھ اوپر تھے۔ پس زید نوے سال سے کچھ زیادہ زندہ رہا اور اس کا لقب تھا "زید النار"۔

علامہ مجلسی کا قول ہے کہ میں نے شیعوں کی کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ انھوں نے اپنی سند کے ساتھ سہیل بن ذبیان سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن سب سے پہلے امام رضاؑ کی خدمت میں پہونچا تو آپ نے فرمایا: بہت خوب آئے اے ابن ذبیان! ابھی میرا قاصد تمہیں بلانے کی خاطر روانہ ہونے والا ہی تھا، ارادہ ہی کیا تھا کہ وہ جا کر تمہیں میرے پاس لے آئے میں نے عرض کی: اے فرزند رسول! کیا کام تھا؟ فرمایا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ میں نے عرض کی ان شاء اللہ خیر ہوگی۔ فرمایا: اے ابن ذبیان! میں نے دیکھا ہے کہ میرے لیے ایک

سیڑھی نصب کی گئی جس کے سو زینے ہیں اور میں سب سے اوپر والے زینے پر پہونچا۔ میں نے عرض کی: اے مولا! میں آپ کو لمبی عمر کی مبارکباد دیتا ہوں ان شاء اللہ آپ سو سال زندہ رہیں گے۔ حضرتؑ نے فرمایا: جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا: اے فرزند ذبیان! جب میں سب سے اوپر کے زینے پر پہونچا تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں ایک سبز گنبد میں داخل ہو گیا ہوں جس کے باہر کا حصہ اندر سے صاف نظر آرہا ہے اور میں نے دیکھا کہ میرے جدّ امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم تشریف فرما ہیں ان کے دائیں اور بائیں دو نو عمر جوان ہیں جن کے چہروں سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ میں نے نورانی چہرے والی ایک خاتون اور حضرتؑ کے روبرو ایک نورانی شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا اور یہ دیکھا کہ ایک شخص آنحضرتؑ کے سامنے بیٹھا ہے اور یہ قصیدہ پڑھ رہا ہے "لام عمرو باللوی مربع"۔

جب نبی کریمؐ نے مجھے دیکھا تو مجھ سے فرمایا: مبارک ہو! اے میرے فرزند، اے علی بن موسیٰ رضاؑ! اپنے باپ علیؑ کو سلام کرو میں نے سلام کیا، اس کے بعد فرمایا: اپنی ماں فاطمہ زہراؑ کو سلام کرو میں نے سلام کیا۔ پھر فرمایا: حسنؑ اور حسینؑ کو سلام کرو میں نے سلام کیا، پھر فرمایا: ہمارے شاعر اور دنیا میں ہمارے اس مدّاح سید اسماعیل حمیری کو سلام کرو میں نے اس کو بھی سلام کیا۔ اور بیٹھ گیا۔ نبی کریمؐ سید اسماعیل کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اس قصیدہ کو شروع سے پڑھو انھوں نے پڑھنا شروع کیا "لام عمرو باللوی مربع"۔

پس نبی کریمؐ روئے۔ جب وہ اس شعر پر پہونچا "و وجھہ کالشمس اذ تطلع" تو نبیؐ اور فاطمہؑ دونوں رو پڑے اور جب یہ شعر سنایا:

قال لہ، لو شئت اعلمتنا الی من الغایۃ و المفزع

تو نبیؐ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا "خدایا، تو مجھ پر اور ان پر گواہ ہے کہ میں نے ان کو بتا دیا تھا کہ ان کی غایت نہائی اور پناہ گاہ علی بن ابی طالبؑ ہیں. یہ کہتے ہوئے آپؐ نے علیؑ کی جانب اشارہ کیا جو آپؐ کے سامنے ہی بیٹھے تھے امام رضاؑ فرماتے ہیں. جب اسماعیل حمیری قصیدہ پڑھ چکے تو سرکار دوعالمؐ نے مجھ سے فرمایا "اے علی بن موسیٰ! اس قصیدہ کو زبانی یاد کرو اور ہمارے شیعوں کو حکم دو کہ اسے زبانی یاد کریں اور یہ بتا دو کہ جو اس قصیدہ کو یاد کرے گا اور اسے پڑھتا رہے گا میں خداوند قدوس کی بارگاہ میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں"۔ امام رضاؑ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے اس قصیدہ کو اتنا پڑھا کہ مجھے زبانی یاد ہوگیا[۱۱۶]. پھر آپ نے پورا قصیدہ ذکر کیا.

علامہ امینیؒ لکھتے ہیں کہ اس خواب کو قاضی شہید مرعشی[۱۱۷] نے رجال کشی سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے. لیکن مطبوعہ "رجال کشی" میں اس کا ذکر نہیں ہے. شاید قاضی کو اس کا مکمل نسخہ مل گیا ہوگا اور اس میں انھوں نے دیکھا ہو گا.

شیخ ابو علی نے اس کو اپنی رجال[۱۱۸] میں شیخ صدوق کی "عیون الاخبار" سے نقل کیا ہے اور شیخ معاصر[۱۱۹] اور سید امین[۱۲۰] نے بھی ان کی پیروی میں اس کو نقل کیا ہے لیکن مجھے عیون کے مخطوطہ یا مطبوعہ نسخہ میں نہیں ملا. اور مولا محمد قاسم ہزار جریبی نے اس کو قصیدہ کی شرح میں لکھا ہے. اور سید زنوزی نے اپنی ضخیم و فخیم کتاب "ریاض الجنۃ" کے پہلے "روضہ" میں نقل کیا ہے اور سید محمد مہدی نے اپنی کتاب "ریاض المصائب" کے آخر میں نقل کیا ہے[۱۲۱].

شاعر

نام: اسماعیل بن محمد یزید بن وداع حمیری، کنیت: ابو ہاشم اور ابو عامر، لقب سید

متوفی سنہ ۱۷۳ھ

وہ کثرت سے عمدہ اشعار کہنے والے متقدمین میں سے تھے. اور ان تین شعراء میں ان کا شمار ہوتا تھا جنہوں نے جاہلیت اور اسلام میں سب سے زیادہ شعر کہے ہیں اور وہ ہیں، سید، بشار اور ابو عتاھیۃ

ابوالفرج کا قول ہے. آج تک سنا نہیں گیا ہے کہ کسی ایک نے بھی ان تینوں کے تمام اشعار کا احصاء کر لیا ہو" اور مرزبانی لکھتے ہیں: یہ بات آج تک سننے میں نہیں آئی ہے کہ سید کے برابر کسی نے اچھے اور کثیر تعداد میں شعر کہے ہوں

ابوالفرج [۴۲] کہتے ہیں، وہ صاحب نظر اور جداگانہ روش کے مالک شاعر تھے کہ جس کو نہ کسی نے اختیار کیا ہے اور نہ اس کے قریب ہی پہونچ پایا ہے. اور لیطۃ بن فرزدق سے مروی ہے کہ ہم نے اپنے باپ کے سامنے شعراء کا ذکر چھیڑا تو وہ بولے. دو ایسے شعراء ہیں کہ لوگوں کی نظر میں دیکھا جائے تو ان کے علاوہ کوئی شاعر ہی نہیں. ہم نے پوچھا وہ دونوں کون ہیں؟ تو بولے کہ سید حمیری اور عمران بن حطان سدوسی لیکن خداوند متعال نے ہر ایک کو اپنے اپنے مذہب کی ترجمانی پر لگا دیا ہے [۴۳].

۸ ـ عبدی کوفیؒ

هل فی سؤالک رسم المنزل الخرب   بر، لقلبک من داء الهوی الوصب [۴۴]

شاعر

ابو محمد سفیان بن مصعب عبدی کوفی شعراء اہل بیتؑ اور ان کے مقربین میں سے تھے. اہل بیت طاہرینؑ کے نزدیک صدق نیّت اور خلوص کے اعتبار سے پسندیدہ تھے انھوں نے اپنے اشعار میں امیرالمؤمنینؑ کے متعدد فضائل و مناقب نظم کیے ہیں. اور ان

کی اور ان کی ذریت پاک کی مدح و ستائش کی ہے۔ اور ان کے مصائب و آلام کا تذکرہ کر کے اس سے محزون ہوتے ہیں. ہم نے نہیں دیکھا کہ "آل اللہؑ" کے علاوہ انھوں نے کسی کے لیے اشعار کہے ہوں.

امام جعفر صادقؑ نے ان سے اشعار سماعت فرمائے ہیں، جیسا کہ "روضۃ الکافی" میں، اپنی سند کے ساتھ ثقۃ الاسلام کلینیؒ نے داؤد مسترق سے روایت کی ہے. اور امامؑ نے ان کے اشعار ابو عمارہ سے بھی سماعت فرمائے ہیں کہ جو اشعار پڑھا کرتے تھے[۴۵].

شیخ طوسی نے اپنی "رجال" میں ان کو امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں شمار کیا ہے. لیکن وہ صرف امام سے الفت رکھنے یا امام کی خدمت میں حاضری دینے کے اعتبار سے ہی صحابی نہیں تھے بلکہ وہ امامؑ کے بہت قریب صدق دل سے امامؑ کے شیدائی اور ان پر ایمان اور ولایت میں خالص و مخلص تھے۔ یہاں تک کہ امامؑ نے شیعوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو ان کے اشعار پڑھائیں اور فرمایا "انه علیٰ دین للہ"[۴۶] وہ اللہ کے دین پر ہیں.

ان کے اشعار میں صداقت، مذہبی استقامت اور معنوی سلامت کا عنصر بغیر کسی جھول کے نمایاں ہے امامؑ نے ان کو عورتوں کے لیے نوحہ لکھنے کا حکم دیا تھا[۴۷].

امام جعفر صادقؑ، فضائل عترتؑ پر مشتمل حدیث سن کر اسی وقت نظم کر کے امامؑ کو سنایا کرتے تھے، جیسا کہ ابن عیاش نے "مقتضب الاثر" میں روایت کی ہے

حسین بن محمد بن علی ازدی کوفی جن کی وثاقت اور جلالت پر اجماع ہے ان کے اشعار اور احادیث کے سلسلے میں الگ کتاب لکھی ہے اور نجاشی[۴۸] نے بھی اس کو ان کی کتاب قرار دیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بزرگان مذہب کے نزدیک وہ عظیم المرتبت تھے اور علم و دین میں ان کا بڑا مقام تھا.

حدیث میں ان کا نبوغ

جن حضرات کو ہمارے شاعر "عبدی" کے اشعار اور ان میں پائی جانے والی، جدت، سلامت و روانی، حلاوت و شیرین بیانی اور متانت و سنجیدگی سے آگاہی و واقفیت حاصل ہے وہ شاعری میں ان کے نابغہ ہونے، گوناگون علوم و فنون اور متقدم و نمایاں ہونے کی گواہی دیں گے اور دیکھیں گے کہ حمیری جو "اشعر الناس" ہے اس نے ان کی تعریف کی ہے ابوالفرج [۲۹] نے ابوداؤد مسترق سلیمان بن سفیان سے روایت کی ہے کہ سید کہا کرتے تھے کہ عبدی کے علاوہ میں سب سے بڑا شاعر ہوں۔

ان کے اشعار میں غور و فکر سے اندازہ ہوتا ہے کہ رجال حدیث کے متقدمین میں ان کا موقف عظیم ہے بے شمار حدیثیں نقل کی ہیں جامعین روایات میں وہ سرفہرست ہیں انھوں نے پراکندہ حدیثوں کو یکجا کیا اور انھیں اشعار کے رشتے میں پرویا، درایت و روایت میں ماہر، بلند ہمت اور نشر و اشاعت حدیث میں کہ جو اہل بیت اطہارؑ سے ماثور ہوتی تھیں حد سے بڑھ دلچسپی لیتے تھے [۳۰]۔

۹۔ ابو تمام طائی

اطلبة حيث استت الكتب العفر روبدک لا يغالک اللوم و الزجر

ابو تمام طائی کا پورا قصیدہ کتاب کی آخر میں درج ہے

اشعار پر تبصرہ

میرے نزدیک کسی بھی عقلمند کے لیے "یوم غدیر" کی معرفت سے راہ فرار نہیں ہے خاص کر ایسی صورت میں جب اس کے پاس ادب، حدیث اور تاریخ و سیرت کی کتابیں موجود ہوں اور تقریباً ہر کتاب میں اس واقعے کی جانب واضح اشارے موجود ہیں۔

جو قاری کے سامنے روز عید غدیر کی حقیقت کو نمایاں کرتے ہیں، کوئی کتاب بھی اس کے ذکر سے خالی نہیں اور نہ ہی کوئی ذہن ایسا ہے جس میں غدیر کا تصور نہ ہو اور یہ ایسا واقعہ ہے جس کی داستان نسلاً بعد نسل سینہ بہ سینہ اور تاریخ کے صفحات پر چلی آرہی ہے چنانچہ جس شخص نے شروع سے آخر تک ہماری اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے وہ کسی حد تک اس امر سے آگاہ ہو چکا ہوگا۔

ایسی صورت میں ذرا ہمارے ساتھ آیئے اور ڈاکٹر ظم ابراہیم اسود سے تعجب کیجیے کہ جنہوں نے ہمارے اس شاعر کے دیوان کی شرح لکھی ہے چنانچہ وہ اس شعر کی شرح میں لکھتے ہیں:

"و یوم الغدیر استوضح الحق"

کہ یوم غدیر ایک مشہور جنگ کا واقعہ ہے اور اس کے بعد اس مصرعہ کو بھی لکھتے ہیں:

"یمد بضبعہ و یعلم انہ"

جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جنگ نبی کریمؐ کی جنگوں میں سے ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے "یمد بضبعہ" یعنی سرکار دوعالمؐ نے حضرت امیرؑ کا بازو تھاما اور ان کی نصرت فرمائی اس میں ضمیر حضرت علیؑ کی طرف پلٹتی ہے۔ یعنی رسول اللہؐ ان کی مدد فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ: علیؑ ان کے ولی ہیں، چنانچہ وہ غدیر میں نبیؐ کے تنہا ناصر و مددگار تھے اور رسولؐ بھی انکی مدد کرتے تھے، یہ جانتے ہوئے کہ مستقبل میں علماء ان کے ولی اور جانشین ہوں گے یہ ہے حقیقت، کیا آپ حضرات بھی جانتے ہیں[۳۰]؟

کیا کوئی ہے جو اس شخص سے پوچھے کہ اس فتوے کا مصدر کیا ہے؟ کیا پیغمبرؐ کی غزوات میں اس جنگ کا کہیں وجود ہے؟ کیا کسی بھی مورخ نے اس جنگ کا کہیں ذکر کیا

ہے؟ یا حدیثیں گڑھنے والوں نے اس جنگ کے قصے کو گڑھ لیا ہے؟ ان سب باتوں کو رہنے دیجئے۔ یہ بتائیے کہ کیا کوئی قصہ گو بھی ایسا ہے جس نے اس کا قصہ بیان کیا ہو؟ یا کسی شاعر نے اس کو اپنے تخیل کی دنیا میں جنم دیا ہو؟

کیا کوئی ہے جو اس شخص سے پوچھے کہ گنے چنے غزوات نبوی میں اس جنگ کا اضافہ کب کیا گیا ہے؟ وہ جنگیں جن کی تعداد، کیفیت اور دوسرے تمام واقعات کتب تاریخ میں درج ہیں اور ان میں غزوہ یوم غدیر کا ذکر تک نہیں، اس جنگ کا ان گنی چنی جنگوں میں کب اضافہ کیا گیا ہے؟ کہ جس میں علیؑ و نبیؐ ایک دوسرے کی مدد کر رہے تھے اور ایک دوسرے کے دفاع میں مشغول تھے جیسا کہ اس کاتب کا زعم ناقص ہے۔

اس کاتب کے پاس ان باتوں کا تو کوئی جواب نہیں لیکن کچھ اسباب ایسے ہیں جن کی بنا پر وہ غدیر کی حقیقت کو دامان امانت میں چھپانا چاہتا ہے۔ اور اس کا یہ گمان ہے کہ اس حاشیہ سے صرف نہایت زیرک لوگ ہی آگاہ ہو پائیں گے یا اہل تحقیق اپنی بزرگی کی بنا پر اس واقعہ کو نظر انداز کر دیں گے لیکن دینی حقیقت کا پاس و لحاظ ایسے کاتب کے پاس و لحاظ کے تحفظ سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ جو آنکھ بند کر کے جو دل میں آتا ہے لکھ دیتا ہے اور دروغ محض کو سچی حقیقت بنا کر پیش کرتا ہے۔

جی ہاں، دور جاہلیت میں ایک دن تھا جس میں "درید بن صمہ" نے کہ جو فتح مکہ کے بعد حالت کفر میں قتل ہوا تھا۔ قبیلۂ غطفان میں لوٹ مار مچائی تھی چنانچہ اس نے بنی عبس سے ساعدۃ بن مر کو قتل کیا اور ذؤاب بن اسماء جشمی کو اسیر کر لیا۔ بنی جشم نے تجویز پیش کی کہ اس کے عوض ہم سے فدیہ قبول کر لیا جائے۔ لیکن درید نے انکار کر دیا اور اس شخص کو اپنے بھائی عبداللہ کے بدلے میں قتل کر دیا۔ اور بنی مرہ، بنی ثعلبہ اور غطفان کے قبیلوں کو نقصان پہونچایا۔ اغانی [۳۲] میں منقول ہے کہ یہ واقعہ غدیر کے

دن رونما ہوا. اور اس سلسلے میں ورید کا ایک شعر بھی نقل کیا ہے

عقد فرید [۴۳] میں زمانۂ جاہلیت کی جنگوں میں "غدیر قلیاد" کے دن ہونے والی جنگ کو بھی شمار کیا گیا ہے اور ابو عبیدہ کا قول ہے کہ دوسرے قبیلوں نے صلح کی پیش کش کی، مگر بنی ثعلبہ بن سعد نے انکار کر دیا اور کہا کہ یا ہمارے مقتولین کی دیت ادا کی جائے یا جن لوگوں نے انھیں قتل کیا ہے ان سے قصاص لیا جائے چنانچہ یہ سب کے سب قطن کے دن گھروں سے نکل کر "غدیر قلیاد" کے مقام پر پہونچ گئے. بنو عبس نے ان سے پہلے ہی پانی پر قبضہ کر لیا اور ان پر پانی بند کر دیا. یہاں تک وہ خود اور ان کے جانور پیاس سے جان بلب ہونے لگے، یہ دیکھ کر بنی ثعلبہ میں سے سبیع کے بیٹوں یعنی عوف اور معقل نے ان کے درمیان صلح کروائی اور زھیر نے ان کے بارے میں کہا:

تدارکتما عبسا و ذبیان بعدما　　　تفانوا و دقوا بینهم عطر منشم

مذکورہ کلام میں قلیاد "قلمی" کا مصحف ہے جیسا کہ "معجم البلدان" [۴۴] اور "بلوغ الادب" [۴۵] سے ظاہر ہے اور بلوغ ادب میں اس کو عرب کے مشہور ایام میں شمار کیا گیا ہے

یہ ہے اس دن کے بارے میں مروی حدیث کا قصہ کہ جس میں رسول اللہؐ اور کسی ہاشمی کا کوئی عمل دخل نہیں رہا اور نہ ہی ان کے وصی امیرالمؤمنینؑ نے اس میں کوئی معرکہ آرائی فرمائی پس اس حدیث کا ان دو بزرگواروں سے کوئی تعلق نہیں

پس کیا یہ معقول ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے عظیم الشان وصیؑ کی مدح کرنے والے شاعر یعنی ابو تمام اس دن کو مراد لیں اور اسے ان حضرتؑ کے آثار میں شمار کریں؟

اس کے علاوہ، اشعار بہانگ دہل یہ اعلان کر رہے ہیں کہ اس سے مراد خونریز واقعہ نہیں ہے، اس لیے کہ شاعر نے غزوات نبویہؐ میں امیرالمؤمنینؑ کی شمولیت کا ذکر کرنے اور

احد، بدر، حنین، نضیر، خیبر، خندق وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد اس قصہ کو اس شعر پر ختم کیا ہے:

مشاهد کان لله کاشف کربها و فارجه والامر ملتبس امر

اور حضرت کی منقبت کا آغاز کیا ہے کہ جس کا تعلق تلوار اور نیزے سے نہیں بلکہ "زبان" سے ہے۔ اور کہا ہے کہ "یوم الغدیر" اور آپ جانتے ہیں کہ ان کا اشارہ ایک ایسے قصہ کی طرف ہے جس میں قیام ہے، دعوت ہے، اعلان ہے بیان ہے اور حق کے اہل کی خاطر اثبات حق کا مظاہرہ ہے[۳۰۶]۔

شاعر

ابو تمام حبیب بن اوس بن حارث بن قیس بن اشج بن یحیی بن مزینا بن سہم بن طحان بن مروان بن رفافہ بن مر بن سعد بن کاھل بن عمرو بن عدی بن عمرو بن حارث بن طی جلھم بن ادد بن زید بن یشجب بن عریب بن کھلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان متوفی ۲۳۱ھ[۳۰۷]۔

جاحظ[۳۰۸] کا قول ہے کہ رؤساء امامیہ میں سے تھے۔ اور گذشتہ ادوار میں ادب میں شیعوں کے برجستہ بزرگ اور ائمۂ لغت میں شمار ہوتے تھے صاحب فضل و کمال تھے۔ ان کا شعری اسلوب اور ان کے اشعار کو نمونہ اور سند بنا کر پیش کیا جاتا تھا۔ شعری سیرت کی ان پر انتہا ہوتی ہے اور ان کے سامنے زانوئے ادب تہہ ہو جاتے ہیں اور مشاعروں و مقاصدوں میں ان کے تقدم پر کبھی دو آدمیوں میں بھی اختلاف نہیں ہوا اور نہ محبت اہل بیتؑ میں ان کی شدید سرشاری کے بارے میں کسی کو شبہ ہوا۔ ان میں بلا کی ذکاوت اور قوت حافظہ تھی یہاں تک کہا گیا ہے کہ ان کو چار ہزار دیوان اشعار زبانی یاد تھے اور

ایک ہزار عربی داستانیں، قطعے اور قصائد ان کے علاوہ ہیں [۳۹].

اور "معاہد التنصیص" میں ہے کہ ان کو چودہ ہزار عربی نظمیں اور ان کے علاوہ قطع اور قصائد زبانی یاد تھے۔

اور تکملہ میں ہے کہ: اس نے اپنے زمانہ میں، پانچ سو شاعروں کی تربیت کی جو سب کے سب بزرگ تھے۔

حسین بن اسحاق کہتے ہیں: میں نے بحتری سے کہا: لوگوں کا خیال ہے کہ تم ابوتمام سے بڑے شاعر ہو تو اس نے جواب دیا، یہ کہنا نہ مجھے کوئی فائدہ پہونچا سکتا ہے اور نہ ابوتمام کو کوئی نقصان، بخدا میں نے اس کی وجہ سے روزی حاصل کی ہے اگر چہ میری یہ تمنا ہے کہ جیسا لوگ کہتے ہیں حقیقت میں ایسا ہی ہو لیکن خدا کی قسم میں اس کا تابع ہوں اس کے ہاں پناہ گزین اور اس سے حاصل کرتا ہوں، میری نسیم کے ملائم جھونکے اس کی ہوا کی تاب نہیں لا سکتے اور میری زمین اس کے آسمان کے مقابلہ میں سر خم کر دیتی ہے [۴۰].

۱۰۔ دعبل خزاعی

تجاوبن بالارنان و الزفرات نوائح عجم اللفظ و النطقات

دعبل کے قصیدہ کو مکمل طور پر اس فصل کی آخر میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اشعار کے بارے میں

۱۲۰ اشعار ہیں جن کو مکمل طور پر اربلی نے "کشف الغمۃ" میں اور قاضی [۴۱] علامہ مجلسی [۴۲] اور زنوری نے "ریاض الجنۃ" کے پہلے "روضہ" میں ذکر کیا ہے۔

اور شبراوی [۴۳]، شافعی متوفی ۱۱۷۲ھ اور شبلنجی [۴۴] نے اس تعداد کو صراحت سے

لکھا ہے. اور یہ بات جو حموی [۱۴۵] سے منقول ہے کہ اس قصیدہ کے نسخے مختلف ہیں جن میں کچھ اضافات ہیں جن کے بارے میں گمان اغلب یہ ہے کہ ان کو بعض شیعوں نے گڑھ لیا ہے اور ہم یہاں اتنا ہی نقل کر رہے ہیں جتنا صحیح ہے. یہ ایسا ظن ہے جو قرآن مجید کی نظر میں گناہ ہے، اور اس نے "معجم البلدان" میں جتنا حصہ نقل کیا ہے وہ اس سے الگ ہے جس کو اس نے "معجم ادباء" میں صحیح قرار دیا ہے [۱۴۶].

اور مسعودی [۱۴۷] وغیرہ نے بھی اس کے بعض حصے کو نقل کیا ہے کہ جس کو حموی نے "معجم البلدان" میں نقل کیا ہے.

اور سبط ابن جوزی حنفی متوفی ۶۵۴ھ [۱۴۸]. ابن طلحہ شافعی متوفی ۶۵۲ھ [۱۴۹] اور شبراوی نے "الاتحاف" میں اور شبلنجی نے "نور الابصار" میں کچھ اضافات کو ثابت کیا ہے جو حموی کے صحیح کردہ میں نہیں ہیں.

اور ان اشخاص پر یہ الزام لگانا تو ممکن ہی نہیں کہ انھوں نے جعلی اشعار کو ثابت کیا ہوگا.

دراصل علم چونکہ تدریجاً حاصل ہوتا ہے لہذا یہ ممکن ہے کہ حموی نے جب "معجم الادباء" لکھی ہوگی تو اس وقت اتنی ہی تحقیق کر پائیں ہوں گے لیکن جب ان کے علم میں اضافہ ہوا تو جو کچھ بعد میں ان کو معلوم ہوا ہوگا, اس کو "معجم البلدان" میں لکھ دیا ہو گا. جو ان کی بعد کی تالیف ہے. اس لیے اس کی اکثر جلدوں میں اس نے "معجم ادباء" کے حوالے دیے ہیں [۱۵۰]. لیکن شیعوں سے اس کی بدگمانی نے اسے مجبور کیا جس کی وجہ سے سوانح نگاری کے موقع پر اس نے ان پر جعل کرنے کا الزام لگا دیا. ہم اس کی اس بدگمانی کا کوئی جواب نہیں دیں گے اس لیے کہ خدا ایسے لوگوں کی تاک میں ہے اور وہی بڑا اچھا ناظر اور حسیب ہے [۱۵۱].

شاعر

ابو علی، ابو جعفر دعبل بن علی بن رزین بن عثمان بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن بدیل بن ورقاء بن عمرو بن ربیعہ بن عبدالعزی بن ربیعہ بن جزی بن عامر بن مازن بن عدی بن عمرو بن ربیعہ خزاعی (۱۵۳).

ادب میں اس کے نابغہ ہونے کے بارے میں خود اس کے اشعار سے زیادہ واضح اور کون سا برہان ہو سکتا ہے! کہ جو زبان زد ہیں. کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں. الفاظ کے معانی اور لغوی مادوں کے اثبات کے لیے ان کو سند قرار دیا جاتا ہے اور شیعوں کے مجمعوں میں ہر صبح و شام ان کو پڑھا جاتا ہے. اس کے وہ اشعار جو اس قدر سہل ممتنع ہیں کہ پہلے پہلے تو ہر سننے والا یہ خیال کر بیٹھتا ہے کہ ایسے شعر تو میں بھی کہہ سکتا ہوں لیکن جب وہ قلم ہاتھ میں لے کر شعر کہنے کے لیے غور و خوض شروع کرتا ہے تو ان کی تہہ میں ڈوب جاتا ہے، تب اسے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ان اشعار کے مقابلہ میں بہت ہی بونا ہے، وہ تو ایسے شعر بھی نہیں کہہ سکتا جو ان اشعار کے قریب ہو سکیں چہ جائیکہ ان کے مساوی ہوں.

محمد بن قاسم بن مہرویہ کا کہنا ہے کہ میرے والد کہا کرتے تھے: دعبل خاتم الشعراء ہیں اور بحتری کہتے ہیں: دعبل بن علی میرے نزدیک مسلم بن ولید سے بڑے شاعر ہیں. ان سے پوچھا گیا، وہ کیسے ہیں؟ تو کہنے لگے کہ: دعبل کا کلام عربی زبان میں مسلم کے کلام سے زیادہ رائج ہے اور اس کا مسلک بھی ان کے مسلک سے مشابہ ہے اور وہ اپنے مسلک کے سلسلے میں بہت متعصب تھا (۱۵۴).

اور حافظ کہتے ہیں کہ میں نے دعبل سے سنا ہے: ساٹھ سال میں کوئی دن ایسا نہیں

گذرا جس میں، میں نے شعر نہ کہا ہو[۱۵۴]۔ اور جب دعبل نے ابو نواس کو اپنے یہ اشعار سنائے:

این الشباب ؟ و انۃ سلکا ؟ لا این یطلب ؟ ضل بل ھلکا

لا تعجبی یا سلم من رجل ضحک المشیب براسہ فبکی

تو وہ پکار اٹھے، بہت خوب، بہت خوب، تم نے ہمارا دل خوش کر دیا۔ اور محمد بن یزید کا قول ہے: خدا کی قسم دعبل فصیح تھے[۱۵۵]۔

اس کے علاوہ بھی دعبل کے ادبیات اور ان کی تعریف و تمجید میں نہایت عمدہ اقوال ہیں جن کا ذکر ہمارے لیے اہم نہیں ہے[۱۵۶]۔

دعبل کی شہادت ۲۴۶ھ میں ہوئی۔

حوالہ جات:

۱۔ تاریخ ابن عساکر اور دوسرے متعدد مآخذ میں صنوی کی جگہ صمری ہے۔

۲۔ ابن ابی الحدید، ابن حجر اور ابن شہر آشوب کی روایت میں یہ مصرعہ ہے "غلاماً بلغت اوان حلمی" اور ابن شیخ اور دوسروں کی روایت میں ہے "صغیراً بلغت اوان حلمی" اور طبری کی روایت میں اس شعر کے بعد یہ شعر ہے۔

وصلیت الصلاۃ وکنت طفلاً مقراً بالنبی فی بطن امی

اور میں نے اس وقت نماز پڑھی جب میں بچہ تھا اور میں بطن مادر ہی میں نبی کی نبوت کا اقرار کر چکا تھا۔

۳۔ معجم الادباء کے حاشیہ میں ڈاکٹر احمد رفاعی نے یہ شعر بھی نقل کیا ہے:

واوصاك النبي على اختيار مبيته غداة غدير خم

لیکن اس شعر میں تصحیف ہے جس سے آگے چل کر آپ کو آگاہ کیا جائے گا۔

۴۔ الفصول المختارہ ج ۲ ص ۸۷۔

۵۔ اس کو کنز الفوائد میں نقل کیا ہے۔ ص ۱۲۲۔

۶۔ روضۃ الواعظین ص ۷۶۔

۷۔ الاحتجاج ص ۹۷۔

۸۔ المناقب ج ۱ ص ۳۵۶۔

۹۔ کشف الغمۃ ص ۹۳۔

۱۰۔ تجارب السلف ص ۳۲۔

۱۱۔ بحار الانوار ج ۹ ص ۳۷۵۔

۱۲۔ ضیاء العالمین تالیف ۱۱۳۰ھ

۱۳۔ الف باء ج ۱ ص ۴۳۹۔

۱۴۔ المجتنی ص ۳۹۔

۱۵۔ معجم الادباء ج ۵ ص ۳۹۹۔

۱۶۔ مطالب السؤول ص ۱۱ طبع ایران

۱۷۔ تذکرۃ الخواص ص ۳۔

۱۸۔ شرح نہج البلاغۃ ج ۲ ص ۳۷۷۔

۱۹ مناقب گنجی ص ۳۱ طبع مصر

۲۰۔ تاریخ ابو الفداء ج ۹ ص ۱۱۸۔

۲۱۔ البدایۃ والنھایۃ ج ۸ ص ۸۔

۲۲۔ الفصول المہمہ ص ۱۴۔

۲۳۔ ان کے مذہب کے بارے میں تحقیق کرنے کی ضرورت ہے

۲۴۔ الصواعق المحرقۃ ص ۷۹۔

۲۵۔ ینابیع المودۃ ص ۲۹۱۔

۲۶۔ کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۳۔

۲۷۔ لطائف اخبار الدول ص ۳۳۔

۲۸۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۲۸۹۔

۲۹۔ الاتحاف بحب الاشراف ص ۱۸ اور ایک چھاپ میں ص ۴۹۔

۳۰۔ شرح عینیہ عبدالباقی عمری ص ۷۸۔

۳۱۔ ینابیع المودۃ ص ۲۹۱۔

۳۲۔ ینابیع المودہ ص ۳۷۱۔

۳۳۔ السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۱۹۰ حاشیہ سیرۃ حلبیہ

۳۴۔ کفایۃ الطالب ص ۳۶۔

۳۵۔ اسی فصل میں ابی تمام کے حالات میں اس کے بارے میں سیر حاصل گفتگو ہوگی۔

۳۶۔ معجم الادباء ج ۱۴ ص ۸۴ مطبوعہ مصر ۱۳۵۵ھ

۳۷۔ ثمار القلوب ص ۵۱۱ مطبوعہ مصر ۱۳۲۶ھ۔

۳۸۔ لطائف اخبار الدول ص ۳۳ مطبوعہ مصر ۱۳۱۰ھ

۳۹۔ یہ سب کلمات حدیث نبوی ہیں جن کو حفاظ نے نقل کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۱-ج ۵ ص ۱۸۲ اور ۱۸۹، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۳ تا ۶۸۔

۴۰۔ یہ آنحضرتؐ کی غیب سے متعلق پیشین گوئی ہے۔ حضرت جانتے تھے کہ یہ شخص آخر عمر میں امام برحق کے راستے سے منحرف ہو جائے گا لہذا حضرتؐ نے اپنی دعا کو استمرار نصرت کی مدت پر مشروط فرمایا ہے۔

۴۱۔ اس شخص کا مذہب ہمارے نزدیک محل نظر ہے۔

۴۲۔ الغدیر ج ۱ ص ۲۳۱ قطیفی کی "الفرقۃ الناجیہ" سے منقول ہے

۴۳۔ ابتدا کے چار اشعار نقل کیے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے الغدیر ج ۱ ص ۲۱۷ منقول از کشف الغمہ ص ۹۳۔

۴۴۔ مناقب خوارزمی ص ۸۰۔

۴۵۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۰۔

۴۶۔ کفایۃ الطالب ص ۱۷۔

۴۷۔ الامالی ص ۳۳۳۔

۴۸۔ الفصول المختارہ ج ۱ ص ۸۷۔

۴۹۔ الارشاد ص ۱۳ اور ۹۳۔

۵۰۔ کنز الفوائد ص ۲۳۳۔

۵۱۔ تفسیر ابی الفتوح ج ۲ ص ۱۹۳۔

۵۲۔ یہ خود حسان کا شعر ہے، ملاحظہ کیجئے "الغدیر" ج ۲ ص ۳۸ اور ۴۰۔

۵۳۔ علامہ امینی نے شہداء فضیلت میں اس کے حالات لکھے ہیں ص ۷۲ اور اشعار مروجۃ الواعظین" ص ۹۰ پر موجود ہیں۔

۵۴۔ اعلام الوریٰ ص ۸۱۔

۵۵۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۲۵۔

۵۶۔ الخصائص ص ۴۷۔

۵۷۔ الطرائف ص ۳۵۔

۵۸۔ کشف الغمہ ص ۹۳۔

۵۹۔ کامل البہائی ص ۱۵۲ اور ۲۱۷۔

۶۰۔ علامہ امینی نے "شہداء فضیلت" میں ان کے حالات لکھے ہیں ص ۷۱ اور "مجالس المومنین" ص ۲۱۱ میں اشعار کو نقل کیا ہے۔

۶۱۔ علم الیقین ص ۱۳۲۔

۶۲۔ غایۃ المرام ص ۸۷۔

۶۳۔ کشکول البحرانی ج ۲ ص ۱۸۔

۶۴۔ بحار الانوار ج ۹ ص ۳۴ اور ۲۹۵۔

۶۵۔ معجم الشعراء ص ۲۳۳۔

۶۶۔ جاحظ کی "البیان والتبیین" ج ۱ ص ۹۸ اور ۱۵۰۔

۶۷۔ یہ "مستدرک" کا ایک قول ہے۔ ج ۳ ص ۳۸۶ اس کی وفات میں بہت اختلاف ہے ابن کثیر نے ۵۴ھ کو صحیح بتایا ہے۔

۶۸۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۳۳، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۵۔

۶۹۔ الفصول المختارہ ج ۲ ص ۸۷۔

۷۰۔ کنز الفوائد ص ۲۳۴۔

۷۱۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۰۔

۷۲۔ تفسیر ابو الفتوح ج ۲ ص ۱۹۳۔

۷۳۔ روضۃ الواعظین ص ۹۱۔

۷۴۔ مجالس المومنین ص ۱۰۱۔

۷۵۔ البحار ج ۹ ص ۲۲۵۔

۷۶۔ کشکول بحرانی ج ۲ ص ۱۸۔

۷۷۔ قیس کے حالات زندگی کے بارے میں ملاحظہ فرمائیے۔ الغدیر ج ۲ ص ۶۷ تا ۱۱۳۔

۷۸۔ جیسا کہ ۱۳۱۳ھ کی اس کی مطبوعہ فہرست کی ج ۳ ص ۳۱۳ پر ہے۔

۷۹۔ امام لغت و نحو، ابن ناصر کے بقول وہ نقل میں ثقہ تھا اور اس کی متعدد کتابیں ہیں، ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں یہی لکھا ہے۔ ج ۲ ص ۱۷۱۔

۸۰۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۵۲۲۔

۸۱۔ یہ شعر خطیب تبریزی کی روایت میں یوں ہے:

فالطف عسلاً بارداً   واحباء من تحتہ حنظلی

۸۲۔ لطائف اخبار الدول ص ۳۱۔

۸۳۔ شرح مغنی اللبیب ج ۱ ص ۸۲۔

۸۴۔ المناقب ج ۲ ص ۱۰۶۔

۸۵۔ الانوار النعمانیہ ص ۴۳۔

۸۶۔ آل عمران ص ۱۹۷۔

۸۷۔ مختلف جہات سے اس کے تفصیلی حالات کا مطالعہ کرنے کے لیے ملاحظہ فرمائیے، الغدیر ج ۲ ص ۳۰ سے ۱۷۶ تک۔

۸۸۔ یہ مثل ایسے شخص کے لیے استعمال ہوتی ہے جو ذاتاً کمینہ اور بد فعل ہو۔

۸۹۔ بشارۃ المصطفیٰ لشیعۃ المرتضیٰ ص ۳۰۔

۹۰۔ الوزراء والکتاب ص ۱۵۔

۹۱۔ الغدیر ج ۲ ص ۱۶۹۔

۹۲۔ "جذل" کے معنی ہیں فرح و مسرت۔

۹۳۔ تفصیل کے طالب الغدیر ج ۲ ص ۱۳۱ اور ۱۸۱ سے ۱۸۲ تک ملاحظہ فرمائیں۔

۹۴۔ بخاری اور دوسرے حضرات کی بڑی تعداد نے اس سے روایتیں نقل کی ہیں، نسائی اور دوسروں نے اس کو موثق بتایا ہے۔ ابوحاتم ولادت ۱۹۵ھ وفات ۲۷۷ھ نے اس کی تصدیق کی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے، تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۷۱۔

۹۵۔ کنزالفوائد ص ۱۵۴۔

۹۶۔ تفسیر ابی الفتوح ج ۲ ص ۱۹۳۔

۹۷۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۰۔

۹۸۔ معجم الشعراء ص ۳۳۸۔

۹۹۔ مروج الذھب ج ۲ ص ۱۹۴۔

۱۰۰۔ الاغانی ج ۳ ص ۴۳۔

۱۰۱۔ معاھد التنصیص ج ۲ ص ۳۹۔

۱۰۲۔ المؤتلف والمختلف ص ۱۲۔

۱۰۳۔ خزانۃ الادب ص ۹۴۔

۱۰۴۔ حاشیہ بیان و تبیین جاحظ ج ۱ ص ۵۴۔

۱۰۵۔ اغانی ج ۱۵ ص ۴۳۔

۱۰۶۔ مروج الذھب ج ۲ ص ۱۹۴۔

۱۰۷۔ المعاھد ج ۲ ص ۲۶، اور ہاشمیات کی مفصل بحث الغدیر ج ۲ ص ۱۸۱ سے ۱۹۵ تک دیکھی جا سکتی ہے

۱۰۸۔ اغانی ج ۱۵ ص ۱۱۵ اور ۱۲۷۔

۱۰۹۔ اس قصیدہ کے ۵۴ شعر ہیں، اور ان کا بعض حصہ کچھ صفحہ بعد ملاحظہ فرمایئے۔

۱۱۰۔ الاغانی ج ۷ ص ۲۵۱۔

۱۱۱۔ یہ فقرہ درست نہیں، اس لیے کہ حمیری کی وفات امام جعفر صادقؑ کے کئی سال بعد ہوئی اور اس فقرہ کا ذکر، مرزبانی اور کشی کی روایت میں نہیں

۱۱۲۔ الاغانی ج ۷ ص ۲۳۱۔

۱۱۳۔ رجال الکشی ص ۱۸۴۔

۱۱۴۔ الاغانی ج ۷ ص ۲۵۱۔

۱۱۵۔ اغانی ج ۷ ص ۲۷۹۔

۱۱۶۔ بحار الانوار ج ۱۱ ص ۱۵۰۔

۱۱۷۔ مجالس المؤمنین ص ۳۳۶۔

۱۱۸۔ منتہی المقال ص ۴۳۔

۱۱۹۔ تنقیح المقال ج ۱ ص ۵۹۔

۱۲۰۔ اعیان الشیعہ ج ۴ ص ۱۷۰۔

۱۲۱۔ اور کچھ اہل علم حضرات نے اس قصیدہ کی شرح لکھی ہے ملاحظہ کیجیے "الغدیر" ج ۲ ص ۲۲۳، ۲۲۵۔

۱۲۲۔ الاغانی ج ۷ ص ۲۳۱۔

۱۲۳۔ الغدیر ج ۲ ص ۲۱۳ تا ۲۸۹۔

۱۲۴۔ عبدی کوفی کا مکمل قصیدہ کچھ صفحات بعد ملاحظہ فرمائیے۔

۱۲۵۔ جیسا کہ ابن قولویہ کی الکامل ص ۱۰۵ پر ہے

۱۲۶۔ کشی نے اس کو اپنی رجال ص ۲۵۴ پر نقل کیا ہے۔

۱۲۷۔ گذشتہ حوالہ

۱۲۸۔ فہرست نجاشی ص ۴۹۔

۱۲۹۔ الاغانی ج ۷ ص ۲۳۔

۱۳۰۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے، الغدیر ج ۲ ص ۲۹۰ تا ۳۲۵۔

۱۳۱۔ شرح دیوان ابی تمام ص ۳۸۱۔

۱۳۲۔ اغانی ج ۹ ص ۶۔

۱۳۳۔ عقد فرید ج ۳ ص ۴۱۔

۱۳۴۔ معجم البلدان ج ۷ ص ۱۵۴۔

۱۳۵۔ بلوغ الادب ج ۲ ص ۴۷۔

۱۳۶۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے "الغدیر" ج ۲ ص ۳۲۹ سے ۳۳۳ تک۔

۱۳۷۔ تاریخ خطیب ج ۸ ص ۲۲۸۔

۱۳۸۔ فہرست نجاشی ص ۱۴۔

۱۲۹۔ مرآۃ الجنان ج ۲ ص ۱۲۔

۱۳۰۔ تاریخ خطیب ج ۸ ص ۲۲۸، تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے "الغدیر" ج ۲ ص ۲۲۹ سے ۳۲۳ تک۔

۱۳۱۔ مجالس المؤمنین ص ۴۵۱۔

۱۳۲۔ البحار ج ۱۱ ص ۵۷۔

۱۳۳۔ الاتحاف بحب الاشراف ص ۱۴۵۔

۱۳۴۔ نور الابصار ص ۱۵۳۔

۱۳۵۔ معجم الادباء ج ۳ ص ۱۹۲۔

۱۳۶۔ معجم البلدان ج ۲ ص ۲۸۔

۱۳۷۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۲۳۹۔

۱۳۸۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۳۰۔

۱۳۹۔ مطالب السؤول ص ۸۵۔

۱۵۰۔ ملاحظہ فرمائیے ج ۲ ص ۳۵، ۱۱۷، ۱۳۵۰، ۱۸۲۔ ج ۳ ص ۱۱۷، ۱۸۳۔ ج ۴ ص ۲۲۸۔ ج ۵ ص ۱۸۷، ۲۸۹۔ ۹ ص ۱۷۷ وغیرہ۔

۱۵۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے "الغدیر" ج ۲ ص ۲۴۹ سے ۳۴۴ تک۔

۱۵۲۔ فہرست نجاشی ص ۱۲، تاریخ خطیب ج ۸ ص ۲۸۳۔ امالی شیخ ص ۲۲۹۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۲۲۷۔ معجم الادباء ج ۱۱ ص ۱۰۰۔ اصابہ ج ۱ ص ۱۳۱۔

۱۵۳۔ اغانی ج ۱۸ ص ۱۷۸، ۲۰۳، ۳۳۴۔

۱۵۴۔ گذشتہ حوالہ

۱۵۵۔ تاریخ ابن خلکان اور تاریخ ابن عساکر

۱۵۶۔ اس کے بارے میں "الغدیر" ج ۲ ص ۳۴۳ سے ۳۸۶ تک چار موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔

الف) محبت اہل بیتؑ اس کی سرشاری

ب) شعر، ادب اور تاریخ میں اس کا تبحر اور ان کی تالیفیں

ج) روایت حدیث، اس سے روایت کرنے والے راوی اور وہ راوی جن سے دعبل نے روایت کی ہے۔

د) خلفاء کے ساتھ اس کا سلوک، اس کے نوادر، ولادت اور وفات۔

بعض شعراء کے قصائد

عمرو بن عاص

معاويةُ! الحال لا تجهلِ ... وعن سُبل الحقّ لا تعدلِ
نسيت احتيالي في جُلّق ... على أهلها يوم لبس الحلي؟
وقد أقبلوا زمراً يهرعون ... مهاليع كالبقر الجفّلِ
وقولي لهم: إنّ فرض الصّلاة ... بغير وجودك لم تُقبلِ
فولّوا ولم يعبأوا بالصّلاة ... ورمت النفار الى القسطلِ
ولمّا عصيت إمام الهدى ... وفي جيشه كلُّ مُستفحلِ
أبا البقر البكم أهل الشأم ... لأهل التقى والحجى أبتلي؟
فقلت: نعم، قم فإنّي أرى ... قتال المفضّل بالأفضلِ
في حاربوا سيّد الأوصياء ... بقولي: دمٌ طُلّ من نعثلِ
وكدتُ لهم أن أقاموا الرّماح ... عليها المصاحف في القسطلِ
وعلّمتهم كشف سوءاتهم ... لردّ الغضنفرة المقبلِ
فقام البغاة على حيدرٍ ... وكفّوا عن المشعل المصطلي
نسيت محاورة الأشعري ... ونحن على دومة الجندلِ؟
ألين فيطمع في جانبي ... وسهمي قد خاض في المقتلِ
خلعتُ الخلافة من حيدرٍ ... كخلع النعال من الأرجلِ
وألبستها فيك بعد الأياس ... كلبس الخواتم بالأنملِ
ورقّيتك المنبر المشمخر ... بلا حدّ سيف ولا منصلِ
ولو لم تكن أنت من أهله ... ورب المقام ولم تكملِ
وسيّرت جيش نفاق العراق ... كسير الجنوب مع الشمألِ
وسيّرتُ ذكرك في الخافقين ... كسير الحمير مع الحملِ

وجهلك بي يابن آكلة الـ   كبود! لأعظم ما أبتلي
فلولا موازرتي لم تُطع   ولولا وجودي لم تُقبل
ولولاي كنت كمثل النساء   تعاف الخروج من المنزل
نصرناك من جهلنا يابن هند!   على النبأ الأعظم الأفضل
وحيث رفعناك فوق الرؤوس   نزلنا الى أسفل الأسفل
وكم قد سمعنا من المصطفى   وصايا مخصصة في عليّ؟!
وفي يوم «خُمٍّ» رقى منبراً   يُبلّغ والركب لم يرحل
وفي كفه كفه معلناً   يُنادي بأمر العزيز العلي:
«ألست بكم منكم في النفوس   بأولى؟» فقالوا: «بلى، فافعل»
فأنحله إمرة المؤمنين   من الله مستخلف المنحل
وقال: «فمن كنتُ مولى له   فهذا له اليوم نعم الولي
فوالِ مواليه ياذا الجلا   ل! وعاد معادي أخ المرسل
ولا تنقضوا العهد من عترتي   فقاطعهم بيَ لم يوصل»
فبخبخ شيخك لمّا رأى   عُرى عقد حيدرَ لم تُحلل
فقال: «وليّكمُ فاحفظوه   فمدخله فيكمُ مدخلي»
وإنّا وما كان من فعلنا   لفي النار في الدرك الأسفل
وما دمُ عثمان منجٍ لنا   من الله في الموقف المخجل
وإنّ عليّاً غداً خصمنا   ويعتزُّ بالله والمرسل
يُحاسبنا عن أمور جرت   ونحن عن الحقّ في معزل
فما عذرنا يوم كشف الغطا؟   لك الويل منه غداً ثمّ لي
ألا يابن هند! أبعتَ الجنان   بعهد عهدت ولم توف لي
وأخسرت أخراك كيما تنال   يسير الحطام من الأجزل
وأصبحت بالناس حتى استقام   لك الملك من ملك محول

وكنت كمقتنص في الشراك ... تذود الظباء عن المنهلِ
كأنّك أنسيت ليل الهرير ... بصفّين مع هولها المهولِ
وقد بتّ تذرق ذرق النعام ... حذاراً من البطل المقبلِ
وحين أزاح جيوش الضلا ... ل وافاك كالأسد المبسلِ
وقد ضاق منك عليك الخناق ... وصار بك الرّحب كالفلفلِ
وقولك: ياعمرو! أين المفرّ ... من الفارس القسور المسبلِ
عسى حيلة منك عن ثنيه ... فإنّ فؤادي في عسعلِ
وشاطرتني كلّما يستقيم ... من الملك دهرك لم يكملِ
فقمت على عجلتي رافعاً ... وأكشف عن سوأتي أذيلي
فستّر عن وجهه وانثنى ... حياءً وروعك لم يعقلِ
وأنت لخوفك من بأسه ... هناك ملأت من الأفكلِ
ولمّا ملكت حماة الأنام ... ونالت عصاك يد الأوّلِ
منحت لغيري وزن الجبال ... ولم تُعطني زنة الخردلِ
وأنحلت مصراً لعبد الملك ... وأنت عن الغيّ لم تعدلِ
وإن كنت تطمع فيها فقد ... تخلّى القطا من يد الأجدلِ
وإن لم تسامح الى ردّها ... فإنّي لحوبكمُ مُصطلي
بخيلٍ جيادٍ وشمّ الأُنوف ... وبالمرهفات وبالذبّلِ
وأكشف عنك حجاب الغرور ... وأيقظ نائمة الأثكلِ
فإنّك من إمرة المؤمنين ... ودعوى الخلافة في معزلِ
ومالك فيها ولا ذرّة ... ولا لجدودك بالأوّلِ
فإن كان بينكما نسبةٌ ... فأين الحسام من المنجلِ؟
وأين الحصا من نجوم السماء؟ ... وأين معاويةٌ من علي؟
فإن كنت فيها بلغت المنى ... ففي عنقي علق الجلجلِ

محمد تمیری

بحقّ محمّد قولوا بحقٍّ ... فإنّ الإفك من شيم اللئام
أبعد محمّد بأبي وأمّي ... رسول الله ذي الشرف التهامي
أليس عليٌّ أفضل خلق ربّي ... وأشرف عند تحصيل الأنام؟؟؟!!
ولايته هي الإيمان حقّاً ... فذرني من أباطيل الكلام
وطاعة ربّنا فيها وفيها ... شفاء للقلوب من السّقام
عليّ إمامنا بأبي وأمّي ... أبو الحسن المطهّر من حرام
إمام هدًى أتاه الله علماً ... به عُرف الحلال من الحرام
ولو أنّي قتلت النفس حُبّاً ... له ما كان فيها من أثام
يحلُّ النار قومٌ أبغضوه ... وإن صلّوا وصاموا ألف عام
ولا والله لا تزكو صلاةٌ ... بغير ولاية العدل الإمام
أميرَ المؤمنين! بك اعتمادي ... وبالغُرِّ الميامين اعتصامي
فهذا القول لي دينٌ وهذا ... إلى لقياك يا ربّي! كلامي
برئتُ من الذي عادى عليّاً ... وحاربه من أولاد الطغام
تناسوا نصبه في يوم «خُمٍّ» ... من الباري ومن خير الأنام
برغم الأنف من يشنأ كلامي ... عليٌّ فضله كالبحر طامي
وأبرأ من أناس أخّروه ... وكان هو المقدّم بالمقام
عليٌّ هزّم الأبطال لمّا ... رأوا في كفّه برق الحسام

ابوالمستہل کمیت

نفى عن عينك الأرق الهجوعا	وهمٌّ يمتري منها الدموعا
دخيلٌ في الفؤاد يهيج سقماً	وحزناً كان من جذلٍ منوعا
وتوكاف الدموع على اكتئاب	أحلّ الدهر موجعه الضلوعا
ترقرق أسحماً درراً وسكباً	يشبّه سحّها غرباً هموعا
لفقدان الخضارم من قريش	وخير الشافعين معاً شفيعا
لدى الرحمن يصدع بالمثاني	وكان له أبو حسنٍ قريعا
حطوطاً في مسرّته ومولى	الى مرضاة خالقه سريعا
وأصفاه النبيُّ على اختيار	بما أعيى الرفوض له المذيعا
«ويوم الدوح دوح «غدير خُمٍّ»	أبان له الولاية لو أطيعا»
ولكنّ الرجال تبايعوها	فلم أرَ مثلها خطراً مبيعا
فلم أبلغ بها لعناً ولكن	أساء بذاك أوّلهم صنيعا
فصار بذاك أقربهم لعدلٍ	الى جورٍ وأحفظهم مضيعا
أضاعوا أمر قائدهم فضلّوا	وأقومهم لدى الحدثان ريعا
تناسوا حقّه وبغوا عليه	بلا ترةٍ وكان لهم قريعا
فقل لبني أميّة حيث حلّوا	وإن خفت المهنّد والقطيعا
ألا أفّ لدهرٍ كنت فيه	هداناً طائعاً لكمُ مطيعا
أجاع الله من أشبعتموهُ	وأشبع من بجوركمُ أجيعا
ويلعن فذّ أمّته جهاراً	إذا ساس البريّة والخليعا
بمرضيّ السياسة هاشميٍّ	يكون حياً لأمّته ربيعا
وليثاً في المشاهد غير نكسٍ	لتقويم البريّة مستطيعا
يُقيم أمورها ويذبُّ عنها	ويترك جدبها أبداً مريعا

سید حمیری

لأمّ عمرو باللّوى مربعُ … طامسةٌ أعلامها بلقعُ
تروع عنها الطير وحشيّةً … والوحش من خيفته تفزعُ
رقشٌ يخاف الموت من نفثها … والسمُّ في أنيابها منقعُ
برسم دار ما بها مونسٌ … إلّا صلالٌ في الثرى وقّعُ
لمّا وقفت العيس في رسمها … والعين من عرفانه تدمعُ
ذكرتُ من قد كنت ألهو به … فبتُّ والقلب شجٍ موجعُ
كأنّ بالنار لما شفّني … من حبّ أروى كبدي تلذعُ
عجبت من قوم أتوا أحمداً … بخطّة ليس لها موضعُ
قالوا له: لو شئت أعلمتنا … الى من الغايةُ والمفزعُ
إذا توفّيت وفارقتنا … وفيهمُ في الملك من يطمعُ
فقال: لو أعلمتكم مفزعاً … كنتم عسيتم فيه أن تصنعوا
صنيع أهل العجل إذ فارقوا … هارون فالترك له أوسعُ
وفي الذي قال بيانٌ لمن … كان إذا يعقل أو يسمعُ
ثمّ أتته بعد ذا عزمةٌ … من ربّه ليس لها مدفعُ
«بلّغ» وإلّا لم تكن مبلغاً … والله منهم عاصمٌ يمنعُ
فعندها قام النبيُّ الذي … كان بما يؤمر به يصدعُ
يخطب مأموراً وفي كفّه … كفُّ عليٍّ ظاهرٌ تلمعُ
رافعها أكرم بكفّ الذي … يرفع والكفُّ الذي ترفعُ
يقول والأملاك من حوله … والله فيهم شاهدٌ يسمعُ
«من كنت مولاه فهذا له … مولًى» فلم يرضوا ولم يقنعوا
فاتّهموه وحنت فيهمُ … على خلاف الصادق الأضلعُ
وضلّ قومٌ غاظهم فعله … كأنّما آنافهم تجدعُ
حتى إذا واروه في لحده … وانصرفوا عن دفنه ضيّعوا
ما قال بالأمس وأوصى به … واشتروا الضرّ بما ينفعُ

عبدی کوفی

هل في سؤالك رسم المنزل الخرب   برء لقلبك من داء الهوى الوصب؟!

أم حرّه يوم وشك البين يبرده   مااستحدثته النوى من دمعك السرب؟!

هيهات أن يتفد الوجد المثير له   نأي الخليط الذي ولّى ولم يؤب

يارائد الحيّ حسب الحيّ ماضمنت   له المدامع من ماء ومن عشب

ماحلت من قبل أن حالت نوى قذف   إنّ العيون لهم أحمى من السحب

بانوا فكم أطلقوا دمعاً وكم أسروا   لبّاً وكم قطعوا للوصل من سبب

من غادر لم أكن يوماً أسرّ له   غدراً وما الغدر من شأن الفتى العربي

وحافظ العهد يُبدي صفحتي فرح   للكاشحين ويخفي وجد مكتئب

بانوا قباباً وأحباباً تصونهم   عن النواظر أطراف القنا السلب

وخلّفوا عاشقاً مُلقىً رمى خلساً   بطرفه خدر من يهوي فلم يصب

لهفي لما استودعت تلك القباب وما   حجبن من قضب غنّا ومن كثب

من كلّ هيفاء أعطاف هضيم حشاً   لمياء مرتشف غرّاء منتقب

كأنّما ثغرها وهنا وريقتها   ماضمّت الكاس من راح ومن حبب

وفي الخدور بدورٌ لو برزن لنا   تركن كلّ حشا بالوجد ملتهب

وفي حشاي غليلٌ بات يضرمه   شوقٌ الى برد ذاك الظلم والشنب

يارقد اللوعة اهبب من كراك فقد   بان الخليط ويا قلبي الغرام ثب

أما وعصر هوىً دبّ العزاء له   ريب المنون وغالته يد النوب

لأشرقنّ بدمعي إن نأت بهمُ   دارٌ ولم أقض مافي النفس من إرب

ليس العجيب بأن لم يبق لي جلدٌ   لكن بقائي وقد بانوا من العجب

شبت ابن عشرين عاماً والفراق له   سهمٌ متى مايصب شمل الفتى يشب

ماهزّ عطفي من شوقي الى وطني   ولااعتراني من وجد ومن طرب

مثل اشتياقي من بُعد ومنتزح   الى الغريّ ومافيه من الحسب

أزكى ثرى ضمّ أزكى العالمين فذا   خير الرجال وهذا أشرف الترب

إن كان عن ناظري بالغيب محتجباً   فإنّه عن ضميري غير محتجب

يا راكباً حسرةً تطوي مناسمها ... ملاءة البيد بالتقريب والخبب
تُقيّد المغزل الأدماء في صعد ... وتطلع الكاسر الفتخاء في صبب
تثني الرياح إذا مرّت بغايتها ... حسرى الطلائح بالغيطان والخرب
بلّغ سلامي قبراً بالغري حوى ... أوفى البرية من عُجم ومن عرب
واجعل شعارك لله الخشوع به ... ونادِ خير وصيّ صنو خير نبي
اسمع أبا حسن إنّ الأولى عدلوا ... عن حكمك انقلبوا عن شرّ مُنقلب
مابالهم نكبوا نهج النجاة؟! وقد ... وضّحته واقتفوا نهجاً من العطب
ودافعوك عن الأمر الذي اعتلقت ... زمامه من قريش كفُّ مُغتصب
ظلّت تُجاذبها حتى لقد خرمت ... خشاشها تربت من كفّ مُجتذب
وكان بالأمس منها المُستقيل فلم ... أرادها اليوم لو لم يأت بالكذب؟!
وأنت توسعه صبراً على مضض ... والحلم أحسن ما يأتي مع الغضب
حتى إذا الموت ناداهُ فأسمعه ... والموت داعٍ متى يدع امرءاً يُجب
حباها آخراً فاعتاض محتقباً ... منه بأفضع محمول ومحتقب
وكان أوّل من أوصى ببيعته ... لك النبيُّ ولكن حال من كثب
حتى إذا ثالثٌ منهم تقمّصها ... وقد تبدّل منها الجدُّ باللعب
عادت كما بُدأت شوهاء جاهلة ... تجرُّ فيها ذئابٌ أكلة الغلب
وكان عنها لهم في «خُمّ» مزدجرٌ ... لمّا رقى أحمد الهادي على قتب
وقال والناس من دانٍ إليه ومن ... ثاوٍ لديه ومن مُصغٍ ومرتقب
: «قُم يا عليُّ! فإنّي أُمرت بأن ... أُبلّغ الناس والتبليغ أجدر بي
إنّي نصبتُ علياً هادياً علماً ... بعدي وإنّ علياً خير منتصب»
فبايعوك وكلٌّ باسطٌ يده ... إليك من فوق قلب عنك منقلب
عافوك لا مانعٌ طولاً ولا حصرٌ ... قولاً ولا لهجٌ بالغشّ والريب
وكنت قطب رحى الإسلام دونهم ... ولا تدور رحىً إلّا على قطب
ولا تُماثلهم في الفضل مرتبةٌ ... ولا تُشابههم في البيت والنسب
إن تلحظ القرن والعسّال في يده ... يظلّ مضطرباً في كفّ مضطرب
وإن هززت قناةً ظلّت توردها ... وريد ممتنع في الروع مُجتنب

ولا تــلْ حــاماً يـوم مـلحـمـة ... إلّا وتحـجـبـه في راس مختـجـب
كــيوم خـيبر إذ لم يـمـتـنـع زفـرٌ ... عـن اليهود بـغير الغـمز والهـرب
فـأغضـب المصطفى إذ جرّ رايـتـه ... على الثرى ناكصاً يهوي على العقب
فقـال: «إنّـي سـأعطيها غداً لفتى ... يحبّه الله والمبـعوث منتجـب»
حتّى غدوت بها جذلان تحملها ... تلقاء أرعن من جمع العدى لجب
جمّ الصلادم والبيض الصوارم وا ... لزرق اللهاذم والماذي واليلب
فـالارض من لاحقيّات مطهّمة ... والمستقلّ مثار القسطل الهدب
وعـارض الجـو من نقع بوارقه ... لمع الأسنّة والهندية القضب
أقدمت تفـرت حسراً تحته فغدا ... يصوب مزناً ولو أحجمت لم يصب
غـادرت فرسانه من هارب فرق ... أو مقعص بدم الأوداج مختضب
لك المناقب يعيي الحاسبون بها ... عدّاً ويعجز عنها كلّ مكتتب
كرجعة الشمس إذ رمت الصلاة وقد ... راحت تواري عن الأبصار بالحجب
رُدّت عليك كأنّ الشهب ما اتّضحت ... لناظر وكأنّ الشمس لم تغب
وفي براءة أنباء عجائبها ... لم تطو عن نازح يوماً ومقترب
وليلة الغار لمّا بتّ ممتلأً ... أمناً وغيرك ملآن من الرعب
ما أنت إلّا أخو الهادي وناصره ... ومظهر الحقّ والمنعوت في الكتب
وزوج بضعته الزهراء يكنفها ... دون الورى وأبو أبنائه النجب
من كلّ مجتهد في الله معتضد ... بالله معتقد لله محتسب
هادين للرشد إن ليل الضلال دجا ... كانوا لطارقهم أهدى من الشهب
لُقّبت بالرفض لمّا إن منحتهم ... ودّي وأحسن ما أدعى به لقبي
صلاة ذي العرش تترى كلّ آونة ... على ابن فاطمة الكشّاف للكرب
وابنيه من هالك بالسمّ مخترم ... ومن معفّر خدّ في الثرى ترب
وزينهم الزاهد السجّاد يتبعه ... وباقر العلم داني غاية الطلب
وجعفر وابنه موسى ويتبعه الـ ... ـبرّ الرضا والجواد العابد الدئب

والعسكريّين والمهديّ قائمهم ذو الأمر لابس أثواب الهدى القشب
من يملأ الأرض عدلاً بعد ماملئت جوراً ويقمع أهل الزيغ والشغب
القائد البهم الشوس الكماة الى حرب الطغاة على قبّ الكلا الشرب
أهل الهدى لاأناس باع بائعهم دين المهيمن بالدنيا وبالرّتب
لو انّ أضغانهم في النار كامنةٌ لأغنت النار عن مذك ومحتطب
ياصاحب الكوثر الرقراق زاخرة ذود النواصب عن سلساله العذب
قارعتُ منهم كماةً في هواك بما جرّدتُ من خاطرٍ أو مقولٍ ذرب
حتّى لقد وسمت كلماً جباههُم خواطري بمضاء الشعر والخطب
صحبت حبّك والتقوى وقد كثرت ليّ الصحاب فكانا خير مصطحب
فاستجل من خاطر «العبديّ» آنسةً طابت ولو جاوزتك اليوم لم تطب
جاءت تُمايل في ثوبي حيّاً وهدىً إليك حالية بالفضل والأدب
أتعبتُ نفسي في مديحك عارفةً بأنّ راحتها في ذلك التّعب

ابوتمام طائی

أظبيةُ حيث استنّت الكثبُ العفرُ ... رويدكِ لا يغتالكِ اللومُ والزجرُ
أسرّي حذاراً لم تقيّدكِ ردّةٌ ... فيحسرَ ماءٌ من محاسنكِ الحذرُ
أراكِ خلال الأمر والنهي بدوةً ... عداكِ الردى ما أنت والنهي والأمرُ؟!
أتشغلني عمّا هرعتُ لمثله ... حوادثُ أشجانٍ لعمّا بها نكرُ؟!
ودهرٌ أساء الصنع حتى كأنّما ... يقضّي نذوراً في مساءتي الدهرُ
له شجراتٌ خيّم المجد بينها ... فلا ثمرٌ جانٍ ولا ورقٌ نضرُ
ومازلتُ ألقى ذاك بالصبر لابساً ... رداءيه حتى خفتُ أن يجزع الصبرُ
وإنّ نكيراً أن يضيق بمن له ... عشيرةُ مثلي أو يسلكنه مصرُ
وما لامرئٍ من قاتلٍ يوم عثرةٍ ... لعاً وخديناه الجدابةُ والفقرُ
وإن كانت الأيام أضحت وما بها ... لذي غلّةٍ وردٌ ولا لسائلٍ خبرُ
هم الناس سار الذمّ والحرب بينهم ... وحمّر أن يغشاهم الحمد والأجرُ
صفاتك منهم غمرٌ عنجهيّةٌ ... فقائده تيهٌ وسائقه كبرُ
إذا شام برق اليسر فالقرب شأنه ... وأنأى من العيّوق إن ناله عسرُ
أريني فتى لم يبتله الناس أو فتى ... يصحّ له عزمٌ وليس له وفرُ
ترى كلّ ذي فضلٍ يطول بفضله ... على معتفيه والذي عنده نزرُ
وإنّ الذي أحناني الشيب للذي ... رأيتِ ولم تكمل له السبع والعشرُ
وأخرى إذا استودعتها السرّ بيّتت ... به كرهاً ينهاض من دونها الصدرُ
طغى من طغاها واستبدّ برأيهم ... وقولهمُ إلّا أقلّهم الكفرُ
وقاسوا ذحي أمريهمُ وكلاهما ... دليلٌ لهم أولى به الشمس والبدرُ
سيحدوكم استقاؤكم حلب الردى ... إلى هوّةٍ لا الماء فيها ولا الخمرُ
سأمتم عبور الضحل خوضاً فأيّةً ... تعدّونها لو قد طغى بكم البحرُ
وكنتم دماءً غيّبت قدر مغارةٍ ... على جهل ما أمست تفور به الد
فهلّا زجرتم طائر الجهل قبل أن ... يجيء بما لا تبرأون به الزجرُ؟!
طلوبتم ثنايا تخشأون عوارها ... فأين لكم خبٌّ وقد ظهر النشرُ؟!

فعاثم بأبناء النبيّ ورهطه   أفاعيل أدناها الخيانة والغدرُ
ومن قبله أخلفتمُ لوصيّه   بداهيةٍ دهياء ليس لها قدرُ
فجئتم بها بكراً عواناً ولم يكن   لها قبلها مثلٌ عوانٌ ولا بكرُ
أخوه إذا عُدّ الفخار وصهره   فلا مثله أخٌ ولا مثله صهرُ
وشُدّ به أزر النبيّ محمدٍ   كما شُدّ من موسى بهارونه الأزرُ
ومازال كشّافاً دياجير غمرةٍ   يمزّقها عن وجهه الفتح والنصرُ
هو السيف سيف الله في كلّ مشهد   وسيف الرسول لا ددانٌ ولا دثرُ
فأيّ يدٍ للذمّ لم يبرِ زندها   ووجه ضلال ليس فيه له أثرُ
ثوى ولأهل الدين أمنٌ بحدّه   وللواصمين الدين في حدّه ذعرُ
يسدّ به الثغر المخوف من الردى   ويعتاض من أرض العدوّ به الثغرُ
بأحدٍ وبدرٍ حين ماج برجله   وفرسانه أحدٌ وماج بهم بدرُ
ويوم حُنينٍ والنضير وخيبرٍ   وبالخندق الثاوي بعقوته عمرو
سما للمنايا الحمر حتى تكشّفت   وأسيافه حمرٌ وأرماحه حمرُ
مشاهد كان الله كاشف كربها   وفارجه والأمر ملتبسٌ إمرُ
و«يوم الغدير» استوضح الحقّ أهله   بضحياء لا فيها حجابٌ ولا سترُ
أقام رسول الله يدعوهمُ بها   ليقربهمْ عرفٌ وينآهم نكرُ
يمدّ بضبعيه ويُعلم أنّه   وليٌّ ومولاكم فهل لكمُ خبرُ؟!
يروح ويغدو بالبيان لمعشر   يروح بهم غمرٌ ويغدو بهم غمرُ
فكان لهم جهرٌ بإثبات حقّه   وكان لهم في بزّهم حقّه جهرُ
أثمّ جعلتم حظّه حدّ مرهفٍ   من البيض يوماً حظّ صاحبه القبرُ
بكفّي شقيٍّ وجّهته ذنوبه   إلى مرتعٍ يُرعى به الغيّ والوزرُ

دعبل خزاعی

تجاوبن بالأرنان والزفرات ... نوائح عجم اللفظ والنطقات
يخبرن بالأنفاس عن سرّ أنفس ... أسارى هوى ماضٍ وآخر آتِ
فأسعدن أو أسعفن حتى تقوّضت ... صفوف الدجى بالفجر منهزماتِ
على العرصات الخاليات من المها ... سلام شجٍ صبٍّ على العرصاتِ
فعهدي بها خضر المعاهد مألفاً ... من العطرات البيض والخفراتِ
ليالي يعدين الوصال على القلا ... ويعدى تدانينا على الغرباتِ
وإذ هنّ يلحظن العيون سوافراً ... ويسترن بالأيدي على الوجناتِ
وإذ كلّ يوم لي بلحظي نشوةٌ ... يبيت بها قلبي على نشواتِ
فكم حسرات هاجها بمحسّر ... وقوفي يوم الجمع من عرفاتِ
ألم تر للأيام ما جرّ جورها ... على الناس من نقض وطول شتاتِ؟
ومن دول المستهترين ومن غدا ... بهم طالباً للنور في الظلماتِ
فكيف ومن أنّى بطالب زلفة ... الى الله بعد الصوم والصلوات؟!؟!
سوى حبّ أبناء النبيّ ورهطه ... وبغض بني الزرقاء والعبلاتِ
وهند وما أدّت سميّة وابنها ... اولوا الكفر في الإسلام والفجراتِ
همُ نقضوا عهد الكتاب وفرضه ... ومحكمه بالزور والشبهاتِ
ولم تك إلّا محنة قد كشفتهم ... بدعوى ضلال من هنٍ وهناتِ
تراثٌ بلا قربى وملكٌ بلا هدى ... وحكمٌ بلا شورى بغير هداتِ
رزايا أرتنا خضرة الأفق حمرة ... وردّت أجاجاً طعم كلّ فراتِ
وماسهلت تلك المذاهب فيهمُ ... على الناس إلّا بيعة الفلتاتِ
وماقيل أصحاب السقيفة جهرةً ... بدعوى تراث في الضلال نتاتِ
ولو قلّدوا الموصى إليه أمورها ... لزمّت بمأمون عن العثراتِ

أخي خاتم الرسل المصفّى من القذى	ومفترس الأبطال في الغمرات
فإن جحدوا كان «الغدير» شهيده	وبدرٌ وأُحدٌ شامخ الهضبات
وآيٌ من القرآن تُتلى بفضله	وإيثاره بالقوت في اللزبات
وغُرُّ خلالٍ أدركته بسبقها	مناقب كانت فيه مؤتنفات